وقت کی کمی کی وجہ سے
تخریج کے کام کو موٴخر کیا گیا ہے

ارشاداتِ اکابر

بموقع

سہ ماہی جوڑ

بتاریخ ۱۹، ۲۰، ۲۱، ۲۲/ ربیع الثانی ۱۴۴۵ھ

بمطابق 4,5,6,7/ نومبر 2023ء

(ہفتہ۔ اتوار۔ پیر۔ منگل)

بمقام بنگلہ والی مسجد، مرکز نظام الدین، نئی دہلی، انڈیا

جمع وترتیب

مفتی محمد حسام الدین قاسمی

9490689790,9652414110

جامع مسجد معظم پورہ، مرکز ملے پلی، حیدرآباد دکن۔

7842800278,040-23342899

فہرستِ مضامین

دینی مدارس اور عصری درسگاہوں میں کام کی کارگزاری

مولانا یوسف صاحب زید مجدہ ابن حضرت جی دامت برکاتہم (بروز ہفتہ بعد ظہر)

کارگزاری، یہ ہمارے کام کا بڑا بنیادی اور اہم ترین عمل ہے:

میرے محترم دوستو بزرگو!

کارگزاری یہ ہمارے کام کا بڑا بنیادی اور اہم ترین عمل ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے یہاں کارگزاری کا بڑا اہتمام ہوا کرتا تھا۔[1] حضرتؒ نے باقاعدہ حیاۃ الصحابہ میں کارگزاری کا باب قائم کیا ہے اور کارگزاری کو ثابت کیا ہے: النظر فی العمل (حیاۃ الصحابۃ عربی: ۱۱۰/۲) کہ کام کرنے والوں کی کام پر نظر ہو اور کام کرنے والوں کے سامنے مستقل کام ہو۔

کام کے جس شعبہ سے بھی ذمہ داروں کی نظر ہٹ جائے گی وہ کمزور ہوتا چلا جائے گا:

کام کے جس شعبہ سے بھی ذمہ داروں کی نظر ہٹ جائے گی وہ کمزور ہوتا چلا جائے گا اور کام کے جس شعبہ کی بھی ذمہ دار اپنے مشوروں کے اندر، اپنے ماہانہ جوڑوں کے اندر کارگزاری لینا ختم کردیں گے، وہ شعبہ اور وہ کام کمزور ہوتا چلا جائے گا، اس واسطے صرف کام کا بتادینا کافی نہیں ہے! بلکہ جو بتایا جارہا ہے اُس کا سننا بہت ضروری ہے۔ اسی کو النظر فی العمل میں حضرت (حضرت جی مولانا محمد یوسف صاحبؒ) نے باقاعدہ نقل کیا ہے، کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: (۱) میں تمہاری ایک جماعت بناؤں (۲) اور اُس جماعت میں ایک آدمی کو ذمہ دار متعین کروں (۳) اور میں اُس جماعت کو ہدایات دے دوں!! تو کیا میری ذمہ داری پوری ہوگئی؟ ساتھیوں نے کہا آپ کی ذمہ داری تو پوری ہوگئی، (اس لئے کہ اِن تینوں کاموں سے بظاہر معلوم ہورہا ہے کہ ذمہ داری پوری ہوچکی ہے) اِس کے باوجود حضرت عمرؓ نے فرمایا: نہیں! اُس وقت تک میری ذمہ داری پوری نہیں ہوگی جب تک میں اُس جماعت کی کارگزاری نہ لوں!۔ اِس واسطے!! یہ کارگزاری کا عمل بڑا بُنیادی عمل ہے۔[2]

کارگُزاری اِس واسطے لی جاتی ہے تاکہ وحدتِ فکر اور وحدتِ کلمہ پیدا ہو:

کارگُزاری اِس واسطے لی جاتی ہے تاکہ وحدتِ فکر اور وحدتِ کلمہ (سب کام کرنے والوں کی ایک فکر ہو، سب کام کرنے

---

(۱) قَالَ: يَا حُذَيْفَة فقلت: لبيك فَقُمْت حَتَّى أتيت وَإِن جَنْبي ليضربان من الْبرد فَمسح رَأْسِي وَوجهي ثمَّ قَالَ: ائْتِ هَؤُلَاءِ الْقَوْم حَتَّى تَأْتِينَا بخبرهم وَلَا تحدث حَدثا حَتَّى ترجع، الدر المنثور: ۵۷۲/۶

(۲) النظر في العمل: عن طاووس أَنَّ عمر رضي الله عنه قال: أرأيتم إن استعملت عليكم خير من أعلم ثم أمرته بالعدل، أقضيت ما عليَّ؟ قالوا: نعم. قال: لا، حتى أنظر في عمله أَعمِل بما أمرته أم لا؟ (كنز العمال. ج۵ ص ۷۶۸ مؤسسة الرسالة)

والوں کی ایک بات ہو) پیدا ہو، ہمارے کام میں اس کی بہت ضرورت ہے، خاص طور سے جو ہمارے عصری طلبہ اور دینی طلبہ کی محنت میں اس کی بہت ضرورت ہے۔

اب اللہ تعالیٰ کا بڑا فضل ہے کہ سارے عالم (دنیا) میں مدارس کی محنت اور عصری طلبہ کی محنت کا جال پھیل گیا ہے۔ جہاں جہاں اجتماعات ہورہے ہیں، وہاں اِس چیز کا بڑا اہتمام کیا جارہا ہے کہ ایک مجلس مستقل طور پر؛ عصری طلبہ، اور دینی مدارس میں پڑھنے والے طلبہ میں کام اور اس کی کارگزاری کی رکھی جاتی ہے، آپ حضرات بھی ممالک کے اندر اجتماعات کرنے کے واسطے جاتے ہیں، تو اس کا اہتمام کرتے ہیں۔ ہمارے طلبہ کی سب سے زیادہ فکر کرنی چاہیے، کیونکہ یہ پورے طریقہ سے مستقبل (FUTURE) ہیں ہر ہر شعبہ کے اندر کام کو لے کر چلنے والے ہیں۔

عصری طلبہ میں کام کی اہمیت:

اللہ تعالیٰ کا بڑا فضل ہے! ہمارے کام کرنے والے ساتھی پورے ملک کے اعتبار سے آج بیٹھے تھے، اور کافی دیر تک اِس بات پر غور وفکر ہوئی کہ جس طرح مستقل طور پر خروج کا نظام مدارس کے اعتبار سے بنا ہوا ہے، اور مختلف ممالک میں اِس ترتیب کے ساتھ الحمدللہ! مدارس میں کام ہورہا ہے، طلبہ کا خروج ہورہا ہے، اور حضرات علماء کی پہلے اور دوسرے سال کی جماعتیں نکل رہی ہیں، اسی طرح مستقل طور پر عصری طلبہ کا بھی خروج ہو، اور اُن میں مقامی کام کی بھی ترتیب بنے۔ کیونکہ اگر ڈھائی فیصد طلبہ مدرسے میں ہیں تو تقریباً ۹۷ / فیصد یا ۹۸ / فیصد طلبہ (STUDENTS) عصری تعلیم حاصل کررہے ہیں۔

عصری طلبہ سے متعلق طئے شدہ امور:

اِس لیے! چند اُمور آج بڑے اہتمام کے ساتھ سوچے گئے اور نیچے حضرت (حضرت مولانا محمد سعد صاحب دامت برکاتہم العالیہ) کے پاس مشورہ میں پیش کیئے گئے۔

اُس میں سب سے پہلی چیز یہ ہے کہ عصری طلبہ کا خروج بے انتہاء ضروری ہے کیونکہ جو تربیت خروج کے ماحول میں ہوتی ہے وہ تربیت اپنے مقام پر کبھی نہیں ہوسکتی۔ دیکھئے! آپ مدارس کے اعتبار سے خروج کا کتنا اہتمام کرواتے ہیں اور خروج کی کتنی فکریں ہوتی ہیں؛ بڑے اہتمام کے ساتھ ہمارے یہاں کی طئے شدہ چیز ہے ● کہ ہر جمعرات کو طلبہ اللہ تعالی کے راستہ میں نکلتے ہیں۔ جو طلبہ علم کے ماحول میں ہیں، جو طلبہ تربیت کے ماحول میں ہیں، جو طلبہ صبح کے لیکر شام تک قال اللہ (قرآن)! قال الرسول (حدیث)! سُن رہے ہیں، جو طلبہ اللہ تعالی کے راستہ میں ایک طریقہ سے نکلے ہوئے ہیں (من خرج لطلب العلم فهو في سبيل الله حتى يرجع) اور مستقل علم حاصل کررہے ہیں؛ جب اُن کے خروج کی اِس قدر فکر کی

جاتی ہے تو پھر یہ عصری طلبہ، جوارتداد، بے دینی، اور معاشرہ کو تبدیل کردینے والے ماحول میں رہتے ہیں تو، پھر اِس ماحول کے اندران میں دین کی محنت اوران کے خروج کی کس قدرضرورت ہوگی۔

پہلی چیز:

جس طرح مدرسہ کے طلبہ اللہ تعالی کے راستہ میں ہر جمعرات' جمعہ میں ۲۴ر گھنٹے کے واسطے نکلتے ہیں، اِسی طرح عصری طلبہ بھی ۲۴ر گھنٹے کے واسطے ہر ہفتہ نکلنے کی ترتیب بنائیں، (صورت حال یہ ہے کہ) ہم سال میں یا مہینہ میں ایک خروج اِن کے سہ روزے کا کروانے کی فکر کرتے ہیں، سہ روزہ پورا نہیں ہو پاتا تو دودن کا یا ڈیڑھ دن کا اِن کا خروج ہوتا ہے، اِس کی وجہ سے سہ روزہ کی جماعتوں کے رُخ متاثر ہوتے ہیں (یعنی طئے شدہ رخ پر جانے کے بجائے ایک دن یا ڈیڑھ دن ہونے کی وجہ سے دوسرے رخ پر چلے جاتے ہیں)،طلبہ کی وصولیابی پوری طریقہ سے ہونہیں پاتی، پوری طریقہ سے طلبہ کو نہیں لیا جاتا، پھرآگے بڑھ کر طلبہ کی جماعتیں خروج سے واپس آجاتی ہیں؛ اِس طرح کی مُتعدِّد (بہت ساری) کارگزاریاں ہمارے صوبوں سے آرہی ہیں؛اس لئے خاص طور سے ہمارے محلّہ والے حضرات! اِس کی فکر کریں کہ اِن طلبہ کا اہتمام کے ساتھ خروج ہو، اور اِن کے خروج کے اندراس چیز کا بڑا اہتمام کرنا ہے کہ تین، چار یا کم سے کم ایسے دوساتھی ان کے ساتھ ہوں جو مستقل طور پر کام میں متحرک، ذمہ دار، اورفکرمند ہیں، کام کو لے کر چلنے والے ہیں، اور اپنا ماہانہ سہ روزہ لگا چکے ہیں، جو اِن طلبہ کی وقت گزاری، اِن کی تربیت، اور اِن کو اعمالِ دعوت سے گزارنے کی پوری طرح سے فکر کریں۔

اِن طلبہ پر محنت کون کریں؟:

ہمارے محلّوں میں، گلیوں میں، اور گھروں میں؛ ایک بڑی تعداد میں ایسے طلبہ ہوتے ہیں جو ہاسٹل میں قیام کرتے ہیں یا اِسکول میں پڑھتے ہیں،تو ہمارے محلّہ والے پوری طریقہ سے محنت کرکے، ہراتوار میں اِن کی جماعتیں ۲۴ر۔ ۲۴ر گھنٹہ کے واسطے نکالیں۔مہینہ میں چار ہفتے ہوتے ہیں!تو اِس طرح ہر ماہ چاردن اِن کا خروج ہوجائے گا۔

اِن طلبہ کا ماہانہ خروج کب ہواور کتنا ہو؟

اِن طلبہ کا ماہانہ خروج مستقل طور پر اتوار کے دن ہے،لیکن اس کے علاوہ مہینہ میں جتنے دن کی بھی چھٹی ملے اُس کے اندران کا خروج ہو۔بعض صوبوں کے اندر یہ ترتیب ہے کہ وہاں دوسرے یا تیسرے ہفتہ میں دودن کی چھٹی ملتی ہے،تو اگر چھٹی زیادہ ملتی ہے تو حسبِ تعطیل ان طلبہ کا خُروج ہو، چنانچہ جنہیں دودن کی چھٹی مل رہی ہے وہ دودن کا خروج کریں، جنہیں ڈھائی دن کی چھٹی مل رہی ہے وہ ڈھائی دن کا خروج کریں۔اور جنہیں تین دن کی چھٹی مل رہی ہے وہ تین دن کا خروج کریں۔

اِن طلبہ کے ساتھ کس طرح کے ساتھی نکلیں:

وہ حضرات! جو دس دس دن دیتے ہیں، یا وہ حضرات! جوخُروج کے واسطے سہ روزہ سے زیادہ وقت فارغ کرتے ہیں ،ایسے کم سے کم دوفکرمند ساتھی اِن طلبہ کے ساتھ ہوں۔

تنبیہ: اگر طلبہ کو تین دن کی چھٹی ملی ہوئی ہے اور پورے طریقے پر تین دن کی جماعت جارہی ہے،تو پھر جو حضرات اپنے سہ روزہ لگاتے ہیں وہ طلبہ کے سہ روزہ کے ساتھ اپنا سہ روزہ شمار کرسکتے ہیں۔

لیکن اِس بات کا پوری طرح سے اہتمام ہو کہ ہماری سہ روزے کی جماعتیں'ان طلبہ کی جماعتوں کی وجہ سے متاثر نہ ہوں، کہ جی! مَیں نے تو طلبہ کے ساتھ آدھا دن لگالیا تھا' مَیں نے تو ۲۴ رگھنٹے لگالیئے تھے، مَیں نے تو دیڑھ دن لگالیا تھا (اب میرا سہ روزہ ہوگیا)۔کیونکہ سہ روزہ کی جماعتیں مستقل ہیں جو مقامی کام کا ایک حصہ ہے۔

اِن طلبہ کا چھوٹی اور بڑی چھٹیوں میں خروج:

پھر اِن طلبہ کا دوسرا خروج اس وقت ہوگا جب اِن کی چھٹی آتی ہے؛ جیسے مثال کے طور پر بعض علاقوں میں سردی کے دنوں میں (یا اور کسی موقع پر) ۸ر دن یا ۱۰ر دن کی چھٹیاں ہوتی ہیں،توان میں بھی اسی طرح پُرانے ذمہ دار ساتھیوں کے ساتھ اُن کا خروج ہو۔اسی طرح جب اِن کی بڑی چھٹیاں آتی ہیں تو اُن میں چلے کے اعتبار سے اُن طلبہ کا سالانہ خروج ہو جن کی تعلیم ابھی جاری ہے،اور جو طلبہ تعلیم سے فارغ ہو چکے ہیں اُن کی چار مہینے کی اہتمام کے ساتھ تشکیل ہو اور اہتمام کے ساتھ انہیں وصول کیا جائے۔

عصری طالبات کا خروج اور ہفتہ واری تعلیم:

دوسری بات جو ہم نے بڑے اہتمام سے سوچی ہے اور (حضرت کے سامنے) رکھا ہے وہ یہ ہے کہ جو طالبات چھٹیوں کے ایام میں اپنے گھروں کو آتی ہیں،اُن کی بھی اہتمام سے اپنے والدین کے ساتھ خروج کی ترتیب بنی چاہیے،

جب بھی ہم دینی اور عصری طلبہ کی ترتیب بتاتے ہیں تو مستقل طور پر یہ سوال آتا ہے کہ اُن طالبات کا بھی بڑا طبقہ ہے جو اسکولوں کے اندر پڑھتی ہیں، اِن کے فکر کی بہت زیادہ ضرورت ہے،تو اِس کے بارے میں آج ہم نے مشورہ کے اندر اِس بات کو سونچا ہے کہ اِن طالبات کی دو قسمیں ہیں:

(ا) ایک قسم وہ ہے ان طالبات کی، جو اپنے گھروں میں رہ کر تعلیم حاصل کررہی ہیں،تو جو طالبات گھروں میں رہ کر تعلیم حاصل کرتی ہیں، اُن کے لیے اہتمام سے ہفتہ واری تعلیم میں شرکت کا نظام قائم کیا جائے۔ ہمارے حضرت نے مشورہ میں یہ بات کہی کہ اگر ہو سکے تو اپنی ہفتہ واری تعلیم کو اِن طالبات کی رعایت میں اتوار کے دن رکھ لیں۔ یا اگر کسی محلہ میں

دو جگہ پر ہفتہ واری تعلیم ہورہی ہے، تو مختلف دنوں میں ہوسکتی ہے!! ایک دن اتوار کا، اور دوسرا دن مثلاً جمعہ کا رکھ لیں، لیکن اس کی پوری طریقہ سے کوشش ہو کہ طالبات کو اہتمام سے تعلیم میں جوڑیں (اور مسجد وار جماعت میں) اِن کی کارگزاری بھی لیا کریں کہ آپ کی تو پوری گلی کے اندر طالبات رہتی ہیں، کتنی طالبات ہفتہ واری تعلیم میں شرکت کرتی ہیں۔

ہفتہ واری تعلیم میں شرکت کا فائدہ:

ایسی کارگزاری آئی ہے کہ جو طالبات ہفتہ واری تعلیم میں شریک ہوئی ہیں، اُنہوں نے پَردہ کرنا شروع کر دیا۔ سَر ڈھکنا شروع کر دیا، حجاب اور پردہ کے اندر آ گئیں، نماز کا اہتمام شروع کر دیا، بالکل سچی بات ہے ''جب حق آتا ہے تو باطل چلا جاتا ہے''۔

ہاسٹل میں رہنے والی طالبات میں محنت:

اور ایک قسم ان طالبات کی ہے، جو مستقل طور پر دارالاقامہ (HOSTEL) میں رہتی ہیں، وہ اُس سے باہر نہیں جاتیں اور نہ ہم اُنہیں وہاں سے باہر نکالنا چاہتے ہیں۔ اُن طالبات کے بارے میں اِس بات کی فکر کی جائے کہ اِن کے اندر ہفتہ واری تعلیم شروع ہو۔

ہفتہ واری تعلیم کس طرح شروع کی جائے:

ہمارے کام کرنے والے دو فکرمند ساتھی اپنے گھر والوں کو لیکر ایسا تقاضہ بنا کر اُن کے اندر جائیں، اور اندر جانے کا کوئی راستہ تلاش کریں، مثلاً وہاں پڑھانے والے اساتذہ کے ذریعے (جو اپنی فیملی کے ساتھ وہاں کوارٹرس (QUARTERS) میں مقیم ہیں)، اُن کی ملاقاتوں کے ذریعہ اندر جانے کی کوشش کی جائے، (شرائط پورے کرا کر اُن کے یہاں ہفتہ واری تعلیم شروع کرائی جائے) اور طالبات ہفتہ واری تعلیم کے اندر اہتمام سے شریک ہوں۔ کیونکہ دینداری کا اجتماعی ماحول جب تک اندر قائم نہیں ہوگا، باطل کا مستقل طور پر جو اجتماعی ماحول ہے، جس نے انہیں متاثر کیا ہوا ہے وہ ختم نہیں ہوگا۔ اِرتداد کے پھیلنے کا سب سے بڑا دروازہ ہے یہی برا ماحول ہے، ہمیں پتہ نہیں کہ ہماری لڑکیاں، ہماری بہنیں، ہمارے گھر کی بچیاں کہاں جارہی ہیں؟ کن کے ہاتھوں لگ رہی ہیں؟

اگر اندر ہفتہ واری تعلیم سنبھالنے والیاں نہیں ہیں، تو پھر شہر یا اپنے حلقہ کے مشورہ سے دو پُرانے جوڑے جا کر وہاں تعلیم کو زندہ کرنے کی فکر کریں۔

اجتماعی مذاکرے کی ترتیب:

کم سے کم مہینہ میں ایک مرتبہ یا حسبِ ضرورت موقع محل کے اعتبار سے دو فکرمند ساتھیوں کے ساتھ اُن کی گھر والیاں اندر

جا کراجتماعی ماحول،تعلیم،مذاکرہ کی بھی اگر ترتیب بن سکتی ہوتو اُس کی ترتیب بنانے کی کوشش کریں۔

دینی وعصری طلبہ کے جوڑ:

عصری طلبہ کے اِبتداءِ سال میں (کارگزاری والے) جوڑ ہوں گے، جیسے دینی مدارس کے ابتدائی سال میں جوڑ ہوتے ہیں، اوراخیر سال میں بھی عصری و دینی طلبہ کے (تشکیلی) جوڑ ہوں گے۔

ابتدائی سال کے جوڑ:

اِبتدائی سال کے اندر دینی مدارس کے جو جوڑ ہوتے ہیں اُن میں سب سے پہلے حاضری لی جاتی ہے، پھر (مقامی کام اور خروج کی) کارگزاری لی جاتی ہے، اورترغیبی بات اور مقامی کام کی بات ہوتی ہے، کیونکہ اُن طلبہ کو مقامی کام کرنا ہے اور اللہ کے راستہ میں نکلنے کا خروج کروانا ہے (پھر عزائم والی مجلس لگائی جاتی ہے)، بالکل اسی طرح ہمارے اسکولس اور کالجس کے بھی جوڑ ہوں گے، اسکولس اور کالجس کے جوڑ کے بارے میں یہ ہے اتنے جوڑ رکھے جائیں کہ اسکولس اور کالجس کا سو فیصد احاطہ ہوجائے،، اتنے کم بھی نہ ہوں (کہ سب حاضر نہ ہوسکیں) اور اتنے زیادہ بھی نہ ہوں (کہ انہیں سنبھال نہ سکیں) دس دس، یا پندرہ پندرہ مسجدوں کے اعتبار سے یا ماہانہ جوڑ (کی مسجدوں) کے اعتبار سے یا پھر جیسی بھی آپ حضرات کے جوڑوں کی ترتیب ہے اُس حساب سے یہ جوڑ رکھے جائیں اور یہ جوڑ تقریباً پانچ سے چھ گھنٹے کے ہوں گے۔اور اِن جوڑوں کے اندر اہتمام سے اسکولوں اور کالجوں کی (حاضری اور) کارگزاری لی جائے، کہ (آپ کے اسکول اور کالج میں)، کتنے طلبہ ہیں، (پھر اُن میں) کتنے مسلمان طلبہ ہیں، (پھر اُن میں) بالغ طلبہ کتنے ہیں، مقامی اعمال میں کتنے طلبہ جُڑ رہے ہیں، مسجد کی تعلیم کے اندر کتنے طلبہ جُڑ رہے ہیں، خروج اور مقامی کام کی بھی پوری کارگزاری لی جائے، اوراسی کی روشنی میں اچھی طریقہ سے جم کر مقامی کام کے تعلق سے اُن کو فکر مند کیا جائے، کہ آپ کے قریب میں جو بھی مسجد پڑتی ہے آپ اُس مسجد سے جُڑ کر مقامی کام کریں۔

انتہائے سال کے جوڑ:

سال کے اخیر میں جو جوڑ ہوں گے اُس کے اندر یہ دو کام بڑے بُنیادی ہوں گے:

(۱) ساتھیوں کے اندر یہ اہتمام ہو کہ پورے طریقہ سے آنے والوں کا احاطہ کریں، کتنے مدارس آئے، کتنے اسکولس آئے۔

(۲) دوسری چیز اُن سے ترغیبی بات ہو، اچھے طریقے سے تفقد ہو، ان کے نکلنے کے اعتبار سے، تشکیلیں ہوں، اور ان طلبہ کو اس بات پر تیار کیا جائے کہ وہ باقی اپنے ساتھیوں کو بھی لے کر آئیں اور اللہ تعالی کے راستہ میں نکلیں۔

دینی وعصری طلبہ کی بڑے وقت کی جماعتوں کا رخ:

بھائی! دیکھئے، ہم متعدد بار اِس بات کو کہہ چکے ہیں اور دوبارہ اِس بات کو کہہ رہے ہیں کہ جس طرح ہم بڑی چھٹیوں میں دینی طلبہ کی چلہ کی جماعتیں نظام الدین بلوانا چاہتے ہیں، پورے ملک سے مستقل طور پر یہ درخواست کرتے ہیں، اِسی طرح عصری طلبہ کی جماعتیں بھی جو چلہ کی ہیں یا چار مہینے کی ہیں، وہ اہتمام سے نظام الدین آئیں، نظام الدین کے ماحول میں آ کر وقت گزاریں اور یہاں سے اپنی تشکیلیں، یہاں سے اپنا رخ لیں، کیونکہ بار بار یہاں آنے کی وجہ سے کام کی صلاحیت پیدا ہوگی۔

بیان حضرت مولانا عبدالستار صاحب دامت برکاتہم

بروز ہفتہ، بوقت بعد عصر، ۱۹ /ربیع الثانی ۱۴۴۵ھ - 4 /نومبر 2023ء

قابلِ احترام بزرگو اور بھائیو!

آدمی کام میں چلنے کے لئے اپنے آپ کو خدا کے دربار میں منظور کرالے۔ کیونکہ منظور شخص چلتا ہے، مقبول شخص چلتا ہے مشہور نہیں چلتا۔ اپنے اور خدا کے تعلق کی بنیاد پر، اپنے اندر کے معاملہ کی بنیاد پر آدمی کام میں چل پائے گا۔ کوئی باہر کی چیز اسے نہیں چلا پائے گی۔

دعوت الی اللہ میں مددگار چیزیں:

انبیاء علیہم السلام عبادت کے ذریعے دعوت کی تیاری کرتے ہیں(۱) اور دعوت میں مدد لیتے ہیں دُعاء سے علم کی روشنی سے (إذهب الى فرعون إنه طغى قال رب اشرح لي صدري؛ طه ؛۴۳) حسن اخلاق سے (انک لعلى خلق عظيم؛ القلم: ۴) سخاوت سے (**عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللهِ** ﷺ **أَجْوَدَ مِنَ الرِّيحِ الْمُرْسَلَةِ المصنف ابن أبي شيبة ۵/۳۳۳**) نرمی سے (وقولا له قولا لينا) اور لوگوں کے درمیان بچھ جانے سے (واخفض جناحک للمومنين؛ الحجر: ۸۸)۔

حدیث میں آتا ہے جنّتی تو مسکین ہوتا ہے،(۲) لوگ اُس (مسکین) پر متفق ہوتے ہیں۔ (اپنے اندر) ابراہیمی مزاج (مزاج پیدا کرنا چاہیئے)، آدمی جتنا اندر سے صاف ہوگا اتنا (کام میں) چلے گا، اندر کی بیماریوں میں جتنا گرفتار ہوگا' اتنا پھنسے گا، اِس لیے ہمہ (ہر) وقت استغفار، ہمہ (ہر) وقت خدا سے معاملہ صحیح کرنا (چاہیئے)، لوگوں کے درمیان مقبول بننے سے کام نہیں بنے گا، بلکہ اللہ تعالی کے یہاں محبوب بننے سے کام بنے گا۔ جتنا (آدمی) لوگوں کے مال سے استغناء کرے گا (بچے گا) اور جتنا اللہ تعالی کے سامنے عاجزی کرے گا، اِتنا ہی آدمی اندر سے چل پائے گا۔ آدمی کا جو بھاؤ اور وزن ہے وہ تو اندر (کی صفات) سے ہے۔ (یہ دیکھا جاتا ہے کہ) اللہ تعالی کی اِسے کتنی پہچان ہے، اور یہ اللہ تعالی کو کتنا جانتا ہے۔ اس کی تنہائی کتنی اچھی ہے، اِس کا تنہائی میں رونا کتنا اچھا ہے، جس قدر آدمی تنہائی کو اچھا بنائے گا اور اللہ تعالی کے سامنے رونے والا بنے گا اتنا ہی یہ چلے گا۔

اللہ تعالی کے سامنے رونا:

اِس بستی نظام الدین میں آپ کو بہت ساری جگہیں ایسی بتائی جاسکتی ہیں جہاں حضرت مولانا الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ

---

(۱) فإذا فرغت فانصب، وإلى ربک فارغب؛ انشراح: ۷-۸

(۲) ألا أخبر كم بأهل الجنة كل ضعيف متضعف لو أقسم على الله لأبره (بخاری: ۴۹۱۸)

روتے تھے، اور دیہات کے لوگ حضرتؒ کو جا کر تلاش کرتے تھے۔

غارِ حراء میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم عبادت کرتے تھے، اور وہاں دُعائیں مانگتے رہتے تھے، حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کھانے کا انتظام کرتی تھیں (۱)، سورۂ طٰہٰ کے نازل ہونے سے پہلے اللہ کے نبی علیہ السلام ایک پیر پر تہجد میں کھڑے رہتے تھے۔ پھر اللہ پاک نے اِس سورت میں حکم دیا کہ ایک پیر نہیں دونوں پیر رکھو؛ (۲) ہم راحت تلاش کر رہے ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم مجاہدہ فرما رہے ہیں۔

ہر آدمی یہ دیکھے کہ مَیں اللہ تعالیٰ سے کتنا نزدیک ہوں۔ اگر مجھے (کوئی) ضرورت پیش آتی ہے تو میں سبب (کو) مقدم رکھتا ہوں یا نماز کو؛ (آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے تجارت کی غرض سے) بحرین جانے والے (شخص) کو نماز کی طرف متوجّہ کیا (کہ پہلے نماز پڑھو پھر سفر کرو) (۳)

دعوت میں قوت دُعاء سے آئے گی:

دعوت میں قوت دعا سے آئے گی۔ گھنٹوں دُعاء مانگنے کی کوشش کریں، اور دُعاء (کے بارے) میں اللہ پاک نے یہ فرمایا: اُدْعُوا رَبَّكم تضرُّعاوَّ خفيه (۴) ہم سے گڑگڑا کر مانگا کرو، اور چپکے چپکے مانگا کرو۔ اور ایک جگہ ہے وادعوه خوفا وطمعا؛ (۵) یعنی ہم سے ڈرتے ہوئے اور اُمید لگاتے ہوئے مانگو، کیوں، اس لئے کہ میرے مانگے جیسا منہ نہیں (میں اتنا برا ہوں کہ میں کس منہ سے مانگوں)، لیکن کیا کروں اس چوکھٹ کے علاوہ کوئی چوکھٹ بھی نہیں۔

ہر عمل کے اخیر میں استغفار اور شُکر کو جمع کرنا:

آدمی ایسی نماز پڑھے جیسے صدیقِ اکبرؓ نے پڑھی تھی، اور پھر یوں کہے: اللهم انی ظلمت نفسي ظلما كثيراً (۶) (اے اللہ! مَیں نے بہت بڑا ظلم کیا)، صدیقِ اکبرؓ کو اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے امام بنایا، (۷) (تو اندازہ لگایئے کہ آپؓ کی نماز کس درجے کی ہوگی) لیکن وہ اپنی نماز کے بعد کیا کہہ رہے ہیں: اے اللہ! مَیں نے بہت بڑا ظلم کیا، اِتنی بڑی نماز کے

---

(۱) عَنْ عَائِشَةَ أُمِّ الْمُؤْمِنِينَ أَنَّهَا قَالَتْ: أَوَّلُ مَا بُدِئَ بِهِ رَسُولُ اللَّهِ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم مِنَ الْوَحْيِ الرُّؤْيَا الصَّالِحَةُ فِي النَّوْمِ، فَكَانَ لَا يَرَى رُؤْيَا إِلَّا جَاءَتْ مِثْلَ فَلَقِ الصُّبْحِ، ثُمَّ حُبِّبَ إِلَيْهِ الْخَلَاءُ، وَكَانَ يَخْلُو بِغَارِ حِرَاءٍ، فَيَتَحَنَّثُ فِيهِ - وَهُوَ التَّعَبُّدُ - اللَّيَالِيَ ذَوَاتِ الْعَدَدِ قَبْلَ أَنْ يَنْزِعَ إِلَى أَهْلِهِ، وَيَتَزَوَّدُ لِذَلِكَ، ثُمَّ يَرْجِعُ إِلَى خَدِيجَةَ فَيَتَزَوَّدُ لِمِثْلِهَا

(۲) كان النبى صلى الله عليه وسلم اذا صلى قام على رجل ورفع الأخرى، فأنزل الله تعالىٰ: (طه ا تفسير ابن كثير ۵/۲۷۲)

(۳) جَاءَ رَجُلٌ اِلَى النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم فَقَالَ! يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنِّي اُرِيْدُ اَنْ اَخْرُجَ اِلَى الْبَحْرَيْنِ فِيْ تِجَارَةٍ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم صَلِّ رَكْعَتَيْنِ. مجمع الزوائد، رقم: ۳۶۸۴

(۴) الاعراف: ۵۵

(۵) اى ذوى خوف من الرد لقصور كم عن اهلية الجابة وطمع فى اجابته تفضلا منه وقيل خوفا من عقابه وطمعا فى جزيل ثوابه (روح المعانى، ۵/۲۰۸)

(۶) عَنْ أَبِي بَكْرٍ الصِّدِّيقِ: أَنَّهُ قَالَ لِلنَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم: عَلِّمْنِي دُعَاءً أَدْعُو بِهِ فِي صَلَاتِي قَالَ: قُلْ: اللَّهُمَّ إِنِّي ظَلَمْتُ نَفْسِي ظُلْمًا كَثِيرًا، وَلَا يَغْفِرُ الذُّنُوبَ إِلَّا أَنْتَ، فَاغْفِرْ لِي مَغْفِرَةً مِنْ عِنْدِكَ، وَارْحَمْنِي، إِنَّكَ أَنْتَ الْغَفُورُ الرَّحِيمُ (بخارى ۲۳۲۶)

(۷) عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: صَلَّى أَبُو بَكْرٍ بِالنَّاسِ وَرَسُولُ اللَّهِ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم فِي الصَّفِّ. فضائل الصحابة لأحمد بن حنبل ۱/۲۱۳

بعد اپنے آپ کو کوتاہ بتا دیا۔ بڑی سے بڑی عبادت کرنے کے بعد، بڑی سی خدمت کرنے کے بعد آدمی یوں کہے: ''مجھ سے اللہ تعالی کی شان کے موافق نہیں ہوا''۔ آدمی اپنے عمل کو جتنا چھوٹا بنائے گا اور اپنے عمل کو جتنا کم تر سمجھے گا تو اس کی قبولیت کی زیادہ اُمید ہے۔ اگر آدمی عمل کے اخیر میں استغفار اور شُکر کو جمع کر لے، تو اِس کے عمل کا پہاڑ لگ جائے گا (عمل وزنی ہو جائے گا)۔ شُکر کرے اِس بات پر کہ جو کچھ ہوا وہ اللہ کی توفیق سے ہوا، جو عمل نہیں ہوا وہ میری کمزوری سے نہیں ہوا، استغفار اور شُکر اس کے عمل کو بڑھا دے گا۔ آدمی یوں کہے: اے اللہ! آپ ہی مجھے چلا رہے ہیں اور کوئی نہیں چلا رہا۔ آدمی اللہ تعالی سے اپنا معاملہ مضبوط رکھے۔ اِس لیے کہا گیا ہے: جو بندہ مجھے راضی کر لے گا اور اپنے درمیان مجھ سے صحیح تعلق رکھ لے گا مَیں اُس کے اور بندوں کے درمیان کا معاملہ صحیح کر دوں گا۔ (۱)

دعوت میں بے چینی نہیں ہے تو دعوت میں مُردہ پَن ہے:

دعوت میں بے چینی اُس کی زندگی ہے۔ اور دعوت میں بے چینی نہیں ہے، تو دعوت میں مُردہ پَن ہے۔ لَعَلَّکَ بَاخِعُ نفسک نبی جیؐ کو دو جگہ یا تین جگہ تسلّی دی گئی قرآن میں، کہ آپؐ اپنے آپ کو اِس لیے ضائع کر دیں گے کہ یہ ایمان نہیں لا رہے ہیں؛، اللہ تعالیٰ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو غم میں تسلّی دے رہے ہیں۔ (۲)

دعوت حفاظت کا ذریعہ ہے:

اللہ پاک اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حکم دے رہے ہیں: یاایھاالرسول بلغ نبی جیؐ! آپ پہنچا دیجئے جس چیز کے پہنچانے کا حکم ہے، اور اگر آپ نے ہماری بات نہ پہنچائی تو آپ نے ہمارا پیغام نہیں پہنچایا۔ اور بعد میں تسلّی دلائی، بطورِ حفاظت کے فرمایا: واللہ یعصمک من الناس جب آپ ہماری بات پہنچائیں گے اور ہمارا کام کریں گے تو ہم لوگوں سے آپ کو بچا لیں گے، کوئی کچھ نہیں کر پائے گا۔ مخلصین کا کبھی کچھ نہیں بگڑتا۔ لیکن مخلصین! خطرِ عظیم پر ہوتے ہیں۔ (۳)

ہَر آدمی کی پہنچ الگ الگ ہے:

ہَر آدمی کی پہنچ الگ الگ ہے، صدیقِ اکبرؓ جہاں پہنچے حضرت عمرؓ وہاں نہیں پہنچ پائے۔ جب حضرت عمر اصرار کرنے لگے صلحِ حُدیبیہ میں کہ: کیا ہم حق پر نہیں ہیں اور ہمارا دُشمن غلطی پر نہیں ہے، اور کیا یہ اللہ کے نبی نہیں ہیں، اور کیا انہوں نے ہم کو جو ہے عمرہ کے لیے نہیں کہا تھا، تو حضرت ابوبکرؓ نے کیا کہا تھا: اللہ! جلد باز نہیں ہے بندوں کی طرح۔ اللہ تو بندوں کی طرح

---

(۱) وکان أصحاب النبي صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ينصح بعضهم بعضًا بثلاثة أمور، فيقولون: من أصلح ما بينه وبين الله أصلح الله الذي بينه وبين الناس، ومن أصلح سريرته أصلح الله علانيته، ومن اهتم بآخرته كفاه الله أمر دنياه. زهد لوكيع

(۲) سورۂ کہف:۶

(۳) سورۂ مائدہ:۶۷

جلد باز نہیں ہے۔ وہ اپنے کاموں کو اپنے حساب سے کرلے گا۔(۱) اور انسان! اُس کے مِزاج میں عُجلت ہے، کیونکہ اس کی پیدائش عُجلت کی بنیاد پر ہے، روح ڈالی گئی اِس میں' آدھے جسم میں روح آئی تھی آدم علیہ السلام کے اتنے میں اُٹھنے لگ گئے' گِر گئے۔ اُسی دن سے پتہ لگا کہ آدمی کے مِزاج میں عُجلت ہے۔(۲) اِس لیے! انبیاء علیہم السلام کو عُجلت سے نکالا جاتا ہے، چالیس سال کے بعد ان کی تکمیل ہوتی ہے؛ ورنہ روزِ اوّل سے وہ نبی ہوتے ہیں' لیکن اعلانِ نبوّت اور نبوّت کی ذمہ داری' وہ چالیس پر آتی ہے(۳)۔ صرف دو ماموں بھانجے ہیں جن کی نبوت کا اعلان بچپن میں ہے' یحییٰ علیہ السلام کا تین سال میں(۴) اور اُن کے بھانجے عیسیٰ علیہ السلام کا بچپن میں(۵)، باقی سب کا اعلان بعد میں ہے؛ حالانکہ روزِ اوّل سے وہ نبی ہوتے ہیں۔

دُعاء کی طاقت حَرام مال سے بچنے میں ہے:

دُعاء میں طاقت آئے گی وہ حَرام مال سے بچنے میں ہے۔(۶) آدمی کو رونا کیوں نہیں آتا؟ اِس لیے نہیں آتا کہ اس نے گندگی سوچی ہے' اس نے گندگی کھائی ہے' وہ گندگی سے گزرا ہے۔ گندگی دونوں قسم کی ہوتی ہیں؛ گندگی باطنی بھی ہوتی ہے اور گندگی ظاہر بھی ہوتی ہے، ایک انصاری عورت نے بکری کاٹ کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعوت کی، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اُس گوشت کو نگلنا چاہ رہے ہیں نگل نہیں پا رہے ہیں، اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا' پوچھو! کہ یہ کہاں سے لائی ہے یہ بکری، تو اُس نے کہا: مَیں نے تو پڑوسی سے خریدی ہے۔(۷) تحقیق کی گئی تو پتہ چلا کہ، پڑوسی کی عورت نے بیچی ہے مَرد کی اجازت کے بغیر۔ عورت تو وہ کھانا دے سکتی ہے جو سَڑ جائے گا، خشک غلّہ نہیں دے سکتی۔ شوہر کی اجازت کے بغیر وہ بکری اس نے بیچ دی اور اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس پہنچ گئی، وہ بوٹی آپؐ کے گلہ سے نہیں اُتر رہی ہے، یہ اللہ کی حفاظت ہے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے، اِس لیے ہم سوچیں کہ مَیں کیا کھا رہا ہوں؟۔ ورنہ رونا نہیں آئے گا۔ دل کی یہ خرابی نہیں ہے کہ دل کی تین رگیں بند ہوگئیں؛ دل کی خرابی یہ ہے کہ وہ ڈرے نہیں، وہ پسیجے نہیں، وہ نرمائے نہیں۔ اس واسطے اپنے آپ کو ہمہ(ہر) وقت

---

(۱) کان أبو بکر الصدیق رضی اللہ عنہ یقول: ما کان فتح أعظم في الإسلام من فتح الحديبية، ولکن الناس یومئذٍ قصر رأیهم عمّا کان بین محمد وربه، والعباد یَعْجَلون والله لا یعجل کعجلة العباد حتی یُبلغ الأمور ما أراد (کنز العمال، ۲۸۶/۵)

(۲) فلما بلغ الروح سُرّته جعل یَعْجَل ویُرِیدُ أن یقوم وینزو، فذلك قوله تعالى) خُلِقَ الإِنْسَانُ مِنْ عَجَلٍ (و) وَکَانَ الإِنْسَانُ عَجُولًا. الانساب لالصحاری ۷/۱

(۳) امام محمد بن عمر رازی لکھتے ہیں روایت ہے کہ ہر نبی کو چالیس سال کی عمر میں مبعوث کیا گیا ہے اور اس کی حکمت ظاہر ہے، کیونکہ جب انسان چالیس سال کی عمر میں پہنچ جاتا ہے تو اُس کے غضب اور شہوت کی قوت کم ہونے لگی ہے، اور اُس کی عقل بڑھنے لگتی ہے اور اُس وقت انسان جسمانی اعتبار سے کامل ہو جاتا ہے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے وحی نازل کرنے کے لیے اس عمر کو اختیار فرمایا ہے۔(تفسیر کبیر، ۳۸۵/۸)

(۴) وَقوله: ﴿وَآتَيْنَاهُ الحكم صبيا﴾ أَي النُّبُوَّة. هَذَا قول أَكثر الْمُفَسّرين، وَقَالَ قَتَادَة: أعْطى النُّبُوَّة وَهُوَ ابْن ثَلَاث سِنِين. تفسير السمعاني ۲۸۲/۳

(۵) وقال الاكثرون اولي الانجيل وهو صغير طفل وكان يعقل عقل الرجال وعن الحسن انه قال، الهم التوراة وهو في بطن امه. (تفسير بغوي، ۸۰۱)

(۶) قَالَ يَاأَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُلُوْا مِنْ طَيِّبَاتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ وَذَكَرَ الرَّجُلَ يُطِيْلُ السَّفَرَ اَشْعَثَ اَغبر يمد يده الى السماء يارب يارب ومطعمه حرام ومشربه حرام وملبسه حرام وغذى بالحرام فانى يستجاب لذلک. (مشکوۃ الآثار، رقم: ۱۵۱، ص: ۵۲)

(۷) الرحیق المختوم: ۵۴۰

بچا بچا کے چلیں۔

لایعنی باتوں سے پرہیز:

جہنّم میں لے جانے والی باتوں میں ایک بڑی بات یہ بتائی گئی کہ ہم اِدھر اُدھر کی باتوں سے بچتے نہیں۔(۱) داعی تو بچا کے چلے اپنا وقت۔ یہ کام میرے کرنے کا نہیں ہے، یہ کام میرے اُلجھنے کا نہیں ہے۔

داعی دوسروں کے بارے میں اپنا دل صاف رکھے:

اللہ کے نبی علیہ السلام فرماتے تھے: تم میرے کانوں کو نہ بھرا کرو، مَیں تو یہ چاہتا ہوں کہ تمہارے درمیان صاف ستھرا دل ہو کر نکلوں۔ سلیم الصدر (صاف دل) ہو کر نکلوں۔(۲) آدمی سلیم الصدر ہو کر رہے ساتھیوں میں۔ اور یہ کب ہوگا جب کان بھرنے والوں سے سُنے گا نہیں۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اُن کے ابّا حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: اے عبداللہ! مَیں تجھے دیکھتا ہوں تو عُمرؓ کے بہت قریب بیٹھتا ہے، تجھے عُمرؓ کے قریب بٹھایا جاتا ہے، یاد رکھنا! لوگوں سے ان کو بدظن مت کرنا اور لوگوں کی بنائی سِکھائی باتیں حضرت عمرؓ کے کان میں مَت ڈالنا اور اِن کا راز ضائع مت کرنا۔ حضرت عبداللہ ابن عباسؓ کو حضرتِ عباسؓ نے دو باتیں بتائیں' اے بیٹا! لوگوں کی باتیں اِن کے کان میں مَت ڈالنا اِدھر کی اُدھر کی، اور اِن کے راز کا اِفشاء مَت کرو۔(۳)

بہت بڑی چیز ہے راز دار ہونا:

بہت بڑی چیز ہے راز دار ہونا۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ دس سال خدمت کی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی' ایک دن تاخیر سے گئے تو ان کی والدہ نے پوچھا اے بیٹا! آج آنے اِتنی دیر کیوں کی؟ عرض کیا! اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت کر رہا تھا، پوچھا کیا خدمت تھی؟ کہا: یہ نہیں بتا سکتا۔(۴)

حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیوہ ہوگئیں، اُن کے شوہر کا انتقال ہوگیا، شہید کر دیئے گئے' تو حضرت عمرؓ نے پیش کیا حضرت عثمان بن عفانؓ کو' کہ بھئی! مَیں اپنی بچّی آپ کو دیتا ہوں! تو حضرت عفانؓ نے کہا: سوچ کر بتاؤں گا، بعد میں

---

(۱) ان العبد لیتکلم بالکلمة من سخطه اللّٰه لا یلقی لها بالا یهوی بها فی جهنم (رواہ البخاری، باب حفظ اللسان، رقم: ۶۴۷۸)

(۲) فَإِنِّي أُحِبُّ أَنْ أَخْرُجَ إِلَيْكُمْ وَأَنَا سَلِيمُ الصَّدْرِ السنن الکبری، البیهقي، ۲۸۸/۸

(۳) قال العبّاس بن عبد المطّلب رضی اللہ عنہ لابنه عبد الله رضی اللہ عنہ يا بنيّ إنّ أمير المؤمنين يدنيك يعني عمر بن الخطّاب رضی اللہ عنہ فاحفظ عنّي ثلاثًا: لا تفشينّ له سرًّا، ولا تغتابنّ عنده أحدًا، ولا يطّلعنّ منك على كذبةٍ. البداية والنهاية ۸۹/۱۲

(۴) فقالت ما حبسک؟ قلت: بعثنی النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم الی حاجة، قالت: ماهی؟ قلت: انه سر للنبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، فقالت: احفظ علی رسول اللّٰه صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سره، فما حدثت بتلک الحاجة أحدا من الخلق، فلو کنت محدثا حدثتک بها (جمع الفوائد ۱۴۸/۲)

بتایا کہ میرا ابھی ارادہ نہیں ہے۔

صدیقِ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو لگائی درخواست بعد میں، تو حضرت صدیقِ اکبرؓ نے کہا: کچھ نہیں، خاموش۔ بہت زور پڑا حضرت عُمرؓ پر، اُنہوں نے انکار کر دیا، یہ خاموش ہیں!!۔ کچھ وقفہ گُزر گیا، حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا نکاح ہو گیا، حضرت رسولِ پاک علیہ السلام سے، بعد میں سیدنا ابوبکرؓ گئے حضرت عمرؓ کے پاس؛ اور جا کر یوں کہا: آپ نے حفصہؓ کو پیش کیا، مَیں نے آپ سے نہ ہاں کہا اور نہ نہیں،! کیوں؟ اللہ کے نبی ﷺ کی مجلس میں بات چل رہی تھی حضرت حفصہؓ کی اور مَیں نے یہ ذہن بنایا تھا' کہ اللہ کے نبی سے نکاح ہو جائے تو بہت اچھا' ورنہ مَیں کرلوں گا۔لیکن ابھی بات پوری نہیں ہوئی' اللہ کے نبی کا راز مَیں نے نہیں کھولا تھا۔(۱) ہم کو لوگ اپنی ضرورتیں بتاتے ہیں مَیں اِس سفر میں نہیں جاسکوں گا، میری یہ مجبوری ہے، ہم اُس کو اُگلواتے ہیں؛ کیا ہے؟ کیا ہے؟ کیا ہے؟ ہر بات ضروری نہیں کہ اُس کو پوچھا جائے!اور اگر بتادی گئی راز داری سے تو آپ کا کام ہے حفاظت کرنا۔راز دار نہیں ہے تو یہ کام میں آگے نہیں ہے۔راز داری کی حفاظت! حضرت عمرؓ نے بکارت کی حفاظت کروائی (والدین سے کہا کہ لڑکی کا عیب ظاہر نہ کریں)۔(۲)،معلوم ہوا کہ راز داری بڑی چیز ہے۔اس واسطے ساتھیوں میں راز داری کے ساتھ چلے،تو آدمی کو ترقی ہوگی۔

حضرت مولانا یوسف صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے پاس کسی نے کوئی شکایت لکھی کوئی ساتھی کی،تو فرمانے لگے پڑھنے کے بعد پرچہ؛ کہ سب کمزوری میرے اندر ہے۔اگر میرے اندر کمزوری نہ ہوتی تو میرے ساتھیوں میں بھی نہ ہوتی۔تو کہنے والا پچھتایا اور شرمایا اور اپنی بات سے نادم ہوا۔

ہر ساتھی کو اُس کی استعداد سے استعمال کرنا:

ہر ساتھی کو اُس کی استعداد سے استعمال کرنا۔ بڑا سیدھا رہنا پڑے گا۔ ورنہ حضرت صدیقِ اکبرؓ کو حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کھڑے نہیں ہونے دے رہی تھیں حضور ﷺ کی جگہ؛ بلکہ ذہن بنایا حضرت حفصہؓ کا کہ اے حفصہ! تم اللہ کے نبیؐ سے یوں کہو: میرے ابا! عُمر کا دل بہت مضبوط ہے۔ وہ برداشت کر پائیں گے آپ کی مفارقت کو، میرے ابا میں ہمّت ہے۔ حضرت عائشہؓ نے حضرت حفصہؓ کو تیار کیا، لیکن اللہ کے نبی ﷺ نے حضرت حفصہؓ کا لقمہ بھی نہیں لیا

---

(۱)قال: فانہ لم یمنعني أن أرجع الیک شیئا حین عرضتها علي الا أني سمعت رسول اللہ ﷺ یذکرھا، ولم أکن لأفشي سر رسول اللہ ﷺ ولو ترکھا نکحتھا۔ **مسند احمد، ج:۱،ص ۱۲**

(۲) تَعْمَدُ إِلَى سَتْرٍ سَتَرَهُ اللَّهُ فَتَكْشِفُهُ؟ لَئِنْ بَلَغَنِي أَنَّكَ ذَكَرْتَ شَيْئًا مِنْ أَمْرِهَا لَأَجْعَلَنَّكَ نَكَالًا لِأَهْلِ الْأَمْصَارِ بَلْ أَنْكِحْهَا نِكَاحَ الْعَفِيفَةِ الْمُسْلِمَةِ «مسند الحارث بغیة الباحث عن زوائد مسند الحارث ۵۵۹/۲ الحارث بن أبي أسامة (۲۸۲)

اور حضرت عائشہؓ کی لاپرواہی کو بھی نہیں دیکھا؛ بلکہ وہ کر کے رہے جو کرنا چاہ رہے تھے (امام بنایا)۔(۱)

داعی کی صفات:

داعی میں جرأت بھی ہو۔ داعی جری ہو ظالم نہ ہو، داعی بخیل نہ ہو سخی ہو۔ داعی ظالم نہ ہو مظلوم ہو۔ جرأت بڑی چیز ہے۔ ظلم خطرناک چیز ہے۔ دعوت کے مزاج میں جتنا آدمی احتیاط سے چلے گا اِتنا آدمی ترقی کرے گا۔

ہر آدمی ہمیشہ پچیس نبیوں کو پڑھتا رہے:

انبیاءؑ کی راتیں، انبیاءؑ کی تنہائیاں، انبیاءؑ کا قول وقرار پڑھا جائے، یہ ہر آدمی ہمیشہ پچیس نبیوں کو مسلسل پڑھتا رہے۔ یہ پچیس نبی جو قرآن میں نام بنام مکرر بار بتائے ہیں سیّدنا ابراہیم علیہ السلام کو قرآن نے ۷۸ رجگہ بیان کیا ہے آپ اس کا مطالعہ کریں، انبیاءؑ کی زندگی کیا ہے، سورۂ مریم کو آپ پڑھ کر دیکھیں، سورۂ ابراہیم پڑھ کر دیکھیں اور سورۂ یوسف پڑھ کر دیکھیں تو یوسف علیہ السلام کے قصہ سے اخلاق کا پتہ لگے گا۔ صبر کا پتہ تو ایوب علیہ السلام کے قصہ سے لگے گا۔ جس ذاتِ اقدس کو اللہ پاک یوں کہے ہیں: نِعۡمَ الۡعَبۡدُ اِنَّهٗۤ اَوَّاب (ص:۴۴) ایوب! کوئی تو بات ہے۔

صفات کی بنیاد پر بھاؤ لگتا ہے:

اِس لیے صفات کی بنیاد پر بھاؤ لگتا ہے ذوات کی بنیاد پر نہیں لگتا۔ حدیثِ پاک صاف آتا ہے: من بطأ به عمله لم یسرع به نسبه جس کے صفات اُس کو پیچھے کردیں گے اُس کے خاندانی سلسلے اُس کو آگے نہیں کر پائیں گے۔ ورنہ حضرت بلالؓ آگے نہ بڑھ پاتے۔ جو چیز حسنینؓ کے لیے حضرت علیؓ چاہتے تھے (۲)؛ جو حضرت عمرؓ اپنے کے لیے چاہتے تھے وہ اللہ پاک نے حضرت بلالؓ کو دے دی (اذان)۔ آدمی نوازا جاتا تھا، اندر کی چاہت کی بنیاد پر وہ ہوتا ہے جو بندہ چاہتا ہے۔

ہم میں اپنائیت ہو:

ہم میں اپنائیت ہو، اپنائیت۔ حضرت سلمانؓ فارس (ایران) سے آئے ہیں، حضرت بلالؓ حبشہ سے آئے ہیں لیکن اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کتنی قُربت دی، یوں فرمایا: سَلۡمَانُ مِنَّا، (سلمان ہم میں سے ہیں) سَلۡمَانُ مِنۡ اَهۡلِ الۡبَيۡتِ، (سلمان اہل بیت (۳) میں سے ہیں) یوں کہیں: جتنا آدمی دوسروں کو گلے لگائے گا' اور اجنبی لوگوں کو اپنے قریب کرے گا اِتنا یہ اخلاقِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نوازا جائے گا۔ آپؐ نے دوری نہیں بنائی، آپؐ نے تو نزدیکی بنائی۔

---

(۱) عَنۡ عَائِشَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قَالَ: »مُرُوا أَبَا بَكۡرٍ فَلۡيُصَلِّ بِالنَّاسِ« فَقَالَتۡ عَائِشَةُ: يَا رَسُولَ اللهِ، إِنَّ أَبَا بَكۡرٍ إِذَا قَامَ مَقَامَكَ لَمۡ يُسۡمِعِ النَّاسَ مِنَ الۡبُكَاءِ، فَأۡمُرۡ عُمَرَ فَلۡيُصَلِّ بِالنَّاسِ، قَالَتۡ: فَقَالَ: مُرُوا أَبَا بَكۡرٍ فَلۡيُصَلِّ بِالنَّاسِ. قَالَتۡ: عَائِشَةُ فَقُلۡتُ لِحَفۡصَةَ: قُولِي لَهُ: إِنَّ أَبَا بَكۡرٍ إِذَا قَامَ مَقَامَكَ لَمۡ يُسۡمِعِ النَّاسَ مِنَ الۡبُكَاءِ، فَأۡمُرۡ عُمَرَ فَلۡيُصَلِّ بِالنَّاسِ، فَفَعَلَتۡ حَفۡصَةُ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: إِنَّكُنَّ لَأَنۡتُنَّ صَوَاحِبَاتُ يُوسُفَ، مُرُوا أَبَا بَكۡرٍ فَلۡيُصَلِّ بِالنَّاسِ فَقَالَتۡ حَفۡصَةُ لِعَائِشَةَ: مَا كُنۡتُ لِأُصِيبَ مِنۡكِ خَيۡرًا. الترمذي:3672

(۲) ندمت أن لا أكون طلبت الى رسول الله فيجعل الحسن والحسين رضى الله عنهم مؤذنين، حیاۃ الصحابہؓ عربی، ۳/ ۱۷۳

(۳) تاریخ دمشق لابن عساکر ۲۱/ ۴۰۸

حضرت مولانا الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ ہر ایک کو چپکاتے تھے، اُن کے زمانہ کے لوگ یہ کہتے تھے: مَیں سمجھتا تھا کہ حضرت کو مجھ سے زیادہ گہرا تعلق ہے، مجھ سے زیادہ گہرا تعلق ہے۔ آدمی جتنا چپکا کے رکھے گا اُتنا چپک جائے گا، جتنا لوگوں کو نبھائے گا اللہ تعالی اس کو نبھالیں گے۔ جتنا آدمی کانٹ چھانٹ کرتا ہے نا! یہ! یہ! یہ! تو اللہ سے بھی ڈریں، ایسا نہ ہو کہ قینچی مجھ پر چل جائے۔ آدمی نبھانے کا مزاج انبیاؑ کو اللہ پاک بہتر دلوں کو نبی بناتے ہیں، اور اُس سے دوسرے نمبر کے دلوں کو اللہ پاک نبی کی صحبت کے لیے منتخب کرتے ہیں۔(۱) انتخاب دلوں پر ہوتا ہے، اِسی لیے حدیث میں آتا ہے: اللہ! تمہارے دلوں کو دیکھتے ہیں۔ اللہ پاک! تمہارے عمل کو دیکھتے ہیں،(۲) ہر آدمی اپنے آپ کو بچا کے چلے، نبھا کے چلے، یہ! یہ! یہ شرطیں' یوں کہا: یہ تو عزیمت کی بُنیاد تو اپنے لیے ہے، رُخصت کی بنیاد دوسروں کے لیے ہے۔ عزیمت سے آدمی آگے جاتا ہے، رُخصت سے نیچے جاتا ہے۔ اِس لیے تقوے کا دین اپنے لیے ہے اور فتوے کا دین دوسروں کے لیے ہے۔

آدمی انفرادی اعمال کی بُنیاد پر دعوت کے کام میں ترقی کرے گا:

آدمی اپنے معمولات کی اور تنہائی کی بہتر زندگی سے آگے جائے گا، جس ذاتِ اقدس پر قرآن نازل ہو رہا ہے وہ ایک دن طائف والوں کے پاس دیر سے آئے، یوں کہا: کام کرنے والوں میں' ذمہ دار میں اور ساتھیوں میں مناسبت ہو مناسبت!!۔ اُنہوں نے بے تکلّف آپ سے پوچھ لیا کہ آپ آج دیر سے آئے ہیں۔ ایسی ہیبت نہیں' اور ایسا وقار نہیں کہ آدمی بات بھی نہ کر پائے۔ اللہ کے نبی نے کوئی اسکاتی جواب' کوئی الزامی جواب نہیں دیا؛ بلکہ آپؐ نے اطمینانی جواب دیا۔ داعی اطمینانی جواب دیتا ہے۔ ارشاد فرمایا: مَیں قرآن پڑھ رہا تھا، مَیں نے مناسب نہیں سمجھا اُس کو پورا کرے بغیر چھوڑے،(۳) اِس سے معلوم ہوا کہ آدمی انفرادی اعمال کی بُنیاد پر دعوت کے کام میں ترقی کرے گا، اِس لیے نماز سے پہلے سُنن ہیں۔

حضرت مولانا الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: نماز کے فرائض سے پہلے کی جو سنتیں ہیں اِستعدادِ صلوٰۃ کے لیے ہیں، اور نماز کے بعد کی جو سنتیں ہیں اور نوافل ہیں وہ تکمیلِ فرائض کے لیے ہیں۔ آدمی اپنے اعمال میں مضبوط بنے گا انفرادی اعمال سے بنے گا۔

تلاوت آداب کے ساتھ کی جائے:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما جب قرآن پڑھتے کسی غیر سے بات نہ کرتے، کہ مَیں اللہ سے بات کر رہا ہوں' اللہ!

---

(۱) قوم اختارهم الله لصحبة نبيه صلى الله عليه وآله وسلم ونقل دينه، ۱/ ۴۸

(۲) إن الله لا ينظر إلى صوركم ولا إلى أموالكم ولكن ينظر إلى قلوبكم وأعمالكم مشكوٰة المصابيح، ۳/ ۱۴۶۲

(۳)

مجھ سے بات کرر ہے ہیں، اب مَیں کس سے بات کروں![۱] آدمی قرآن پڑھنے میں جنّت ودوزخ سے گُزرے۔ وعدے وعید کے استحضار سے قرآن پڑھے۔ حضرت عکرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے تھے: ھٰذا کلام ربی یہ میرے رب کا کلام ہے۔(   ) قرآن سے جتنا شغف آدمی کا بڑھے گا اتنا اس کا تعلق بڑھے گا۔ قرآن آدمی پڑھے اندر سے۔ یعنی قرآن کی عظمت بھی ہو اور پڑھنے کا اہتمام بھی ہو،

معاملات کی صفائی آدمی کو آگے لے جائے گی:

اِسی طریقہ سے آدمی معاملات کا بڑا صاف ہو۔ دو چیزیں آدمی کو لے جاتی ہیں: معمولات اور معاملات۔ معاملات کی صفائی آدمی کو آگے لے جائے گی، جیسا حضرت علیؓ کو لے گئی، کُرتہ بیچ دیا، بچّہ سے خرید لیا، اور بڑے آدمی اُن کے ابا نے پوچھا کہاں گیا۔۔۔ ایسے ایسے آدمی آئے تھے حُلیہ کے۔۔۔ وہ واپس دینے آئیں۔۔۔ پیسے زیادہ، نہیں! ہمارا اُن کا معاملہ ہوگیا۔ معاملات کی صفائی،

تونے دو آنے میں ہم کو بیچ دیا:

حضرت مولانا یوسف صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بھیج دیا اپنا کٹا ہوا موزا سِلوانے کے لیے خادم کو۔ وہاں بھیڑ لگ رہی تھی، تو خادم نے حضرت کا نام لے لیا۔ اُس نے دو آنے بھی نہیں لیے اور جلدی سی دیا، تو حضرت فرمانے لگے: تونے دو آنے میں ہم کو بیچ کے آگیا۔

امام مالکؒ کی احتیاط:

حضرت امام مالکؒ نے وہ دال نہیں کھائی جو دال خادم زیادہ لے کر آیا، کیا بات ہے! آج زیادہ کیوں؟ روزانہ تو اِتنی نہیں لاتے تھے، کہ دو دال بیچنے والوں میں بحث ہوگئی؛ فرمایا: یہ ہمارے کھانے کی چیز نہیں ہے، ہٹاؤ یہاں سے۔

امام اعظمؒ کی احتیاط:

حضرت امام صاحبؒ کو بتایا کہ کسی نے بکری چُوری کرلی ہے! فرمایا: بکری کی عمر کتنی ہوتی ہے؟ اِتنے دن تک گوشت نہیں کھایا، ہوسکتا ہے آج کٹے قصائی نے، اپنی جان بچانے کے لیے بہت احتیاط کرنی پڑے گی۔ بہت احتیاط!۔ بہت احتیاط سے آدمی آگے جاتا ہے۔ اور جتنا احتیاط نہیں کرے گا یہ اِدھر اُدھر۔

ذمہ دار کا محتاط ہونا ضروری ہے:

شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں (جو دنیا کے ایک بڑے جہاں دیدہ آدمی ہیں): کہ اگر ذمہ دار بادشاہ! ایک پتہ جو ہے

---

(۱) ابن عمر رضی اللہ عنہ، أنه كان إذا قرأ القرآن، لا يتكلم حتى يفرغ مما أراد أن يقرأه. الموسوعة الفقهية: ۳۵/۱۱۹

غلط استعمال کرے گا اسی باغ کا تو اُس کے فوجی تو اُس کے درختوں کی جڑ اُکھیڑ دیں گے۔ ذمہ دار جتنا محتاط ہوگا لوگ دیکھ رہے ہیں، اگلی صف والے دیکھ رہے ہیں۔ اگلی صف والوں کو دیکھا جا رہا ہے۔ جو آدمی جتنا چوکنا ہوتا ہے وہ دیکھتا ہے۔ اس لیے اللہ کے نبی علیہ السلام محتاط تھے، بہت محتاط۔

حقوق العباد میں داعی بہت چوکنا رہے:

آپؐ نے اپنی بیگمات سے' اپنی ازواج سے پوچھا: اب میرے بس کی بات نہیں ہے! تم میری تیمارداری اپنے اپنے گھر کرو۔ اب تم! مجھے اجازت دے دو، کہ مَیں عائشہؓ کے گھر ٹھہر جاؤں۔ آپؐ نے اجازت لی' اختیار استعمال نہیں کیا۔ یعنی اُن سے کہا، معلوم ہوا کہ حقوق العباد میں بھی داعی بہت چوکنا ہو۔ حق تھا اُن کا، ہر ایک کے گھر جانے کا حق تھا' اللہ کے نبیؐ نے اجازت مانگ لی' معذرت کر لی، معلوم ہوا' داعی! معذرت کے ساتھ چلے۔ یہ نہیں بس! مجھے کون روک رہا ہے!!، تجھے وہ دیکھ رہا ہے جس نے یہاں بٹھایا ہے۔ اللہ کی ذات! اللہ تعالیٰ براہِ راست داعی کی حفاظت کرتے ہیں، لیکن احتیاط اِس کے ذمہ ہے، اور پھر اللہ پاک سے یوں کہا اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے: اے اللہ جی! جتنی باتیں ظاہر میں تھی وہ مَیں نے احتیاط کری، لیکن یہ دل کا میلان یہ میرے قابو کی چیز نہیں ہے۔ یہ میرے اختیار کی چیز نہیں ہے۔

آدمی ہمہ تن وہ کرے جو کہا جائے۔ یعقوب علیہ السلام نے اپنے گیارہ بیٹوں سے کہا: تم مصر کے مختلف دروازوں سے جانا، ایک دروازہ سے مَت جانا، تمہیں نظر لگ جائے گی۔ تھوڑی سی دیر کے بعد فوراً رُخ بدل دیا کہ تیرہویں پارہ کی آیتوں کے ترجمے، تھوڑی دیر بعد رُخ پلٹ کر یوں کہہ دیا: ۔۔۔۔۔ مَیں نے تو وہ کہہ دیا جو میرے جی میں تھا' ہوگا وہ جو اللہ تعالی کریں گے۔ اِن دروازوں کے بدلنے سے تمہیں نظر نہیں لگے گی اور ایک دروازہ سے جانے سے نظر لگ جائے گی' یہ میرے جی میں تھا جو مَیں نے کہہ دیا، ہوگا وہ جو اللہ تعالی چاہیں گے۔ اسباب کی دنیا اتنی ہے۔

داعی اپنی چونکوں کو یاد رکھے:

معافی چاہی، اللہ نے نوح علیہ السلام کو ڈانٹا، کیوں کہہ رہے ہو انہ لیس من اہلک تمہارے گھر والوں میں سے نہیں ہیں، فوراً بدل کر، پلٹ کر حضرت نوح علیہ السلام نے معافی مانگی اور یہی درخواست قیامت میں سفارش کرنے سے روک دے گی۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے تین باتیں احتیاطی کہی، حالانکہ وہ سچی بھی تھی لیکن دوسرے رُخ بھی تھے' کہ وہی تین باتیں قیامت میں سفارش کرنے سے روک دیں گی۔

آدم علیہ السلام چالیس سال رونے کے بعد ہی اللہ سے معذرت کریں گے قیامت میں' مخلوق سے معذرت کریں گے کہ میں سفارش نہیں کر پاؤں گا، مجھ سے ہوگا ہی کیوں؟؟۔ داعی اپنی چونکوں کو یاد رکھے۔

جس غلطی پر آدمی معافی چاہ لے پھر اُس پر کسی کو عار دلانا ہرگز جائز نہیں:

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کیسے حضرت آدم علیہ السلام کو یوں کہا: ابا! آپ نے کیوں کھایا، بیٹے کو ڈانٹا نہیں؛ حالانکہ سیرت کے اندر لکھا ہے کہ جس غلطی پر آدمی معذرت چاہ لے اور جس غلطی پر آدمی معافی چاہ لے پھر اُس پر کسی کو عار دلانا ہرگز جائز نہیں ہے۔ لیکن موسیٰ علیہ السلام کو نبھالیا حضرت آدم علیہ السلام نے؛ بیٹا! یہ ایسا لکھا ہوا تھا، روکنے والے کو نبھالے، موسیٰ علیہ السلام کو نبھالیا آدم علیہ السلام نے' ہمارے سامنے بولتے ہو' نہیں! نبھالیا۔ اور آدمی کی چوک آدمی کو جو ہے کہیں سے کہیں لے جاتی ہے، مجلس میں پوچھا حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کون بڑا عالم ہے؟ نکل گیا' مَیں ہوں؟ ہوگئی پکڑ!! جاؤ! خضرؑ کے ساتھ۔ سفر لمبا کرایا۔ آدمی چوکنا رہے۔ امام سے جو چوک ہوتی ہے وہ سب مقتدیوں کو بھگتنی پڑتی ہے، اور مقتدیوں کی چوک امام کی وجہ سے نبھ جاتی ہے۔ ذمہ دار عام آدمی نہیں ہے، اُس کی بات کا وزن ہے، سوچے وہ۔ اس لیے بہت ضروری نہیں ہے بہت جلدی فیصلہ کرنا۔ سوچے آدمی، بہت سوچے آدمی۔ ایک ذرا سے ان شاء اللہ نہیں کہنے پر اتنے دن تک وحی بند۔ کیوں نہیں کہا تم نے ان شاء اللہ۔

حضرت علیؓ کو یمن بھیج دیا اللہ کے نبیؐ نے۔ دوبارہ فرمایا: علیؓ! ''جانبین سے سننا''۔ ہم ایک طرف کی سنتے ہیں۔ حضرت علیؓ کو یمن جانے کے وقت بُلوایا دوبارہ، یہ فرمایا: دونوں طرف کی سننا۔ جو دونوں طرف کی نہیں سنے گا وہ بلاوجہ۔۔۔۔۔۔ نہیں، دونوں طرف کی سنو۔ پتہ نہیں کیا ہے۔ ہمہ وقت آدمی بڑا اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کے سامنے بنا بنا۔ یہ سب وہ چونکے جو داعیوں سے گزری ہے۔

عمر! ٹھیک ٹھیک چلنا' ورنہ یہ تلوار تمہیں سیدھی کردے گی:

اس لیے بہت، حضرت علیؓ نے ایک بات اعلان میں لائے، حضرت عمرؓ ایک دن کہتے رہے' کہتے رہے، ایک بات کرتے رہے، ایک بڑے میاں کھڑے ہوکر کہنے لگے: عمر! ٹھیک ٹھیک چلنا' ورنہ یہ تلوار سے سیدھی کردیں گے۔ حضرت عمرؓ کہنے لگے: مَیں اِسی کا انتظار کررہا تھا، کہ کوئی ایسا کہنے والا ہے کہ نہیں ہے، یعنی موقع دینا۔ موقع دینا۔ مزاج میں سختی نہیں، معافی مانگنے جارہے ہیں حضرت صدیقِ اکبرؓ جو نہیں آئے، مکرر بار جارہے ہیں اور اُن کو عہدہ دے رہے ہیں ذمہ داری دے رہے ہیں' نہ آنے والوں کو۔ بنا بنا کے عمل دے رہے ہیں، خوشامدی لوگوں کو عمل دینا بڑی چیز نہیں ہے، یوں کہیں کہ حضرت ابوبکرؓ اُن کے گھر جارہے ہیں۔ مَیں اُن ساتھیوں کے گھر جاؤں جو نہیں آرہے ہیں، آجائیں گے، اللہ ہی لائے گا۔ یہ استغناء تیرے لیے مناسب نہیں ہے؛ یہ تو آدمی ایسا بن کر چلے کہ اللہ کے نبیؐ نے یوں فرمایا: مَیں یونس بن متی سے افضل نہیں ہوں۔ آدمی اپنے آپ کو نیچے اُتر کر چلے، ذہن صاف کر کے چلے۔

حضرت عبدالرحمٰن ابن عوف حضرت عمرؓ سے کہنے لگے! آپ ایسے بچّوں کو آگے بڑھاتے ہیں عبداللہ ابن عباسؓ کے بارے میں کہ ایسے بچّوں کو آگے بڑھاتے ہیں، ایسے بچّے تو ہمارے گھر میں بہت ہیں۔تو حضرتِ عمرؓ! چوکنا آدمی ہیں، موقع میں سے ایک موقع پر حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ کا ذہن صاف کیا اور لوگوں کا بھی اور بلایا آگے بڑھو، اور اذا جاء نصر اللہ کی تفسیر پوچھنے کے بعد جب کوئی صحابیؓ نہ بتا سکے تو اِن سے پوچھا: اے عبداللہ! بتاؤ! لاتحقن نفسک اپنے آپ کو ذلیل نہ سمجھ؛ جو بات ہو بتاؤ۔ انہوں نے بتادی کہ نبی کی تشریف لے جانے کی خبر ہے۔ تو حضرت عمرؓ نے فرمایا: مَیں بھی اس کے علاوہ کچھ نہیں جانتا، ذہن صاف کرنا، لوگوں کو مطمئن کرنا، یہ نہیں کہا: عبدالرحمن دیکھ لو! بس معاملہ صاف کر دیا۔

جگہ کی بھی اہمیت ہوتی ہے:

جب سن سینتالیس کا موقع آیا تو حضرت مولانا یوسف صاحبؒ سے کہا گیا اور خاص آواز لگائی کہ حضرت آپ یہاں سے وہاں (پڑوس ملک) چلیں۔ ہم آپ کی اینٹ اینٹ لے چلیں گے، ایک ایک چھوٹی کنکری بھی لے چلیں گے؛ فرمایا: یہاں کا رونا کیسے لے جاؤ گے؟۔ جگہ کا بھاؤ ہوتا ہے، آدمیوں کا بھاؤ ہوتا ہے۔

جہاں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کو پہچانا ہے وہیں پر توریت ملی ہے، وہیں پر مُردوں کو زندہ کروایا ہے، وہیں پر بہت سارے معجزات ظاہر ہوئے ہیں، جگہ کی حفاظت!!۔ وہی مقام ہے' کوہِ طور پر ہی سارا کچھ ہو رہا ہے۔ جگہوں کا بھی دخل ہوتا ہے۔( ) اِس واسطے ہم اپنی مرکزیت کی خود حفاظت کریں۔

آپس کی پھوٹ بدترین مصیبت ہے:

حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کسی نے آکر بتایا کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تو چار رکعت پڑھادی منیٰ میں، کہنے لگے: بہت بُرا کیا' بہت بُرا کیا۔ اللہ کے نبیؐ نے دو رکعت پڑھی ہے۔ حضرت صدیق اکبرؓ نے دو پڑھی، حضرت عمرؓ نے بھی دو پڑھی، اِنہوں نے بھی خود شروع میں دو پڑھی ہے! اب کیوں چار پڑھادیا!!۔ لیکن آیا موقع منیٰ میں اِن کے ساتھ نماز پڑھنے کا' اُنہوں نے چار پڑھائی' جیسے بتائی گئی تھی' اِنہوں نے چار رکعت پڑھ لی حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ نے، لوگوں نے کہا: آپ تو یوں کہہ رہے تھے: اچھا نہیں کیا' اچھا نہیں کیا!! اب آپ نے کیوں چار رکعت پڑھادی، الخلاف شر (آپس کی پھوٹ بدترین مصیبت ہے)۔

بہت سے لوگ کہتے ہیں نا کہ ہم تو حق کہتے ہیں؛ مولانا سعید احمد خان صاحبؒ کا جملہ ہے: حق کہو حکمت کے کیپسول سے، حق کہنے کا ۔۔۔۔۔ حکمت سے۔ بہت سی باتیں حکمت سے کہی جاتی ہیں' براہِ راست ۔۔۔۔۔۔۔ سے۔ اس لیے اللہ کے نبیؐ کی سُنّت ہے: ما بال اقوام؟ ۔۔۔۔۔۔۔ لوگوں کو کیا ہو گیا ہے۔

اعتبار خاتمہ کا ہے:

کام میں لگنا بھی ایک چیز ہے، اپنے آپ کو کام میں بچانا بھی ایک چیز ہے، لگانا بھی ایک کام ہے' اپنے آ کو لگانا بھی ایک کام ہے، ابتداء بڑی چیز نہیں انتہاء بڑی چیز ہے۔ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے لوگوں نے کہا:۔۔۔۔۔۔۔آپ صحابی ہیں؟ کہنے لگے: مَیں صحابی نہیں ہوں۔تو بعض کچے لوگ کہنے لگے کہ بھئی! چلو! ایسے تو بہت سلمان ہیں اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو آپؓ نے نہیں دیکھا' ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔اگر میں قیامت میں سرکار کے ساتھ کھڑا ہوا تو مَیں صحابیؓ ہوں، کہاں حسنِ خاتمہ۔۔۔۔دوراندیشی، ابتداء بڑی چیز نہیں ہے' انتہاء ہے بڑی چیز۔اس واسطے اپنی بچت۔ہم جن پُرانے ساتھیوں کو علاقوں میں' صوبوں میں' اور ملکوں میں یاد کرتے ہیں اُن کی وہ خوبی بھی یاد کریں کہ وہ کیسے تھے، مَیں کیسا ہوں' ملا کے دیکھیں۔

حضرت عمرؓ کا معیار زندگی کو نہ بدلنا:

حضرت عمرؓ سے کچھ کہا: کہ آپ لباس بدل لو، تو حضرت عمرؓ کہنے لگے: میرے دونوں ساتھی جیسے گئے میں ویسے ہی جانا چاہتا ہوں۔( ) حضرت عمرؓ رونے لگ گئے، صدیقِ اکبرؓ کے وصال کے بعد، کسی نے کہا: آپ کیوں رو رہے ہیں؟ کہنے لگے: میرے دونوں ساتھی نرمی کرتے تھے' مَیں پختگی اور مضبوطی سے بات کرتا تھا' لیکن اب ابوبکرؓ چلے گئے، اب سختی بھی میرے ذمہ' نرمی بھی میرے ذمہ۔ دانت کا زبان سے رشتہ ہے' لیکن دانت کو زبان ستاتی ہے زبان کی جیب نہیں ستاتی۔ دانت جو ہے۔۔۔۔۔۔۔زبان جو ہے چوکنا رہتی ہے لیکن پھر بھی ڈنک مارتا رہتا ہے، نرمی بڑی چیز ہے۔

چھوٹوں اور بڑوں کے ساتھ چلنا:

اب یہ اللہ پاک نے ایک موقع دیا ہر سہ ماہی کے بعد لیکن دعوت کے تقاضوں کے لیے مَیں اپنے آپ کو پیش کروں؛ پیش کریں گے استعداد قبول ہوجائے گی، اور جان چھڑائے گا اللہ کا کام تو ہوجائے گا۔عملہ بنانا' ہر ذمہ داری کا بوجھ ڈالنا، اللہ کے نبی نے سارے کام کیے ہیں، حضرت اُسامہؓ کے ساتھ بڑے لوگوں کو چلا کے دکھایا۔( ) ہمیں چھوٹے بڑوں کے ساتھ چلنا سیکھنا ہے، اس لیے تاریخ الخلفاء بھی پڑھیں اور انبیاءؑ بھی پڑھیں اور تینوں حضرت جیوں کو بھی پڑھیں، حضرت مولانا الیاس صاحبؒ کو پڑھیں، حضرت مولانا یوسف صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو پڑھیں، حضرت مولانا انعام الحسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو پڑھیں، اپنے دوسرے تمام بُزرگوں کو پڑھیں، بُنیاد؛ قطب الاقطاب تھے حضرت مولانا اسمٰعیل صاحب۔۔۔۔ ہر پودے میں سیب نہیں لگیں گے، مولانا الیاس صاحبؒ کے والد محترم!! ہم دیکھیں صفات مقصود نہیں ہیں حقیقت مقصود ہے، ہم دیکھیں کیا ہے!!

تقاضوں پر اپنے آپ کو پیش کریں:

اب کچھ تقاضے ہیں صوبے کے اعتبار سے، ملک کے اعتبار سے، مَیں اپنے آپ کو پیش کروں، معمولی کام نہیں' بہت بڑی نسبت ہے' سارے عالم میں جو حرکت ہو رہی ہے وہ اِن چند کی برکت سے، اللہ تعالیٰ کو رحم آ گیا کسی کی قُربانیوں کی برکت سے' اللہ کو رحم آ گیا' کسی کی قربانی قبول ہو گئی' اللہ کا احسان ہے، لہٰذا! جو تقاضے پیش کیئے جائیں دعوت کے ساتھ اُن کو پورا کرنے کے تقاضے، محتاج کی لائین سے کچھ تقاضے ہیں، اس کے علاوہ جو ہے ملکوں کے اعتبار سے بھی تقاضے ہیں، ابھی حضرت (حضرت جی مولانا محمد سعد صاحب دامت برکاتہم العالیہ) کا جو سفر ہوا اُس کے اعتبار سے بھی آئندہ امریکہ کا سفر ہو گا اُس کے اعتبار سے بھی' یا جو بھی شکل بنے گی اُس کے اعتبار سے' سارا عالم ہے ہمارے سامنے، صرف مہاراشٹرا کا آدمی نہیں۔ صرف ممبئ ہی نہیں، نہیں جی! ہم تو عالم بھر کے ہیں' جہاں بڑی بڑی نسبتیں ہیں، اُس قرآن کو پڑھتے ہیں جو سب کی ہدایت والا ہے، اُس کعبہ کو مانتے ہیں جو سب کا قبلہ ہے، اُس نبیؐ کے ماننے والے ہیں جو سب کے لیے بھیجے گئے ہیں، اُس اللہ تعالیٰ کے ماننے والے ہیں جو سب کا رب ہے۔

یہاں کی باتیں دوسروں تک پہنچانا ہے:

تین دن جو کارگزاری کے درمیان حضرت (حضرت جی مولانا محمد سعد صاحب دامت برکاتہم) جو بات فرمائیں گے وہ آگے چلائیں گے۔ اُصول یہ ہے کہ آیت کسی کے بارے میں نازل ہوتی ہے حکم آ جاتا ہے، کسی صوبہ والے کو' کسی علاقہ والے کو سن کر حضرت نے' مستورات کے بارے میں' مردانہ کام کے بارے میں جو بات فرمائی ہے' جس وقت کے ذمہ دار کو جس بات کا زور (غلبہ) ہوتا ہے اُس کی ضرورت ہوتی ہے۔ مستورات کے کام پر اصرار ہے تو اس کی ضرورت ہے۔ اپنی اولاد کو جنا کافی نہیں ہے بچانا بھی ذمہ داری ہے، بچانا بھی ضروری ہے، اس لیے جو بات جس مواقع کے لیے کہی جا رہی ہے اُس کو لکھ کر رکھنا' بچانا' پوچھنا، پوچھنے میں عافیت ہے، یوں کہیں: جو پوچھے گا وہ مات نہیں کھائے گا، پوچھ پوچھ کر چلنے والا بچت میں ہے، یہ کام خود رائے کا نہیں ہے، یہ تو بھئی! سننے سنانے کا، اپنے ساتھیوں پر اعتماد، جتنا آدمی کرے گا تو ساتھی اُس پر اعتماد کریں گے۔ اور اگر یہ ساتھیوں کے بارے میں یہ کچھ ایسا ویسا سوچے گا تو ساتھی چوکنا ہو کر۔۔۔۔۔۔۔ اور اللہ نے کچھ موقع دیا کچھ تقاضے ملک کے' کچھ باہر کے، کچھ اندر کے تقاضے، اور اللہ تعالیٰ کام لیتے ہیں اُس سے جو اپنے آپ کو پیش کرتا ہے، حدیث ہے صاف؛ ذمہ داری کے بقدر آئے گی مدد ( )، جو ذمہ دار ہے اللہ کی مدد ہے اُس کے ساتھ، جو ذمہ دار نہیں کچھ نہیں، کچھ نہیں، جو بیچ بنتا ہے اُس کے ساتھ مدد نہیں ہوتی، حضرت لقمان حکیم کے بارے میں لکھا ہے کہ آپ نبی کیوں نہیں بنے، ولی کیوں بنے آپؒ، جب آپ کو اللہ نے اختیار دیا، ۔۔۔۔۔۔ بناتے تو میری مدد کرتے۔ مجھے اختیار دیا تھا،

میں نے آسان اور اسہل چیز کو لے لیا، علاقہ میں آپ کو اللہ ہی بنا دیں، اور اگر کوشش ہے تو کوشش کو بھی اللہ ہی جانتے ہیں، نہیں! میں تو بزرگوں کے حوالہ ہوں' ( ) اللہ کے حوالے۔ یہ چیزیں وہ ہیں جو پیش آرہی ہیں' یہ چیزیں وہ ہیں جن سے ہم گزر رہے ہیں، میں تو نظام الدین کا آدمی ہوں' چاہے کسی صوبہ میں ہوں' جب مجھے بُلایا جائے گا میں چلا جاؤں گا۔ اور یہ کمزور ہجرت ہے، اصل ہجرت تو پیش رہنا، اصل ہجرت ہے سامنے رہنا۔

اینٹ کی جو کنکری میستری کے سامنے رہے گی معمار اُس کو لگا دے گا:

دیہاتی لوگ کہتے ہیں اینٹ کی جو کنکری میستری کے سامنے رہے گی معمار اُس کو لگا دے گا۔ یہ فلاں کے لیے مناسب ہے' یہ فلاں کے لیے مناسب ہے!!۔ اختیار اللہ تعالیٰ کا ہے، اور جب آدمی جب پیش کر دیتا ہے تب اللہ پاک قبول کر لیتے ہیں۔ اور جب یہ بچا تا رہتا ہے اپنے آپ کو تو (بچا) رہتا ہے۔

بیان حضرت مولانا **محمد یوسف** صاحب زید مجدہٗ ابن حضرت جی

بروز ہفتہ، بوقت بعد مغرب، ۱۹/ربیع الثانی ۱۴۴۵ھ - 4/نومبر 2023ء

میرے محترم دوستو بزرگو!

تقاضے لینے میں صحابہ کرام کا آپسی مقابلہ:

یہ تقاضوں کا لینا دینا اور تقاضوں میں ایک دوسرے سے آگے بڑھنا یہ حضراتِ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کی مبارک دونوں جماعتیں انصار اور مہاجرین کی سُنّت ہے اور سُنّت بھی ایسی ہے کہ اس کے اندر مقابلے کو پسند کیا گیا تھا، دنیا کے مقابلہ کو مبغوض (ناپسند) سمجھا گیا ہے اور دین کے مقابلے کو محبوب (پسند) سمجھا گیا ہے، کہ دینی تقاضوں میں ایک دوسرے سے آگے بڑھا جائے، حدیث شریف کے اندر آتا ہے جس طرح دو فحل (بیل) آپس میں مقابلہ کیا کرتے تھے ایسے صحابہ کرام دینی تقاضوں کو پورا کرنے میں اور دینی تقاضوں میں ایک دوسرے سے آگے بڑھنے میں مقابلہ کیا کرتے تھے۔(۱)

تقاضوں کو پورا کرنے میں جلدی:

یہ دینی تقاضوں کا لینا یہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے یہاں کی اہم ترین سُنّت (ہے) اعلان ہوا کرتا تھا، الصلاۃ جامعۃ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے یہاں صحابہ جمع ہوا کرتے تھے اور ایسے ایسے تقاضوں پر روانہ کیا جایا کرتا تھا اور ایسے اہم اہم جگہوں پر روانہ کیا جایا کرتا تھا اور ایسا فوری طور پر روانہ کیا جاتا تھا، یہ سب سیرت کے اندر ملتا ہے(۲)، کہیں مدینہ منورہ سے باہر گھوڑے کھڑے ہوئے ہیں، گھوڑے تک لے کر آنے کا موقع نہیں، حضرات صحابہ کہیں غسل فرمارہے ہیں غسل بھی پورا کرنے کا موقع نہیں (۳) کہیں کھجوریں کھا رہے ہیں کھجوریں بھی پوری طرح کھانے کا موقع نہیں، (۴) دو دن سے کچھ پیٹ میں نہیں گیا، ایک گوشت کا ٹکڑا کھانے کے واسطے ملا، ابھی گوشت کا ٹکڑا منہ میں رکھا ہی تھا کہ اتنے میں تقاضہ مل گیا اور آگے

---

(۱) قتل أبي رافع سَلام ابن أبي الحُقَيق أخرج ابن إسحاق عن عبد الله بن كعب بن مالك رضي الله عنه قال: وكان مما صنع الله لرسوله صلى الله عليه وآله وسلم أن هذين الحيّين من الأنصار: الأوس والخزرج كانا يتصاولان مع رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم تصاولَ الفحلين، لا تصنع الأوس شيئًا فيه غَناء عن رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم إلا وقالت الخزرج: والله لا تذهبون بهذه فضلًا علينا عند رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم فلا ينتهون حتى يُوقعوا مثلَها. وإذا فعلت الخزرج شيئًا قالت الأوس مثل ذلك. (البخاری ج۴ ص ۴۴۹، دار التاصیل)

(۲) عن نافع بن جبير وعروة وزيد بن أسلم وسعيد بن المسيّب قالوا: كان الناس في عهد النبي صلى الله عليه وآله وسلم قبل أن يُؤمر بالأذان ينادي منادي النبي صلى الله عليه وآله وسلم الصلاة جامعة، فيجتمع الناس، فلما صرفت القبلة إلى الكعبة أمر بالأذان، وكان رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم قد أهمه أمر الأذان، وأنهم ذكروا أشياء يجمعون بها الناس للصلاة، فقال بعضهم: البوق، وقال بعضهم: الناقوس فذكر الحديث وفي آخره قالوا: وأذّن بالأذان، وبقي يُنادي في الناس: الصلاة جامعةً للأمر يحدث، فيحضرون له يُخبرون به مثل فتح يقرأ، أو أمر يؤمرون به، فينادي: الصلاة جامعة وإن كان في غير وقت صلاة. الطبقات الكبرى ۱/۲۴۶

(۳) عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بنِ الزُّبَيْرِ قَالَ: كَانَ النَّاسُ انْهَزَمُوا عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صلى الله عليه وآله وسلم حَتَّى انْتَهَى بَعْضُهُمْ إِلَى دُونِ الأَعْرَاضِ إِلَى جَبَلٍ بِنَاحِيَةِ الْمَدِينَةِ، ثُمَّ رَجَعُوا إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صلى الله عليه وآله وسلم، وَقَدْ كَانَ حَنْظَلَةُ بنُ أَبِي عَامِرٍ الْتَقَى هُوَ وَأَبُو سُفْيَانَ بنَ حَرْبٍ فَلَمَّا اسْتَعْلَاهُ حَنْظَلَةُ رَآهُ شَدَّادُ بنُ الأَسْوَدِ، فعلاهُ شَدَّادُ بِالسَّيْفِ حَتَّى قتلَهُ، وَقَدْ كَادَ يَقْتُلُ أَبَا سُفْيَانَ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صلى الله عليه وآله وسلم: إِنَّ صَاحِبَكُمْ حَنْظَلَةَ تُغَسِّله المَلَائِكَةُ، فَسَلُوا صَاحِبَتَهُ، فَقَالَتْ: خَرَجَ وَهُوَ جُنُبٌ لَمَّا سَمِعَ الهَائِعَةَ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صلى الله عليه وآله وسلم: فَذَاكَ قَدْ غَسَلَتْهُ المَلَائِكَةُ (ابن حبان: ۷۰۲۵)

(۴) ثُمَّ قَالَ: لَئِنْ أَنَا حَيِيتُ حَتَّى آكُلَ تَمَرَاتِي هَذِهِ إِنَّهَا لَحَيَاةٌ طَوِيلَةٌ، قَالَ: فَرَمَى بِمَا كَانَ مَعَهُ مِنَ التَّمْرِ، ثُمَّ قَاتَلَهُمْ حَتَّى قُتِلَ. مسلم، رقم: ۱۹۰۱۔

جا کر اللہ کے راستے میں شہید ہو گئے،(۱) ابھی اس طرح کے تقاضوں کے اوپر اپنی جان اور مال دے کر نکلنا ہے۔

نکلے تھے شادی کی تیاری کے لئے، تقاضہ آنے پر اسی وقت راہِ خدا میں نکل گئے:

ایک صحابیؓ تھے ان سے شادی کو بار بار اللہ کے رسول فرما رہے ہیں پھر اللہ کے رسول کے فرمان پر، پیسے اللہ کے رسول نے دیئے سارے اُخراجات (خرچ) اللہ کے رسول نے کیے شادی کی تیاری کرنے کے واسطے بازار پہنچ گئے ولیمہ کا کھانا تیار کروا رہے ہیں، شادی کا جوڑا دیکھ رہے ہیں، بیوی کی شادی کے کپڑوں کی تیاری کر رہے ہیں وہیں اللہ کے راستہ میں نکلنے کا موقع آیا حکم، آیا وہیں سے ارادہ بدل کر اللہ کے راستے میں نکلے، اسی دن، حضرت مولانا یوسف صاحبؒ کی لکھی ہوئی باتیں ہیں، اور مولانا بڑی قیمتی بات فرمایا کرتے تھے، فرمایا کرتے تھے دو خاندانوں کے ملنے پر امت مال خرچ کر رہی ہے (یعنی شادی پر) دو خاندانوں کے ملنے پر امت مال خرچ کر رہی ہے اللہ کے بندوں کو اللہ سے ملانے پر مال خرچ نہیں کر رہی ہے، اللہ کے بندوں کو اللہ سے ملانے پر مال خرچ نہیں کر رہی ہے، اس واسطے یہ اہم ترین تقاضے ہیں، ہماری ایک بڑی اہمیت ان تقاضوں کی ہونی چاہیے۔

ساتھیوں کا استعمال اُن کی صلاحیت کے اعتبار سے ہونا چاہیے:

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے یہاں! ان تقاضوں کی ایسی رعایت کی جاتی تھی کہ جو کام جس کے کرنے کا ہوا کرتا تھا وہ کام اسی سے لیا جاتا تھا، علماء نے لکھا ہے، وضع الشی فی غیر محلہ، چیز کو اس کے علاوہ کی جگہ میں رکھ دینا ظلم ہے، کتاب کو آپ لیجا کر رکھ دیں جوتوں کی الماری میں، جوتوں کو لا کر رکھ دیں کتاب کی الماری میں، جوتوں کے ساتھ بھی ظلم ہوا ہے کتابوں کے ساتھ بھی ظلم ہوا ہے، بس اسی طرح صوبہ والے غور کیا کریں؛ یہ نہیں کہ ہم جہاں بھی چاہیں نام دے دیں، جس کا جی چاہا وہ روانہ ہو گیا؛ کونسے تقاضے کے لئے کون سا ساتھی مناسب ہے، ملک کے اعتبار سے، قدامت کے اعتبار سے، اس ملک میں کام کی کیا سطح ہے، ان ساری چیزوں کو دیکھ کر نام پیش کریں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے یہاں چھوٹی چھوٹی چیزوں کا ایسا اہتمام ہوا کرتا تھا کہ گارا بنایا جا رہا ہے مسجد کے واسطے تعمیر کے لیے، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم یہاں تک اہتمام فرما رہے ہیں کہ جاؤ! فلاں آدمی کو بلا کر لاؤ، فلاں آدمی گارہ بنانا اچھا جانتا ہے () جہاں گارہ اچھا بنانے تک کی رعایت ہوتی ہو، وہاں جماعت میں بھیجنے کی کس قدر رعایت ہوتی ہوگی۔ حضرت سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حج کا ذمہ دار بنا کر بھیجا، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر ضروری اعلانات کرانے کے واسطے پیچھے سے حضرت علی بن طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھیجا (۲)، ہر موقع کی محل کی چیز کو دیکھنا ضروری ہے، کس طرح سیرت کے اندر کس جگہ پر کس کو استعمال کیا گیا ہے۔

تقاضوں سے پہلے چند ضروری باتیں ہمیں آپ حضرات سے عرض کرنی ہیں؛

---

(۱) فلما نزل أتاه ابن عمّ له بعَرْق من لحم، فقال: شُدّ بهذا صلبك، فإنك قد لقيت في أيامك هذه ما لقيت. kفأخذه من يده فانتهس منه نَهْسة، ثم سمع الحَطْمة في ناحية الناس. فقال: وأنت في الدنيا؟ ثم ألقاه من يده، ثم أخذ سيفه، ثم تقدم فقاتل حتى قتل، حياة الصحابة ۲/۱۴۵ الرسالة

(۲) إذا كان يوم النحر قام علی ابن أبي طالب فأذن في الناس بالذي أمره به رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم، البداية والنهاية: ۵/۳۷

پہلی بات:

سب سے پہلی چیز یہ ہے کہ ہمارے صفِ اوّل کے ساتھی مستقل طور پر نظام الدین میں وقت دیں، یہ اصل میں تقاضوں سے متعلق چیز ہے، پرچہ کے اندر ایسے نام آتے ہیں جن سے نظام الدین کے مشورے والے واقف نہیں ہوتے؛ آپ سوچیں؛ جب ان سے نظام الدین کے مشورے والے ہی واقف نہیں ہیں' باقی لوگ' باقی ممالک میں وہ کام کی کیا واقفیت کرائیں گے۔

ممالک میں تقاضوں کی جماعت کے بھیجنے کا بنیادی مقصد یہ ہے کہ جو نظام الدین کے منبر کی سطح ہے وہ اس ملک کے ممبر کی سطح بن جائے:

حضرت مولانا الیاس صاحبؒ فرمایا کرتے تھے کہ جس طرح اپنے کنواری لڑکی کی حفاظت کرتے ہو اس طرح کام کی حفاظت کیا کرو، ایک ملک میں پورا کام دیا جارہا ہے تو کون لوگ کام کو لے کر چلنے والے ہوں، کس سطح کا وہ مجمع ہو، وہ سمجھنا ضروری ہے، بیان کے واسطے ملک میں نہیں بھیجا جارہا ہے، بلکہ حضرت فرماتے ہیں کہ ممالک میں تقاضوں کی جماعت کے بھیجنے کا بنیادی مقصد یہ ہے کہ جو نظام الدین کے منبر کی سطح ہے وہ اس ملک کے ممبر کی سطح بن جائے ،تو جس آدمی کا نظام الدین میں وقت ہی نہیں گزر رہا ہے، اسے کیا پتہ چلے گا کہ نظام الدین کے منبر کی کیا سطح ہے۔

نظام الدین میں برکت کے واسطے نہیں بلکہ نظام الدین کے تقاضوں کو پورا کرنے کے واسطے بُلوایا جاتا ہے:

اس واسطے سب سے پہلا جو سب سے بنیادی تقاضہ،ملکوں کے تقاضے بعد میں ہیں، پہلے نظام الدین کا تقاضہ ہے، ہمارے یہاں مشورے میں یہ بات باقاعدہ اہتمام سے پہلے بھی طئے ہوئی تھی دوبارہ اس کی تجدید کی جارہی ہے کہ جو صوبے ہمارے پاس آرہے ہیں مہینہ میں' دو دو مہینے لے کر اور تقریبا پورے ہی ملک کا احاطہ ہے ان سارے صوبوں کے اندر، جو دو صوبے ہیں دو دو مہینے صوبوں نے متعین کیے ہیں اور جو مہینے جو صوبوں کو دیئے گئے ہیں، ان میں پورے ملک کا تقریبا احاطہ ہو گیا ہے، قریب قریب سارے صوبے آگئے، اس میں وہ عملہ مطلوب ہے جو بالکل صفِ اوّل کا ہے۔ نو جوان ساتھیوں کو بھیج دیں اپنے یہاں چلنے والے کو کسی کو بھیج دیں، تم جا کر نظام الدین میں وقت لگالو، بڑا برکت کا کام ہے، نظام الدین میں وقت لگانا، برکت کے واسطے نہیں بلایا جاتا بلکہ نظام الدین کے تقاضوں کو پورا کرنے کے واسطے بُلوایا جاتا ہے۔

یہاں تو وہ عملہ چاہئے جو کام کو سنبھالنے والا ہے:

حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ نے جماعت بھیجی جماعت کے اندر ایک بوڑھے آدمی کا (جانا) طئے ہوا، ایک نو جوان بیٹے کو بھیج دیا اس نے اپنی جگہ پر، جاؤ جی! تم چلے جاؤ، حضرت علیؓ نے فرمایا: نہیں، اس نو جوان کے شریک ہونے سے زیادہ پسندیدہ بات میرے لئے یہ ہے کہ بوڑھے آدمی کی رائے میرے ساتھ ہو۔(۱) اس واسطے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے

---

(۱) عن علي بن أبي ربيعة الأسدي قال: جاء رجل إلى علي بن أبي طالب بابن له بدلا من بعث۱فقال علي: لرأي شيخ أحب إلي من مشهد شاب.، كنز العمال: ۱۴۳۱۴

ساتھ رہنے والا عملہ مستقل طور پر ليليني منكم أولو الا حلام و النهى میرے ساتھ سمجھدار ہوں صفِ اوّل میں یہ فرمایا گیا ہے ایسے سمجھدار لوگ کھڑے ہوا کریں کوئی بات پیش آجائے تو امامت کو سنبھالیں نماز کو سنبھال لیں، یہاں تو وہ عملہ چاہئے کام کو سنبھالنے والا۔ حضرت ابوایوب انصاریؓ کا واقعہ لکھا ہے ایک آدمی بیٹھے ہوئے ہیں بلکہ ابی بن کعبؓ جو قاریوں کے سردار ہیں، ان کا واقعہ لکھا ہے کہ ایک آدمی بیٹھے ہوئے ہیں صفِ اوّل میں' آکے اُنہیں پیچھے ہٹا دیا، وہ بڑے ناراض ہوئے، میں تو پوری نماز میں بس تشویش ہی کے اندر رہا، سلام پھیر کر دیکھا تو یہ قاری صاحب تھے، کہنے لگے: ناراض مت ہونا، اللہ کے رسول نے ہمیں یہ حکم دیا گیا تھا صحیح سمجھنے والے وہ میرے پیچھے ہوں۔(۱)

اپنے صوبہ کی باری میں دوماہ نظام الدین آنے والے ساتھی کیسے ہوں؟

باقاعدگی کے ساتھ مشورے سے یہ بات طئے شدہ ہے کہ جو ساتھی دو مہینے میں آرہے ہیں صوبوں کے ساتھ وہ تین مرتبہ کم سے کم چار ماہ لگے ہوئے ہوں، اور اس کے ساتھ ساتھ ان کا ایک مرتبہ دو مہینہ پہلے مرکز نظام الدین میں لگا ہوا ہو، لیکن یہی حضرات کافی نہیں ہیں، بلکہ ان کے علاوہ ہمیں ہر صوبہ سے تقریباً 20، 25 ایسے افراد چاہئے، جو بالکل صفِ اوّل کے ہوں، اس بات کو اچھی طرح سارا ملک نوٹ کرلے۔

امیر کے ساتھ چلنے والی پوری جماعت، اسی طرح پوری شوریٰ کا ان دومہینوں میں نظام الدین رہنا لازم ہے:

ملک میں دو قسم کے صوبے ہیں، کہیں صوبوں کے اندر شوری بنی ہوئی ہے کہیں صوبوں کے اندر امیر ہے امیر کے ساتھ جماعت بنی ہوئی ہے، ان کے ساتھ مستقل چلنے والی جماعت، اس پوری جماعت کا دو مہینے میں نظام الدین رہنا لازم ہے، اور جن صوبوں کی شوریٰ بنی ہوئی ہے ان پوری شوریٰ کا ان دومہینوں میں نظام الدین رہنا لازم بات ہے۔

اپنے اپنے صوبوں کے تقاضے بعد میں، پہلے نظام الدین کا تقاضہ ہے:

آپ حضرات اپنے صوبوں کے جتنے بھی تقاضے ہیں' جتنے بھی اجتماعات ہیں' جماعتوں کا چلنا ہے صوبوں کے اندر؛ یہ سب کا سب درجۂ ثانیہ میں ہے سب سے پہلا تقاضہ نظام الدین جو آمد آپ نے رکھی ہے اس میں کوئی ایسا تقاضا نہ رکھیں جس میں ذمہ دار مشغول ہوں، کارگزاری میں بات آتی ہے کہ بھائی! کہاں ہیں آپ کے ذمہ دار؟؟ جی! ہمارے تو صوبہ کے اندر جماعت چل رہی تھی سارے ذمہ دار صوبے کی جماعت کے اندر چل رہے ہیں دو ذمہ داروں کو بھیج دیا ہے یہاں، ایک اوپر کا نظام دیکھ لے گا، ایک نیچے کا نظام دیکھ لے گا، یہ دو ذمہ دار مشورہ کرانے کے بعد ان کا کوئی کام ہی نہیں، ایک ساتھی مشورے میں کہنے لگے: ہمیں تو معاون بنایا گیا ہے ہم مستقل طور پر اصل تھوڑی ہیں آنے کے، صوبے والے سوچ رہے ہیں ہم تو معاون ہیں، ہم اصل تو نہیں ہے مستقل رہنے کے لیے، چار چار پانچ پانچ صوبوں کا جو تعین کیا گیا تھا وہ صرف اس

---

(۱) في سنن النسائي دخل أبي بن كعب رضي الله عنه المسجد، فوجد غلامًا خلف الإمام فأخذه وأخره وأنزل نفسه مكانه، وقد لاحظ أنه أصابه شيء من الاضطراب أنه كيف هذا الصحابي الجليل يحل في مكان هذا الإنسان، بعد الصلاة قال له أُبي مؤانسًا له: سمعت النبي صلى الله عليه وآله وسلم يقول: ليليني منكم ألوا الأحلام والنهى أي: فلا يلقى في نفسك شيء من الكراهة؛ لأني إنما فعلت هذا ليس تنقيصًا لك وإنما تنفيذ مني لهذا الأمر النبوي الكريم: ليليني منكم ألوا الأحلام والنهى

واسطے کیا گیا تھا تاکہ وہ عملہ چاہیے جو کام کو سمجھائے۔

کام کو سمجھانے کے لئے اور تقاضوں کو پورا کرنے کے لئے باصلاحیت افراد چاہیے:

حضرت مفتی زین العابدین صاحبؒ، حضرت مولانا سعید احمد خان صاحبؒ، حضرت مولانا عبید اللہ صاحبؒ، حاجی عبدالوہاب صاحبؒ، حضرت اقدس مولانا ابوالحسن علی ندوی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا منظور نعمانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ یہ وہ عملہ ہوا کرتا تھا جو مولانا الیاس صاحبؒ کے ساتھ، حضرت جی مولانا یوسف صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے زمانہ میں یہاں آنے والوں کو کام سمجھاتے تھے، اس سطح کا آدمی چاہیے۔

پہلا تقاضہ:

سب سے پہلا تقاضا ہمارا یہ ہے آج کا تقاضے دینے میں کہ ہمیں آپ حضرات کے ہر ہر صوبہ کے تقریباً ذمہ داروں میں , 2520 نام ایسے چاہئیں جو بالکل صفِ اوّل کے، اضلاع میں دیکھیے، اپنے ضلعوں کے اندر دیکھیے، اپنے ضلعوں کے اعتبار سے دیکھئے، کون ضلعوں کے اندر فیصل بنتے ہیں، کون ضلعوں کو اندر کام کو لے کر چلنے والے، یہ طبقہ سب سے پہلے ہمیں چاہیے یہاں، ہر کام میں اختلاط کرنے کے واسطے سمجھانے کے واسطے، مطمئن کرنے کے واسطے، ان کے ہمیں مستقل نام چاہئیں، جو آپ ہمیں اس سہ ماہی مشورے میں ان شاء اللہ لے کر آئیں گے۔

دوسرا تقاضہ (اپنے صوبہ کی باری میں دو ماہ نظام الدین آنے والے علما سے متعلق):

ہمارے علماء حضرات جو سال لگائے ہوئے ہیں اور سالانہ چلہ لگا چکے ہیں؛ جو دو مہینے میں ہمارے ساتھ آرہے ہیں مثال کے طور پر کہیں دو صوبے ایک ساتھ ملے ہوئے ہیں؛ تین صوبے دو مہینے میں آرہے ہیں، کہیں چار صوبے دو مہینے میں آرہے ہیں، کہیں پانچ صوبے دو مہینے کے اندر آرہے ہیں، ہم نے دو دو مہینے تقسیم کیئے ہوئے ہیں مسجدوں کے اعتبار سے (صوبوں کے اعتبار سے)، اُس میں سارے صوبے آپس میں بیٹھ کر سب سال لگائے ہوئے 100 علماء کے ہمیں نام دے کر جائیں۔

ہماری کوشش یہ ہے کہ ایسے علما نظام الدین میں آکر ایک لمبے وقت کے لیے اختلاط کریں، نظام الدین میں آکر ایک لمبا وقت رہیں، یہاں رہ کر بار بار روانگی سنیں، واپسی کی بات سنیں، بیرون جانے والوں کی روانگی سنیں، مستورات کے کام کو سمجھیں، جتنے بھی شعبے ہیں نظام الدین کے یہ علماء دو مہینے کے قیام میں اِن سارے شعبوں سے گزر کر جب پوری طرح نظام الدین کے ذمہ داران کے اوپر مطمئن ہوجائیں تو وہ پھر اِن جماعتوں کو لے کر اللہ کے راستہ میں جائیں۔ تو ایسی ترتیب ہمارے صوبوں کی بنی چاہیے کہ دس دس دن کے فاصلہ کے ساتھ، بارہ بارہ پندرہ پندرہ دن کے فاصلہ پر یہ وقتاً فوقتاً علماء بھیجیں، 100 علماء ایک وقت میں نہ آئیں؛ بلکہ دو مہینہ کے اندر یہ 100 علماء آئیں؛ تاکہ مستقل آنے والی جماعتوں کو لے کر چلیں، ہم تو ایک جماعت بھی ایسی نہیں چاہتے نظام الدین سے آنے والے مہمانوں کی جس کے اندر کم سے کم دو یا تین علماء موجود نہ ہوں، ایک دو ساتھی پُرانے موجود نہ ہوں۔

مہمان جماعتوں کے ساتھ حضرات علما کو بھیجنے کی وجہ:

پچھلے سہ ماہی جوڑ میں بھی اِس بات کو بڑے اہتمام سے رکھا گیا تھا کہ ان جماعتوں کو کوئی سبزی خریدنے کے واسطے نہیں بھیجتے!! کسی بازار' کسی دوکان پر ضرورت پوری کرنے کے واسطے بھی نہیں بھیجتے ہیں' کہ مترجمین لگ گئے' کافی ہو گئے' یہ ترجمہ کرلیں گے!! نہیں جی! کوئی بات نہیں؛ وہاں مترجمین مل جائیں گے، مسئلہ مترجمین کا نہیں ہے' مسئلہ نکلنے والی جماعت کو بہ اعتبارِ سیرت کے کام سمجھانے کا ہے۔ نکلنے والی جماعتوں کو پوری طریقہ سے مطمئن کرنے کا ہے۔

تو کم سے کم ہمیں 100 علماء وہ چاہیئے جو دو مہینہ کی ترتیب پر آجائیں۔ اور اسی طرح مختلف مہینوں میں طئے شدہ صوبوں کے 100 علماء چاہیئے، جو اپنا سالانہ چلّہ نظام الدین سے لگائیں گے۔ اس طرح جا کر ہمیں 200 علماء ہر حال کے اندر چاہیئے۔ اور یہ 200 علماء کو اِنتہاء نہ سمجھیں!! یہ تو اِبتداء ہے، ابھی شروعات ہے، پھر اس میں اضافہ کیا جائے گا؛ اِن شاء اللہ۔

اِسی طرح تقاضوں کو پورا کرنے کے لئے ہمیں انگریزی داں، کام کرنے والے فکرمند ساتھی چاہیئے، جو انگریزی زبان پر پوری طریقہ سے قدرت رکھتے ہوں' ترجمہ پوری طریقہ سے کر سکتے ہوں ایسے ذمہ دار ساتھیوں کو بھیجیں۔

کوائف کی فہرست کب بھیجیں:

اِن حضرات کی کوائف کی فہرست؛ کم سے کم ڈیڑھ مہینہ' دو مہینہ پہلے صوبہ والے نظام الدین کو بھیج دیا کریں؛ تا کہ اگر اُس فہرست کے اندر کسی بھی قسم کی تبدیلی کی ضرورت محسوس ہو تو کم سے کم اتنا وقت ہو کہ وہ تبدیل ہو سکے اور نیا ساتھی کوائف جیسے نظام الدین میں مطلوب ہیں اُس کوائف کا اگر پورے نہ ہو تو کم سے کم صوبہ والوں کے پاس اتنا وقت ہو کہ وہ تشکیل کر کے کوائف کو پورا کرتے رہیں۔ یہ کوائف کا پرچہ اپنے ساتھ لے کر نہیں آنا ہے، یہ تو کم سے کم ڈیڑھ مہینہ/دو مہینہ پہلے نظام الدین کو ائف کا پرچہ بھیج دیں۔ ایک بہار آرہا ہے' بنگال آرہا ہے!! بھئی! دو مہینہ پہلے اِن کے کوائف کا پرچہ آگیا، ہم پورے پرچہ کے اندر دیکھ لیں، اِس کے اندر 100 علماء کے نام محفوظ ہیں، اِس کے اندر 200 علماء کے نام محفوظ ہیں، اِس کے اندر تقریباً 40، 45 انگریزی داں موجود ہیں یا نہیں!!، اِس کے اندر پُرانا کام کرنے والا معروف نظام الدین کا عملہ موجود ہے یا نہیں، تو یہ کوائف کا پرچہ نظام الدین میں منظور ہو؛ ورنہ جن صوبوں میں یہ نہیں ہے وہ پرچہ اُن کو واپس کر دیا جائے، کہ اگر آپ اِس کو پورا کر سکتے ہیں کریں، وَرنہ یہ تقاضہ کسی دوسرے صوبہ کے حوالہ کیا جائے گا؛ جو اِن تقاضوں کو پورا کر سکتا ہو۔ اِس واسطے اِس کی پوری طریقہ سے پوری اہمیت کے ساتھ ڈیڑھ یا دو مہینہ پہلے یہ درخواست آپ حضرات سے ہے کہ اِن کو------ بھیجا گیا ہے۔

تیسرا تقاضہ (بیرون کے تقاضوں کو پورا کرنے والے افراد سے متعلق:

(۱) بیرون جانا ہمارے یہاں بڑی اہمیت کا تقاضہ ہے، بیرون حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چنندہ سمجھ دار لوگوں کو بھیجا کرتے تھے،،

مثلاً حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یمن بھیجا تھا(۱)۔ ایسے ایسے چنندہ لوگ وہ بیرون جایا کرتے تھے تقاضوں کے واسطے۔ بادشاہوں کے پاس حضور اکرم ﷺ خطوط بھیجا کرتے تھے‘(۲) وہ ایسے سمجھ دار لوگوں کے ساتھ بھیجا کرتے تھے۔ تو یہ طبقہ ہمیں مستقل چاہیے‘ جو جائے،

(۲) جو جماعتیں ہماری بیرون جا رہی ہیں وہ اس بات کو اچھی طریقہ سے اپنے پاس محفوظ کرلیں کہ جہاں پر تین دن کا اجتماع ہے وہاں 26 دن کی تشکیل ہو۔ اچھی طرح اِس بات کو محفوظ کر لیجئے آپ! جہاں پر تین دن کا اجتماع ہے وہاں چھبیس دن کی تشکیل ہے۔ اپنا نام 26 دن کے لیے ہی دینا ہے، جانے سے پہلے 3 دن نظام الدین کے لیے، واپس آنے کے بعد پھر 3 دن نظام الدین میں رہیں؛ 6 دن یہ پورے ہو گئے، اور اِجتماع سے پہلے 20 دن اُس ملک میں لگنے چاہئیں جہاں 3 دن کا اجتماع کرنے کے واسطے جماعت جا رہی ہے۔

تنبیہ:

یہ جماعتیں تقریر کرنے کے واسطے، بیان کرنے کے واسطے، مقامی کام سمجھانے کے واسطے، مُلک کی کارگزاری لینے کے واسطے نہیں جا رہی ہیں؛ بلکہ اِن اِجتماعات سے پہلے کی جو محنت ہوتی ہے وہ محنت کرنے کے لئے جا رہی ہیں، یہ اِجتماع تو ایک بہانہ ہے اُن کے ملک میں داخل ہونے کا، اُن کے پورے عملہ سے اِختلاط کرنے کا، اُن کے پُرانے ساتھیوں سے تعارف کرانے کا، اور اُنہیں عملی طور پر کام کو سمجھانے کا۔

فتوح الشام میں لکھا ہے کہ جب حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے شام فتح کرنے کا ارادہ کیا تو سب سے پہلے لوگوں کو اپنے پاس بلا کر رکھا مدینۂ منورہ میں؛ یہ رکھنا سُنّت ہے۔(۳) خیبر فتح کرنے کے واسطے علی ابن ابی طالب کو رکھا اپنے پاس، آنکھوں میں تکلیف ہے اُس کے باوجود اپنے پاس بلایا،(۴) کتنے واقعات ایسے سیرت میں مل جائیں گے۔ اِس واسطے سب سے پہلی چیز یہ ایک ہے کہ کم سے کم 3 دن یہاں رہ کر اُس ملک کے حالات، اُس ملک کی نوعیت کیا ہے، اُس مُلک کی کیا کارگُزاری ہے۔

ایک پانچ ماہ لگانے والی جماعت جو صرف ایک خطہ کے اندر کام کر رہی ہے وہ پندرہ دن نظام الدین دیتی ہے‘ جو پورے مُلک میں کام کرنے جا رہے ہیں وہ 3 دن بھی نظام الدین میں نہ رہیں؟ (یہ معیوب بات ہے)

---

(۱) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضي الله عنه: أَنَّ النَّبِيَّ صلى الله عليه وآله وسلم بَعَثَ مُعَاذًا إِلَى الْيَمَنِ. صحيح البخاري؛ ۱۳۷۴

(۲) عن جابر رضي الله عنه قال: كتب رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم قبل أن يموت إلى كسرى وقيصر وإلى كل جبار، حياة الصحابة: ۱/۱۵۲

(۳) فعزم أن يبعث جيشه إلى الشام وصرف وجهه لقتال الروم فجمع أصحاب رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم في المسجد وقام فيهم خطيبا فحمد الله وقال: يا أيها الناس رحمكم الله تعالى اعلموا أن الله فضلكم بالإسلام وجعلكم من أمة محمد وزادكم ايمانا ويقينا ونصركم نصرا مبينا وقال فيكم: ﴿اليوم أكملت لكم دينكم وأتممت عليكم نعمتي ورضيت لكم الأسلام دينا﴾ فتوح الشام: ۱/۵

(۴) كان علي بن أبي طالب تخلف عن رسول الله صلى الله عليه وسلم في خيبر، وكان رمدا فقال: أنا أتخلف عن النبي صلى الله عليه وسلم؟! فلحق به، فلما بتنا الليلة التي فتحت خيبر قال: "لأعطين الراية غدا - أو: ليأخذن الراية غدا - رجل يحبه الله ورسوله، يفتح عليه". فنحن نرجوها. فقيل: هذا علي. فأعطاه، ففتح عليه، البداية والنهاية

ایک پانچ ماہ لگانے والی جماعت جو صرف ایک خطہ کے اندر کام کر رہی ہے وہ پندرہ دن نظام الدین دیتی ہے، جو پورے مُلک میں کام کرنے جارہے ہیں وہ 3 دن بھی نظام الدین میں نہ رہیں؟ آپ سمجھیئے! ہماری بات: پورے مُلک کا کام لے کر جارہے ہیں، اور 3 دن بھی نظام الدین میں نہ گُزاریں، اچھے طریقہ سے اِس بات کو لکھ لیں اپنے پاس، واپس آکر 3 دن ہر حال میں نظام الدین میں رہیں۔

تقاضوں پَر جانے والی جماعتوں کی کارگزاری تحریراً چاہیے تا کہ اگلی مرتبہ اُس تقاضہ پر جانے والی جماعت پچھلی جماعت کی پوری کارگزاری پڑھ کر اُس تقاضہ کے اوپر جائے۔ وہ تقاضہ ہمارے سامنے مستقل طور پر محفوظ رہے:

(۳) تجاویز میں کارگُزاری سنائیں، حضرت جی کو مشورہ کے اندر کارگُزاری سُنائیں، اور سب سے اہم ترین بات جو حضرت نے مشورہ کے اندر طئے کی ہے کہ ہمیں آپ حضرات کے تقاضوں پر جانے والی جماعتوں کی کارگُزاری تحریراً چاہیے (لکھ کر)۔ ایک پانچ ماہ کی پوری جماعت ہر مہینہ وہ یہاں تقاضہ پر بھیجتی ہے اپنے یہاں، ہر مہینہ اپنی کارگزاری لکھ کر بھیجتی ہے۔ اگلی جانے والی جماعتوں کی کارگُزاری وہ سمجھ کر اور پڑھ کر اُن مُلک کے احوال کو دیکھتی ہے، اُس مُلک کے احوال معلوم ہوتے ہیں، اس ملک کا کیا حال ہے، اس ملک کی کیا ضرورت ہے؟ تو آپ سوچئے! جو پورے مُلک میں جانے والی جماعت ہے اُس سے پتہ ہی نہیں ہم کو کہ پچھلی جماعت کیا تقاضہ دے کر آئی ہے۔ جو آپ نے اُس ملک کے کام کی نوعیت دیکھی، جو آپ نے اُس ملک کے کام کے تقاضے دیکھے، جو آپ نے وہاں رہ کر تقاضے بنائے، جو کمزور علاقے مضبوط علاقوں کے حوالے کیئے، جو کمزور مما لک ہیں اِن کو مضبوط مما لک کے حوالے کیئے، جو وہاں تشکیلیں آپ کر کے آئے، جتنا کام آپ اُن کو دے کر آئے ہیں پورے کام کی تفصیلی کارگُزاری آپ تحریراً نظام الدین میں دیں۔

ملکوں میں جانے والی جماعتیں اختلاط کر کے عملی کام پیش کریں:

(۴) آپ سے ایک اور ضروری بات یہ ہے کہ وہاں (ملکوں میں) رہ کر (ساتھیوں کے ساتھ) اختلاط اور (میل جول کر کے) عملی کام کو پیش کریں، حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیرون کوفہ گئے، کوفہ والوں نے پوچھا کہ حضور اکرم ﷺ کی وضو کیسی تھی؟ تو آپ ؓ نے کوئی تقریر بیان نہیں کی بلکہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے وضو کر کے دکھائی، سارے کوفہ والوں کو معلوم ہو گیا کہ حضور اکرم ﷺ کا وضو ایسا ہوتا تھا۔(۱) اِس طرح یہاں 20، 22 دن مساجد کی آبادی کی محنت کر کے دکھارہے ہیں، مشورے کر کے دکھارہے ہیں، کہیں ششماہی جوڑ ہے وہ کر کے دکھارہے ہیں، کوئی ماہانہ مسجد وار جوڑ ہے وہ کر کے دکھارہے ہیں، ذمہ داروں کو ساتھ لے کر علاقوں میں پھر رہے ہیں، ایک ایک ذمہ دار کو عمل کر کے دکھارہے ہیں،

---

(۱) رَأَيْتُ عَلِيًّا تَوَضَّأَ فَغَسَلَ كَفَّيْهِ ثَلَاثًا، وَتَمَضْمَضَ وَاسْتَنْشَقَ ثَلَاثًا، وَغَسَلَ وَجْهَهُ ثَلَاثًا، وَذِرَاعَيْهِ ثَلَاثًا ثَلَاثًا، وَمَسَحَ بِرَأْسِهِ، وَغَسَلَ رِجْلَيْهِ ثَلَاثًا ثَلَاثًا، ثُمَّ قَالَ: هَذَا وُضُوءُ رَسُولِ اللهِ ﷺ، سنن النسائی: ۱/۷۹

جب پھر یہ سارے اعمال اُن کے سامنے جائیں گے' پھر کہیں جا کر یہ اجتماع کامیاب ہوگا!! ہم تو یہ بیانات کر کے آجاتے ہیں، آدھی بات ہم نہیں سمجھا پاتے، آدھی بات مترجمین نہیں سمجھا پاتے، کچھ کو محلّہ والے نہیں سمجھا پاتے، کچھ کچھ ٹوٹی پھوٹی بات پہنچتی ہے اور یہ نکل جاتے ہیں۔اِس کا بھی پوری طریقہ سے اہتمام ہو۔

جانے والے اپنے سفر کی تیاری خود کریں:

(۵) جو لوگ نظام الدین سے تقاضوں پر جا رہے ہیں' یا اِسی طرح مختلف ممالک سے اِن کے ساتھ جو ساتھی لگائے جائیں، یا کچھ مختلف ممالک سے ساتھی لگتے ہیں' یہ پوری جماعت ''ایک جماعت'' ہے۔ اِس واسطے اُن لوگوں کے نام باقاعدہ اہتمام کے ساتھ لے کر جائیں' جو آپ کے ساتھ ممالک میں ساتھی لگا کر ہیں' تاکہ تعارف رہے کہ کن ساتھیوں کا لگایا گیا ہے، اپنے ویزے کی فکر کرنی ہے، جانے کی فکر اُن کو بھی ہونی چاہیئے' یہ نہیں ہونا کہ نظام الدین کے حوالہ کر دیا ہم نے پاسپورٹ ؛؛ ایسا نہیں!!۔سچّا طالب جو ہوتا ہے اللہ تبارک وتعالیٰ اُس کو محروم نہیں کرتے۔ہمیں جتنی فکر ہوگی اپنے جانے کی اللہ آپ کی مدد کریں گے جانے کے واسطے، اِس کو بھی پورے طریقہ کے ساتھ نوٹ کر لیں۔

ہم اپنے پُرانے کام کرنے والے فِکرمند ساتھیوں کی جماعتیں چلّہ کی بنا بنا کر زیادہ سے زیادہ بھوپال اور مدھیہ پردیش کے اندر ڈالیں، یہ کام صرف بھوپال والوں کا نہیں بلکہ پورے ملک کا ہے:

اور اللہ تبارک وتعالیٰ کا بڑا احسان یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں مُلکی سطح پر بھوپال کا اجتماع دیا۔ جو ہمارے حضرتِ اقدس حضرت مولانا محمد یوسف صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے زمانہ سے تسلسل کے ساتھ ہوتا آ رہا ہے۔ اور ہم نے متعدد مرتبہ لوگوں سے سُنا ہے کہ حضرت مولانا محمد یوسف صاحب رحمۃ اللہ علیہ تشریف لے جایا کرتے تھے، سارے مقیمینِ مرکز کو بھوپال لے جایا کرتے تھے، اور یہ اِجتماع صرف بھوپال والوں نہیں؛ بلکہ یہ اِجتماع تو ہمارے پورے ملک کا اِجتماع ہے، جو آج حضرت جی (حضرت مولانا محمد سعد صاحب کاندھلوی دامت برکاتہم العالیہ) نے مشورہ میں فرمایا ہے۔ اِس واسطے پوری اہمیت کے ساتھ ہمیں اِس بات کی فکر کرنی ہے کہ آج مشورہ میں یہ بات حضرت (حضرت جی مولانا محمد سعد صاحب کاندھلوی دامت برکاتہم) نے بڑے اہتمام کے ساتھ اور پورے مُلک کو یہ تقاضہ لکھوایا کہ ہم اپنے پُرانے کام کرنے والے فِکرمند ساتھیوں کی جماعتیں چلّہ کی بنا بنا کر زیادہ سے زیادہ بھوپال کے اندر ڈالیں' زیادہ سے زیادہ مدھیہ پردیش کے اندر ڈالیں۔ پورے صوبہ کے۔ ساتھی ابھی ساتھ ساتھ بیٹھ جائیں، کہ جس طرح ہم نے ایک وقت میں پورے بنگلہ دیش کے اندر پوری محنت کی اور ہماری جماعتیں ہر ہر صوبہ سے گئی تھیں، اِسی طرح ہم نے اور مختلف ممالک کے اندر اور جماعتیں بھیجی تھیں' اِسی طرح ہمارے مختلف ملکوں سے چلّہ کے فکرمند ساتھی تقاضوں کے اوپر جس طرح تیار ہو کر اپنے یہاں محنت کرتے ہیں اِس طرح بھرپور ساتھی چلّہ کی جماعتیں تیار کر کروہ بھوپال کے اجتماع کی محنت کے واسطے جائیں۔

کیونکہ جتنی محنت ہوگی اتنا یہ اجتماع کامیابی کی طرف جائے گا، کوئی حلقہ ایسا باقی نہ رہے اِن کا' کوئی ضلع اِن کا ایسا باقی نہ رہے

جہاں خوب مسجد مسجد میں جماعتیں پڑ کر خوب اچھی طریقہ سے کام نہ کریں، اِس طرح ہمارے یہاں کی بھرپور جماعتیں جائیں، اور جا کر پورے ملک میں ایک بات اور پورے مُلک میں ایک فکر اور ایسی محنت اِس اجتماع سے ہونی چاہیے کہ بھرپور جماعتیں اجتماع سے نکلیں۔اِس کی ترتیب کیا بنے' کیسے بنے۔

مراکش کے اجتماع کی مختصر کارگزاری:

اللہ تعالیٰ کا بڑا فضل ہے کہ ابھی حضرت (حضرت جی مولانا محمد سعد صاحب دامت برکاتہم العالیہ) کا اِجتماع مغرب کے اندر ہوا، جہاں تقریباً چونسٹھ' پینسٹھ ملکوں نے شرکت کی۔تو پُورے یوروپ کے اندر یہاں کی (نظام الدین کی) جماعتیں چلی ہیں' جس کے اندر تقریباً 25' ملکوں میں نظام الدین کی جماعت گئ' اور 100 شہروں میں نظام الدین کی جماعت گئ۔ 100 سے زیادہ شہروں میں نظام الدین کی جماعت نے جا کر محنت کی ہے، یہ ایک محنت کا میدان تیار ہوا

طئے شدہ اجتماعات سے پہلے محنت کی جماعتیں چاہئے:

اب معلوم ہوا کہ یہ حضرات!! کیسے محنت کی جاتی ہے اور کیا محنت کا رُخ ہے، تو اِس رُخ کے قائم ہونے کے بعد ہم یہ چاہتے ہیں کہ مستقل طور پر یوروپ کے اندر جماعتیں پڑ کر اِجتماعات جو طئے کیئے گئے ہیں اُن کو اُس محنت کے اندر اہتمام کے ساتھ ڈالیں، اِس واسطے پورے مُلک سے جس طریقہ سے آپ نے بتایا کہ 25،30 جماعتیں ایسی تیار ہو کر آئیں، اور ایسی تیار ہوں' جو جا کر پورے طریقہ سے یوروپ کے اندر محنت کر سکیں، اِجتماعات کی تیاری کر سکیں، گھر گھر میں ملاقاتیں کر سکیں، قیام کی کوئی جگہ نہیں ہے وہاں۔ نہ مسجدیں کھلی ہوئی ہیں نہ کوئی جگہ ہے، اپنا قیام، اپنا طعام، اپنی سواری، اپنے اخراجات ہر ہر اعتبار سے' مجاہدہ کے لیے تیار ہو کر بڑے اخراجات کی جماعتیں آپ حضرات پیش کریں۔

اپنے اِجتماعات کو مستقل طور پر سادگی کی طرف کھینچ کر لانا ہے اِس لیے کہ حضرت مولانا یوسف صاحبؒ فرمایا کرتے تھے: 100 سال محنت آگے چل رہی ہو' شُہرت 100 سال پیچھے چل رہی ہو:

چند باتیں ہمیں آپ حضرات سے اہم عرض کرنی ہیں، پورا مُلک ہمارا اسے اچھی طرح سے محفوظ کر لے اس بات کو، یہ بہت ضروری بات ہے، بڑی مؤدبانہ درخواست ہے آپ حضرات سے' وہ یہ ہے کہ اپنے اجتماعات کو مستقل طور پر سادگی کی طرف کھینچ کر لانا ہے۔

اِجتماع کی کامیابی: اچھے پنڈال کا لگنا، اچھے کھانوں کا ہونا، اچھی لائیٹ کا لگنا، اچھے انتظامات کا ہونا' یہ اِجتماع کی کامیابی نہیں ہے' یہ اِجتماع کی ناکامی ہے۔ہم اِجتماع میں' اِجتماعی ماحول میں سادگی دکھانا چاہتے ہیں مستقل طور پر، اِس واسطے مالی اعتبار سے، ہم اپنے آپ کو جتنا محفوظ رکھ سکتے ہوں، ان اِجتماعات تک محفوظ رکھیں۔ ہم نے پہلے بھی سہ ماہی مشورہ میں اِس بات کو کہا تھا کہ یہ ہمارے کام کا دستور ہے' یہ ہمارے کام کا مزاج ہے' کہ جہاں ہم مجتمع ہیں وہاں اِجتماعی مال نہیں ہونا چاہیے' جس دن اجتماعی مال داخل ہوگا' یہ کام کو کمزور بناتا چلا جائے گا، اِس واسطے اِس کا مزاج ہو مستقل طور پر، آلات کا بالکل

اِستعمال نہ ہو، خاص طور سے موبائیل وغیرہ کا تو ہرگز بھی ہمارا اجتماعات کے اندر استعمال نہ ہو، بار بار مجمع میں یہ ترغیب دینا، سیدھا سادھا پنڈال لگانا، سیدھا سادھا میدان رکھنا، اِس لیے کہ حضرت فرمایا کرتے تھے: 100 سال محنت آگے چل رہی ہو، شُہرت 100 سال پیچھے چل رہی ہو۔ ایسا مزاج مستقل طور پر بنانا ہے۔

درمیانِ سہ ماہی کبھی بھی تقاضے نظام الدین نہیں بھیجنے چاہئیں جو تقاضے اپنے محل کے علاوہ آتے ہیں وہ تقاضے ضائع ہو جاتے ہیں:

دوسری بات یہ عرض کرنی ہے کہ درمیانِ سہ ماہی کبھی بھی تقاضے نظام الدین نہیں بھیجنے چاہئیں۔ جو تقاضے اپنے محل کے علاوہ آتے ہیں وہ تقاضے ضائع ہو جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں یہ موقع دیا ہے سہ ماہی مشورہ کا، ہر تیسرے مہینہ ہم جمع ہوتے ہیں، ہر تیسرے مہینے آتے ہیں، حتی الامکان اِس بات کی کوشش کیا کریں، اپنی شب گزاریوں کے، اپنے صوبوں کے، اپنے علاقوں کے جو بھی تقاضے ہیں اُنہیں سہ ماہی مشورہ تک مؤخر کریں، اور سہ ماہی مشورہ میں اِہتمام سے اُن تقاضوں کو اپنے پاس لے کر آئیں۔

ملکوں میں جانے والی جماعتوں کے اندر سنجیدگی اور وقار ہونا چاہئے، کیونکہ یہ صوبوں کی نہیں بلکہ مرکز نظام الدین کی جماعتیں شمار ہوتی ہیں:

تیسری بات یہ ہے کہ ماشاءاللہ! آپ حضرات نے ابھی بیرون جانے والی جماعتوں میں نام لکھوائے ہیں، اِن جماعتوں کے اندر سنجیدگی بہت ہونی چاہیے ساتھیوں میں، کوئی جماعت ہماری کیرالا کی نہیں شُمار ہوتی، کوئی جماعت مدراس کی نہیں شُمار ہوتی، کوئی بہار، بنگال کی نہیں شُمار ہوتی، کوئی دہلی کی جماعت بھی دہلی کی شُمار نہیں ہوتی، یہ جانے والی جماعتیں نظام الدین کی جماعتیں شُمار ہوتی ہیں، نظام الدین کے نمائندے بن کر جا رہے ہیں، اِس واسطے طبیعت کے اندر سنجیدگی، طبیعت کے اندر وَقار، طبیعت کے اندر اِن ساری چیزوں کا اہتمام یہ بہت زیادہ ہونا چاہیے۔ ہم بڑے اہتمام سے بیرون جانے والی جماعتوں سے درخواست کرتے ہیں کہ اگر اللہ نہ کرے! بیرون جانے والی کسی جماعت سے کسی مُلک میں کوئی بے اُصولی ہوئی ہے وہ اُس مُلک کے لیے کام کا اُصول بن جاتا ہے۔ تو اِس واسطے اِس کی بڑی احتیاط ہونی چاہیے۔

حیاۃ الصحابہ

حضرت جی مولانا محمد سعد صاحب کاندھلوی دامت برکاتہم العالیہ (بروز ہفتہ بعد عشاء)

میرے محترم بزرگو دوستو عزیزو!

اس زمانے میں سب سے قیمتی انسان سب سے بے قیمت بنا ہوا ہے:

اس زمانے میں سب سے قیمتی انسان سب سے بے قیمت بنا ہوا ہے، اور سب سے بے قیمت چیز سب سے زیادہ قیمتی بنی ہوئی ہے، اور وجہ اس کی یہ ہے کہ جب انسان انسانوں کا میدان محنت نہیں رہے گا، تو انسان کی قیمت ختم ہو جائے گی، اور معمولی چیزوں کے لیے انسانوں کو ضائع کیا جائے گا، مسلمان کا قتل اس لیے آسان ہو گیا ہے اس زمانے میں کہ مسلمان میدان محنت نہیں رہا، سب سے زیادہ بے قیمت ہو گیا انسان، حالانکہ اللہ نے سب سے زیادہ قیمتی انسان کو بنایا، ﴿لقد خلقنا الإنسان فی احسن تقویم﴾ قسم کھا کر کہہ دیا کہ اگر تو چاند سے زیادہ خوبصورت نہ ہو تو تجھے طلاق، عورت پردہ میں ہو گئی، وہاں محکمہ قائم ہو گیا، کہ چاند کی خوبصورتی سے تو مثالیں دی جاتی ہیں، اگر یہ کہہ دیا بیوی سے کہ اگر تو چاند سے زیادہ خوبصورت نہیں تو تجھے طلاق، دیندار عورت تھی، پردہ میں ہو گئی، مقدمہ گیا قاضی کے یہاں، سب نے ایک ہی بات کہی کہ جی ہاں! طلاق ہو گئی، اس لئے کہ چاند سے خوبصورت کوئی چیز نہیں، امام صاحب نے کہا طلاق نہیں ہوئی، کیونکہ اللہ نے انسان سے زیادہ خوبصورت دنیا میں کوئی چیز بنائی نہیں، اگر کوئی حور کے بارے میں کہدے کہ حور عورت سے زیادہ خوبصورت ہے تو غلط خیال ہے، کیونکہ تکوین میں حوریں بھی داخل ہیں، چاند بھی داخل ہے، ستارے بھی داخل ہیں، پریاں بھی داخل ہیں، ساری مخلوق کے مقابلے میں انسان خوبصورت ہے، سمجھے۔( )

اللہ کے بندوں کو اللہ سے جوڑنے کے لیے جان و مال کا خرچ کرنا، اگر اس میں کوئی رکاوٹ پیش آ جائے اس رکاوٹ کو ہٹانے کے لیے قتال ہے، ملک و مال کے لئے قتال نہیں ہے:

تو وہ انسان بے قیمت ہے اس زمانے میں؛ کیوں؟ اس لیے کہ جب انسان میدان محنت نہیں رہے گا اور چیزیں میدان محنت بنیں گی تو چیزوں کے لیے انسان کو ضائع کیا جائے گا، ملک و مال کے لیے مسلمان مسلمان سے مقابلہ کرے گا، جب ملک و مال مقصود ہو گا، ہدایت مقصود نہیں ہو گی، چنانچہ کسی مسلمان کو ضائع ہونے سے بچانا، چاہے ایک مسلمان کی جان جانے سے ایک قلعہ فتح ہوتا ہو، کفار کا قلعہ فتح ہو جائے اس سے زیادہ بڑا نقصان ایک مسلمان کی جان کا ضائع ہونا ہے، ہم سمجھتے ہیں کہ اگر اتنے مسلمانوں کی جان چلی جائے اور قلعہ فتح ہو جائے، ملک و مال کے لیے جان پیش کرنا یہ تو کہیں ثابت ہی نہیں، ہاں اللہ کے بندوں کو اللہ سے جوڑنے کے لیے جان و مال کا خرچ کرنا، اگر اس میں کوئی رکاوٹ پیش آ جائے اس رکاوٹ کو ہٹانے کے لیے قتال ہے، ملک و مال کے لئے قتال نہیں ہے۔

اس طرح فتح کے بعد بیت اللہ بھی غیروں کے حوالے کر دیا گیا، آپ ہی چابی رکھئے، آپ ہی تولیت رکھئے، دنیا میں کون سا قلعہ کون سی عمارت ایسی ہے اس کو حاصل کرنے کے لیے بھی مسلمان لڑے، بیت اللہ کے بارے میں آپ ﷺ نے فرمایا کہ بیت اللہ جس حال میں ہے اسی پر رہے گا، اور چابی جن کے پاس ہے، انہیں کے پاس رہے گی۔

عثمان بن طلحہ سے کہا حضور اکرم ﷺ نے: اے عثمان! میرا دل چاہتا ہے بیت اللہ کی زیارت کرنے کو، عثمان نے کہا: نہیں، عثمان ایک نظر دیکھنا چاہتا ہوں؛ فرمایا اے عثمان! یہ تو بتاؤ جس دن بیت اللہ کی چابی میرے ہاتھ میں ہوگی، اور میں جس کو چاہوں گا دوں گا، عثمان نے کہا یہ زمانہ آئے گا، یہ کبھی نہیں آسکتا، آپ ﷺ نے بہت کوشش کی ایک مرتبہ بیت اللہ کے اندر جاکر زیارت کرلیں، عثمان نے چابی نہیں دی، آپ ﷺ نے فرمایا: اے عثمان وہ دن آنے والا ہے، چابی میرے ہاتھ میں ہوگی اور میں جس کو چاہوں گا دوں گا، فرماتے ہیں فتح مکہ کے دن چابی آپ کے ہاتھ میں تھی، کہا آج یہ چابی میں جس کو چاہوں گا دوں گا، فرمایا عثمان کہاں ہے؟ عثمان بتاؤ وہ دن یاد ہے تمہیں، یہاں بیٹھ کے کہہ رہے تھے چابی آپ کو نہیں دوں گا، تم نے تو ہمیں نہیں دی، مگر میں چابی تمہیں دوں گا، ہم اب چابی کے مالک بن کر چابی دیں گے، عثمان رو دیے، معاف کرنا وہ زمانہ جاہلیت تھا،

ایک مسلمان کی جان جانے سے پورا جزیرہ عرب کسی کو ملتا ہو، تب بھی ایک مسلمان کی جان زیادہ قیمتی ہے:

تو یہ ہے بات اصل، اس زمانے میں مسلمان مسلمان سے ملک و مال کے لیے لڑ رہا ہے، میں نے عرض کر دیا کہ ایک قلعہ فتح ہوتا ہو، ایک مسلمان کی جان جانے سے، ایک مسلمان کی جان جانے سے پورا جزیرہ عرب کسی کو ملتا ہو، تب بھی ایک مسلمان کی جان زیادہ قیمتی ہے، پورے جزیرہ عرب پر حکومت کرنے سے، حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں، حضرت عمرؓ نے پوچھا اپنی جماعت سے کہ جب تم کسی شہر کا محاصرہ کر لیتے ہو، تو پھر تم اس شہر کا محاصرہ کرنے کے بعد اس شہر کے مشرکین اور اس شہر کے دشمنوں کے ساتھ کیا معاملہ کرتے ہو، کہنے لگے کہ جی ہم یہ کرتے ہیں کہ آگے کے حالات معلوم کرنے کے لئے اور تجربہ کے طور پر ہم میں سے ایک آدمی کو بھیجتے ہیں شہر کی طرف، اور ہم اس کے لئے معمولی سی کھال کی ڈھال دیدیتے ہیں، تاکہ وہ اپنی حفاظت کرے اور آگے جاکر سب کے لئے حالات معلوم کر کے آئے۔

حضرت عمرؓ نے فرمایا: تمہارا کیا خیال ہے اگر بجائے تلوار کے اس تلوار ہونے کے اس کو ڈھال سے روک سکتا ہو اگر اس کو کوئی پتھر مار دے دور سے تو نے کہا جی پھر تو وہ قتل ہو جائے گا مسلمان، فرمایا ایسا ہرگز نہ کرنا، کہ تم ایک مسلمان کے ضائع ہونے کو سارے مسلمانوں کی جانیں بچنے ہلاکامت سمجھنا، فرمایا: قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے تم ایسا شہر فتح کرلو جس میں چار ہزار جنگجو اور طاقتور تمہارے دشمن ہوں اور تم ایسے علاقے کو فتح کرلو اور اس کے فتح کرنے میں ایک مسلمان کی جان جاتی ہو ہمیں یہ بات خوش نہیں کرتی، ہمیں یہ بات اچھی نہیں لگتی، خدا کی قسم کہ تم ایسا علاقہ فتح کرو جس میں چار ہزار جنگجو تم سے مقابلہ کرنے والے ہوں اور اس کو فتح کرنے میں ایک مسلمان کی جان ضائع ہوتی ہو اس بات

سے ہمیں خوشی نہیں ہوتی، حضرت عمر نے فرمایا: ایک مسلمان کو تم کفار کے ہاتھ سے چھڑا دو، یہ مجھے پورے جزیرہ عرب کے حاصل کرنے سے زیادہ پسند ہے، یہ ایک مسلمان کا مقام ہے، سارا جزیرہ عرب مجھے حاصل ہو جائے اس سے زیادہ مجھے یہ بات پسند ہے کہ ایک مسلمان کو کفار کے قید سے چھڑایا جائے،

مسلمان کو ڈرانا اگر چہ مذاق میں ہی کیوں نہ ہو

مسلمان کو عداوت میں ستانہ کتنا بڑا جرم ہوگا جب مذاق میں ستانا صرف گناہ نہیں، سب سے بڑا گناہ ہے:

آج کل لوگوں نے اس کو مذاق بنالیا ہے، مسلمان کو عداوت میں ستانہ کتنا بڑا جرم ہوگا جب مذاق میں ستانا بھی گناہ ہے، گناہ نہیں سب سے بڑا گناہ ہے، سب سے بڑا ظلم ہے، مسلمان کو مذاق میں ستانا، مذاق میں تھوڑی دیر کے لیے پریشان کریں گے، اتنی دیر کے لیے اگر مسلمان پریشان ہو جائے آپ اس کا کوئی سامان چھپادیں، کھیل کرنے کے لیے مذاق کرنے کے لیے اس کی حدیث میں سخت ممانعت ہے، کہ ایک مسلمان سے مذاق کے طور پر بھی اس کی کوئی چیز چھپا دینا تھوڑی دیر کے لیے، پھر اس کو پریشان ہو جائے گا وہ تھوڑی دیر کے لیے، اتنا پریشان کرنے کو بھی فرمایا حدیث میں کہ ظلم عظیم ہے، بڑا ظلم ہے۔

مسلمان کو ڈرانا ابوحسن کہتے ہیں کہ یہ عقبی اور بدری صحابی ہیں بیعت عقبہ میں شریک تھے بدری ہیں، کہتے ہیں کہ بیٹھے ہوئے تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ، ایک آدمی اپنی جگہ سے کھڑا ہو کر گیا، جوتے اپنے وہیں بھول گیا جہاں بیٹھا تھا، کسی نے اس کے جوتے اٹھا کر چھپا دئے، یہ آدمی واپس آیا اس جگہ پر، تلاش کیا، لیکن اس کے جوتے نہیں ملے، اس نے کہا میرے جوتے کہاں، میرے جوتے کہاں، تو میں نے کہا جی ہم نے نہیں دیکھا نہیں، کچھ دیر میں پریشان کر کے کہا کہ ہاں یہ ہے یہاں ہیں جوتے میرے پاس، آپ نے اتن کی بات سن کر فرمایا کہ تم اللہ کے یہاں کیا جواب دو گے ایک مسلمان کو اتنی دیر کے لیے پریشان کرنے کا، عرض کیا، یا رسول اللہ! میں نے تو کھیل میں ایسا کیا تھا، مذاق میں کیا تھا، آپ ﷺ نے دوبارہ فرمایا کہ ایک مومن کو اتنی دیر پریشان کرنے کا تم کیا جواب دو گے، انہوں نے کہا جی میں تو مذاق کر رہا تھا فرمایا اس کا جواب دو ایک مسلمان کو پریشان کرنے کا اللہ کے ہاں کیا جواب دو گے۔

ایک روایت میں ہے عامر ربیعہ کہتے ہیں کہ ایک آدمی نے ایک آدمی کے جوتے اٹھا کر چھپا دئے، اور وہ مذاق کر رہا تھا، آپ سے تذکرہ کیا گیا ہے اس کا کہ یا رسول اللہ اس آدمی نے ایسا کیا ہے، آپ ﷺ نے فرمایا مسلمان کو ڈرانا مت مذاق میں بھی نہ ڈرانا، اس لیے کہ مسلمان کو ڈرانا ظلم عظیم ہے۔

بیان بعد فجر حضرت جی مولانا **محمد سعد صاحب** کاندھلوی دامت برکاتہم العالیہ

بروز اتوار، ۲۰/ربیع الثانی ۱۴۴۵ھ - 5/نومبر 2023ء

میرے عزیز دوستو اور بزرگو!

آگے بڑھنے کے دو راستے ہیں:

دو راستے ہیں آگے بڑھنے کے، ایک راستہ تو ہے قبولیت کا' جس کا تعلق صفات سے ہے، ایک آگے بڑھنے کا راستہ لوگوں کو نظر آتا ہے شُہرت کا، شُہرت سے بھی آدمی کو اِس کا دھوکہ لگ جاتا ہے کہ وہ آگے بڑھ رہا ہے؛ حالانکہ مشہور ہونا اصل نہیں ہے مقبول ہونا اصل ہے۔

شُہرت اور قبولیت میں فرق:

قبولیت کا تعلق صفاتِ قبولیت سے ہے، اِس لیے کہ شُہرت اور قبولیت میں فرق یہ ہے کہ شُہرت کی اِبتداء زمین سے ہوتی ہے اور بادلوں تک بھی نہیں پہنچتی اور قبولیت کی ابتداء عرش سے ہوتی ہے' اعلان ہوتا ہے عرش پر' کہ فلاں ابنِ فلاں سے اللہ تعالیٰ محبّت کرتے ہیں؛ فرشتو! تم اُس سے محبّت کرو؛ یہاں تک کہ ہر آسمان پر یہ اعلان ہوتا ہے اور ہر آسمان کا اعلان دوسرے آسمان تک پہنچایا جاتا ہے، حدیث میں آتا ہے ثم.................پھر اِن کے لیے قبولیت زمین پر اُتار دی جاتی ہے۔ اللہ ربُّ العزّت اپنی ہر مخلوق کا جو عبادت کے لیے بنائی گئی ہے' اللہ تعالیٰ اُس کا امتحان لیتے ہیں۔ یہ بندہ اطاعت پَر ہے یا خواہش پر ہے۔ اگر وہ قبولیت والا ہے تو امتحان میں کامیاب ہو کر آگے بڑھے گا، اور نعوذ باللہ ثم نعوذ باللہ! اگر شُہرت ہے' تو اِنکار کر کے پیچھے ہٹے گا، یہ اللہ تعالیٰ کا ضابطہ ہے۔

آپ جس سطح کے امتحان پر کامیاب ہو جائیں گے آپ کو اُس سے اگلی ڈگری مل جائے گی:

یہ امتحان سخت امتحان ہوتا ہے، اور ساری دنیا کا دستور ہے کہ آپ جس سطح کے امتحان پر کامیاب ہو جائیں گے آپ کو اُس سے اگلی ڈگری مل جائے گی۔ کسی بھی لائین میں آدمی چلے جائے۔ ڈاکٹری میں چلے جاؤ، انجینئرنگ میں چلے جاؤ، تعلیم میں چلے جاؤ، جس سطح کا آپ کا امتحان ہوگا' اگر اُس میں آپ کامیاب ہو گئے تو آپ کو اُسی وقت ترقی مل جائے گی، ورنہ تنزّلی ہے۔

اگر حال کے اَمر کا انکار کردے تو تکبّر پیدا ہوا ہے، اور اگر حال کے امر کو پورا کردے تو تواضع پیدا ہو رہی ہے:

اللہ رب العزت! ہر احکام لا کر یہ جانچنا چاہتے ہیں کہ اب تک کی عبادت سے اور اب تک کی اطاعت سے اِن کے اندر تواضع پیدا ہوئی یا کِبر پیدا ہوا ہے۔؟۔ یہ بہت آسان ہے؛ اگر حال کے اَمر کا انکار کردے تو تکبّر پیدا ہوا ہے، اور اگر حال کے امر کو پورا کردے تو تواضع پیدا ہو رہی ہے، حدیث میں ہے: من تواضع لله رفعه الله کہ اللہ تعالیٰ بلندی اُن کو عطاء فرماتے ہیں جو اِس امتحان میں تواضع اختیار کر کے حکم کو قبول کر لیتے ہیں؛ مَیں عَرض کروں گا' اللہ ربُّ العزت حال کا اَمر لاتے ہیں اور وہ

حال کا امر وہ انسان کی حیثیت اور حالات کے اتنا خلاف ہوتا ہے کہ اگر وہ حالات کے مطابق ہو اور آدمی کا مزاج احکام کے مزاج کے مطابق ہو تو یہ کوئی امتحان نہیں ہے۔ اِس کا مطالبہ کرنا کہ ہمیں وہ کہا جائے جو ہم چاہتے ہیں!! یہ سَراسَر خواہش ہے اِس کا دین سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کا یہ نظام ہے کہ ہم حال کا امر ایسا لائیں گے جس میں جانچ ہوگی اِس بات کی کہ اِن کے اندر تواضع پیدا ہو رہی ہے یا اِس عبادت سے فخر اور کِبر پیدا ہو رہا ہے' ہم اِس کا امتحان ضرور لیں گے، قرآن نے صاف کہا ہے: کہ کیا یہ خیال کرلیا ہے لوگوں نے کہ وہ اٰمَنَّا کہنے پر چھوڑ دیئے جائیں گے، اُن کا ایمان قبول کرلیا جائے گا!! نہیں! ہم آزمائے بغیر نہیں چھوڑیں گے۔ جو بھی اٰمَنَّا کہے گا' ملائکہ سے لے کر عام انسانوں تک جو بھی اٰمَنَّا کہے گا ہم اُس کا امتحان لیں گے اور ہمارا اِمتحان اِتنا سخت ہوگا کہ اُس اِمتحان سے فیصلہ ہوگا کہ اب تک کی عبادت کے اندر تواضع پیدا ہو رہی ہے یا کِبر پیدا ہو رہا ہے؛ یہ بہت غور کرنے کی بات ہے۔

ہمیں شکایت ہوتی ہے کہ ہمیں پیچھے کیا جا رہا ہے۔ (مَیں بہت اہم بات عرض کر رہا ہوں' اپنی ذات سے بھی کہہ رہا ہوں)، اِس لیے کہ مخلوق میں شُہرت حاصل کر کے خالق کے یہاں بلندی مل جائے ایسا ممکن نہیں ہے۔ سب سے اہم سوال یہ ہے کہ میری میرے رب کے ساتھ خلوت کیسی ہے، یہ بُنیادی چیز ہے۔ اگر میری میرے رب کے ساتھ خلوت اچھی ہے تو ممکن ہی نہیں ہے کہ اِن کے مخلوق کے درمیان کے تعلقات بگڑیں؛ یہ ممکن ہی نہیں ہے۔

لیکن پہلے ہر شخص کی اللہ تبارک وتعالیٰ کی ذات کے ساتھ خلوت بگڑتی ہے' پھر اِس کی مخلوق کے ساتھ جلوت بگڑ جاتی ہے؛ اِس لیے! دُعاء ہے کہ: اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ سَرِیْرَتِیْ خَیْرًا مِّنْ عَلَانِیَتِیْ وَاجْعَلْ عَلَانِیَتِي صالِحًا اِس کا مطلب یہ ہے کہ: جلوت کی زندگی کا بہتر ہونا اللہ تعالیٰ کے ساتھ خلوت کے بہتر ہونے پر موقوف ہے۔

آپ کی اللہ تعالیٰ کے ساتھ خلوت کیسی ہو؟

یہ سوال پہلا ہے کہ آپ کی اللہ تعالیٰ کے ساتھ خلوت کیسی ہو؟۔

مَیں صاف طور پر عَرض کرتا ہوں: مسلمان کو مسلمان سے نفرت جب ہوتی ہے جب ان کی خلوت اللہ ربُّ العزت کے ساتھ بگڑ جاتی ہے، یہ ایک اُصولی بات ہے۔ سوال اِس کا ہے کہ آپ کی اللہ تبارک وتعالیٰ کے ساتھ خلوت کیسی ہے!!۔ اِس لیے فرمایا: مَنْ اَصْلَحَ مَابَیْنَہٗ وَبَیْنَ اللّٰہ اَصْلَحَ اللّٰہُ مَابَیْنَہٗ وَبَیْنَ خَلْقِہٖ اِجتماعِ اُمّت کے سارے مسائل کا حل اُس کی پہلی شرط یہ ہے کہ تمہاری اللہ تعالیٰ کے ساتھ خلوت کیسی ہے!!۔

ایمان اور نفاق یہ جمع اِس لیے نہیں ہو سکتے کہ منافقین کی خلوت کفّار کے ساتھ ہوتی تھی اور اِن کی جلوت ایمان والوں کے ساتھ؛ (مَیں نے ایک بہت اہم بات عَرض کی ہے)۔ قرآن نے اُسے خلوت کہہ کر بیان کیا ہے۔ اگر کوئی توجّہ دے تو قرآن نے اِس کو خلوت کہا ہے؛ تنہائی نہیں!! خلوت۔ خلوت کہتے ہیں خُلَّت کو، اور خُلَّت کہتے ہیں دوستی کو۔ اور قرآن نے یہ لفظ اِستعمال کیا ہے: قالوا انا معکم. تو اِن کی جلوت ایمان والوں کے ساتھ، وہ اِس لیے بگڑتی ہیں کہ اِن کی خلوت شیاطین'

کفّار کے ساتھ ہے۔تو مجھے عَرض کرنا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا یہ دستور رہے کہ وہ اِمتحان لیے بغیر کسی کو چھوڑیں گے نہیں!!اور اِمتحان یہ ہوگا کہ اب تک کی عبادت سے اِطاعت کتنی پیدا ہوئی ہے اور اگلے امر کو پورا کرنے کی اِستعداد پیدا ہوئی ہے یا نہیں ہوئی ہے؟!!۔اِس لیے کہ اگر کِبر پیدا ہو رہا ہے تو نعوذ باللہ۔۔۔تو یہ اگلے اَمر کا انکار بھی کر دے گا اور اگلے امر کو ظلم سمجھے گا کہ یہ میرے ساتھ یہ زیادتی ہے، کہ مجھے ایسے کام کے کرنے کے لیے کہا جائے جو میرے کرنے کا نہیں ہے؛اگر کِبر پیدا ہو رہا ہے تو یہ اگلے امر کو غور کرے گا کہ یہ اگلا امر جو آرہا ہے یہ میری حیثیت کے خلاف ہے' یا میری حیثیت کے مطابق ہے؛اِس لیے کہ اللہ تعالیٰ کا دستور رہے یہ، کہ یہ وہ حُکم لائیں گے کہ جس سے فیصلہ ہو کہ تواضُع پیدا ہو رہی ہے یا کِبر پیدا ہو رہا ہے!۔

پہلا اِمتحان:

اللہ تعالیٰ نے پہلا اِمتحان ملائکہ کا لیا۔سب سے آگے عبادت میں وہی ہیں' پہلا امتحان اُنہی کا ہے۔اور اِمتحان یہ لیا کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت ہوتے ہوتے اور اللہ تعالیٰ کو سجدہ ہوتے ہوتے اچانک اَمر آیا کہ آدم کو سجدہ کرو!!،یہ ایک ایسا اَمر ہے کہ جو حیثیت کے بالکل خلاف ہے!!۔ہماری حیثیت اعلیٰ ہے، اِن کی حیثیت ادنیٰ ہے۔ہماری حیثیت پُرانا ہونا ہے' اِن کی حیثیت نیا ہونا ہے۔ہماری حیثیت روشنی کی ہے' اِن کی حیثیت ظُلمت کی ہے، یہ تو ابھی پیدا ہوئے ہیں۔اور ہم تو بہت پُرانے ہیں، ہمارا اِن کا تو یہ مقابلہ ہی نہیں ہے۔آدم علیہ السلام کو ادنیٰ سمجھ کر ابلیس نے سجدہ سے انکار کیا ہے۔یہ اُس کے کُفر کا سبب بنا ہے اور اہلِ یمن نے حضرت اُسامہ کے انتظار کو حقیر سمجھا ہے' یہ اہلِ یمن کے اِرتداد کا سبب بنا ہے۔(مَیں ایک اوپر کی بات اور ایک بالکل نیچے کی بات عَرض کر رہا ہوں) آپ دونوں پر غور فرمائیں۔ایک ہے اُوپر کی بات: ملاءِ اعلیٰ میں' کہ آدم کو حقیر سمجھ کر ابلیس نے سجدہ سے انکار کر دیا؛ *اَنَا خَیرٌ مِّنہُ* کہ مَیں اِن سے بہتر ہوں، مجھے یہ اَمر کہ مَیں اِن کو سجدہ کروں!!۔یہ میری حیثیت کے خلاف ہے' یہ مَیں نہیں کر سکتا، آپ کوئی اور حُکم دیجئے' ہم کر لیں گے۔تو ایک ابلیس کے ابلیس بننے کا نسخہ ہی یہی ہے، کہ وہ حال کے امر کو سُن کر یہ دیکھے کہ آیا مَیں یہ کام کر سکتا ہوں یا نہیں!! میرے کرنے کا ہے یا نہیں ہے!! اُس نے اِنکار کر دیا' *اَنَا خَیرٌ مِّنہُ*، کہ میں ان سے بہتر ہوں۔یہ ایک امتحان تھا، سب نے سجدہ کیا سوائے ابلیس کے' کہ میں اِن سے بہتر ہوں۔اِس لیے علماء نے لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی آسمانوں پر پہلی جو نافرمانی ہوئی ہے وہ حسد کی وجہ سے ہوئی ہے اور زمین پر پہلا جو قتل ہوا ہے وہ حسد کی وجہ سے ہی ہوا ہے۔پہلی نافرمانی زمین پر حسد کی وجہ سے اور پہلی نافرمانی اللہ تعالیٰ کی آسمانوں میں حسد کی وجہ سے ہوئی۔

تو مَیں نے عرض کیا کہ یہ ایک امتحان تھا۔اللہ رب العزت نے یہ حُکم دیا کہ آدم کو سجدہ کرو، ابلیس نے انکار کر دیا' ابلیس نے اس کا انکار کیا؛ *اَنَا خَیرٌ مِّنہُ* معلوم ہوا کہ عمل کرتے کرتے کِبر بھی پیدا ہو سکتا ہے تواضع بھی پیدا ہو سکتی ہے۔اگر کبر پیدا ہو رہا ہے تو اگلے امر کو دیکھا جائے گا کہ یہ کام ہمارے کرنے کا ہے یا نہیں ہے!!۔وکذلک فتنا بعضھم ببعض اللیقولوا اھؤلاء من اللہ علیھم من بیننا الیس اللہ بأعلم بالشاکرین۔عجیب! قرآن کی آیت ہے کہ ہم اِس طرح بھی امتحان لیتے ہیں کہ یہ آپس میں

ایک دوسرے سے اِس بات پر حسد رکھتے ہیں‘ کہ یوں کہتے ہیں کہ ہمارے ہوتے ہوئے یہ خیر اِن کے حصہ میں کیوں آیا، کیا اللہ نہیں جانتے کہ اللہ کے بندوں میں قدردان کون لوگ ہیں۔

اِس لیے مَیں نے ایک بات شروع میں عَرض کی تھی کہ اللہ تعالیٰ کی ذات کے ساتھ جو خلوت کا تعلق ہے وہ ایسے راستہ سے قبولیت کو لاتا ہے کہ اُن کے معاصرین اور اُن کے زمانہ کے لوگ حیران رہ جاتے ہیں کہ اِن کو اللہ تعالیٰ نے کیا بلندیاں دے دی ہیں!!!۔۔۔۔۔۔۔۔ اِس لیے صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا مزاج یہ ملتا ہے کہ اگر اُنہوں نے یہ دیکھا کہ میدان میں کوئی آگے آرہا ہے تو وہ آگے بڑھنے والوں کے معاون ہوتے تھے، کہ جو آگے بڑھے گا ہم اُس کا تعاون کریں گے اور تعاون اِس لیے کریں گے تاکہ اِس خیر میں ہمارا حصہ ہو جائے؛ یہ نہیں کہ ہم تو اعلیٰ ہیں، ہمیں یہ چھوٹوں سے کیا لینا۔ حضرتِ ابوبکر اور حضرت عُمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما بیتُ اللہ سے کعبہ سے طواف کر کے باہر نکلے، سامنے سے دیکھا کہ ایک شخص اپنی بوڑھی ماں کو اپنی پیٹھ پر طواف کرانے کے لیے لے کر آرہا ہے، تو دونوں نے کہا کہ چلو! چلو! یہ اپنی ماں کو پیٹھ پر طواف کرائے گا‘ اِس کی دُعائیں قبول ہوں گی‘ چلو! ہم اِس کے پیچھے پیچھے چلتے ہیں اور اِس سے دُعاء کی درخواست کرتے ہیں۔ یہ نہیں کہ ہم کہاں!! یہ کہاں!!!۔ اِن سے کیا کہنا؛ حالانکہ آپ جانتے ہیں، کہ دونوں کا درجہ وہ ہے؛ کہ لو کان بعدالنبی لو کان عمر کہ جب درجہ یہ ہے کہ سارے صحابہؓ بھی اگر جمع ہو جائیں تو حضرتِ ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے درجہ کو نہیں پہنچ سکتے۔ ساری مخلوق کا وزن کیا گیا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مقابلہ میں تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا وزن زیادہ ہوا۔ (مشہور روایت ہے)۔ میں صرف ایک مثال عرض کر رہا ہوں؛ مَیں نے عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ امتحان ہوتا ہے، کہ ہم اِس طرح بھی امتحان لیتے ہیں‘ کہ ہم بعض کو بعض سے آگے بڑھائیں گے، تو اِن میں دیکھا جائے کہ اِن میں اب تک کی عبادت سے تواضُع پیدا ہو رہی ہے یا کِبر پیدا ہو رہا ہے، کہ **أَبىٰ واستکبر** کہ ابلیس نے انکار کیا اور بَڑائی ظاہر کی، کہ نہیں؛ یہ میری حیثیت سے نیچے کا کام ہے، یہ میری حیثیت کے خلاف ہے؛ تو یہاں مَیں کہتا ہوں کہ حکم آیا اللہ تعالیٰ کا ملائکہ کے امتحان کے لیے اس میں سب کامیاب ہو گئے، اس لیے کہ ترقی حال کے امر کو پورا کرنے میں ہے اور حال کا امر حیثیت کے خلاف بھی آئے گا۔ یہ پہلا امتحان ہے۔

دوسرا امتحان:

دوسرا امتحان حضراتِ انبیاء علیہم السلام کا ہے۔ کہ انبیاء علیہم السلام کو بھی اللہ ربُّ العزّت ایسا حکم دیتے ہیں جو حکم حال کے خلاف اور حالات کے خلاف اور جذبہ کے خلاف ہوتا ہے۔ اولاد ہونا ایک جذبہ ہے، ایک فطری جذبہ تو ہے ہی‘ مزید یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام اپنی امانت کی حفاظت کے لیے اللہ تعالیٰ سے اولاد طلب کرتے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اولاد طلب کی ہے: **ربنا لیقیموا الصلوٰۃ**؛ زکریا علیہ السلام نے اولاد طلب کی ہے‘ امانت کی حفاظت کے لیے؛ اِنِّي خِفۡتُ الۡمَوَالِيَ مِنۡ وَّرَائِي کہ مَیں اپنے بعد اپنے قرابت دار اور اپنے غلاموں سے اِس بات کا اندیشہ رکھتا ہوں کہ وہ اِس امانت کو

ضائع کردیں گے، اِس لیے مجھے اپنی اولاد چاہیے، دین کی حفاظت کے لیے اللہ تعالیٰ سے اولاد طلب کی ہے۔ مَیں نے عرض کیا کہ جس اولاد کو طلب کیا جاتا ہے اللہ تبارک وتعالیٰ سے دین کی خدمت کے لیے اُن کو آزمایا جاتا ہے اِس سے' کہ ہمارا حُکم ہے کہ بیٹے کو ذُبح کرو، اچانک حُکم آ گیا؛ بیٹے کو لٹاؤ۔ جذبہ ہے اولاد کے ہونے کا اور حُکم ہے ذُبح کرنے کا؛؛ کریں گے!! اِمتحان ہے' کریں گے ذبح؛ یہ چیز پر عمل کیا ہے، یہاں بیٹھے کھیلتے رہتے ہو؛ مجھے حُکم ہے ذُبح کریں گے۔ شیطان نے بہت کوشش کی کہ اس وقت اگر یہ اس کا انکار کرتے (نعوذ باللہ) تین مرتبہ کوشش کی' ہر موقع پر اُس کو پتھر مار کر آگے بڑھے۔ تین مرتبہ کوشش کی، یہ انکار کرتے، اِتنا ہی نہیں بلکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بیٹے سے نیت صحیح کروائی کہ تم یہ فیصلہ کرو کہ تمہارا ذُبح ہونا باپ کے امر سے ہے یا اللہ تعالیٰ کے امر سے ہے؛ فانظر ماذا تریٰ اپنے بارے میں خود غور کرو، جواب میں کہا: افعل ماتؤمر آپ کو وہ کرنا چاہیے جس کا آپ کو اللہ تعالیٰ نے حُکم دیا ہے۔

تو مَیں نے عرض کیا کہ یہاں حُکم آیا ہے اور یہ حُکم آیا ہے جذبہ کے خلاف!! کہ جذبہ اولاد کے ہونے کا ہے' اور حُکم اُس کو ذُبح کرنے کا ہے، اِس لیے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بارے میں تو فرمایا ہے قرآن میں' کہ ہم جتنے احکام دیئے اُنہوں نے احکام کو پورا کیا، صفات میں بھی آگے بڑھے، اور ابتلاآت میں بھی آگے بڑھ گئے؛ فرمایا: اِنِیۡ جَاعِلُکَ للناس اماما کہ پھر تو ہم ایسے آدمی کو امامت کا کام دیں گے۔

تو مَیں نے عرض کیا کہ یہاں حُکم آیا جذبہ کے خلاف؛ فطری جذبہ ہوتا ہے اولاد کے ہونے کا' اور حُکم اُس کے ذُبح کرنے کا ہے

تیسرا امتحان:

میرے عزیز و دوستو بزرگو! اِسی طرح انبیاء علیہم السلام کو اللہ تعالیٰ جن کاموں کے کرنے کا حُکم دیتے ہیں' کبھی اُن کاموں سے روک بھی دیتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صحابہؓ کو لے کر عُمرہ کے لیے تشریف لے گئے، اور دیکھئے آپ! جذبہ عُمرہ کرنے کا ہے' حُدیبیہ میں آپ ؐ کو روک دیا گیا' اور بڑی سخت شرائط لگائیں مُشرکین نے؛ عُمرہ نہیں کرنے دیں گے، اگلے سال آیئے!! ہتھیار لے کر نہیں آئیں گے، رسول نہیں لکھنے دیں گے، ساری شرطیں لگیں، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: آج جو یہ شرط مجھ سے چاہیں گے مَیں اُس کو پورا کروں گا۔ یہاں سخت امتحان تھا۔ صحابۂ کرامؓ کا بھی، کہ ہم یہ دیکھنا چاہتے ہیں کہ اب تک جو نبی کی صحبت میں رہے ہیں اگر ہم اگلا کوئی اَمر ایسا لے آئیں جو اِن کے جذبہ کے خلاف ہو؛ تو یہ اس کو پورا کرتے ہیں یا نہیں!!؟۔

سنئے آپ! حُدیبیہ میں حُکم آ گیا، بظاہر رُکاوٹ کفّار کی طرف سے ہے، لیکن اصل اللہ تعالیٰ کا حُکم ہے' امتحان کے لیے کہ اگر ہم یہ حُکم دیں واپس جانے کا تو یہ ہماری بات مانتے ہیں یا کفّار سے مقابلہ کر کے عُمرہ کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ آپ غور تو کیجئے!! مَیں کہتا ہوں کہ اگر ظاہری رکاوٹ نہ ہوتی مُشرکین کی طرف سے اور اللہ تعالیٰ فرماتے کہ عُمرہ نہیں کرنا ہے، تو مَیں کہتا ہوں کہ اِس پر عمل کرنا کوئی مشکل نہیں ہے؛ ٹھیک ہے!!۔ آپ نے کہا: ایک مہینہ کے روزے رکھو رمضان کے'

عید کو روزہ نہیں رکھنا، کہ نہیں رکھیں گے۔ کسی میں کتنا بھی جذبہ روزہ رکھنے کا ہو اُس کے لیے عید کے دن روزہ چھوڑ دینا آسان ہے۔ مَیں مثال دیتا ہوں۔ اگر کسی عمل سے روک رہے ہیں اللہ تعالیٰ تو اُس سے رُکنا بہت آسان ہے' مگر یہاں بظاہر رُکاوٹ مُشرکین ہیں، ہم دیکھنا چاہتے ہیں کہ تُم ! طواف کی عبادت کے لیے کفّار سے مقابلہ کرکے طواف کرتے ہو؛ یا ہمارا حکم مان کر واپس جاتے ہو!! بڑا سخت امتحان تھا، کہ ہم دیکھنا چاہتے ہیں، اِدھر جذبہ عُمرہ کرنے کا، بیت اللہ کی زیارت کا' کن کن تمنّاؤں کے ساتھ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین آئے اور یہاں یہ نبیؐ کا فیصلہ ہے کہ واپس چلے جاؤ!!۔ ہم یہ دیکھنا چاہتے ہیں کہ یہ اِس وقت نبی کی بات پر عمل کرتے ہیں، یا' نعوذ باللہ ثُمَّ نعوذ باللہ! یہ کہہ کر کہ جی! ٹھیک ہے؛ آپ اگر نہیں کر رہے ہیں تو ہم کریں گے' (نعوذ باللہ)۔ دیکھنا یہ ہے کہ اب تک کی محنت سے نبی کی اطاعت پر آپ کتنے آئے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حکم دیا کہ واپس جانا ہے۔ حضرت عُمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک ایک کے پاس جاتے' ایک ایک سے پوچھتے' ایک ایک سے کہتے کہ کیا ہم حق پر نہیں ہیں! کیا عُمرہ عبادت نہیں ہے، کیا یہ غلطی پر نہیں ہیں، ہر ایک کا ایک جواب ہوتا تھا' کہ عُمرؓ! یہ اللہ کے رسولؐ ہیں۔ ہر طرف سے نظر پھیر لو، صرف یہ دیکھو کہ اللہ کے رسولؐ کا حکم کیا ہے۔ حضرت عُمرؓ فرماتے ہیں: اُس دن مَیں عُمرہ کرنے پر جو میرا اصرار تھا مَیں اُس اصرار پر اِتنا ڈر گیا تھا کہ آپؐ پر وحی آنے لگی تو مَیں اپنی سواری کو لے کر ساتھیوں سے الگ ہو گیا کہ عُمر پر آسمان سے عذاب آرہا ہے' ساتھیوں پر نہ آئے (اللہ اکبر!) اگر ایک عُمرہ کی اجازت کی رائے دینے پر آدمی اتنا ڈر جائے کہ خُدا نہ کرے' کوئی خواہش کی بُنیاد پر رائے دے رہا ہو تو اُس کو کتنا ڈرنا چاہیے۔ مَیں ایک مثال عرض کرتا ہوں کہ بیت اللہ کے جیسی طواف اور اُس کی عبادت' اور وہاں کی عبادت کے بارے میں یہ کہہ رہا ہوں کہ رائے دے کر مَیں ڈر گیا، کہ مَیں نے دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر وَحی آرہی ہے تو مَیں سواری لے کر الگ ہو گیا کہ اللہ کا عذاب مجھ پر آرہا ہے میرے ساتھیوں پر نہ آئے، وہ فرماتے ہیں کہ اُس دن اپنی رائے پر اصرار کرنے کی وجہ سے پوری زندگی مَیں نے اعمال اور صدقات کیئے، کہ اے اللہ! میرا اُس دن کا گناہ معاف کر دے؛ مَیں نے نبی کی چاہت کے خلاف عُمرہ کرنے کا جذبہ کیوں رکھا۔ یہاں مَیں کہتا ہوں کہ حکم آیا واپسی کا' یہ واپسی کا حکم یہ اِس جذبہ کے خلاف، جذبہ عُمرہ کرنے کا' حکم واپسی کا، مَیں نے ایک بات شروع میں عَرض کی کہ اگر حال کے امر کو پورا کر دیا جائے باوجود نا گواری کے' باوجود عقل کے خلاف ہونے کے' باوجود اپنے اچھے جذبہ کے، تو اللہ تعالیٰ اُسی حال میں فتح دے دیتے ہیں۔ ابھی آپ یہاں سے ہٹے نہیں تھے، سورۂ فتح نازل ہوئی؛ تو فرمایا: کہاں ہے عُمر! بُلاؤ عمر کو؛ کہ عُمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف سے فتح آ گئی؛ حالانکہ یہاں فتح کی کوئی چیز نہیں ہے، ساری جو شرطیں لگائی گئی ہیں وہ ساری شرطیں' مَیں کہتا ہوں ہزیمت کی اور ناکامی کی ہیں، لیکن مَیں ۔۔۔۔۔۔۔۔ پہلے رکھوں گا، اِنَّا فَتَحۡنَا لَکَ فَتۡحًا مُّبِیۡنًا کہ ہم نے آپ کو کھلی فتح دی۔ صحابہؓ فرماتے ہیں تم مکہ پر حملہ کو فتح کہتے ہو اور ہم حُدیبیہ کو فتحِ مکہ کہتے ہیں۔ کہ حکم پر قدم اُٹھایا' اللہ تعالیٰ نے فتح دے دی۔ تو مَیں نے عَرض کیا کہ یہاں حکم آیا' یہ حکم آیا ہے اچھے جذبہ کے خلاف، جذبہ بہت اچھا ہے عُمرہ کرنے کا؛ بلکہ مزیدار بات یہ ہوئی کہ بعض صحابہؓ نے بجائے حَلق

کرانے کے اپنے بال کتروائے، اِس اُمید پر کہ شاید یہ ہمیں بال کترتے ہوئے دیکھیں؛ اور اِن کو خیال آجائے اور یہ امیر المؤمنینؓ اجازت دے دیں؛ سنو! دھیان سے بات؛ یہ بہت کام کی بات ہے، اگر نبی کا حکم یہ ہے کہ واپس چلنا ہے اِس فیصلہ کے بعد اگر کسی کے دل میں اِس کا خیال ہے کہ نہیں اچھا ہوتا عُمرہ کر لیتے ،تو وہ نبیؐ کی دُعاء کا مُستحق نہیں رہتا اور یہ سوچ کہ کاش! عُمرہ کر لیتے' نبیؐ کے فیصلہ کے بعد یہ سوچ رکھنا کہ کاش! عُمرہ کر لیتے یوں کہیں کہ یہ سوچ' دل میں یہ خیال' یہ ایمان کے مَنافی ہے۔ مَیں عرض کروں گا، اللہ تعالیٰ نے صاف فرمایا ہے قرآن میں: فَلَاوَرَبِّکَ لَایُؤْمِنُوْنَ حَتّٰی یُحَکِّمُوْکَ فِیْمَا شَجَرَ بَیْنَھُمْ ثُمَّ لَا یَجِدُوْ فِیْ اَنْفُسِھِمْ حَرَ جًا مِّمَّاقَضَیْتَ وَیُسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا. اللہ فرما رہے ہیں تیرے رب کی قسم! وہ لوگ ایمان والے کبھی ہو نہیں سکتے جو آپؐ کے فیصلہ کے بعد اپنے دل میں اپنی رائے باقی رکھیں۔ ایمان والے صرف وہ لوگ ہیں جو آپؐ کی بات کو پورے انشراح کے ساتھ تسلیم کر لیں۔ اور مَیں سمجھتا ہوں کہ اِس کے بغیر اُمّت کی اجتماعیت ہی ممکن نہیں ہے۔تو مَیں ایک بات عرض کر رہا تھا کہ بعض لوگوں نے بجائے حلق بنانے کے بال کتروائے، یہ بہت غور سے سُننے کی بات ہے!!۔ اِس اُمید پر کتروائے کہ شاید! بال کتروانے سے عُمرہ کا موقع مل جائے۔ بعض نے بال کتروائے' بعض نے حلق کرایا، آپؐ نے جو دُعاء کی مغفرت کے لیے وہ حلق کرانے والوں کے لیے تین مرتبہ دُعاء کی، اللھم اغفرلی الحلقی تین مرتبہ دُعاء ہے حلق کرانے والوں کے لیے۔ جب ایک صحابیؓ نے کہا آپؐ سے کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! جنھوں نے بال کتروائے ہیں اُن کے لیے بھی تو دُعاء کر دیجئے!! اُس کے کہنے پر کہا: اللھم۔۔۔۔۔۔۔۔۔ایک مرتبہ۔ کیونکہ اِن کے دل میں ایک ارادہ تھا' کہ بجائے حلق کرانے کے قصر کرا لیا جائے' اِس اُمید پر کہ شاید! کفّار کو رحم آجائے ہم پر اور اب بھی عُمرہ کی اجازت دے دیں۔ مَیں کہتا ہوں کہ نبیؐ کے حُکم کے بعد اگر کفّار آ کر بھی ان سے کہیں کہ آجاؤ! عُمرہ کر لو' تو اِن کا عُمرہ کرنا معصیت بنے گا۔

اگر کفّار یہ کہیں اُن سے کہ عُمرہ کر لو، اور کیوں نہیں؛ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عثمانؓ کو بھیجا' کہ جاؤ! عثمان! جو مسلمان مشرکین کی قید میں ہیں اُن کو ہم ایک پیغام پہنچانا چاہتے ہیں' کہ صبر کا اور استقامت کا، عثمان! تم جاؤ! تمہاری وہاں رشتہ داریاں ہیں، تُم وہاں جا کر اُن سے ملاقاتیں کرو جو مسلمان قید میں ہیں مُشرکین کے۔ حضرت عثمانؓ کو اُن کے چچازاد بھائی نے امان دی۔ یہ وہاں گئے۔ ابان نے کہا کہ عثمان! تم آئے ہو؛ آؤ! مَیں تمہیں عُمرہ کراتا ہوں، آؤ! مَیں تمہیں طواف کراتا ہوں!! حضرت عثمانؓ نے کہا کہ نہیں' مَیں طواف نہیں کروں گا اِس لیے کہ مَیں جس کام کے لیے آیا ہوں یہ کام کر کے مجھے واپس جانا ہے۔ اُنہوں نے کہا: میری حفاظت میں ہیں' میری امان میں ہیں!! کہا: نہیں' امان کا کوئی مسئلہ ہی نہیں ہے، مجھے اللہ کے رسولؐ نے جس کام کے لیے بھیجا ہے وہ کام کر کے واپس جاؤں۔ اِتنا صحابہٴ کرامؓ اطاعت پر تھے کہ حضرت عثمانؓ کو اُن کے چچازاد بھائی نے اپنی حفاظت میں' اپنی ذمہ داری پر کہ تمہیں کوئی ہاتھ نہیں لگائے گا' کوئی تمہیں اشارہ بھی نہیں کرے گا' تم چلو! طواف کر لو۔ اُنہوں نے کہا: مَیں اپنے ساتھیوں کے بغیر کیسے طواف کروں۔ اُدھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے

اپنا ہاتھ اپنے ہاتھ پر رکھا، حضرت عثمانؓ کو بیعت کیا، صحابہؓ کی بیعت ہوئی، بیعتِ شجرہ ہوئی، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہؓ کو بیعت کیا اور اپنا ہاتھ اپنے ہاتھ پر رکھ کر فرمایا: نیچے کا ہاتھ حضرت عثمانؓ کا ہے اوپر کا ہاتھ میرا ہے اور مَیں عثمان کو بیعت کر رہا ہوں۔ صحابہؓ نے کہا: عثمانؓ! تمہارے مزے ہیں، وہاں تم طواف کر رہے ہیں، یہاں بیعت ہو رہے ہیں، فرمایا: نہیں' عثمان! ہمارے بغیر طواف نہیں کریں گے۔ وہاں پہنچ گئے، اُنہوں نے خوشامد کی، اُن کے بھائی نے کہا کہ طواف کرلو میری ذمہ داری پر، کہنے لگے: ہم ایک اُمّت ہیں، ہماری ایک اِجتماعیت ہے، ہم اُس اِجتماعیت کو توڑنے کے لیے اس وقت طواف کرنے کو بھی اجتماعیت کے خلاف سمجھتے ہیں۔ آپ سوچیے تو صحیح! اللہ اکبر! مَیں کیا کہہ رہا ہوں' میری بات پر توجّہ دیجیے' کیسی اِجتماعیت اُمّت کی (اللہ اکبر!)۔ سارے مسلمان ایک ساتھ ہیں' ایک مسلمان کو اگر کفّار یہ کہہ رہے ہیں طواف کرلو' تو کہا: نہیں' مَیں مسلمانوں کے بغیر طواف نہیں کروں گا۔ بتائیے تو صحیح! حالانکہ سوچتے، موقع ملا ہے، نہیں' نہیں، ہم مسلمان! سب کے سب ایک جسم کے اعضاء کی طرح ہیں، کسی کے جسم کے ایک حصہ کو کاٹ کر الگ کر دیا جائے یہ نہیں ہوسکتا۔ باوجود کفّار کے خوشامد کرنے کے انہوں نے طواف نہیں کیا، اِسی لیے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عثمانؓ کو غائبانہ بیعت کیا ہے، یہ ان کی خصوصیت ہے، اپنا ہاتھ اپنے ہاتھ پر رکھ کر فرمایا: ہم عثمانؓ کو بیعت کر رہے ہیں، کہ اگر وہ یہاں نہیں ہیں تو ہم اُن کو یہاں حاضر سمجھتے ہیں، کیونکہ وہ وہاں ہمارے حکم کے مطابق کام کر رہے ہیں۔ ہاں! اِمتحان؛ کہ موقع اچھا ہے' کرتے چلو' کہ نہیں۔

حضرت حذیفہ نے ہدایات پر عمل کیا تو ابوسفیان کو ہدایت ملی:

حضرت حُذیفہ کو بھیجا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے' کہ جاؤ! حُذیفہ! میدان کا حال دیکھ کر آؤ، کوئی نیا کام مَت کرنا، وہاں ابوسفیان ملے، آگ پر ہاتھ تانپ رہے تھے، مُشرکین کے سپہ سالار سے مل کر آئے، بہت دل چاہا حضرت حذیفہ کا کہ اِسے قتل کرتا جاؤں، سارے مُشرکین کے پاؤں کٹ جائیں گے، میدان اپنے ہاتھ میں آجائے گا، اور یہ موقع جو مَیں دیکھ رہا ہوں' کوئی بھی نہیں دیکھ رہا ہے، ــــــ۔ مجھ سے کہا گیا ہے کہ نیا کام مَت کرنا' مگر (نعوذ باللہ) اللہ کے نبیؐ کو خبر نہیں ہے، کہ یہاں کیا حالات پیش آئے ہیں اِس وقت؛ اور موقع اچھا ہے' اسے نمٹا تا جاؤں، لیکن یہ خیال آیا کہ نہیں' مجھ سے کہا گیا تھا کہ نیا کام مَت کرنا۔ میدان میں اِس موقع کو گنوا دیا اور ضائع کر دیا حضرت حذیفہؓ نے' اِس خیال سے کہ مجھ سے یہ کام کرنے کے لیے نہیں کہا گیا۔ یہ ہے جو مَیں کہنا چاہتا ہوں کہ ساتھیوں کو مواقع بہت نظر آتے ہیں اور ہر آدمی موقع کے اعتبار سے قدم اُٹھالیتا ہے؛ یہ اُمّت کے تفرقہ کا ایک بڑا سبب ہے۔ ــــــــــــــــ

حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ابوسفیان کے قریب تک پہنچ گئے' تیر نکال لیا' اور جی چاہا کہ اس کا قتل کردوں! خیال کہ نہیں' مجھ سے یہ کرنے کے لیے نہیں کہا گیا۔ حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایسے ہی چھوڑ کر واپس ہونے لگے' تو اِدھر پلٹے میدان سے تو 20 رفرشتے گھوڑوں پر سوار اُن سے ملے۔ فرمایا: ہمارا اسلام کہہ دینا آپ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو، اور بتا دینا کہ فتح کا فیصلہ ہوگیا ہے۔ ہدایت پر عمل کیا' اللہ تعالیٰ نے ابوسفیان کو ہدایت دے دی۔ قتل کر دیتے تو وہ کہاں جاتے۔ جہنّم میں

جاتے۔ہم کہہ رہے ہیں کہ حال کا امر کیا ہے۔اور حال کا امر جو بھی ہوگا وہ جذبہ کے بالکل خلاف ہوگا۔اگر حال کا امر جذبہ کے مطابق ہواور حال کا امر حیثیت کے مطابق ہواور حال کا امر حالات کے مطابق ہواور حال کا امر معمول کے مطابق ہو،اِس کا پورا کرنا نہ کوئی کمال ہے، نہ کوئی امتحان ہے۔میری بات بہت توجّہ چاہتی ہے، کہ حال کا امر ہمیشہ معمول کے خلاف ہوتا ہے، حیثیت کے بھی خلاف ہوتا ہے، جذبہ کے بھی خلاف ہوتا ہے؛ ہم دیکھنا چاہتے ہیں کہ پورا کرتے ہیں یا نہیں۔تو مَیں نے عرض کیا کہ یہاں یہ حُکم آیا جذبہ کے خلاف کہ واپس ہو جاؤ۔حُدیبیہ میں صحابہؓ نے اطاعت کی، اِجتماعی طور پر اِطاعت کی، اللہ تعالیٰ نے فیصلہ کر دیا۔یہاں حُکم آیا صحابہؓ کے جذبہ کے خلاف۔

کبھی حُکم آئے گا معمول کے خلاف

جب یہ حُکم آئے گا معمول کے خلاف، کہ نماز ہو رہی ہے بیت المقدس کی طرف، ایک معمول چل رہا ہے، نماز ہو رہی ہے بیت المقدس کی طرف اور اُسی کے عادی ہیں لوگ، سترہ مہینے ہجرت کے بعد بھی مدینہ منورہ آنے کے بعد بیت المقدس کی طرف ہی نماز ہوتی رہی، اللہ تعالیٰ نے نماز کے دوران اچانک حُکم دیا کہ آپ رُخ پھیر لیجئے بیت المقدس سے بیت ُاللہ کی طرف، یہ حُکم اچانک آیا، نماز کے درمیان آیا، اِتنا بھی اللہ تعالیٰ کے یہاں گوارا نہیں ہے کہ آپ عصر سے اُدھر پڑھ لیں؛ کہ نہیں، حُکم کے ساتھ عمل ہوتا ہے یا نہیں ہوتا ہے، ہم دیکھنا چاہتے ہیں۔دو رکعت ظُہر کی ہو گئی تھی دو رکعت باقی تھی اس درمیان میں حُکم آ گیا، آپ! رُخ پھیر لیجئے! بیت المقدس سے بیت ُاللہ کی طرف۔صحابہؓ آپؐ کے ساتھ ساتھ۔عورتیں بچّے، مَرد، جتنے بھی تھے سب آپؐ کے ساتھ فوراً گھوم گئے، لیکن 3 قسم کے لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے قرآن میں اَحمق اور بے وقوف کہا: کفّار، یہود اور منافقین۔کفّار نے تو یہ کہا کہ آپ! ہمارے قبلہ کی طرف کیوں آئے؛ جب آپ ہمارے دین کو نہیں مانتے۔یہود نے کہا: کہ آپ نے ہمارا قبلہ کیوں چھوڑا ہے، جب یہ قبلہ پہلے سے چلا آ رہا ہے۔منافقین نے کہا: اِن کا کوئی ٹھکانہ نہیں ہے، کبھی کچھ کرتے ہیں، کبھی کچھ کرتے ہیں، کبھی کچھ کرتے ہیں، جی ہاں!۔یہ معترف!! اعتراف کرنے والوں کو کام تو کرنا ہوتا نہیں ہے؛ جب اِن سے کوئی اگلا کام کرنے کے لیے کہا جائے تو یہ یوں کہتے ہیں کہ کیا ضرورت تھی اِس کو تبدیل کرنے کی، جیسے چل رہا ہے ایسا ہی چلتا رہتا۔قرآن نے ایسا سوال کرنے والوں کو بے وقوف کہا ہے: سیقول السفھاء من الناس عنقریب یہ بے وقوف قسم کے لوگ کہیں گے کہ اِس کی تبدیلی کی تبدیلی کی ضرورت کیا تھی، جس طرح کام چل رہا تھا چلتا رہتا۔اور اللہ تعالیٰ شانہٗ کی حکمت یہ ہے کہ ہم یہ حُکم لا کر یہ دیکھنا چاہتے ہیں: من یتبع الرسول ممن ینقلب علی عقبیہ کہ ہم چھٹائی کے لیے حُکم لائے ہیں، من یتبع الرسول ممن ینقلب علی عقبیہ ہم چھٹائی کے لیے حُکم لائے ہیں، من یتبع الرسول ممن ینقلب علی عقبیہ کون ہیں جو نبیؐ کی اطاعت پر فوراً بیت ُاللہ کی طرف پھر جائیں، اور کون ہیں جو یہ کہیں کہ نہیں؛ پہلا قبلہ ٹھیک تھا۔ہم چھٹائی کے لیے حُکم لائے ہیں؛ کون اتباع کرتا ہے رسولؐ کا، کون پلٹ جاتا ہے۔۔۔۔۔۔۔

تو مَیں نے عرض کیا کہ یہاں حُکم آیا ہے معمول کے خلاف؛ ایک معمول ہے نماز کا، کہ یہاں حُکم آیا ہے۔۔۔۔۔۔۔اور حُکم آیا ہے معمول کے خلاف۔معمول ہے اِس طرف نماز کا، حُکم آ گیا کہ نہیں! آپ بالکل پلٹ جائیے!!۔ایسا بھی نہیں ہوا

کہ چلواُس کوعصر تک مؤخر کر دیں۔عصر سے اُدھر پڑھ لیں گے!!۔ہم دیکھنا چاہتے ہیں کہ کون نبیؐ کی اطاعت کرتا ہے۔

کبھی حکم موقع کے خلاف آتا ہے:

کبھی حُکم آئے گا موقع کے خلاف۔ کہ موقع ہے مالِ غنیمت کے سمیٹنے کا، کہ موقع ہے مالِ غنیمت کے حاصل کرنے کا، جبکہ اِس اُمّت کی فضیلت ہے مالِ غنیمت، لیکن اِدھر مالِ غنیمت دکھلایا اور اِدھر حُکم دے دیا۔ مالِ غنیمت کی فضیلت کے باوجود حُکم یہ دیا کہ اگر تمہیں مالِ غنیمت پڑا ہوا نظر آ رہا ہے میدان میں تب بھی یہاں سے نہیں ہٹنا ہے، اور اگر تمہیں ہماری لاشیں پڑی ہوئی نظر آ رہی ہیں میدان میں اور آسمان سے پرندے اُتر کر ان لاشوں سے گوشت کھا رہے ہوں تب تمہیں اِس پہاڑ سے نیچے نہیں اُترنا ہے، جبلِ۔۔۔۔۔حال کا امر۔

اُحد کے موقع پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے 50 تیر انداز آپ ﷺ نے جبلِ رماۃ پر متعین کیئے، فرمایا: یہاں سے ہٹنا نہیں ہے۔ حالت اگر فتح کی ہوجائے تو مالِ غنیمت کے لیے مَت ہٹنا، اور اگر حالت شکست کی ہوجائے تو ہماری لاشوں سے گوشت کھانے والے پرندوں کو اُڑانے کے لیے بھی یہاں سے مَت ہٹنا، شہداء پڑے ہوئے ہیں زمین پر اور پرندے ان کی لاشوں سے گوشت کھا رہے ہیں' حال کا امر یہ ہے کہ اِن پرندوں کو تو کم سے کم اُڑایا جائے لاشوں پر سے' اِس کام لیے بھی نہ ہٹنا یہاں سے۔ لیکن ضروری بات ہے' کہ لوگ یہ کہتے ہیں کہ بھئی! آپ کو معلوم نہیں کیا حالات ہیں!! عبداللہ بن جبیرؓ اِن کے امیر تھے، کسی نے کہا: امیر صاحب اجازت دیجئے! فتح ہوچکی ہے، دُشمن میدان چھوڑ کر بھاگ چکا ہے، مالِ غنیمت سب سمیٹ رہے ہیں۔ اجازت دیجئے ہم نیچے اُتریں، فرمایا کہ نہیں، اِس کی اجازت نہیں ہے۔ بار بار کہا' بار بار کہا، اِس لیے کہ اللہ کے رسول ﷺ کا حُکم یہ ہے کہ یہاں سے ہٹنا نہیں ہے۔ وہ نہیں مانے، اصرار کیا اپنے امیر پر اور امیر کی نافرمانی کی، علاقائی امیر کی نافرمانی سے علاقائی نقصان نہیں ہوا' بلکہ آپ ﷺ کی شہادت تک کی خبریں پھیل گئیں۔ ایک حلقہ کا، صرف پچاس آدمی، سات سو میں سے صرف پچاس آدمی 4 فیصد بچ گئے۔ علاقائی امیر کی نافرمانی کی ایک علاقہ والوں نے۔ لیکن اُحد کا پورا میدان کُفّار کے ہاتھ میں گیا۔ کُفّار نے (نعوذ باللہ) قتل کی خبر اُڑا دی، صحابہؓ مایوس ہو گئے، اب کس لیے لڑیں، کیا کریں۔ لیکن یہ سب اس لیے ہوا کہ حال کے امر کو پورا نہیں کیا۔ حال کا امر یہ تھا کہ یہاں سے ہٹنا نہیں ہے۔ لیکن وہ وہاں سے ہٹے، حضرت خالدؓ نے پلٹ کر حملہ کیا، اور سارا میدان مسلمانوں کے ہاتھوں سے واپس گیا مُشرکین کے ہاتھوں میں، فتح ہونے کے بعد شکست آئی ہے۔ تو یہاں مَیں نے عرض کیا کہ حال کا امر یہ تھا کہ یہاں سے ہٹنا نہیں ہے۔

شکاری کتے کی اطاعت:

میرے دوستو بزرگو اور عزیزو! یہ سب امتحانات ہیں' جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے یا ترقی کا ذریعہ بنتے ہیں یا محرومی کا ذریعہ بنتے ہیں۔ اسی لیے شریعت نے ایک شکار کی شکل بیان کی ہے، جو کلب معلّم کہلاتے ہیں، سدھائے ہوئے کتوں کے ذریعہ شکار۔ اِس شکار کے حلال ہونے کے لیے، اس شکار کے قابلِ استعمال ہونے کے لیے شریعت نے کچھ شرطیں لگائی ہیں، کہ

پہلی شرط یہ ہے کہ آپ جب اُس کتے کو بھیجیں شکار کی طرف تو بسم اللہ پڑھ کر بھیجیں۔

دوسری شرط یہ ہے کہ یہ کتّا شکار میں سے خود نہ کھائے۔شکار لا کر مالک کے حوالہ کرے۔اگر یہ کھالیتا ہے اُس میں سے تو یہ شکار حرام ہے۔ہم استعمال نہیں کریں گے۔

تیسری شرط یہ ہے کہ اِس کتے کو اگر چھوڑا جائے شکار کی طرف اور یہ کتّا دوڑ رہا ہے اور ابھی شکار تک پہنچنے والا ہے' آپ اچانک کتّے کو آواز دے کر روکنا چاہیں' یہ آپ کی آواز پر رُک جائے اور شکار کو چھوڑ دے، اور جہاں آپ نے آواز دی وہیں ایک دم یہ آپ کی اطاعت پر رُک جائے، ایسے کتّے کا تو شکار حلال ہے، اور اگر یہ آپ کے روکنے سے نہیں رُکتا، اور یہ اپنے ارادہ کو پورا کرلیتا ہے تو اُس کا شکار آپ کے لیے حلال نہیں ہے۔آپ ذرا غور تو کیجئے!! جب ایک کتّے کا فرمانبردار ہونا شرط ہے اس شکار کے حلال ہونے کے لیے تو اشرف المخلوقات انسان جو عمل کے لیے بنایا گیا ہے اُس کے عمل کے اللہ تعالیٰ کے یہاں قبول ہونے کے لیے اطاعت کا کیا درجہ ہوگا

حضرت خالدؓ کی معزولی:

صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کا میدانوں میں امتحان ہوتا تھا، فتح کے قریب ہیں حضرت خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ، فتح حکم آ گیا، اچانک حُکم آ گیا کہ تمہیں معزول کیا جاتا ہے تم یہ چھوڑ دو۔ہم یہ دیکھنا چاہتے ہیں' کہ کتنی اطاعت ہے (اللہ اکبر!)۔ جب میدان کو فتح کرنے والے تھے اور کوشش کرتے کرتے کرتے کرتے فتح کے کنارے پہنچ گئے تھے' حُکم آ گیا اچانک معزولی کا، کہ صحابہؓ کے زمانہ میں معزولی ترقی کے لیے ہوتی تھی۔ کیونکہ جب دین کے کام اپنے بنیں گے تو معزولی تنزّلی سمجھی جائے گی۔اور جب دین کے کام خدمت بن جائیں گے تو پھر معزولی وہ ترقی سمجھی جاوے گی' کہ معزولی ہوگئی ہے' اب تو زیادہ کام کریں گے، جس امیر کو معزول کیا جاتا تھا وہ اللہ تبارک وتعالیٰ کا شُکر ادا کرتا تھا کہ اب میدان میں اُتر کر کام کرنے کا زیادہ موقع ملے گا؛ اِس لیے کہ آج امارت کی ذمہ داری کی وجہ سے عمومی کام کا وقت نہیں ملتا تھا۔قافلہ کے ضروریات، قافلہ کا انتظام، اِس میں اِتنا مشغول ہوجاتے تھے کہ عام میدانِ دعوت میں محنت کرنے کا موقع نہیں ملتا تھا۔ بہت سے صحابہؓ کے بارے میں یہ صاف ملتا ہے روایتوں میں کہ جب انہیں معزول کیا گیا' انہوں نے اللہ کا شکر ادا کیا کہ الحمدللہ! اب زیادہ کام کا موقع ملے گا۔(پکی روایت ہے)

میں نے عرض کیا کہ حُکم آتا ہے کبھی جذبہ کے خلاف۔اور حُکم آتا ہے موقع کے خلاف؛ کبھی حُکم آتا ہے حیثیت کے خلاف۔اللہ تعالیٰ مسلمانوں کی اِجتماعیت کو دیکھنے کے لیے' کہ یہ آپس میں کتنا مجتمع ہیں، اِس اِجتماعیت کو دیکھنے کے لیے اللہ تعالیٰ امتحان لیتے ہیں۔اِس لیے میرے دوستو بزرگو! ایمان کا اصل تو کمال ہی یہی ہے کہ اپنی چاہت کے خلاف اللہ تعالیٰ اور اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ کے حُکم کو پورا کرنا۔

مجذومہ عورت کی اطاعت:

ایک عورت مجذومہ تھی، کوڑھ کا مرض (تھا)، بیت اللہ کا طواف گھسٹ گھسٹ کر پھرا کرتی تھیں زمین پر۔حضرت عُمرؓ نے اُس

کو طواف سے روک دیا۔ فرمایا: اللہ کی بندی طواف کرو۔ کہ نہیں طواف سے لوگوں کو اذیت ہوتی ہے، کہ جواب چھوڑ دیا۔ امیر کا حکم ہے' اس نے طواف چھوڑ دیا اُس نے، گھر بیٹھ گئیں۔ حضرت عمرؓ کی شہادت ہوگئی، اُس سے کہا کہ جا! جا کے تلاش کر، تجھے کوئی روکنے والا نہیں ہے۔ اُس نے کہا: ایسا نہیں ہوسکتا کہ امیر کی اطاعت کروں اُس کی حیات (زندگی) میں اور نافرمانی کروں اُس کے مَرنے کے بعد، ایسا نہیں ہوسکتا۔ لٰہذا مَیں طواف نہیں کروں گی' کیونکہ امر کا جو حکم ہے چاہے وہ بیرون چلا گیا ہے۔ ایک عورت کا بھی جذبہ ایسا اطاعت کا تھا۔ جو اپنے طواف کے شوق کو امیر نہ ہونے کی وجہ سے چھوڑے ہوئے ہیں؛ حالانکہ امیر دُنیا سے چلا جاتا ہے۔ اتنا صحابۂ کرامؓ نے اتباع کو اہمیت دی، یہ سب مثالیں ہیں اِس امتحان کی۔

تو میرے دوستو! بزرگو اور عزیز و اصل بات یہ تھی کا جتماعیت تھی' صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی اجتماعیت یہ تھی کہ وہ اپنی قوم' اپنے قبیلہ، اپنے متعلقین اور اپنے دوست احباب، اپنے رشتہ دار! اِن سب کی بات کو ایک طرف کر کے اللہ اللہ کے رسول کی بات پر (جو اللہ اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فیصلہ کر دیا ہے، ہمارا فیصلہ وہ فیصلہ ہے۔ اس لیے صحابہؓ کے بہت امتحانات ہوئے، بہت سخت امتحانات ہوئے، کہ دیکھنا یہ ہے کہ یہ تمام کے تمام ایک بات پر مجتمع ہیں یا نہیں ہیں۔

مَیں عرض کرتا ہوں کہ اِس کا بھی امتحان ہوا ہے؛ کہ تمہیں اپنے والدین سے، تمہیں اپنے دوست احباب سے تمہیں اپنے وطن اور قبیلہ سے زیادہ محبّت ہے یا اللہ! اللہ کے رسولؐ سے محبّت ہے۔

میرے دوستو عزیزو بزرگو! جو آدمی متبع سُنّت نہیں ہے' ہر ضرورت میں' ہر کام میں، جو شخص متبع سُنّت نہیں ہے' ہر ضرورت میں اور ہر کام میں پھر وہ دعویٰ کرتا ہے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبّت کا تو وہ دعوے میں جھوٹا ہے۔

جاؤ اپنے باپ کا سر کاٹ کرلاؤ:

ایک صحابیؓ جو اپنے باپ سے سب سے زیادہ محبّت کرتے تھے' آپؐ نے اُن کو پکڑا، پورے مدینہ میں اُن سے زیادہ اپنے باپ کے ساتھ حُسن سلوک اور خدمت کرنے والا کوئی نہیں تھا، اُن کو بلایا، اور بلا کر فرمایا: جاؤ! اپنے باپ کا سر کاٹ کرلاؤ۔ کوئی وجہ نہیں بتائی' کیا ظلم کیا! کیا گناہ کیا! کچھ نہیں؛ سیدھا حکم، جاؤ! اپنے باپ کا سَر کاٹ کرلاؤ۔ روایت میں آتا ہے کہ یہ صحابیؓ دوڑے سنتے ہی فوراً، فرمایا: کہاں جارہے ہو؟ عرض کیا: آپؐ کا حکم ہے، باپ کا سَر لے کر آتا ہوں فوراً۔ میرا آپ سے پوچھنا کہ کیا وجہ ہے، میرا عمل کرنا وجہ سے ہوگا' حکم سے نہیں ہوگا، آپ غور تو کیجئے! جب باپ کے قتل کا سبب معلوم کرنا اطاعت کے خلاف ہے، تو کیا مجال ہے کسی کی کہ سوال کرے کہ اِس سُنّت پر عمل کی کیا وجہ ہے؟۔ اِس سے کیا فائدہ۔ سُنئے تو صحیح! باپ کا سَر لانے کا حکم' منع کر رہا ہے اس بات سے کہ آپ نبیؐ سے وجہ معلوم کریں' کہ نہیں؛ ہم وجہ معلوم نہیں کریں گے، اگر وجہ معلوم کرتے ہیں تو پھر ہمارا عمل کرنا وجہ سے ہوگا حکم سے نہیں ہوگا۔ فرمایا: یہاں آؤ! کہا: آپ کا حکم ہے، باپ کا سَر لینے جارہا ہوں، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کہ ہم دیکھنا چاہتے تھے کہ محبّت ہم سے زیادہ ہے یا باپ سے زیادہ ہے۔ ہمیں تو دوسروں کو توڑنے کے لیے اور رشتوں کو جوڑنے کے لیے بھیجا گیا ہے۔ آپؐ نے فرمایا کہ ہم تو دیکھنا چاہتے تھے، تُم اِس

امتحان میں کامیاب ہوگئے۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے یہ فرمایا: امتحان میں کامیاب ہوگئے، ہم دیکھنا چاہتے تھے' محبّت کس سے زیادہ ہے۔اِس لیے مَیں نے آیت پڑھی تھی' کہ تیرے رب کی قسم! وہ لوگ ایمان والے نہیں ہوسکتے، کہ آپؐ کے فیصلہ کے بعد اُن کے دل میں کوئی رائے باقی رہے، وہ ایمان والے نہیں ہوسکتے۔

صحابہ کرام کا یہ معمول تھا کہ جو فیصلہ ہوگیا اس فیصلہ پر پورا مجموعہ مجتمع تھا:

صحابۂ کرامؓ کا یہ معمول تھا کہ جو فیصلہ ہوگیا اُس فیصلہ پر پورا مجموعہ اُمّت کا مجتمع تھا۔ یہ نہیں' کہ ان کی رائے کچھ اور ہے' ان کی رائے کچھ اور ہے' ان کی رائے کچھ اور ہے' ان کی رائے کچھ اور ہے، اُمّت کا تفرقہ یہی ہے' اُمّت کا بکھرنا یہی ہے کہ آدمی اپنی اپنی رائے پر جما ہوا ہو' یہی اُمّت کا افتراق ہے، مَیں عرض کروں گا؛ دو آدمی آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے، اُن کے درمیان میں جھگڑا تھا، دونوں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے سامنے اپنی اپنی بات رکھی، آپؐ نے دونوں کی بات سنی، اور بات سُن کر فیصلہ فرما دیا، آپؐ کے فیصلہ کے بعد دوسرے نے کہا کہ نہیں جی! مجھے تو یہ فیصلہ منظور نہیں ہے، وہاں سے اُٹھے، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس گئے، جا کر اُن سے کہا کہ ہمارا دونوں کا ایک مسئلہ تھا' ہم نے آپؐ کے سامنے رکھا تھا' آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فیصلہ کیا ہے، میرا یہ ساتھی ہیں میرے ساتھ' یہ کہتا ہے کہ مجھے یہ فیصلہ منظور نہیں ہے۔حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا کہ جو فیصلہ ہوگیا ہے وہی فیصلہ ہمارا بھی ہے، اِس لیے کہ جو اللہ کے نبیؐ فرمائیں گے' ہماری بھی وہی بات ہے، اِس لیے آپ اللہ کے نبیؐ کے فیصلہ کو مان لیجئے۔ وہاں سے نکلے، وہاں سے نکل کر۔۔۔۔۔اس نے کہا کہ نہیں جی! مجھے تو فیصلہ منظور نہیں ہے؛ عُمرؓ کے پاس چلو! حضرت عمرؓ کے پاس گئے، حضرت عُمر کے پاس جا کر ساری بات سُنائی، حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پوچھا اِس دوسرے آدمی سے کیا بات یہی ہے، کہا کہ جی! بات یہی ہے، مجھے یہ فیصلہ منظور نہیں ہے، فرمایا: بیٹھو! میں ابھی آتا ہوں، حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اندر گئے گھر میں، اندر سے تلوار نکال کر لائے، اِس آدمی کا سَر اُڑا دیا۔

ہم نے آپ سے پوچھا' آپ نے کہا کہ ہمیں نبی کا فیصلہ منظور نہیں ہے، فرمایا: پھر تمہاری زندگی بھی منظور نہیں۔تلوار لائے اندر سے، اور اِس آدمی کو قتل کر دیا' اِس پر آیت نازل ہوئی، اس آیت کا شانِ نُزول یہی ہے' کہ تیرے رب کی قسم! وہ لوگ ایمان والے نہیں ہوسکتے' جو آپؐ کے فیصلہ کے بعد دل میں رائے باقی رکھیں' یہ ایمان والے نہیں ہوسکتے۔حضرت عمرؓ نے قتل کر دیا اُن کو۔ فرمایا: ایک فیصلہ اللہ کے نبیؐ کا ہے بس!۔ جو فیصلہ ہے وہ فیصلہ سب کا ہے۔ چاہے عورت ہو' مرد ہو، بچّہ ہو، نیا ہو' پُرانا ہو، سب کا ایک فیصلہ ہے۔ یہ تھی اُمّت کی اِجتماعیت۔

جتنی مسلمان میں مداہنت ہوگی اتنی کافر کے اندر حق کو مٹانے کی امید ہوگی:

بہت کوشش کی قُریش نے، خود عہد توڑا، ابوسفیان کو اپنا وکیل بنایا، اور متکلّم بنایا، اور وہاں سے روانہ کیا، کہ جاؤ! تم جا کر بات کرو محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے، اور پھر وہ تیار نہ ہوں تو تمہارا کام یہ ہے کہ تم اُن کے مشورہ والوں سے الگ الگ ملاقات کرنا، دیکھو! بہت اہم بات کہہ رہا ہوں، اللہ مجھے معاف فرمائے! جب کوئی فیصلہ ہوجاتا ہے اور کسی کے دماغ میں رائے اُس فیصلہ کے خلاف ہوتی ہے' جو اُس کو بدلوانا چاہتے ہیں تو یہ ایک ایک کے' دو دو کے کان میں جا کر بات کرتے ہیں، ان سے کہتے

ہیں کہ بھئی! یہ فیصلہ تو ہوگیا ہے، لیکن یہ فیصلہ ہمیں منظور نہیں ہے۔ لوگوں کی ذہن سازی کرنا؛ تاکہ مشورہ والے جا کر ذمہ دار سے یوں کہیں کہ نہیں، اِس بارے میں دوبارہ غور کیا جائے گا۔ اِس سے دین کے تقاضے ضائع ہوتے ہیں۔ جو طئے ہوا ہے وہ نہیں کرنا ہے، اور اِس سے اجتماعیت متاثر ہوتی ہے۔ سننا، مَیں ایک واقعہ سُنا رہا ہوں، یہ ایک مزاج ہے اندر کا، جو اِطاعت کے بالکل خلاف ہے، جب کوئی بات کا فیصلہ ہو جائے تو سب کو اس بات پر مجتمع ہونا چاہیے، تب ان کی اجتماعی قوت کسی کام پر لگے گی؛ چنانچہ مکہ والوں نے ابوسفیان کو تیار کیا، اور کہا کہ تم جاؤ! اور جا کر ان کے جو مشیر ہیں جو ان کو رائے دیتے ہیں مشورہ میں اُن سے جا کر بات کرو، اور اُن سے یہ کہو کہ ہمیں ہمارے صُلح کی مدت میں توسیع کرنی ہے؛ حالانکہ خود عہد توڑا اور خلاف ورزی کی اور جب پریشان ہو گئے تو یہ کہلوایا کہ صُلح کی مدت میں توسیع ہو جائے۔ آپؐ کو معلوم ہو گیا وحی سے کہ ابوسفیان آ رہے ہیں مکہ مکرمہ سے یہ تقاضہ لے کر اور قریش کی طرف سے وکیل بن کر، آپؐ نے فرمایا صحابہؓ سے کہ دیکھو! ابوسفیان آ رہا ہے، ایک تقاضہ لے کر اور ہمارے اپنے فیصلہ کے خلاف مطالبہ لے کر، اس آدمی کو اس کے اپنے کام میں تو مایوس کرنا ہے اور اکرام اور اخلاق سے اس کو راضی کرنا ہے۔ اس کو واپس کرنا ہے مایوس کر کے اور راضی کر کے، راضی بھی کرنا ہے ان کو مایوس بھی کرنا ہے، جو کام لے کر آ رہا ہے۔۔۔ تو مایوس ہو جایئے، اور اُس کی مایوسی اور تمہاری اجتماعیت، اگر تمہارے اندر مداہنت ہے، تو میں آپ سے عرض کرتا ہوں کہ جتنی مسلمان میں مداہنت ہوگی اتنی کافر کے اندر حق کو مٹانے کی امید ہوگی۔ میں صاف طور پر عرض کرتا ہوں؛ جتنی مسلمان کے اندر مداہنت ہوگی اِتنا کافر کو حق کو مٹانے کی ہمت بڑھے گی۔ میری بات بہت توجّہ چاہتی ہے، مداہنت: مداہن اُسے کہتے ہیں جو دو چہرے رکھتا ہے، کہ اِن سے بھی خوش رہو، اِن سے بھی خوش رہو؛ جی ہاں! اس کو مداہن کہتے ہیں، کہ انہیں حق کی کچھ خبر نہیں ہے۔ یہ تو کسی سے بُرا بننا نہیں چاہتے، کہ نہیں میاں! دیکھئے، ہم تو صُلح کل اور۔۔۔۔۔ آدمی ہیں، کیونکہ جو آدمی حق چاہے گا تو اُس سے ایک نہ ایک آدمی ناراض یقیناً ہوگا۔ یہ ہو نہیں سکتا کہ حق چاہنے والوں سے سب خوش ہو جائیں، یہ ہو نہیں سکتا۔ سفیان ثوریؒ فرماتے ہیں کہ جس آدمی سے سب لوگ خوش ہوں، اغلب یہ ہے کہ وہ مداہن ہوگا۔ کہ بھئی! یہ بھی خوش رہیں، یہ بھی خوش رہیں، فرمایا کہ ابوسفیان آ رہے ہیں، اِس کو مایوس کر کے اور خوش کر کے بھیجنا ہے۔ وہ آئے، آ کر بات کی حضرت ابوبکرؓ سے کیونکہ یہ سب سے بڑے مشیر ہیں، یہ ان کے سب سے پُرانے ساتھی ہیں اِنہیں تیار کرلیا جائے، فرمایا کہ نہیں، ہم سب کی بات ایک ہے، جو اللہ کے نبیؐ کا فیصلہ ہے وہ ہمارا فیصلہ ہے۔ وہاں سے نکلے، حضرت علیؓ سے ملے جو اِن کے داماد ہیں، حضرت علیؓ نے فرمایا کہ نہیں، جو فیصلہ اللہ کے نبیؐ کا ہے وہ ہمارا فیصلہ ہے۔ خیال آیا کہ فاطمہ کے پاس!! کہ وہ بیٹی ہے، بیٹی خوشامد کرے گی گھر میں، باپ کی، شاید ہماری بات پر غور کرلیا جائے گا، اور یہ کہا کہ فاطمہؓ! اگر تم آج یہ ہمارا کام کرادو اور ہماری بات اپنے والد صاحب تک پہنچادو تو ہم تمہیں تمام قریش کی عورتوں کا سردار بنا دیں گے۔ جنہیں جھوٹی عزتیں مطلوب ہوتی ہیں اُنہیں جھوٹ بولنے میں کوئی تردد نہیں ہوتا۔ اور جنہیں سچی۔۔۔ مطلوب ہوتی ہیں وہ سچ پر ایسا جمتے ہیں کہ اگر زندگی بھی گزر جائے اور اُن کو ستایا جائے تو اپنی بات سے پھرتے نہیں ہیں، سچّے لوگ وہ ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اتقوا اللّٰہ و کونوا مع الصادقین، اللہ سے ڈرو اور سچّوں کے ساتھ ہو جاؤ!۔ سچّے کون ہیں؟ کہ سچّے وہ ہیں کہ 50 رات بائیکاٹ ہوا اُن 3 آدمیوں کا جو تبوک سے پیچھے رہ گئے تھے،

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ سچّے لوگ ہیں۔ کہ جو بات سچّی تھی اُس پر جمے رہے۔ اِس لیے مَیں کہا کرتا ہوں کہ سچ بولنا کمال نہیں ہے سچ بولنے کے بعد اُس سچ پر جمنا کمال ہے۔ حالات خوب آئے، ہر طرف سے ناگواریاں پیش آئیں، لیکن سچ پر جمے رہے، تو مَیں نے عرض کیا کہ۔۔۔۔۔۔۔۔ کہ نہیں جو فیصلہ اللہ کے نبیؐ نے کر دیا وہ ہمارا فیصلہ ہے۔

ایک عورت کے اندر بھی یہی جذبہ ہے' ایک مرد کے اندر بھی یہی جذبہ ہے، پھر یہ خیال آیا کہ اوہو! بیویاں تو ان سے بھی زیادہ قریب ہوتی ہیں' میری اپنی بیٹی ہے اُمِّ حبیبہؓ اور آپؐ کی زوجۂ محترمہ ہیں؛ چلو! ان سے بات کروں۔ وہاں پہنچے ابوسفیان! بیٹی کے گھر۔ بیٹی کے گھر پہنچا باپ، کیا اکرام ہونا چاہیے' اللہ!! اور کیا اُن کی بات کا کچھ خیال کیا جاتا!!! جیسے ہی وہاں پہنچے اُمِّ حبیبہؓ نے کہا: ٹھہر جاو! کھڑے رہو' تم ناپاک ہو، یہ اللہ کے نبیؐ کا بستر ہے اور اس پر وحی آتی ہے، تم ناپاک ہو، ابھی کھڑا رہ، آپ ﷺ کا بستر لپیٹا اُمِّ حبیبہؓ نے، اور چارپائی صاف اور خالی کر کے کہا: بیٹھ جاؤ! کہا: کیسے آنا ہوا۔ یہ نہیں کہ باپ کے اکرام میں نبی کو بھول جاتیں، بیٹی نے یہ نہیں کیا، تو نجس ہے، ناپاک ہے، مُشرک ہے، یہ نبیؐ کا پاک بستر ہے اِس پر وحی آتی ہے، ایک طرف ٹھہر جاویں' مَیں پہلے نبیؐ کا بستر ہٹادوں پھر بیٹھ جاؤ۔ کیا بات؟ کیوں آنا ہوا؟ کہ مَیں تو اِس لیے آیا ہوں کہ ہماری جان مصیبت میں ہے' تم ذرا سفارش کر دو، کہ صلح کی مدت میں اضافہ ہو جائے، کہا کہ نہیں؛ حکم اللہ کا ہے' اللہ کے رسولؐ کا ہے۔ سب کی ایک بات ہے، ابوسفیان! سب سے مایوس ہو کر واپس گئے، مکّہ والوں نے الگ گالیاں دیں، کہ تو کسی کام کا نہیں ہے، مَیں تو وہاں سے امن لے کر آیا' کہ ہم سکون سے رہتے، نہ جنگ لے کر آیا کہ ہم تیاری کرتے۔

مجھے یہ عرض کرنا تھا آپ سے کہ قریب کے ہوں یا دور کے ہوں، رشتہ دار ہوں، عورتیں ہوں، سب کی ایک فکر سب کی ایک بات! کہ یہ نہیں ہوسکتا' کہ آپؐ کے فیصلہ کے خلاف ہم کوئی سوچ لیں۔ میں اس کو اس لیے عرض کر رہا ہوں کہ یہ امتحان تھا سب کا، کہ دیکھنا یہ ہے کہ یہ آپس میں جس چیز کو طئے کر لیتے ہیں اُس پر یہ کتنا مجتمع ہیں۔ اس لیے اللہ ربُّ العزت یہ امتحان لیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ یہ امتحان لیتے ہیں۔ کہ یہ اِس پر کتنے جمنے والے ہیں۔ کہ جب باطل کے گھسنے کا کہیں سے کوئی راستہ نہیں ملا۔ اس لیے فرمایا کہ آپس میں جس چیز کو طئے کر لو اُس پر مجتمع رہو، البتہ یہ بات بالکل اپنی جگہ طئے ہے کہ اخلاق اور اکرام سے بات کو سمجھانے کی کوشش کرو اور آپس کی اجتماعیت سے باطل کو مایوس کرو۔ اور اپنے اخلاق سے ایسے مطالبہ کرنے والوں کو راضی کرو کہ بھئی! ہمارا مطالبہ تو یہی ہے، اس لیے کہ اخلاق کا جو کمال ہے وہ اختلاف کے زمانہ میں ہے۔ اختلاف میں دیکھا جائے گا کہ آپ کے اخلاق کیسے ہیں۔ بداخلاقی سے مخالفت پیدا ہوتی ہے۔ اور اخلاق سے اختلاف ختم ہو جاتا ہے۔

حال کا امر عبادت میں بھی آئے گا اور ضروریات میں بھی آئے گا:

تو میں نے عرض کیا کہ حال کا امر، اور اگر آپ غور کریں گے تو یہ حال کا امر عبادت میں بھی آئے گا اور یہ حال کا امر ضروریات میں بھی آئے گا۔ بائیں ہاتھ سے ایک صاحب نے لقمہ لیا، آپؐ نے فرمایا: دائیں ہاتھ سے لو؛ یہ حال کا امر تھا، اِن صاحب نے اس حال کے امر کو چھوڑنے کے لیے اور اس کو قبول نہ کرنے کے لیے عُذر پیش کر دیا۔ روایت میں آتا ہے کہ

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اِن سے کہ بائیں ہاتھ سے نہیں دائیں ہاتھ سے کھاؤ۔ اُنہوں نے جواب میں یہ کہا کہ میرا دایاں ہاتھ اُٹھتا نہیں ہے، آپؐ نے فوراً بددُعاء دی اور فرمایا: اللہ کرے تیرا دایاں ہاتھ کبھی نہ اُٹھے۔ آپ غور تو کیجئے! صرف ایک کھانا کھانے کی سُنّت؛ دائیں ہاتھ سے کھانا نہ فرض ہے نہ واجب ہے، اور بائیں ہاتھ سے کھانا نہ حرام ہے اور نہ گناہِ کبیرہ ہے۔ لیکن اگر ایک کھانا کھانے کی سُنّت کا انکار تکبّر کی وجہ سے ہو، اِس لیے کہ عُذر پیش کرنا، عذر پیش کرنے والوں کی دو قسمیں ہوتی ہیں، ایک قسم تو وہ ہے جو اپنے عُذر میں سچّے ہیں اور عُذر کے بعد وہ عُذر پیش کر کے غمگین ہوتے ہیں' کہ کاش! ہم اس پر عمل کرتے' ہم کیا کریں۔ تو باتیں میں نے عرض کی بہت اہم۔ عُذر پیش کرنے والے' ایک قسم وہ ہے جو اپنے اعذار میں سچّے ہیں' اُن کا عُذر سچّا ہے' بشرطیکہ وہ عُذر پیش کرنے کے بعد غمگین ہوتے ہیں اور روتے ہیں، تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں' کہ اِن کی کوئی پکڑ نہیں ہے، ان پر کوئی الزام بھی نہیں ہے اور اِن کو عمل کرنے والوں کے برابر اجر ملے گا۔ ایک قسم وہ ہے' جو عُذر میں تو سچّے ہیں، عُذر تو اُن کا معقول ہے، لیکن اُنہیں اِس عُذر کے پیش کرنے میں اور عمل کے چھوڑنے کا اُنہیں کوئی غم نہیں ہے۔ وہ کہتے ہیں' ہو گیا ہو گیا، نہ ہونے۔۔۔۔۔۔۔ ایسے لوگ اجر سے محروم ہو جائیں گے۔

تیسری قسم وہ ہے جو حکم کے آنے پر جھوٹا عُذر پیش کرتے ہیں، اور یہ عُذر یہ ہوتا ہے اُن کا پیش کرنا' تا کہ سامنے والے کو خاموش کر سکیں۔ اِس لیے یہ بات یاد رکھیں سب' کہ کسی ٹوکنے والے کو اگر آپ جواب میں یہ کہہ دیں کہ آپ اپنے عمل کی فکر کریں! ایک آدمی آپ سے کہتا ہے نماز کے لیے، ایک آدمی آپ سے کہتا ہے کسی عملِ خیر کے لیے اور آپ جواب میں یہ کہہ دیں کہ آپ اپنی فکر کریں' اللہ تعالیٰ کے نزدیک یہ جواب سارے گناہوں میں سب سے بڑا گناہ ہے،

ٹوکنے والے کو یہ کہہ دینا کہ آپ اپنی فکر کریں! یہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک تمام گناہوں میں سے سب سے بڑا گناہ ہے:

ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں' یا شاید! حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ فرماتے ہیں: کہ ٹوکنے والے کو یہ کہہ دینا کہ آپ اپنی فکر کریں! یہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک تمام گناہوں میں سے سب سے بڑا گناہ ہے۔ اور یہ بات مجھے اِس لیے عرض کرنی پڑ رہی ہے کہ یہ چیز بہت عام ہو گئی ہے، ہمارے ماحول میں؛ حالانکہ ٹوکنے والے کو محسن سمجھنا چاہیے۔ ٹوکنے والا ایسا ہے جیسا آپ کو کوئی گڑھے میں گرنے سے بچانے والا، یا آپ کا ہاتھ پکڑنے والا، ٹوکنے والے کو محسن سمجھو۔ اور یہاں یہ مزاج ہے کہ ٹوکنے والے کو خاموش کرنے کے لیے۔۔۔۔۔۔۔ عُذر پیش کر دیا جاتا ہے؛ چنانچہ آپؐ نے فرمایا اُن صاحب سے کہ دائیں ہاتھ سے کھاؤ، اُنہوں نے کہا کہ میرا دایاں ہاتھ اُٹھتا نہیں ہے، روایت میں ہے: (روایت کا عربی متن) کہ اُس نے تکبّر کی وجہ سے انکار کیا تھا عُذر کی وجہ سے نہیں تکبّر کی وجہ سے۔ حالانکہ عُذر پیش کیا کہ میرا دایاں ہاتھ اُٹھتا نہیں ہے، آپؐ نے بددُعاء دی: اللہ کرے تیرا ہاتھ کبھی نہ اُٹھے۔ اِس بددُعاء پر اُس کا ہاتھ مفلوج ہو گیا اور بے کار ہو گیا۔ اُس کا ہاتھ کبھی اُٹھا نہیں پھر۔ اِس لیے کہ اُس نے ایک سُنّت کا انکار کبر کی وجہ سے کیا ہے۔ مَیں اس کو عرض کرنا چاہتا ہوں کہ وہاں شیطان نے

سجدہ کا انکار کیا ِکبر کی وجہ سے، وہ ہمیشہ کے سجدہ سے محروم ہوگیا، یہاں اس نے ایک کھانا کھانے کی سُنّت کا انکار کیا ہے ِکبر کی وجہ سے' اِس کا دایاں ہاتھ ہمیشہ کے لیے بے کار ہوگیا۔ وہاں عبادت کی اِستعداد سلب ہوگئی اور یہاں دایاں ہاتھ کی اِستعداد ختم ہوگئی۔ وہاں! سجدہ کا حکم اللہ تعالیٰ کی طرف سے تھا، یہاں دائیں ہاتھ سے کھانے کا حکم نبیؐ کی طرف سے تھا۔ جو درجہ وہاں عبادت میں ہے، وہ درجہ یہاں اطاعت کا سُنّت میں ہے۔ یہ نہیں کہ وہ بات بڑی ہے، اور یہ بات چھوٹی ہے(، کھانا کھانا)

حضرت سعدؓ کا امتحان:

اِس لیے ہم نے عرض کیا کہ انبیاءؑ کی بعثت جو ہوتی ہے وہ تو اِطاعت کے لیے ہوتی ہے کہ اُن کی بات مانی جائے۔ اِس لیے حضورا کرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہؓ کا یہ بھی امتحان لیا ہے کہ یہ اپنے قبیلہ اور قوم کے ہو کر رہتے ہیں یا ہماری بات کے، حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا امتحان تھا، بڑا سخت امتحان، ساری قوم' بنو قُریظہ! اِن کا فیصلہ اُن کے سردار سے کرایا، فرمایا: اِن کے جو سردار ہیں حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو فیصلہ یہ کریں گے وہ منظور ہوگا۔ آپ اندازہ کیجئے! پوری قوم بنو قُریضہ! ایک طرف، اور فیصلہ کیا حضرت سعدؓ کے ذمہ کہ تم فیصلہ کرو؛ آپؐ نے کہا بنو قُریظہ سے، اُنہوں نے کہا کہ جی! ہمارا سردار جو فیصلہ کرے۔ سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سواری پر سوار ہو کر آئے، ساری قوم نے چاروں طرف سے گھیرا ہوا ہے، پوری قوم حضرت سعدؓ کے ساتھ ہیں، اور حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے اور یہ سوچتے ہوئے آرہے ہیں کہ سعد! آج فیصلہ ہونا ہے، تیری ناکامی کا یا کامیابی کا، پوری زندگی کا فیصلہ آج ہے۔ یہ نہیں کہ اب تک ہم نے یہ کیا' یہ کیا' یہ کیا، یہ حا کا جوامر ہے اس وقت فیصلہ ہوگا، اگر تو قوم کی وجہ سے نبیؐ کے حکم کی خلاف ورزی کرے تو آج تیری محرومی کا دن ہے اور اگر تو نبیؐ کے فیصلہ کی وجہ سے قوم کی پرواہ نہ کرے تو تیری قبولیت کا دن ہے۔ ہم یہ دیکھنا چاہتے ہیں کہ آپ کا دل کدھر مائل ہے۔ اب تک کی اطاعت سے' اب تک کی صُحبت سے آپ کا دل کس طرف مائل ہے۔ وہاں پہنچے، قوم اپنے سارے احسانات یاد دلا رہی ہے، کہ آپ تو وہ فیصلہ کریں گے آج جو ہمارے حق میں ہوگا، فرمایا: اے سعدؓ! جو فیصلہ تم کروگے وہ ہمیں منظور ہے۔ حضرت سعدؓ نے فرمایا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! فرمایئے جو فیصلہ میں کروں گا آپ کو منظور ہوگا۔ حضرت سعدؓ نے آپؐ کی طرف مڑ کر دیکھا نہیں' قوم کی طرف منہ کر کے آپؐ سے پوچھا ہے، فرمایا: سعد! جو فیصلہ تم کرو وہ ہمیں منظور ہے۔ فرمایا: میرا فیصلہ یہ ہے کہ اِس قوم کے جوانوں کو قتل کردیا جائے سب کو، اور میری قوم کی عورتوں کو باندیاں بنا کر مسلمانوں میں تقسیم کردیا جائے اور میری قوم کے بچّوں کو غلام بنا کر مسلمانوں میں تقسیم کردیا جائے۔ اِن کا سارا مال اور ان کے سارے ہتھیار ضبط کر لیئے جائیں! اِس قوم کو جڑ سے ختم کردیا جائے جو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نافرمانی کرے۔ کوئی ہے نہیں صحابہؓ میں کہ جن کی وفات پر عَرش ہل گیا ہو۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اِتنا تیز دوڑ کر جارہے تھے ان کے جنازہ میں کہ صحابہؓ کی چادریں گرگئیں، صحابہؓ کے جوتوں کے تسمے ٹوٹ گئے اِتنا تیز دوڑے صحابہؓ۔ روایتوں میں آتا ہے کہ اِتنا تو ہم نے آپ کو اتنا تیز دوڑتے ہوئے نہیں دیکھا ہے جیسا آپ اِتنی تیز کیوں جارہے تھے؟ فرمایا کہ ہمیں اِس بات کا اندیشہ تھا کہ کہیں ہم سعدؓ کے جنازہ کے غسل سے محروم نہ ہو جائیں اور ہمارے پہنچنے سے پہلے کہیں فرشتے غسل نہ دے دیں۔ یہ درجہ اس پر ملا۔ درجہ اِس پر ملا کہ اللہ اور اللہ

کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی چاہت کو پورا کیا ہے قوم کی چاہت کے خلاف۔ تو مَیں نے عرض کیا کہ حال کا اَمر کیا ہے۔

میرے دوستو عزیزو! جس طرح حال کا امر عبادت میں ہے‘ جو مَیں عرض کر چکا ہوں، یہی حال کا امر ہر چیز میں آئے گا، عبادت میں‘ تلاوت میں، روزہ میں، نماز میں، سب کہیں میں، مَیں اِس کی مثالیں دے چکا ہوں؛ جو یہود اسلام لے آئے تھے اور پکّے سچّے مسلمان ہو گئے تھے، اُنہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اجازت چاہی کہ ہم! ہماری کتاب ہے توریت‘ جو ہمارے نبی موسیٰ علیہ السلام پر نازل کی گئی، کیا ہم قرآن کے ساتھ ساتھ کبھی توریت پڑھ لیا کریں، اجازت چاہی، توریت پڑھنے کی اجازت چاہی اُن مسلمانوں نے جو یہودیت کے راستہ سے اسلام میں داخل ہوئے تھے، نماز بھی پڑھ رہے ہیں‘ روزہ بھی رکھ رہے ہیں زکوٰۃ بھی دے رہے ہیں‘ سارے اعمال کر رہے ہیں‘ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صُحبت میں ہیں مسلمان ہیں‘ پکّے سچّے، خیال یہ آیا کہ ہم قرآن تو پڑھتے ہی ہیں توریت بھی پڑھ لیا کریں، ان کا یہ مطالبہ ہوا اُدھر قرآن نازل ہوا، اُدخلوا فی السلم کافۃ اسلام میں پورے کے پورے داخل ہو جاؤ۔ کہ توریت پڑھنے کا مطالبہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے جواب یہ ملا ہے کہ اسلام میں پورے پورے داخل ہو جاؤ، یہ نہیں کہ ایک پیر اِدھر ایک پیر اِدھر، حالانکہ توریت آسمانی کتاب ہے، اُس پر ایمان لانا فرض ہے۔ اِتنا اتباع، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اگر آج موسیٰ علیہ السلام زندہ ہو کر آ جائیں اُن کے لیے کوئی راستہ نجات کا نہیں سوائے میرے طریقہ کے۔

سارے احکام بروقت آئیں گے، ضروریات کے بھی خلاف، عادات کے بھی خلاف:

میرے بُزرگو عَزیزُو! مجھے یہ عَرض کرنا ہے، کہ سارے احکام بروقت آئیں گے، ضروریات کے بھی خلاف، عادات کے بھی خلاف، اچانک آیا ہے نا حُکم، کہ گدھے کا گوشت حَرام کر دیا گیا، اچانک، کوئی چیز کھانے کی نہیں ہے اِس کے علاوہ، حَلال گوشت تیار ہو رہا ہے‘ سفر میں ہیں‘ کھانا ختم ہو گیا ہے، لیکن اچانک حُکم آ گیا کہ ہم نے ابھی گدھے کے گوشت کو حَرام کر دیا ہے، صحابہؓ کو حُکم ہوا کہ پکا پکایا تیار کھانا پھینک دیا جائے اور ہانڈیاں توڑ دی جائیں، ہم دیکھنا چاہتے ہیں کہ اب تک کے اسفار سے‘ اب تک کے ساتھ رہنے سے اطاعت کتنی پیدا ہوئی ہے؟!۔ صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے حُکم پورا کیا‘ کھانا پھینک دیا۔

جس طرح حال کے امر کا پورا کرنا عبادت میں‘ ضروریاتِ زندگی میں لازم ہے‘ اِسی طرح دعوت الی اللہ کے امر میں بھی ضروری ہے:

میرے دوستو بزرگو عزیزو! جس طرح حال کے امر کا پورا کرنا عبادت میں‘ ضروریاتِ زندگی میں لازم ہے‘ اِس طرح حال کے امر کا پورا کرنا سب سے بڑا کام دعوت الی اللہ ہے، یوں کہیں کہ اِس میں بھی حال کے امر کا پورا کرنا وہی درجہ رکھتا ہے جو حال کے امر کا پورا کرنا عبادت میں درجہ رکھتا ہے۔ جو درجہ حال کے امر کا پورا کرنا عبادت میں ہے وہی درجہ دعوت میں ہے۔ یہ خیال نہیں کرنا چاہیے کہ عبادت کا عمل تو بہت اونچا عمل ہے‘ باقی دعوت تو یہ فرضِ کفایہ ہے!! کہ کوئی کرلے‘ کوئی نہ کرے‘ فریضہ ادا ہو جائے گا‘ ایسا نہیں ہے۔ دعوت کا جو امر ہے وہ عبادت کی طرح حال کا امر ہے۔ اگر وقت ٹال دیا گیا تو

نماز قضاء ہوجائے گی۔ اور اگر آپ عبادت کے تقاضہ کو دوسرے پر ڈال دیں تو عبادت کا جو امر آپ کے لیے ہے وہ امر پورا نہیں ہوگا جب تک آپ اس کے لیے خود استعمال نہیں ہوں گے۔ جس طرح عبادت کا امر مومن کے لیے اور اُس کی ذات کے لیے ہے اور کوئی اُس کا متبادل نہیں ہوسکتا' اس طرح دعوت کا امر مومن کے لیے ہے اس کا کوئی متبادل نہیں ہوسکتا۔ اذا استنفر تم فانفر وا جب تمہیں نکالا جائے نکل جاؤ!۔ اِس میں ایسا استمرار ہے کہ اور یہ حال کا ایسا امر ہے کہ جس طرح ساری عبادات میں اور سارے احکام میں حال کے امر کا پورا کرنا اصل ہے اس طرح فرمایا کہ دعوت الی اللہ! یہ بھی حال کا امر ہے۔ اگر اسے وقت پر پورا کر دیا' مَیں نہیں کہتا کہ معذور آدمی نکلے، مَیں نہیں کہتا؛ بشرط، مَیں نے دو باتیں عرض کی تھی' کہ وہ لوگ جو واقعی معذور ہیں، اُنہیں اپنے عُذر کی وجہ سے نہ نکلنے کا غم بھی ہے، تو آپ ﷺ نے فرمایا: جو وادی تم فتح کروگے، جہاں جہاں سے تم گزروگے' مدینے میں رہنے والے بیمار اور ضُعفاء وہ ہر وادی میں تمہارے ساتھ ہیں۔ اور اجر میں تمہارے ساتھ برابر کے شریک ہیں۔ اس لیے کہ اُن کو مرض نے روک دیا ہے،۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ولا علی الذین اذا ما.......... الخ یہ ساری آیتیں یہ سمجھانے کے لیے ہیں کہ جو ضُعفاء پیچھے رہ گئے ہیں اور وہ پیچھے رہ جانے کی وجہ سے رو رہے ہیں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ان کی کوئی پکڑ نہیں ہے، اُن کو تو ہم اجر دیں گے، اور جو عُذر پیش کر کے خوش ہو رہے ہیں' قرآن میں بھی عجیب بات ہے، ایک وہ ہیں۔۔۔۔۔۔ فتولوا۔۔۔۔۔۔ کہ پیچھے رہ گئے ہیں مگر غمگین ہیں' کہ کاش! ہم نکلتے۔ ایک وہ ہیں۔۔۔۔۔۔۔۔ وہم فرحون۔۔۔۔۔۔۔۔ پیچھے یہ بھی رہ گئے ہیں' نہیں نکلے، مگر یہ اپنے اعذار پیش کر کے خوش ہیں۔ دونوں ہیں قرآن میں، ( ) دونوں قسم کے لوگ ہیں، بعض اعذار پیش کر کے خوش ہوتے ہیں' اللہ تعالیٰ اُن سے ناراض ہیں، بعض اعذار پیش کر کے غمگین ہوتے ہیں اللہ تعالیٰ اُن سے راضی ہیں۔

اللہ تعالیٰ کے راستہ میں نکلنا یہ بھی حال کا امر ہے جس طرح نماز کا پڑھنا حال کا امر ہے:

لیکن مجھے یہ عَرض کرنا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے راستہ میں نکلنا یہ بھی حال کا اِس طرح امر ہے جس طرح نماز کا پڑھنا حال کا امر ہے۔ اس کو ٹالنے پر بھی عذاب ہے' جس طرح نماز کے ٹالنے پر عذاب ہے۔ اِس کو تو مَیں کیا کہوں؛ اُمّت نے اِس کو ایسا بھُلا یا ایسا بھلایا کہ اب یاد دلانا بھی جُرم بن گیا ہے۔ مَیں کیا عَرض کروں آپ سے' غم کی بات ہے۔ اُمّت نے اس کو ایسا بھلایا ایسا بھلایا کہ اب یاد دلانا بھی جُرم ہے، جی ہاں!۔ بے وقوف لوگ ہیں بے چارے، بے عقل، اور ناسمجھ کہ اس بات سنتے، کہتے ہیں کہ اس کا تبلیغ سے کیا تعلق۔ اُمّت نے یہ سوچ لیا ہے کہ صحابہؓ کا نکلنا محض کافروں کو قتل کرنے کے لیے تھا؛؛ یہ اِتنی غلط خیال ہے اور اِتنا غلط سوچ ہے، جبکہ نبی ﷺ کی بعثت کا مقصد بھی یہ نہیں ہے بلکہ آپ کی بعثت کا مقصد ہدایت ہے، قتال عارض ہے جس کا انکار نہیں، اور لوگ یہ سمجھ بیٹھے ہیں، ہم اس لیے عرض کر رہے ہیں کہ جس طرح ہم عبادت کو جسے ہم ٹال نہیں سکتے؛ اور دوسروں پر ڈال بھی نہیں سکتے، کہ یہ نماز آپ پڑھ لو' مَیں تو تھکا ہوا ہوں، یہ تو آپ ہی کو پڑھنی پڑے گی، بیٹھ کے پڑھو، لیٹ کے پڑھو، آپ کو ہی پڑھنی ہے۔ مَیں کہتا ہوں: جس حال میں بھی ہو دعوت دو، کیونکہ دعوت آپ سے متعلق اللہ تعالیٰ کا امر ہے۔ ہم تو اِس کام کو اللہ تعالیٰ کے امر کی وجہ سے کرتے ہیں؛ ورنہ نفر کا جو مقصد ہے اُمّت کو جہنّم سے

بچانا ہے اور یہ امر' یہ اِس امر کا استمرار ہے، اذا استنفر تم فانفر وا جب نکالا جائے نکل جاؤ! سیرت میں نہیں ملتا اللہ تعالیٰ کے راستہ میں نکلنے میں تاخیر کرنے پر جو ناراضگی ہے وہ کسی بڑے گناہ پر وہ ناراضگی کہیں نہیں ملتی۔ سب سے زیادہ ناراضگی جو ملتی ہے سیرت میں اللہ اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اِس اُمّت سے' وہ ناراضگی اللہ تعالیٰ کے راستہ میں نکلنے سے تاخیر پر ملتی ہے۔ ورنہ یہ ثابت ہی نہیں کہ زنا کرنے والے صحابیؓ سے بول چال بند کردی ہو، شراب پینے والے سے بول چال بند کردی ہو نہیں ملتا، کہیں نہیں ملتا۔ 50 دن کی ناراضگی اُن سے ہے جنہوں نے بلا عُذر اللہ کے راستہ میں نکلنے میں تاخیر کی ہے۔ پورے مدینے میں کوئی سلام کلام کرنے والا نہیں ہے۔ یہ خیال کرنا کہ وہ تو قتال کے لیے تھا یہ خیال غلط ہے۔ غلط خیال ہے یہ۔ اللہ تعالیٰ کے راستہ میں نکلنا مستقل امر ہے۔ قتال ایک عارض ہے جو اکثر پیش نہیں آتا۔ چند غزوات ہیں' سَرایا بے شمار ہیں۔ جماعتیں خوب نکلی ہیں، اِس لیے یہ بات حقیقت ہے کہ جماعتوں کی نقل وحرکت پر اسلام متعارف رہے گا۔ اور اگر آپ یہ چاہیں گے' اور اگر آپ یہ خیال کرتے ہیں کہ اسلام کا تعارف کتاب سے کرایا جائے ؛؛ کسی نبیؑ کا، یا کسی صحابیؓ کا، یا کسی خلیفہ کا طریقہ نہیں ہے کہ اسلام کا تعارف کتاب سے کرایا جائے۔ جب شیطان یہ بات اُڑا دے کہ اب اسلام مٹ جائے گا، تو اِس خیال کو ختم کرنے کے لیے صرف ایک راستہ ہے، کہ مدینے سے جماعتیں روانہ کی جائیں۔ جہاں جہاں سے صحابہؓ کی جماعت گزری وہاں کے مرتدین اسلام میں واپس آ گیا، کہ اگر مدینے میں اسلام ختم ہو گیا ہوتا تو یہ جماعت نہ آتی۔ میرے دوستو عزیزو! یہ غور کرنے کی بات ہے، کہ ہمارا نکلنا اللہ کے امر کی وجہ سے ہے۔ اللہ کا حکم ہے: انفر وا خفافا و ثقالا نکلو اللہ کے راستہ میں ہلکے ہو یا بوجھل، کسی بھی حال میں، اور جب نکالا جائے نکل جاؤ!۔ کہ مجھے تو تعجّب اُن لوگوں پر ہوتا ہے جو نکلنے کو صرف دین سیکھنے کا مدرسہ یا ذریعہ سمجھتے ہیں۔ اِن کے نکلنے میں اس سے انکار نہیں ہوگا کیونکہ اِنہوں نے صرف دین سیکھنے کے خیال سے نکلنے کا ارادہ کیا ہے، جو دین سیکھے ہوئے ہیں وہ نہیں نکلیں گے، جو سیکھ لیں گے وہ چھوڑ دیں گے کام کو، کہ ہم نے سیکھ لیا ہے۔ نکلنا تو اقامت دین اور احیائے دین کے لئے ہے، اور تعلیم دین اس کا ایک جز ہے۔

جو جماعت میں نکل کر' دین سیکھ کر جو یہ سمجھتے ہیں کہ ہم فارغ ہو گئے' وہ سُن لیں کہ یہ الف، ب، ت سیکھے ہیں:

تبلیغ میں لگ کر صرف دین سیکھنے کا درجہ صرف اتنا ہے جتنا بچّہ مدرسہ میں جا کر الف، ب، ت؛ سیکھ لے۔ مولانا الیاس صاحبؒ کا ملفوظ چھپا ہوا ہے نقل کر رہا ہوں۔ کہ جو جماعت میں نکل کر' دین سیکھ کر جو یہ سمجھتے ہیں کہ ہم فارغ ہو گئے' وہ سُن لیں کہ یہ الف، ب، ت سیکھے ہیں۔ اس لیے ہم یہ عرض کرنا چاہتے ہیں کہ دعوت یہ عبادت کی طرح اللہ تعالیٰ کا امر ہے، اِس کے ترک پر عذاب کی دھمکیاں ہیں، قرآن بھرا ہوا ہے اِس سے۔ فرمایا: وانفقوا في سبيل الله اللہ تعالیٰ کے راستہ میں پھر' مال خرچ کرتے ہوئے۔ مَیں جس طرح کہہ رہا ہوں اسی طرح۔ اگر آپ کا خیال یہ ہے کہ سبیل اللّٰہ تو بہت سارے خیر کے راستے ہیں، یہ سبیل اللّٰہ کو جماعت میں نکلنے کے ساتھ مخصوص نہ کیا جائے؛ مَیں کہتا ہوں کہ اِس کا اِنکار کرنا بڑی نادانی کی

بات ہے۔اور اِس کو محفوظ اور مخصوص کرنا جہاد کے ساتھ یہی اصل ہے۔لوگ بے چارے اِس خیال میں ہیں کہ سبیل اللّٰہ تو کھلا ہوا ہے بھئی! آپ مال خرچ کریں بیواؤں پر، یتیموں پر، مسکینوں پر، تبلیغ پر؛ سب کھلا ہوا ہے، سبیل اللّٰہ عام ہے۔اور آپ اِس پر غور کیجئے! اور سمجھئے! کہ قرآن میں سبیل اللّٰہ دو طرح سے بیان کیا گیا ہے۔ایک تو ہے سبیل اللّٰہ کہ سارے سُبلِ خیر؛ کہ مسجدیں بنانا، مدارس تعمیر کرنا، بیواؤں' یتیموں پر خرچ کرنا، یتیم خانے بنانا، فری کے ہسپتال بنانا، ننگوں کو کپڑے پہنانا، بھوکوں کو کھانا پلانا؛ یہ سارے سُبلِ خیر ایک طرف! اور وانفقوا في سبیل اللّٰہ اللہ کے راستہ میں نکلنا دعوت الی اللہ کے لیے اور اس میں اپنا مال کھپانا اِس کو قرآن نے بالکل الگ بیان کیا ہے۔بالکل الگ الگ۔

مال کا خرچ کرنا اللہ کی قسم! اللہ تعالیٰ کے راستہ کے خُروج کا بدل کبھی ہو نہیں سکتا:

خُدا نہ کرے کہ آپ کا خیال یہ ہو گیا کہ سُبلِ خیر تو سارے خیر کے کام ہیں تو آپ اللہ کے راستہ میں نکلنے کا بدل سمجھ لیں گے مال خرچ کرنے کو؛؛ حالانکہ مال کا خرچ کرنا اللہ کی قسم! اللہ تعالیٰ کے راستہ کے خُروج کا بدل کبھی ہو نہیں سکتا۔کبھی بھی نہیں ہوسکتا، ممکن ہی نہیں ہے۔کہ آپ تمام سُبلِ خیر میں مال خرچ کرنے کو اللہ کے راستہ کے خروج کا بدل بنالیں؛ یہ کبھی نہیں ہوسکتا۔کبھی ممکن ہی نہیں ہے۔یہاں تک ہے حدیث میں کہ اگر کوئی شخص پوری دُنیا کا مالک بن جائے' اور پکّا سچّا مخلص مومن ہو اور وہ اس سارے دُنیا کے مال کو اللہ کی رضا والے کاموں میں خرچ کردے تو خدا قسم! وہ صرف آدھے دن جماعت میں نکل کر آدھا دن دعوت دینے والے کے برابر نہیں ہے۔جس کو آپ غُلو کہہ کر بے تنزّلی پیدا کر رہے ہیں' جس کو آپ غُلو کہہ کر انکار کر رہے ہیں آپ کو اس پر غور کرنا چاہیے۔آپ نے اس کا نام غُلو رکھا ہوا ہے؛ حالانکہ غُلو حق کے انکار کو کہتے ہیں، یہاں غلو حق کی اس بات کو لوگ غُلو کہنے لگ گئے، مجھے حیرت ہوئی۔حق کے انکار کو غُلو کہا جاتا ہے، اور یہاں اثباتِ حق کو لوگ غُلو کہتے ہیں۔مجھے اِس پر حیرت ہے۔غُلو کہتے ہیں مخلوق کو خالق کے برابر کرنا' اِسے کہتے ہیں غُلو۔صرف شِرک غُلو ہے۔

يااهل الكتاب لاتغلوافى دينكم ولاتقولواعلى الله الاالحق انماالمسيح عيسى ابن مريم رسول الله وكلمته القاها الى مريم وروح منه فامنوا بالله ورسوله ولاتقولواثلاثه انتهوا خيرالكم............ الخ، اِس آیت میں بتایا کہ غُلو اِسے کہتے ہیں۔کہ آپ مخلوق کو خالق کا درجہ دے دیں، یا مخلوق کو نعوذ باللہ خالق کا بیٹا بنادیں، یہ تھا۔ورنہ صاف بات میں آپ سے کہہ رہا ہوں وانفقوا فی سبیل اللہ آپ اگر کان کھول کر سنیں تو جیّہ سے تو کسی نفلی صدقات کے نہ کرنے پر ہلاکت کی کہیں دھمکی نہیں ہے، سوائے اللہ کے راستہ میں خرچ کرنے میں اگر آپ نے کمی کی ہے تو ہلاکت کی دھمکی ہے۔میری بات بہت توجّہ چاہتی ہے' علماء سے خاص طور سے کہہ رہا ہوں۔پورا قرآن پڑھ لیجئے، پوری احادیث پڑھ لیجئے، کہیں آپ کو اشارہ بھی نہیں ملے گا کہ اللہ تعالیٰ نے کہیں ہلاکت کی دھمکی دی ہو.........ایک آدمی روزہ رکھتا ہے صرف رمضان کے، نفل کوئی روزہ نہیں رکھتا، اللہ کے یہاں کوئی سوال نہیں ہے، یہ سیدھا جنّت میں جائے گا۔ایک آدمی صرف فرض ادا کرتا ہے نماز کے' نفلیں نہیں پڑھتا' یہ سیدھا جنّت میں جائے گا۔ایک آدمی زکوٰۃ دیتا ہے فرض' کوئی نفل صدقہ نہیں کرتا سیدھا جنّت میں جائے گا، اِس کا کوئی حساب نہیں ہے۔لیکن قرآن پڑھو تو پتہ چلے گا کہ ہلاکت کی دھمکی ہے اگر جماعت میں نکلنے

پر دعوت الی اللہ کے لیے اللہ کے راستہ میں نہ نکلنے پر اگر مال کو خرچ نہیں کیا تو ہلاکت کی دھمکی ملتی ہے؛ ورنہ وعید صرف اُس کے لیے ہے جو زکوٰۃ ادا نہ کرے۔ (میری بات توجّہ چاہتی ہے)۔ جو زکوٰۃ ادا نہ کرے اُس کے لیے تو دھمکی ہے کہ جہنّم میں اس کے مال کو تپا کر اسے داغ لگایا جائے گا کہ زکوٰۃ نہ دینے والے کے لیے دھمکی ہے۔ کہیں ثابت نہیں ہے کہ جو نفلی صدقات نہ کرے اُس کے لیے ہلاکت کی دھمکی ہے' کہیں ایسا نہیں ہے؛ سوائے اُس شخص کے جو اللہ کے راستہ میں پھرنے پر مال خرچ نہ کرے اُس کے لیے ہلاکت کی دھمکی ہے۔ اگر آپ کو مخصوص نہیں کرتے دعوت الی اللہ کے ساتھ اِس آیت کو تو پھر آپ کو یہ کہنا پڑے گا کہ نفلی صدقات نہ کرنے پر بھی اللہ کی طرف سے دھمکی آئی ہو کہیں ثابت نہیں ہے۔ (میری بات توجّہ چاہتی ہے)۔ یہاں سبیل اللّٰہ سے صرف اور صرف اللہ کے راستہ میں نکلنا مُراد ہے۔ کیوں؟۔ آیت کب نازل ہوئی ہے اِس پر غور کرو۔ انصارِ مدینہ جو آپ ﷺ کی ہجرت سے لے کر اور اسلام کے پھیلنے اور قوت اسلام کے قوی ہونے تک نہ پلٹ کر کاروبار کو دیکھا، نہ دوکانوں کو دیکھا، نہ کھیتی دیکھی، نہ بیوی بچّوں کو دیکھا، ہر تقاضہ پر پھرتے رہے، پھر خیال یہ ہوا کہ اب اسلام کو قوت حاصل ہوگئی ہے، مسلمانوں کی تعداد زیادہ ہوگئی ہے، اسلام پھیل گیا ہے، اب تک ہم ہر تقاضہ پر پھرتے رہے، اب ہم نے یہ سوچا ہے کہ اب کچھ دن مدینے میں رہیں گے، مقامی کام کے ساتھ کچھ گھر کے تقاضے، کچھ بیوی بچّوں کے تقاضے، کچھ کاروگاری تقاضے، کچھ گھروں کی مرمّت، کچھ تقاضے ہیں ہمیں ذاتی؛ اِن کو پورا کرنے کے لیے اگر مقامی کام کے ساتھ مدینے میں رہ لیں کچھ عرصہ، انصارؓ نے بیٹھ کر اس کا مشورہ کیا کہ دیکھو بھئی! اب تک تو پھرتے رہے' اب چونکہ اسلام کو قوت حاصل ہوگئی ہے' اب پھر کا وہ تقاضہ نہیں ہے' اور یہ بھی ان کے الفاظ ہیں کہ اب کوئی جنگ بھی ہونے والی نہیں ہے۔ کہ صاف الفاظ میں بول دیا کہ خروج صرف قتال کے لیے نہیں تھا۔ اب کوئی جنگ ہونے والی نہیں ہے، یہ الفاظ ہیں صحابہؓ کے۔ روایت پڑھیئے آپ پوری۔ لہٰذا! اگر کچھ دن مدینے میں رہیں، اور مقامی کام کے ساتھ اپنے گھریلوں تقاضوں کو دیکھ لیں، اِدھر یہ مشورہ ہو رہا تھا اُدھر یہ آیت نازل ہو رہی تھی: وانفقوا فی سبیل اللّٰہ نہ انہوں نے زکوٰۃ دینے سے انکار کیا تھا' نہ بیواؤں اور یتیموں پر خرچ کرنے سے انکار کیا تھا' اِس کا کوئی تذکرہ ہی نہیں ہے کہیں کہیں تک۔ آپ سبیل اللہ کہہ کر کیوں کہتے ہیں کہ نہیں اس سے خروج مُراد نہیں ہے اور یہ سُبلِ خیر ہے۔ آیت کے شانِ نُزول پر غور کیجیئے! اُنہوں نے صرف یہ ارادہ کیا تھا کہ کچھ عرصہ مدینے میں رہیں گے، مال کے خرچ کرنے' نہ کرنے کا کوئی ذکر ہی نہیں ہے، یہ آیت نازل ہوگئی: وانفقوا في سبيل اللّٰہ۔ آپ ﷺ نے بلا کر فرمایا صحابہؓ سے کہ آپ نے کیا مشورہ کیا ہے؟ صحابہؓ نے کہا: ہم نے یہ مشورہ کیا ہے کہ کچھ دن مدینے میں رہیں گے، کچھ گھریلو تقاضے ہیں اُنہیں پورا کرنے کے لیے، اسلام تو پھیل چکا ہے، قوت حاصل ہو چکی ہے، مسلمان بہت ہوگئے ہیں، آپ ﷺ نے فرمایا کہ دیکھو! اللہ تعالیٰ تمہارے اس ارادہ کے خلاف قرآن نازل کر رہے ہیں۔ اور قرآن نے یہ حکم دیا ہے: وانفقوا في سبيل اللّٰہ انہوں نے ارادہ کیا تھا ٹھہرنے کا' قرآن کہہ رہا ہے اللہ کے راستہ میں نکلنے میں مال خرچ کرو۔

تو میرے دوستو بزرگو عزیزو! اِن چیزوں پر غور کرنا چاہیے۔ اس لیے یہ خیال نہ کیا کرو کہ کتنی جماعتیں نکل گئیں،

یہ خیال کیا کرو کہ یہ اِتنے نکلے، کتنوں کے لیے نکلے!!۔ایک سیلاب ہے اُمّت کا، جو باہر چلا جا رہا ہے جہنّم کی طرف۔(کیا مَیں عرض کروں) ہمارے تبلیغی جلسوں نے عوام کے اِرتداد سے اور مدارس کے قیام نے عوام الناس کے جہل سے اور ذکر کے حلقوں نے اُمّت کی غفلت سے بالکل غافل کیا ہوا ہے۔(مَیں صاف صاف آپ سے عرض کر رہا ہوں)۔ہم عمل کے ماحول میں رہ کر سمجھتے ہیں کہ بہت عمل ہے' بہت دین ہے، نہیں۔بے دینی کے ماحول میں جاؤ گے تو پتہ چلے گا دین کتنا ہے!۔ تم غفلت کے ماحول میں جاؤ گے تو پتہ چلے گا کہ ذکر کتنا ہے!۔تم اِرتداد کے ماحول میں جاؤ گے تو پتہ چلے گا کہ مسلمان کتنے ہیں!۔ یہاں علم کے ماحول میں رہ کر سمجھتے ہیں کہ علم بہت ہے!! ذکر بہت ہے!۔ اِس لیے ہم عرض کر رہے ہیں کہ نکلنا اللہ کا ''امر'' ہے۔اور جس طرح میں نے اب تک کہا ہے کہ سارے احکام عبادت کے اور سارے احکام عادات اور ضروریات کے یہ سارے ماحول کے اور حالات کے خلاف آئیں گے، اِس طرح تیرے نکلنے کا امر بھی تیرے کاروبار سے ٹکرائے گا' کبھی یہ ملازمت سے ٹکرائے گا۔(مَیں نہیں کہتا کہ) آدمی ملازمت چھوڑ کر نکلے، میرا پھر سوال وہی ہے کہ جن کو نکلنے میں عُذر ہے وہ اپنے اس عُذر کے ہٹانے کے لیے کیا کوشش کرتے ہیں، اور یہ نہ نکلنے پر کتنے رُوتے ہیں اور کتنا غمگین ہوتے ہیں؛ اِس پر فیصلہ قبولیت کا یا محرومی کا ہے۔اور یہ اللہ تعالیٰ کا دستور ہے کہ اللہ! جب کسی کام کا حُکم دیتے ہیں تو اُس میں رُکاوٹیں پیدا کرتے ہیں، آپ سمجھتے ہیں کہ اللہ نے دعوت کا حُکم دیا ہے ہمیں سہولتیں دیں گے؛ (مَیں کیا عرض کروں آپ سے)؛ سہولت کا انتظار منافقین کرتے تھے۔آپ پڑھئے قرآن میں، آپ کو ملے گا قرآن وحدیث میں، کہ سہولت کا انتظار منافقین کرتے تھے۔کہیں اِن کو نکلنے میں موسم رُکاوٹ ہے، لاتنفروفي الحر گرمی زیادہ ہے، ابھی مت جاؤ۔سہولت کا انتظار منافقین کرتے تھے۔

میری تمنّا یہ ہے کہ سخت گرمی کا زمانہ ہو، اور رمضان کے روزے ہوں اور مَیں اللہ کے راستہ میں ہوں:

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ میری تمنّا یہ ہے کہ سخت گرمی کا زمانہ ہو، اور رمضان کے روزے ہوں اور مَیں اللہ کے راستہ میں ہوں، یہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی تمنّا ہے۔

تو مَیں نے عرض کیا کہ سہولت کا انتظار منافقین کرتے تھے۔اور اللہ تعالیٰ دستور ہے یہ کہ جس کام کے کرنے کا حُکم دیتے ہیں اُس میں رُکاوٹیں پیدا کرتے ہیں اور جس کام کے کرنے سے روکتے ہیں اُس میں سہولتیں عطاء کرتے ہیں۔ سنئے تو صحیح! اُلٹا نظام ہے، اور سیدھا یہی ہے۔آپ کو اُلٹا لگتا ہوگا' سیدھا یہی ہے، کہ جس کام کے کرنے کا حکم دیں گے اُس میں رکاوٹ پیدا کریں گے، کہ مَیں دیکھنا چاہتا ہوں کہ میرا بندہ رکاوٹ کے باوجود کیا کوشش کرتا ہے۔اور جس کام کے کرنے سے روک دیں گے اُس کام کے لیے سہولتیں مہیّا کریں گے۔

سودی کاروبار میں سہولت ہے، سودی قرضوں میں سہولت ہے، لوگ لیئے پھر رہے ہیں' خوشامد کر رہے ہیں آپ کی، آپ دُنیا کی قیمتی سے قیمتی چیز لے لیجئے! سود پر لے لیجئے!!۔دیکھ لیجئے آپ! ساری سہولتیں آپ کو سود پر ملیں گی؛ کیونکہ اللہ تعالیٰ

نے اِس کوحَرام قرار دیا ہے۔اور ساری دُشواریاں آپ کوحلال اورشریعت کے طریقوں میں ملیں گی، کہ اللہ تعالیٰ نے اِس کو ہم پرفرض کیا ہے۔ جتنے بھی احکام ہیں سارے احکام ؛ کمانے کے' خرچ کرنے کے' کھانے کے' پینے کے' سارے جتنے بھی انسانی ضروریات ہیں سارے احکام ضرورت کے خلاف ہیں۔ نیند کا تقاضہ ہے نمازفرض ہے، مال کا تقاضہ ہے زکوٰۃ فرض ہے، کھانے پینے کا تقاضہ ہے روزہ فرض ہے، خواہش کا تقاضہ ہے زنا حَرام ہے۔ آپ سب اُٹھا کر دیکھ لیجئے !!۔ سچ بات یہ ہے کہ اپنے فطری تقاضوں کوحُکم پر۔۔۔۔۔۔۔ آپ دیکھئے! قرآن پڑھئے! آپ کوسارے جائز تعلقات چھوڑ کر اللہ کے راستہ میں نکلنے کے لیے آپ کوآیت ملے گی' سارے تعلقات جائز ہیں۔ باپ سے تعلق ہو'ماں سے تعلق ہو'اولاد سے تعلق ہو، بیویوں سے تعلق ہو، تجارت سے تعلق ہو، زراعت سے تعلق ہو، سارے تعلقات کیسے ہیں!! ایک بھی کہیں نہیں ہیں اِس کے اندر کہ کسی کسی کافر سے' مشرک سے تعلق تو نہیں ہے!!۔ سارے جائز تعلقات ہیں!! آبآئکم وابنائکم وإخوانکم وعشیرتکم .... الخ، اور پھر یہ نہیں کہا صرف کہ احب الی اللّٰہ ورسولہٗ آگے فرمایا وجھاد فی سبیلی اگر آپ کودعوت الی اللہ سے زیادہ ان چیزوں سے محبّت ہے تو پھرتم انتظار کرو اللہ تعالیٰ کے فیصلہ کا' اللہ تعالیٰ فاسقوں کو ہدایت دینے والے نہیں ہیں۔ پڑھئے قرآن اور پڑھئے حدیث۔ حدیث میں صاف فرمادیا کہ جواہمیت دین کی ہے وہ اہمیت دین کی دعوت کی ہے، اگرتم دین کی محنت کی طرف لوٹ کر نہ آئے تو اللہ تعالیٰ تم سے ذلّت کو ہٹائیں گے نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے عزت کا جو وعدہ کیا ہے اِس اُمّت سے صرف دین پر نہیں کیا، (مَیں صاف صاف آپ سے عرض کررہا ہوں)۔ اِس اُمّت سے جو وعدہ کیا ہے اللہ تعالیٰ نے عزّت کا وہ صرف دین پر نہیں کیا، آپ پڑھئے نا حدیث .... (حدیث) بات شروع کی ہے جہاد سے ختم کی ہے دین پر۔ تو معلوم ہوتا ہے کہ دین اور دین کی محنت دونوں کا درجہ برابر ہے۔ ذلّت آئے ترکِ جہاد سے اور عزّت آئے گی کہ جب تم اپنے دین کی طرف واپس آجاؤ گے۔

تو میرے دوستو عزیزو! ہمیں یہ عرض کرنا ہے کہ نکلنا اللہ تعالیٰ کا ''امر'' ہے۔ اِس لیے اس کا عزم کرو کہ ان شاء اللہ ہمیں ہر سال چار مہینے، مَیں کہتا ہوں کہ جب تک اِس راستہ میں نکلنے میں تاخیر کرنے والا اپنے آپ کو مُجرم نہ سمجھے اور اِسے اللہ کے امر کا توڑنا نہ سمجھے مَیں کہتا ہوں اُس وقت تک اس کام پر استقامت نہیں ہوگی۔ اِس کام پر اِستقامت یہ ہے کہ اس میں تاخیر کوجُرم یقین کیا جائے۔ کیونکہ نکلنا اللہ کا امر ہے، ہم اِس امر کو پورا کرنے کے لیے نکل رہے ہیں۔

اگر نَفر کا کوئی متبادل ہوتا تو نَفر میں تاخیر پر عذاب کی دھمکی نہ ہوتی:

اور مَیں آپ سب سے یہ بات عرض کرتا ہوں کہ ساری دُنیا کے مراکز اور سارے مراکز کے منبروں پر عام ہونی چاہیے کہ سالانہ چار مہینے ہر مسلمان سے مطلوب ہے۔ اور یہ بات آپ یاد رکھئے! کہ نَفر کا کوئی متبادل نہیں ہے۔ کبھی بھی نہیں ہوسکتا۔ اگر نَفر کا کوئی متبادل ہوتا تو نَفر میں تاخیر پر عذاب کی دھمکی نہ ہوتی۔ تاخیر پر عذاب کی دھمکیاں صرف اس لیے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے نَفر کا کوئی متبادل اس لیے نہیں بنایا کہ مومن کا تذکیر کے لیے کوئی متبادل نہیں بنایا، کہ آپ کسی اخبار سے' کسی رسالہ

سے، کسی خط سے، کسی موبائیل سے آپ دین کی بات پھیلا دیں اور کہیں کہ بات پہنچ رہی ہے!!!۔

مَیں تو صاف طور پر عرض کرتا ہوں کہ اگر دین کی بات کے اُمّت تک پہنچانے کا نقل وحرکت کے علاوہ کوئی ذریعہ ہوتا تو نقل وحرکت میں تاخیر پر عذاب کی وعید نہ ہوتی؛ کیونکہ تذکیر مؤمن کا عمل ہے۔ اور تذکیر کسی اور ذریعہ سے مؤثر نہیں ہے، اس لیے کہ قرآن نے یہ فیصلہ کر دیا ہے کہ نفع صرف تذکیر میں ہے۔ نفع ترسیل میں نہیں صرف تذکیر میں ہے۔ تم سب دھوکہ میں ہو۔ تم چاہتے ہو کہ اخبار ورسائل سے دین پھیل جائے!! اور قرآن یہ چاہتا ہے کہ ہم نے نفع صرف تذکیر میں رکھا ہے۔ اور مَیں اللہ کی قسم کھا کر کہہ سکتا ہوں کہ تذکیر بالواسطہ ممکن نہیں ہے، نہ ممکن ہے نہ مؤثر ہے، اگر آپ بالواسطہ تذکیر چاہتے ہیں تو یہ کسی نبی کا طریقہ نہیں ہے۔ بالواسطہ کا مطلب یہ ہے کہ آپ ذرائع، قلم، دوات استعمال کریں دین کی بات کو یاد دلانے کے لیے تو یہ کسی نبی کا طریقہ نہیں ہے۔ وذکر فان الذکری تنفع المؤمنین تذکیر کا عمل مؤمن کے لیے ہے، تذکیر کا عمل نبی کے لیے ہے، آپ خوب یاد دلائیے۔ اللہ نے صاف کہہ دیا یہ کہ خود جا کر دعوت دیئے بغیر اللہ کے یہاں کوئی آدمی معذور نہیں سمجھا جائے گا۔ جس کیفیت کی ضرورت ہے اپنے اندر غم کے پیدا کرنے کے لیے، وہ کیفیت معائنہ پر موقوف ہے، مشاہدہ پر موقوف ہے، صرف خبر ملنے پر وہ کیفیت پیدا نہیں ہوسکتی، مَیں تو مشکوٰۃ شریف کی روایت بار بار نقل کرتا ہوں علماء کے لیے خاص طور سے۔ صحیح حدیث ہے: لیس الخبر کالمعائنہ اگر آپ کو گھر بیٹھے معلوم ہو رہا ہے کہ اُمّت مرتد ہو رہی ہے، تو آپ کی اس معلومات سے اور آپ کی تنہائی کی دُعاؤں سے یہ ماحول بدلنے والا نہیں ہے۔ کیونکہ اللہ کے بھی خبر دینے سے جب نبی کے اندر وہ کیفیت پیدا نہیں ہوسکتی مشاہدہ کے بغیر تو میرے اور آپ کے دل میں وہ کیفیت خبر سننے سے کیسے پیدا ہوسکتی ہے؛ یہ آپ خود ہی فیصلہ کیجئے۔ اللہ تعالیٰ نے خبر دی موسیٰ علیہ السلام کو، کہ تمہاری قوم بچھڑے کی عبادت پر جمع ہوگئی ہے! آپ فرما رہے ہیں وہ کیفیت نہیں پیدا ہوئی موسیٰ علیہ السلام میں جو کیفیت قوم کا حال جا کر دیکھ کر پیدا ہوئی۔ مَیں مثال دیتا ہوں کہ کوئی آپ کو آپ کے باپ کی خبر دے، سفر میں ہیں آپ؛ بیشک آپ کو غم ہوگا، کہ ہاں! باپ کا انتقال ہوگیا، مگر آپ کی کیفیت اور آپ کا رونا وہ جب ہوگا جب آپ واپس آکر باپ کو دیکھیں گے اور سارے رشتہ داروں کا ماحول دیکھیں گے، تو پھر بتلائیے آپ! کہ ایک معمولی، ایک باپ کی موت کا حادثہ، اگر کوئی آکر آپ کو خبر دے کہ آپ یہاں ہیں؛ آپ کے والد صاحب کا انتقال ہوگیا ہے!!۔ آپ کو غم تو ہوگا، لیکن جو کیفیت والد کے جنازہ کو دیکھ کر ہوگی وہ کیفیت یہاں ہونے سے نہیں ہوسکتی۔ مَیں کتنی آسان مثال دے رہا ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے خبر دی حضرت موسیٰ علیہ السلام کو کہ تمہاری قوم کوہِ طور پر بچھڑے کی پوجا پر جمع ہوگئی ہے، وہ کیفیت نہیں ہوئی موسیٰ علیہ السلام کی، اللہ کے خبر دینے سے، کتنی سچّی بات ہے، اللہ تعالیٰ خبر دے رہے ہیں خود، کیونکہ کیفیت موقوف ہے کس پر؟ مشاہدہ پر، معائنہ پر، مشکوٰۃ شریف کی روایت ہے، آپ ﷺ نے صحابہؓ کو یہ خبر سنائی اسی لیئے ہے کہ تم صرف خبریں سُن کر متاثر نہیں ہوسکتے جب تک تم جا کر قوم کے ارتداد کا اور قوم کے جہل کا مشاہدہ نہ کرو۔

اِس لیے میرے دوستو! مَیں اِس لیے عَرض کرتا ہوں کہ یہ چیزیں غور کرنی چاہئیں۔ اس لیے ہم نے عرض کیا ہے

کہ آنکھ کا مشاہدہ کرنا وہ آنکھ کے اندر وہ کیفیت پیدا کرے گا جو کیفیت قوم کے حال کو فوراً تبدیل کر دے۔

اِس لیے کہتے ہیں کہ 'پھرنا' نکلنا یہ اِس کام کا قِوام ہے۔ سارے کام کا مدار ہی خُروج پر ہے۔ ورنہ میں صاف طور پر عرض کر دیتا ہوں کہ وہ وقت آئے گا' کام کرنے والوں پر آ گیا کہ اُن کے نزدیک خروج کوئی چیز نہیں ہوتی۔ یہ ایک فتنہ ہے۔ یہ ایک فتنہ ہے کہ جس امر کی تاخیر میں ہلاکت کی دھمکیاں ہیں آپ اُس امر میں یا اُس خُروج کو آپ کام نہ سمجھیں' یہ مَیں کہتا ہوں بہت بڑا فتنہ ہے، اور اگر واقعی کسی کو ہُوش اور عقل ہے تو وہ اِس فتنہ کو سمجھے گا۔ یہ ایک فتنہ ہے کہ نَفر کو بالذات مقصود نہ بنایا جائے یہ ایک فتنہ ہے۔

حضرت مولانا محمد الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا ملفوظ چھپا ہوا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے راستہ میں نکلنے کو اہمیت نہ دینا عذاب کو دعوت دینا ہے؛ بلکہ عذاب کو واجب کر دیتا ہے۔ پڑھئے آپ ملفوظات۔

بعد کے آنے والے اپنی رائے شامل کریں گے اِس میں کہ یہ پھرنا کوئی ضروری نہیں ہے۔

حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ کا ملفوظ ''اگر ہر سال چار مہینے لگانے کو اپنا جزءِ زندگی نہ بنایا تو ایمان کا مزہ نہیں چکھ سکتے۔ کیوں؟ اِس لیے کہ کچھ وقت فارغ کرنا پابندی کے ساتھ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے فریضہ کو ادا کرنے کے لیے اِس پر ایمان کا کمال موقوف ہے۔ یہ بُنیاد ہے۔ اگر یہ ہے تب تو نقل وحرکت اور استقامت ہوگی، اور اگر یہ وجہ نہیں ہے اندر ساتھیوں میں تو میں صاف طور پر عرض کرتا ہوں کہ خُدا نہ کرے! اگر نَفر چھوڑ دیا گیا تو کام کا قِوام ختم ہو جائے گا، کام کے اندر جو مدار ہے وہ بھی ختم ہو جائے گی۔ کل اگر قرآن اُٹھا کر' قلم اُٹھا کر یہ کہا جائے کہ اِرتداد صرف' کا کوئی علاج نہیں سوائے نَفر کے تو یہ صحابہؓ کے قول کے عین مطابق ہوگا۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بار بار کہا، بار بار کہا، تکرار کے ساتھ' قسمیں کھا کھا کر کہ اگر خُروج نہیں ہوگا تو اللہ کو کوئی سجدہ کرنے والا نہیں ہوگا۔

اِس لیے میرے دوستو! اِس کو اللہ کا امر سمجھ کر کرنا ہے اور عزم کے ساتھ اور اِستقامت کے ساتھ چلو اِس راستہ میں۔

بیان بعد عصر حضرت مفتی یعقوب سیلونی صاحب دامت برکاتہم

بروز اتوار، ۲۰/ربیع الثانی ۱۴۴۵ھ۔ 6/نومبر 2023ء

میرے محترم دوستو بزرگو عزیز ساتھیو!

جو شخص اپنی ذاتی زندگی اور ذاتی عبادات میں مطمئن ہو کر کے دنیا سے جارہا ہو اور دین کے مٹنے کا غم اس کے دل کے اندر نہ ہو اُس کی موت بدترین موت ہے اور آخرت میں روسیاہ ہوگا اور نبیٔ پاک علیہ الصلوۃ والسلام کے سامنے منہ دکھانے کے قابل نہیں رہے گا:

اِس میں کوئی شک نہیں اور کوئی دورائے نہیں کہ اللہ ربُّ العزّت نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نیابت میں اِس اُمّت کے مجموعہ پر امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی ذمہ داری ڈالی ہے، اُمّت کے ہر طبقہ اور ہر فرد کی یہ بنیادی ذمہ داری ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نیابت میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرے، کوئی شخص اپنی ذاتی عبادات اور ذاتی اعمال کے ذریعہ سے کمالِ ایمان تک پہنچ نہیں سکتا جب تک وہ اس شرط کو پوری نہ کرے، اس لیے مولانا الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا ملفوظ چھپا ہوا ہے مولا علی میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بہت اہتمام سے اُسے نقل کیا ہے کہ جو شخص اپنی ذاتی زندگی اور ذاتی عبادات میں مطمئن ہو کر کے دنیا سے جارہا ہو اور دین کے مٹنے کا غم اس کے دل کے اندر نہ ہو اُس کی موت بدترین موت ہے اور آخرت میں روسیاہ ہوگا اور نبیٔ پاک علیہ الصلوۃ والسلام کے سامنے منہ دکھانے کے قابل نہیں رہے گا۔ احادیث کے اندر بھی اس کی صراحت ملتی ہے کہ جو شخص اس حال میں مرے کہ اُس نے اللہ کے راستہ میں خروج نہ کیا ہو اور خُروج کا ارادہ بھی نہ کیا ہو تو اُس کی موت نفاق والی موت ہے۔ () شاید بدترین موت سے مراد مولانا محمد الیاس صاحبؒ کے ملفوظ میں ہے یہی نفاق والی موت ہے۔ اُمّت کے اندر اجتماعی طور پر اس دعوت اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر اور نقل وحرکت اور اسی طریقہ سے مساجد کے اندر اعمالِ دعوت کو زندہ کرنا یہ قیامت تک کے لیے اُمّت کی تعلیم اور تربیت کا اللہ ربُّ العزت کی طرف سے ایسا نظام ہے کہ بقول حضرت جی مولانا الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے یہ ایک سنن الٰہیہ میں سے ہے، مولانا الیاس صاحب بڑی بصیرت سے یہ بات فرمایا کرتے تھے کہ اس دور میں اِس کام کا اِن شکلوں میں وجود پالینا یہ سنن الہیہ میں سے، جو اللہ رب العزت نے ازل سے طے کیا، جس دور میں جس زمانے میں ایسے دینی اور علمی انحطاط ہو تنزّلی ہو اللہ رب العزت اُس شکل کو وجود فرمادیتے ہیں اس شکل کو اللہ تعالیٰ قائم فرمادیتے ہیں۔ بہت اِنشراح کے ساتھ بلکہ حصر کے ساتھ فرمایا کرتے تھے کہ عالمِ اسلام ہو یا پھر پورا عالم ہو پوری دنیا ہو اس کے اندر جتنے بلائیں، مصیبتیں اور آفات ہیں اور حالات ہیں اس کے اندر تمام اُمّت مسلمہ اس وقت گھری ہوئی ہے، شکار ہے فرمایا کرتے تھے ان سارے حالات کا دفعیہ اور ان سارے حالات کا علاج میرے اس کام کے اندر تازگی کے اندر منحصر ہے، انحصار کا لفظ ملتا ہے، میرے اس کام کی تازگی کے اندر منحصر ہے۔ بارہا یہ فرمایا کرتے تھے کہ یہ سارے حالات اللہ کی ناراضگی کی علامت ہیں اور اللہ کے ناراضگی حضور

اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ناراضگی کی علامت ہے، اوراس کی بنیادی وجہ اس کام کا اجتماعی طور پر چھوڑ دنا ہے، بارہا فرمایا کرتے تھے کہ جب تک اس کام کے اندر تازگی پیدا نہیں ہوگی اور اُمّت اپنی جان مال اپنی تمام تر صلاحیتیں اِس کام کے پیچھے نہیں لگائے گی اُس وقت تک اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی روحِ مبارک کو چین اور سکون نہیں آئے گا۔

یہ کم تمام فتنون کے لئے سد سکندری ہے:

بہت قوت سے یہ بات فرمایا کرتے تھے کہ میں ایک یقینی چیز کو غیر یقینی کیسے بناؤں! ایک معمول اور معروف چیز کو مجہول کیسے بناؤں، اس کے لیے میں اپنی طاقت کہاں سے لاؤں جو یقینی امر ہے۔ معلوم چیز' معروف چیز ہے' اُسے غیر معلوم، غیر معروف اور مجہول چیز اور غیر یقینی بنادوں! اور فرما کر یہ فرماتے تھے کہ یہ بات بالکل یقینی ہے' روزِ روشن کی طرح واضح ہے؛ بلکہ اِس کام کو' حضرت مولانا محمد الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے دُنیا بھر کے تمام فتنوں کے لیے اِرتداد کی شکل میں ہوں، معاشرہ کی شکل میں ہوں، اخلاق کی شکل میں ہوں، عبادات کی شکل میں ہوں، ہر طرح کے فتنے اور فتنے کے سیلاب کے لیے اس کام کو سدِ سکندری سے تعبیر فرمایا کرتے تھے۔ میرا کام یہ سدِ سکندری ہے کہ اُس دور میں یاجوج ماجوج کے فتنہ کے لیے اگر سکندر ذُوالقرنین علیہ السلام نے یہ آہنی دیوار اگر اُنہوں نے کھڑی کری تھی اُس فتنہ سے بچاؤ کے لیے تو قیامت تک اِس اُمّت کے ہر طبقہ مرد ہوں اور عورتیں ہوں، اور عصری ہوں، غیر عصری ہوں' ہر ایک کے ہر طرح کے فتنہ سے حفاظت اور تحفظ کا راستہ یہ دعوت کی مبارک محنت ہے، اِس کو سدِ سکندری سے تعبیر فرمایا، اِس کام کے اندر فرمایا کرتے تھے: ہر فردِ اُمّت چاہے عوام ہو' خواص ہو' علماء ہوں ہر فرد اپنی اندر کی' باہر کی تمام تر طاقتوں وقوتوں کو بس اسی کے پیچھے لگادے تاکہ یہ سدِ سکندری دن بہ دن مضبوط ہوتی چلی جائے، مضبوط سے مضبوط تر ہوتی چلی جائے اور قیامت تک اِس اُمّت کے ہر طرح سے کے فتنہ سے تحفظ کا راستہ بنتا چلا جائے، کوئی ایک طبقہ دو طبقے کا کام ہے ہی نہیں، ایک غلط فہمی تو یہ ہوگئی کہ صرف عام لوگوں کا کام ہے، نہیں! یہ تو علماء اور عوام دونوں کا کام ہے،

قرنِ اوّل' دورِ نبوّت' دورِ صحابہؓ میں کوئی ایک مشورہ، کوئی ایک ملاقات، کوئی ایک ایسا اجتماع ہمیں نہیں ملتا جس کے اندر آپ ﷺ نے یا خلفاءِ راشدینؓ نے یا صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے صرف اور صرف اور محض اِس اُمّت کے مَردوں کے نجات کی فکر کی، جہنّم سے بچا کر جنّت میں لے جانے کی فکریں کی ہوں:

اور پھر اگلی غلط فہمی یہ ہے کہ صرف یہ کام کرنے والے ہیں یا مدارس والے اُن کا کام ہے' جو عصری طلبہ ہیں کالجوں میں ہاسٹلوں میں یونیورسٹیوں میں اُن کا بھی کام ہے، اُن پر بھی محنت ہے اور پھر اُس کے ساتھ ساتھ جتنی بھی جامعات میں پڑھنے والی طالبات ہیں وہ بھی اِس اُمّت کا حصّہ ہیں۔ اُن کا بھی اِس کام کے اندر برابر حصّہ ہے، اُن کی صلاحیتیں بھی اس دین کو زندہ کرنے میں اور سنتوں کو' پَردہ کو زندہ کرنے میں ایسے ہی لگنی چاہئیں جس طرح قرنِ اوّل میں تمام خواتین کی لگی ہیں؛ قرنِ اوّل' دورِ نبوّت' دورِ صحابہؓ میں کوئی ایک مشورہ، کوئی ایک ملاقات، کوئی ایک ایسا اجتماع ہمیں نہیں ملتا جس کے اندر

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یا خلفاءِ راشدین ؓ نے یا صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے صرف اور صرف اور محض اِس اُمّت کے مَردوں کے نجات کی فکر کی، جہنّم سے بچا کر جنّت میں لے جانے کی فکریں کی ہوں اور جو اِس اُمّت کی خواتین ہیں ان کو دین پر لانے کی اور جہنّم سے بچا کر جنّت میں لے جانے کی فکر نہ کی ہو؛ یا صرف اِس اُمّت کے بڑوں کی فکر کی ہو، باقی جو چھوٹے ہیں، کم عمر ہیں، مختلف دُنیا کے تقاضوں، مشاغل، دُنیا کی تعلیمات میں مشغول ہیں اُن کی فکر نہ کی ہو!! ایسا کوئی مشورہ دورِ نبوّت میں ہمیں نہیں ملتا۔

جس مشورہ میں صرف مردوں کی فکر ہو، مستورات کی نہ ہو وہ مشورہ نہجِ نبوت سے ہٹا ہوا ہے:

اگر کوئی اِس نیت سے اپنا مشورہ کر رہا ہے روزانہ کا یا ہفتہ واری یا ماہانہ جوڑ کر رہا ہو اور اُس کے اندر صرف اُمّت کا ایک طبقہ مرد حضرات اور اُس میں بڑے حضرات اور ان حضرات کی دین، سُنّت، شریعت کی فکریں ہو رہی ہوں، لیکن اِس اُمّت کی خواتین کی فکر نہیں ہو رہی، اِس اُمّت کے تعلیم یافتہ طبقہ کی یا زیرِ تعلیم جو طبقہ ہے اُس کی فکریں نہیں ہو رہی، اُن کے اندر بھی عقائد کو راسخ کرنے، سُنّت، شریعت پر لانے اور اُن کے اندر سے ہر طرح کے باطل عقائد کے ختم کرنے کی اُن مشوروں، ملاقاتوں، جوڑوں کے اندر اگر یہ فکریں نہیں ہو رہی ہیں تو یہ بات قسم کھا کر کہی جا سکتی ہے کہ ہمارا یہ مشورہ ہی نہجِ نبوّت سے ہٹا ہوا مشورہ ہے، یہ مزاجِ نبوّت سے ہٹا ہوا مشورہ ہے، آپ یہ ثابت ہی نہیں کر سکتے کہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی ایک مشورہ زندگی میں ایسا تھا جس کے اندر اللہ کے نبیؐ نے اُمّت کے کسی طبقہ کو کسی سے پیچھے کیا ہو یا امتیاز فرمایا ہو یا تفریق فرمائی ہو۔ ہماری ساری محنت، ساری کوششیں، ملاقاتیں، مشورے؛ اِس کے اندر تو اُمّت کا مجموعہ ہمیشہ رہنا چاہیے، چاہے وہ دینی ماحول میں ہوں یا علمی ماحول میں ہوں، یا بے دینی کے ماحول میں ہوں، چاہے مدارس میں ہوں چاہے عصری طلبہ ہوں، چاہے طلبہ ہوں چاہے طالبات ہوں، یہ سارا مجموعہ آج سے یہ عزم و ارادے کرے کہ ہمارے ہر مشوروں کے اندر اِس طرح اُمّت کے ہر طبقہ کو فکر کا ہمیں حصّہ بنانا ہے، جس طریقہ سے ہمارے دل کی دھڑکنیں ہیں اور ہماری سانسیں چل رہی ہیں، اِس درجہ میں آپ کو بَرابر اُمّت کے تمام طبقات، تمام افراد کو اپنی محنت کا میدان بنانا ہے، یہ بُنیادی ذمہ داری ہے۔ (کریں گے بھائی! ان شاء اللہ)

اس لیے چند باتیں آپ حضرات کے سامنے عرض کرنی ہیں، بعض چیزیں ایسی ہیں جو پہلے بھی طئے ہوئی ہیں اور آپ حضرات! ماشاء اللہ اُس سلسلہ میں فکر مند ہیں اور اُس پر عمل بھی کر چکے ہیں، بعض چیزیں ایسی ہیں جو ابھی طئے ہوئی ہیں؛ چند دن پہلے بھی اور ابھی بھی، بڑے غور و خوض کے بعد یہ چند باتیں عصری طلبہ ہوں اُن کی محنت کے اعتبار سے اور دینی مدارس کے طلبہ اُن کے اعتبار سے اور پھر کالجس، ہاسٹلس اور یونیورسٹیوں میں رہنے والی اور پڑھنے والی طالبات ہیں اُن پر محنت کے اعتبار سے چند باتیں بہت غور و فکر کے بعد یہ طئے پائی ہیں؛ جو آپ کے سامنے پیش کرنے کے لیے کہا گیا ہے، اِس کو آپ ذرا غور فرمالیں، دیکھ بھی لیں اور اِس کو نوٹ فرمالیں:

مدارس دینیہ میں پڑھنے والے طلباء کا مقامی کام:

(ا) پہلی بُنیادی بات تو یہ ہے کہ ہمارے جو مدارسِ دینیہ میں پڑھنے والے طلباء ہیں، اِن کے لیے تو بار بار یہ بات کہی جارہی ہے اور آج بھی یہی بات ہے کہ اِن کو مدارس کے قیام کے دوران اعمالِ دعوت سے گُزارا گزارا کریں، یہ سب سے بنیادی بات، جس میں روزانہ کا مشورہ، روزانہ کی تعلیم اور روزانہ کی ملاقاتوں کا سلسلہ ہے، اسی طریقہ سے ہفتہ کے دو گشت؛ ایک گشت اپنی مسجد کا وقت متعین کر کے اور دوسرا گشت اپنے اُسی شہر کے کسی بھی قریب کے بنجر اور کمزور مسجد میں متعین کر کے ہمارے طلبہ دوسرا گشت وہاں پر کریں اور اعمالِ دعوت وہاں جماویں، اور اسی طریقہ سے یہ بات طئے ہوچکی' پچھلے سہ ماہی میں بھی یہ بات بتائی گئی کہ مدارسِ دینیہ میں پڑھنے والے طلبہ سے ہر ہفتہ 24 رگھنٹہ کا مطالبہ ہے، باقی کوئی کم دے دے یا زیادہ دے دے الگ بات ہے، لیکن یہاں سے جو بات طئے ہوچکی ہے، دستور میں لکھا جاچکا وہ یہ ہے کہ دینی مدارس میں پڑھنے والے ہر طالبِ علم سے ہر ہفتہ 24 رگھنٹے کا مطالبہ ہے، آپ! اِس بات کو نوٹ فرمالیں' تا کہ بات ایک ہو، اِس لیے کہ حضرت نے کارگُزاری جب شروع ہوئی کل بھی اور آج صبح بھی یہی فرمایا کہ ہمارے اِس جوڑنے کا بنیادی مقصد وحدتِ فکر' وحدتِ کلمہ ہے۔ یہاں سے ایک بات کہی جارہی ہے تو سارا عملہ آئے، تنفیذ والی صلاحیت اللہ تعالیٰ نے دی ہے، آپ ہی حضرات! اِس کے ترجمان ہیں، اور اِس کی تنفیذ کرنے والے حضرات ہیں اِسے نوٹ فرما کر اِس پر عمل کرنے کی کوشش فرمائیں۔

طلبہ کا تشکیلی جوڑ:

(۲) دوسری بنیادی بات یہ ہے کہ طلبہ کا سال کے شروع کا جوڑ ہے، کارگُزاری والا جوڑ؛ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے دو مرتبہ جوڑ ہوا ہمارا سہ ماہی، اُس میں یہ بات پیش آئی، اور آپ حضرات نے اِس کی فکریں فرمائیں اور سال کے شروع کی کارگزاری والے جوڑ کا آپ نے اہتمام فرمایا اَلْحَمْدُلِلّٰہِ! اب اگلی فکر یہ کرنی ہے کہ سال کا اخیر اب شروع ہونے والا ہے، اب اُس میں ہمیں سال کے اخیر میں تشکیلی جوڑوں کی فکر کرنی ہے، مدارسِ دینیہ میں پڑھنے والے طلباء کی تشکیلی جوڑوں کی فکر کرنی ہے، اس سلسلہ میں چند باتیں عرض کرنی ہیں' جو بہت اہتمام اور غور سے آپ حضرات اُسے نوٹ فرمالیں: (1) پہلی چیز: شہر ہو' حلقہ ہو وہ یہ طئے کریں کہ ہمیں کتنے جوڑ کرنے ہیں۔ (2) دوسری چیز جگہ کی تعین فرمائیں اپنے مشوروں سے کہ کس جگہ یہ ہمارا طلباء کا جوڑ ہونا ہے۔ (3) تیسری چیز دن اور تاریخ متعین فرمائیں اور یہ جوڑ ہوگا تقریباً چند گھنٹوں کا، یہ جو تشکیلی جوڑ ہوتا ہے سال کے اخیر میں مدارسِ دینیہ عربیہ کے طلبۂ عزیز کا وہ چند گھنٹوں کا ہوتا ہے، ۲ رسے ۳ رمجلسیں اِس جوڑ کے اندر ہوا کرتی ہیں؛ اس لیے یا تو جمعرات کے دن ہوجائے عصر تا عشاء، یا پھر جمعہ کے دن فجر تا جمعہ تک ہوجائے۔ یہ عام طور پر عمومی طور پر پورے ہندوستان میں یہ سلسلہ رہتا ہے؛ لیکن اِس میں اِس بات کو ضرور خیال رکھیں کہ یہ جوڑ ہمارے تھوڑا سالانہ اِمتحان سے کم سے کم ایک دو مہینہ قبل ہوجایا کریں، اس لیے کہ ابھی ہمارا ربیع الثانی ۲۰ رہوچکی ہے۔ اُس کے

بعد جمادی الاولیٰ اور جمادی الثانی ہے، تو ہماری درخواست آپ تمام صوبے والوں سے کہ رجب سے پہلے پہلے یہ جوڑ ہر حال میں ہوجانا چاہیے۔

جوڑوں میں درج ذیل باتوں کا خیال رکھا جائے:

(۱) پہلی چیز: اِس جوڑ کے اندر سو فیصد بالغ طلبہ کی شرکت کرنی لازم ہے، سو فیصد بالغ طلبہ اِس میں شریک ہوں؛ چاہے ان مدارس میں پڑھنے والے طلبہ کا وقت لگا ہو یا نہ لگا ہو۔

(۲) دوسری چیز سو فیصد مدارس کا احاطہ ہو۔ کوئی مدرسہ نہ چھوٹ جائے۔ اُن مدرسہ والوں کو اس کی اطلاع کرنا، اس جوڑ میں اُن طلباء کو لانے اور شرکت کرانے کی پوری فکر کرنا یہ ہماری بنیادی ذمہ داری ہے، اب یہ جو جوڑ ہوگا اِس جوڑ کے اندر اہم ترین بنیادی بات ہو؛ وہ یہ کہ اِس کے اندر علماء کے خروج کی اہمیت بڑے اہتمام کے ساتھ کس طرح حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے علماءِ صحابہؓ، مفتیانِ صحابہؓ اور قضاۃِ صحابہؓ اور مفسّرینِ صحابہؓ، محدثینِ صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کو تاحیات بنجر علاقوں میں' جہالت کے مراکز میں' موت تک کی تشکیل کر کے آپؐ نے اُنہیں روانہ فرمایا۔ نصاب مکمل نہیں ہوا۔ اِن میں سے بے شمار صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین ایسے جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے زیرِ تعلیم ہیں اور مختلف علوم حاصل کر رہے ہیں' تکمیل نہیں ہوئی لیکن اِس کے باوجود علاقوں سے تقاضہ آیا، آپؐ نے اہتمام سے اُن صحابہؓ کو چُن چُن کے بھیجا۔ اور کس طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے علمائے صحابہ کے اوپر اور علمائے صحابہؓ کو تنبیہ فرمائی، سخت ترین وعید سُنائی اِس بات پر کہ اگر تم جا کر لوگوں کو علم نہیں سکھلاؤ گے تو ہم دنیا ہی کے اندر تمہیں جلد سزا دیں گے۔ ہم پُرانوں کو تو ساری وعیدیں سُناتے ہیں لیکن تشکیلی جُوڑ جب ہوتا ہے طلباء کا اُس میں یہ عنوان نہیں آتا، حالانکہ یہ ساری وعیدیں یہ سب علماء صحابہؓ سے متعلق ہیں، (   ) اور خروج کی اہمیت اور اللہ کے راستہ کا نَفر، اور تفقہ یہ (دین کی سمجھ بوجھ) کا بنیادی سبب ہے۔

(۳) تیسری چیز یہ ہے کہ اس کے اندر تشکیل مکمل ہو، جو طلباء زیرِ تعلیم ہیں، ابھی تعلیمی سلسلہ اُن کا جاری و ساری ہے تو اُن کا رمضان میں چلّہ مطلوب ہے اور جو طلباء فارغ ہو چکے ہیں اُن کا فراغت کے بعد، سالانہ امتحان ختم ہوتے ہی معاً (فوراً) اُن کی تشکیل سال کی مدرسہ سے براہِ راست مطلوب ہے۔

(۴) چوتھی چیز یہ ہے کہ چاہے چلّہ ہو یا سال ہو اب اِن کی وصولیابی کی ترتیب بنالیں، اِن کی مکمل تشکیل اور مکمل تفقد اور جماعت بندی اور اِن کو لے جانے والے کون؟ اور اِن کے رُخ مناسب، ان سارے باتوں کی فکر کرنا، ہر صوبہ، ہر حلقہ ہر ضلع کے ذمہ داروں اور وہاں کے علماء کی ذمہ داری ہے۔ اس طریقہ سے یہ تمام مدارس اور تمام مدارس میں پڑھنے والے اِن تمام طلبہ کی سو فیصد تشکیل اگر چلّہ کی ہے تو چلّہ کی اور اگر سال کی فراغت ہوگئی تو سال۔ اُن کے گھر کی طرف سے مسائل ہیں، یا اُس کے علاوہ اُن کے دیگر اپنے مسائل ہیں' اللہ تعالیٰ سے مانگنا، صدقہ، صلوٰۃ الحاجت، بار بار ملاقاتیں کرنا اور اُن کو مکمل وصول کرنا' اِس طرح تیاری ہو کہ اِدھر امتحان ختم ہو اور وہ اپنا چلّہ کے لیے یا پھر سال کے لیے بستر لے کر فوراً۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

(۵) پانچویں چیز یہ ہے کہ چلّہ یا سال کے لیے نکلنے والوں کا خروج نظام الدین سے ہونا چاہیے۔ اسے آپ اچھی طرح نوٹ فرمالیں کہ ان کا چلّہ ہو یا سال ہو یہ دونوں اِن کا وقت نظام الدین سے شروع ہو۔ چلّہ بھی اور سال بھی نظام الدین سے شروع ہو؛ اعلیٰ درجہ کی بات۔ الا یہ کہ کوئی سال والے ہمارے سامنے نہیں آسکے یا وہ کسی طرح فارغ ہوکر اپنے علاقوں میں جاچکے ہیں پھراُن کی تشکیل قابو میں آئی، پھر آپ نے محسوس کیا۔ اپنے پاس کوئی مضبوط جماعت ہے یا ذمہ دار ہے یا علماء کرام کی جماعت چل رہی ہے تو پھر کام کو سمجھانے کے لیے اُن کو اُن کے ساتھ ایک چلّہ لگانے کی اجازت ہے۔ اِن شرائط کے ساتھ کہ ایسے پُرانے ذمہ دار ساتھی ہوں یا علماء کرام ہوں جن کی نگرانی میں اِن کا سال کا پہلا چلّہ لگے۔ اگر ایسی بات نہیں ہے تو اگر صوبوں سے بھی ان کی تشکیل ہو تو اُن کا پہلا چلّہ آپ نظام الدین سے شروع کرانے کی کوشش فرمائیں۔

حضرات علما کرام سے متعلق چند باتیں:

ایک بنیادی درخواست علماء کرام سے متعلق حضرت (حضرت جی مولانا محمد سعد صاحب کاندھلوی دامت برکاتہم) نے صبح بھی فرمائی وہ یہ کہ جو صوبے نظام الدین دو ماہ لے کر کے آرہے ہیں چاہے اکیلا صوبہ تو کوئی بھی نہیں االلہ کا فضل دو سے تین کبھی پانچ پانچ صوبے بھی لگائے جارہے ہیں، اِن میں بُنیادی تقاضہ یہ ہے کہ وہ صوبہ اپنے آتے وقت 100 علماء کو لے کر آئے، کتنے علماء لے کر اسے نوٹ فرمالیں آپ حضرات!۔ حضرت (حضرت مولانا محمد سعد کاندھلوی دامت برکاتہم) نے صبح بھی فرمایا ہے۔ 10 دن 10 دن کے فاصلہ سے اُنہیں یہاں بُلایا جائے تاکہ جب جس وقت یہاں پر تقاضے ہوں اُن تقاضوں میں اُن علماء کا استعمال ہوسکے۔

نیز وہی صوبہ والے باقی سال بھر اور مزید 100 علماء بھیجنے کی فکر فرمائیں۔ اس لیے کہ اِن کے ذمہ بے شمار تقاضے ہیں جن میں سے اہم ترین بُنیادی تقاضہ ہے یہاں آکر کے پورے عالم سے آنے والی جماعتوں کو لے کر چلنا اور اُس کے نتیجہ میں اپنے اندر عالمی فکروں کو پیدا کرنا' کہ ہماری صلاحیتیں اور استعدادیں اللہ ربُّ العزّت نے عطاء فرمائی ہیں علمی اِعتبار سے اور پورا عالم اس علمی فیوض سے وہ جو ہے مالا مال ہوجائے اور ہمارے اندر پورے عالم کی فکریں پیدا ہوجائیں؛ یہ دونوں بُنیادی باتیں ہیں، جب تک یہاں اہلِ علم کی آمدورفت نہیں ہوگی' کام کی سطح کیا ہے؟ کام سے کیا چاہا جارہا ہے؟ کام کا معیار کیا ہے؟ کام کے اُصول وضوابط کیا ہیں؟ کتنا قرآن حدیث کی روشنی میں کام کو سمجھا یا جارہا ہے وہ سمجھ میں نہیں آئے گا اور پھر یہاں بے شمار شعبوں کے اندر ان کا مستقل استعمال اور یہاں پر ۱۳ نمبر شعبوں میں پورے ہندوستان اور بیرون سے آنے والے علماء کرام کی نگرانی، ترتیب، تفقد اور اُن کے ساتھ اختلاط، اِن سارے تقاضوں کیلئے ہر صوبہ سے 200 علماء کرام کا مطالبہ ہے۔

جو 100 علماء کرام ہیں جو سال پر آرہے ہیں، وہ سالانہ چلّہ کے اعتبار سے کم سے کم ہر صوبہ والے 100 علماء کرام یہاں بھیجنے کے عزائم وارادے کریں

ورنہ ابھی سال بھر میں بعض صوبہ سے 10 کی تعداد بھی پوری نہیں ہو رہی ہے' سالانہ چلّہ کے لیے۔ چلّہ تو ہر حال میں ہے، جماعت بن گئی ہے' اس لیے! ہمیں جماعت میں جوڑ دیا گیا ہے!! کہ نہیں۔ یہ بات مشورہ سے نظام الدین سے طئے ہو چکی ہے کہ جن علماء کا اِس سال اپنے علاقہ میں وقت لگ چکا ہے' اب ائندہ سال اُن کا نظام الدین میں وقت لگے گا، اِس میں کوئی دورائے نہیں اور اس میں دوبارہ مشورہ نہیں۔ ہم اپنے علاقہ کی اس جماعت کی فکر تو کرتے لیکن ہمارے علاقہ کے یہ علماء کرام ان کی اِستعداد اِن کی صلاحیتیں اور اِن پر کام اور کُھلے اور اِن کی صلاحیتیں خوب کام میں لگیں اِس کی ہم فکر نہیں کر رہے ہیں، اگر اس کے ذریعہ ہم اپنی مسجد کے تقاضے پورے کر رہے ہیں اس سے کئی گنا زیادہ ہمیں فکر کرنی ہے اُن کا اِس سال کا سالانہ خروج صحیح لگے نظام الدین آ کر۔

عصری طلبہ سے متعلق باتیں:

جتنے کالجس اور یونیورسٹیز میں پڑھنے والے ہمارے طلبہ ہیں یہ بھی اُمّت کا بڑا سرمایہ ہیں۔ حضرت مولانا الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا ہمیشہ کا معمول تھا، ویسے تو حضرت (حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ) کی اُمّت کے ہر طبقہ پر نظر۔ حضرت مولانا الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے یہ بات بڑے اہتمام سے لکھی ہے کہ اللہ ربُّ العزّت نے مولانا الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو یہ گُر دیا اور یہ اِستعداد دی کہ اُمّت کے کسی طبقہ میں اگر کوئی اُن کے اندر خرابی ہے، کوئی خرابی بال برابر ہو تو انہیں ایک ذرّہ کے برابر نظر آئے گا، اور اُن کے اندر کوئی خوبی رائی کے دانہ کے برابر ہو تو وہ پہاڑ برابر نظر آئے گا۔ عجیب بات! بہت عجیب صفت حضرت مولانا الیاس صاحبؒ کی۔ اور یہ بات حضرت مولانا الیاس صاحبؒ پر اللہ تبارک وتعالیٰ نے یہ بات کھولی کہ اُمّت کے ہر طبقہ میں یہ اجتماعی اور عمومی دعوت کی ذمہ داری کو جو کارِ نبوّت ہے اس کو لے کر چلنے کی استعداد معمولی سے معمولی طبقہ اور طبقہ کے ہر فرد کے اوپر اللہ تعالیٰ نے رکھی ہے۔ اِس لیے یہ بات بالکل ہمارے ذہنوں میں نہیں ہونی چاہیے کہ ہم زیادہ مستحق ہیں، ہمیں کام زیادہ آتا ہے، اور طلبہ کو اس کی ضرورت نہیں ہے یہ بات نہیں ہے؛ بلکہ اِرتداد کا سارا سیلاب، بے دینی کا سارا سیلاب اور دَہریت اور الحاد یہ سارا کا سارا ان یونیورسٹی میں پڑھنے والے طلباء اور طالبات کے راستہ سے آ رہا ہے، اور آ کر کے اونچے لیول پر اور اونچی سطح پر چلے جا رہا ہے اور وہاں سے اِنہی کی نگرانی میں وہ سارا باطل اور ساری فحاشی، بے حیائی اور بُرائی اُمّت کے دیگر تمام طبقات کے اندر داخل ہو جا رہی ہے۔

اگر یہ طبقہ تعلیمی زمانہ اور دور میں اعمالِ دعوت سے گزر جاوے، حضرت مولانا الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے: مدارس میں پڑھنے والے طلباء کے لیے فرمایا کرتے تھے: عجیب! مولانا الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا ملفوظ حضرت مولانا علی میاں صاحبؒ نے قلمبند فرمایا: میں یہ چاہتا ہوں کہ دینی مدارس میں پڑھنے والے طلبہ یہ تعلیم کے دوران اساتذۂ عظام کی نگرانی میں یہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی مشق کر لیں تو پھر اُن کا علم اُن کے حق میں اور اُمّت کے حق میں نافع بن جائے گا اور اگر اُنہوں نے تعلیم کے دوران امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی مشق نہیں کی! فرمایا کرتے تھے: اُن کا یہ علم، جہل کے پھیلنے کا سبب بنے گا۔

آپ اندازہ لگائیں! جب مدارسِ دینیہ میں پڑھنے والے طلباء سے متعلق حضرت مولانا الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے یہ نظریہ، یہ فکریں تھیں، تو جو عصری کالجوں، یونیورسٹیوں میں پڑھنے والے طلبہ ہیں ان کا کیا حال بنے گا؛ کہ اگر وہ حضرات پڑھنے کے زمانہ میں اگر دعوت کے کام میں مشغول نہیں ہوں گے، اُن کی صلاحیتیں اگر دعوت کے کام میں نہیں لگیں گی۔

اِس لیے یہ ہماری بہت بنیادی ذمہ داری ہے اور اِس لیے بنیادی چند باتیں ہیں طلبہ پر اور طالبات پر محنت کے سلسلہ میں اُنھیں بھی آپ حضرات! غور سے سُن کر نوٹ فرمالیں:

پہلی بُنیادی بات یہ ہے کہ ان کالج اور یونیورسٹی میں پڑھنے والے نیچے سے لے کے اوپر تک ان کو روزانہ کے اعمال دعوت میں شریک کریں۔ اپنی اپنی مسجد کی سطح پر انہیں سب سے پہلے شریک کرنے کی کوشش کریں یعنی (۱) ایک ایک طالب علم کا روزانہ مشورہ میں وقت لگ رہا ہو، مشورہ میں پابندی سے شرکت ہو رہی ہو۔

(۲) اور اُن کی روزانہ تعلیم کے حلقوں میں شرکت، ایمانیات کے حلقوں میں، وعدے وعیدوں کے حلقوں میں اہتمام کے ساتھ اُن کی شرکت ہو۔

(۳) اُن کو آبادی کے عمل میں، اعلیٰ درجہ یہ کہ اُن کو بھی آبادی کے عمل میں اپنے ساتھ شریک کیا جائے اور ادنیٰ درجہ یہ ہے کہ اُن کو روزانہ ملاقاتوں میں لے کر چلنے کی فکر کی جائے؛ اِن کے ذریعہ سے دیگر طلبہ پر محنت کی ترتیب قائم کی جائے۔ یہ روزانہ کے 3 بُنیادی عمل ہیں۔

اگر ہاسٹل اور کالجوں کے باہر قریب کی آبادیاں ہیں، وہاں اگر مسجدیں مُلحق ہیں' قریب ہیں؛ اعلیٰ درجہ کی بات ہے کہ ہاسٹلس کے یہ طلبہ جو ہماری مساجد میں آبادی اور ان مسجدوں کے اندر آ کر عمومیت کے ساتھ تعلیم' مشورہ' آبادی کے عمل میں شریک ہوں، اور اگر یہ شکل نہیں تو پہلے بھی یہ بات عرض کی گئی تھی کہ ہمارے دو ساتھی اُن کالجوں اور ہاسٹلوں کے اندر اگر مسجدیں ہیں تو وہاں دوسری گشتوں کی بنیاد پر وہاں جا کر اعمالِ دعوت قائم کریں۔

اور آخری درجہ یہ ہے کہ وہاں پر محنت کے لیے کوئی ٹھیہ یا کوئی مقام تیار کر کے' کوئی کمرہ اس طرح بنالیا جائے' جس کے اندر ہمارے طلبہ روزانہ تعلیم، مشورہ، ملاقاتیں اور وہیں سے ساری محنت کا نظام قائم کریں۔

اِسی طرح ان عصری طلباء کا ہفتہ کا دوگشت پابندی کے ساتھ ہونا چاہیے۔ ایک اپنے ہاسٹلوں کے اندر: ایک ایک کمرے؛ ایک ایک فرد پر محنت ہونی چاہیے۔ ان ہاسٹلوں کے اندر ایمانیات، یقین کی باتیں ایک ایک طلبہ کے کان تک بات پہنچنی چاہئیں۔ ایمانیات کی باتیں آخرت کی باتیں توحید کی باتیں؛؛ ورنہ 24 گھنٹے توحید، رسالت، آخرت کے انکار سے متعلق مضامین گھٹی کی طرح ان کے کانوں میں ڈالے جا رہے ہیں، پلائے جا رہے ہیں، کوئی پُرسانِ حال نہیں۔

اِس لیے! مولانا یوسف صاحبؒ فرمایا کرتے تھے: عصری تعلیم حاصل کر کے جب باہر نکلو تو تھوڑی دیر کھڑے ہو کر کہنا کہ جو کچھ میں نے پڑھا ہے یا پڑھایا ہے سب جھوٹ ہے' جھوٹ ہے' جھوٹ ہے' ہر روز تکذیب کرنی چاہیے ان تعلیمات کو حاصل کرنے کے بعد۔ جتنا چاہے روزانہ اس کو پڑھا کر کے اس پر توبہ استغفار آپ جو ہے آپ کرلیں اتنا کم ہے۔ یہ

زہریلی چیزیں ہیں تعلیمات جتنی بھی ہیں۔ یہ تو دُنیا کے کمانے کا ایک ذریعہ ہیں، آپ چاہے کوئی بھی تجارت کی شکل اختیار کرلیں یا پھر ڈگریاں حاصل کر کے آپ ذریعۂ معاش کی کوئی اور دوسری شکل اختیار کریں؛ اِس سے زیادہ اِس کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔

ہماری اُمّت اور اُمّت کا یہ نوجوان طبقہ سیلاب کی طرح بے دینی کی طرف، اور بے دینی سیلاب کی طرف اُن کی طرف اور کوئی پُرسانِ حال نہیں، اس کے لیے سدِ سکندری اگر ہے تو یہ والا عمل ہے۔ کہ ان کے عقائد، ان کے معاملات اور ان کی عبادت کی حفاظت کا واحد راستہ ''انحصار'' کے ساتھ فرمایا: جس کو ہم اور آپ اپنی سیدھی سادھی زبان میں کہتے ہیں کہ یہ کام سفینۂ نوحؑ ہے، یہ تو بہت ہلکا لفظ ہے؛ ورنہ مولانا الیاس صاحبؒ تو انحصار کے ساتھ یہ جملہ فرمایا کرتے تھے؛ کہ اسی کام کے اندر اور اس کام کی تازگی کے اندر اور اس کام کی تازگی اُمّت کے ہر طبقہ کی جانی، مالی، فکری، قلبی صلاحیتوں کو اس کے پیچھے لگانے کے اندر ہے۔ اور سننِ الٰہیہ میں سے ہے اِس کام کو فرمایا ہے اِس دور میں اللہ تعالیٰ نے اِس کو ازلی سُنّت ہے، ہر دور اور ہر زمانہ میں اللہ تعالیٰ نے اس کام کو اس طریقہ سے وجود بخشا ہے، اس لیے بنیادی ذمہ داری ہفتہ کے اپنے دوگشت پابندی سے اپنے ہاسپٹل کے اندر اور اس کے بعد ۔۔۔۔۔۔۔ کے مسائل کے اندر یہ جاویں اور طلباء جا کر کے محنت کریں۔

(۴) چوتھی بُنیادی بات یہ ہے کہ اِن طلبہ کا خروج؛

پہلی بنیادی بات:

اس میں چند باتیں ہیں، پہلی بنیادی بات تو یہ ہے کہ ہر ہفتہ جماعت طلبہ کی نکلے، یہ ایک بُنیادی بات ہے۔ ہر ہفتہ طلبۂ عزیز جو ہمارے عصری طلبہ ہیں کالجس اور یونیورسٹیز میں پڑھنے والے ہیں، اُن کی جماعت کی تشکیل اور اُن کی جماعت بندی ہر ہفتہ ہونی چاہئیں، یہ بنیادی باتیں مشورہ سے طئے ہوں۔ ہر ہفتہ جماعت بنانے کی کوشش کرنا۔

دوسری بنیادی بات:

اُن کے پاس جتنا بھی وقت کم ہو یا زیادہ ہو مہینہ کے اعتبار سے اُس کو وصول کرلیں، اس کی تشکیل کرنے میں دریغ نہ کریں اُس میں کوتاہی نہ کریں، اگر کسی میں 3 دن پورے ملتے ہیں یقیناً آپ 3 دن پوری تشکیل کریں، 2 ہی دن ہیں، آپ! دو دن اُن کی ضرور تشکیل کریں۔

ایک ہی دن ہے تو اُن کی ایک دن کی ضرور تشکیل فرمائیں؛ یہ چیز بھی طئے شدہ ہے۔ آپ حضرات نوٹ فرمائیں۔

باقی ایک طالبِ علم سے ہر ہفتہ تشکیل کا مطالبہ ہے یا نہیں؛ ان شاء اللہ یہ بات مشورہ سے گُزر کر جو طئے فرمائیں گے حضرت (حضرت جی مولانا محمد سعد صاحب دامت برکاتہم العالیہ) وہ آپ حضرات کے سامنے کل پیش کریں گے۔

تیسری بنیادی بات:

جو عصری طلبہ ہمارے جب جائیں گے تھوڑا یا زیادہ وقت لے کر مہینہ میں تو اُن کی جماعت بندی مخلوط ہوگی، اُن کی مستقل

جماعت نہیں بنائی جائے گی، اُن کی جماعت مخلوط، مسجد جو محلّہ کی قریب کی ہے اُن کے ساتھ ملا کر اُن کی تشکیل ہو اور اخیر درجہ اس میں اس بات کا ضرور اہتمام کریں کہ دو پُرانے سلجھے ہوئے ہیں اور فکروں کے ساتھ ایسے دو پُرانے ساتھیوں کی نگرانی میں یہ طلبہ کی جماعت جایا کرے، لیکن اس بات کو ذہن میں رکھیں کہ یہ جو پُرانے حضرات جائیں گے یہ اُن کا اپنا ماہانہ سہ روزہ کا علاوہ یہ خروج ہوگا۔ آپ حضرات! اس کو سہ روزہ میں شُمار نہیں کریں گے بلکہ اعلیٰ درجہ کی بات یہ ہے کہ جو حضرات ماہانہ 10 یوم لگا رہے ہیں اور تین دن لگا لیے 72 گھنٹے واپس 7 دن مشورے میں گزار رہے ہیں، اور کہہ رہے ہیں کہ ہم 10 دن لگانے والے ہیں، اُن کے لیے تو بہترین موقع ہے کہ وہ تین تین 72 گھنٹے اپنی مسجد کے عمومی اور اس کے علاوہ یہ مہینہ کے یہ طلبہ، اسٹوڈنٹس کو لے جانے کے لیے 24 گھنٹے کا کہیں تقاضہ 24 گھنٹہ ان کے ساتھ مکمل لگائیں دو دن کا تقاضہ مکمل اور تین دن کا' تو اعلیٰ درجہ کی بات ہے یہ 10 دن والے تو عزم و ارادے کر لیں تو اللہ تعالیٰ کی ذات سے اُمید ہے ان شاء اللہ طلباء کی جماعت خوب کثرت سے نکلیں گی اور ان کی صحیح نگرانی بھی ہوگی؛ صحیح تربیت بھی۔

ہم مدارسِ دینیہ میں پڑھنے والے طلباء کی اتنی نگرانی اتنی فکر کرتے ہیں' تو ہمیں سوچنا چاہیے کہ ان دنیا کی اور عصری تعلیم حاصل کرنے والوں کی کتنی اچھی ترتیب، جماعت بندی، تفقد اور اِن کا رخ ہونا چاہیے، تا کہ یہ اچھی طرح کام سیکھ کر کے آئیں، نمازیں سیکھ کر کے آئیں، کلمہ نماز سیکھ کر آئیں، سنّتیں سیکھ کر آئیں، سُنّت سیکھ کر آئیں، دعوت کی صحیح فکریں لے کر آئیں، تا کہ واپس آنے کے بعد یہ متعدّی بن کر کے خود بھی جمیں اُس ماحول کے اندر دہریت کے' الحاد کے اور پھر تمام جو ہے طلبہ کو اس جو ہے ایمان' یقین اور عقائد پر لانے کا وہ ذریعہ بن جائیں۔

عصری طلبہ کے جوڑ:

- ان طلبۂ عزیز کا بھی سال کے شروع میں جُوڑ ہوگا اور سال کے اخیر میں بھی جوڑ ہوگا۔ یہ دونوں جوڑ پانچ سے چھ گھنٹے کے ہوں گے۔
- سال کے شروع میں ایک جوڑ ہوگا وہ کارگزاری والا جوڑ کہلاتا ہے۔ سال کے اخیر میں ایک جُوڑ ہوگا وہ تشکیلی جوڑ کہلاتا ہے،
- ان جُوڑوں کے اندر تمام اسکولوں، کالجوں، یونیورسٹیوں کا احاطہ کرنا۔ اگر ایک ضلع میں 10 کالجس اور 10 یونیورسٹیاں ہیں تو ان سب کا احاطہ ہونا چاہیے۔
- ان کالجس اور یونیورسٹیوں میں پڑھنے والے تمام بالغ طلبہ کا احاطہ ہونا چاہیے!۔

کالجس 10 ہیں اور اُس کے اندر کم سے کم ہزار، دو ہزار، تین ہزار طلبہ ہیں تو 10 کالجس میں جانا' محنت کرنا اور اس میں ہزار' دو ہزار' دس ہزار جو طلبہ ہیں اُنہیں مکمل لانے کی کوشش کرنا۔

- کالجوں اور یونیورسٹیوں کا احاطہ کرنا ہے محنت کے اعتبار سے اور ان میں پڑھنے والے تمام بالغ طلباء پر 100 فیصد احاطہ کر کے محنت کی ترتیب مسجد کی سطح پر بنانے اور انہیں جوڑ میں لانے کی کوشش کرنا سال کے شروع میں بھی اور سال کے اخیر میں بھی۔

● اپنا وقت متعین کرلیں، دن متعین کرلیں، جس میں اُن کی تعلیم میں حَرج نہ ہو، جس طرح دینی مدارس کے طلبہ کے لیے جمعرات جمعہ موزوں ہے اسی طرح عصری طلبہ کے لیے اگر اتوار مناسب ہے تو آپ اتوار کے دن کرلیں۔

فجر سے لے کر چند گھنٹوں کا کرلیں، یا ظُہر سے لے کر کے شام تک چند گھنٹوں کا آپ کرلیں۔

جب سال کے شروع میں کارگزاری والا جوڑ ہو، اُس کے اندر چند باتیں آپ کو کرنی ہے:

● پہلی مجلس میں مقامی کام اور خروج کی کارگزاری ہو۔ یعنی ان کالجوں کے اندر 5 اعمال کتنے کالجوں میں اور بعض اعمال کتنے کالجوں میں ہیں اور کن کن کالجوں میں روزانہ تعلیم ہے، مشورہ ہے، ملاقات ہے، اور اسی طریقہ سے ہفتہ کے دو گشت ہیں اور پھِر ان کالجوں کے اندر سے خروج کا کیا نظام ہے۔

● ہر ہفتہ جماعت نکل رہی ہے اور 24 گھنٹے ہے، یا دو دن ہے، یا تین دن ہے، یہ اُس کی کارگزاری خروج کی بھی ہو اور مقامی کام کی بھی ہو۔

● دوسری مجلس میں اُن سے مقامی کام کا مذاکرہ فرمائیں، مذاکرہ بالتفصیل ہونا چاہیے؛ جس کے اندر مشورہ، ملاقاتیں اور اسی طرح روزانہ کی تعلیم اور دو گشت اور اسی طرح اُن کے خروج، مقامی کام کا تفصیلی مذاکرہ اُن کے سامنے آجائے۔

● پھر اُن کی عزائم والی مجلس لگائی جائے، کہ آپ بتائیں کہ آپ! سال کے اخیر تک ان اعمالِ دعوت کے اعتبار سے آپ کیا عزائم کرتے ہیں۔ آپ کتنی محنت اپنی بڑھا دیں گے۔ آپ ہفتہ واری طلبہ کی جماعتوں کی تعداد اوسط کتنی بڑھائیں گے، اور آپ دوسرے گشت کی کیا اوسط بڑھائیں گے، روزانہ کی محنت کا کیا اوسط ہے؛ یہ عزائم کی مجلسوں میں اہتمام کے ساتھ۔ یہ تو سال کے شروع کی مجلسیں ہوں۔ سال کے اخر کے اندر سال کے اخیر کے اندر جو مجلسیں ہوں گی اُس کے اندر بھی یہ دو بُنیادی باتیں طئے ہیں: ایک تو تمام کالجس اور یونیورسٹیز اور اسکولس کا احاطہ ہونا چاہیے' سال کے اخیر میں جو تشکیلی جُوڑ ہو۔ اور دوسرا اِس کے اندر بھی تمام طلبہ کا احاطہ ہو۔ کوئی طالبِ علم رہ نہ جائے۔

● تشکیلی جوڑ کے اندر بالتفصیل خروج کی اہمیت آنی چاہیے! جس طرح حضراتِ صحابہؓ کے لیے خروج نہ کرنے پر یا خروج کرنے میں تاخیر کرنے پر سخت ترین وعیدیں، اللہ تعالیٰ کی ناراضگی اور عتاب؛ یہ ساری باتیں ہمیں اہتمام کے ساتھ اُمّت کے تمام طبقات کے سامنے بار باران کے مذاکرے کرنے چاہئیں۔ بار بار مذاکرے ہوں۔ تاکہ ہمارے عصری طلباء کے اندر بھی اپنی جان و مال کو لے کر احیاءِ سُنّت اور اس دین کو زندہ کرنے کی جو ذمہ داری ہے اُس کا شُعور اور احساس پیدا ہو اور اس میں جو آج تک کمی و کوتاہی ہوئی ہے اُس پر ندامت ہو اور آئندہ کے لیے یہ لوگ پکّا عزم اور ارادے کریں کہ ان شاء اللہ ہمیں موت تک نَفر کرنا' اللہ تعالیٰ کے راستہ میں نکلنا ہے۔ تو خروج کی بات تفصیل سے اُن کے سامنے آوے۔

● اُن کی جم کر تشکیلیں ہوں اور اس کے اندر بنیادی تشکیل 2، سال کے اخیر میں تشکیل بنیادی دو ہیں۔ (ا) جتنے متعلّمین یعنی زیرِ تعلیم طلبہ ہیں، ابھی اُن کا کورس ختم نہیں ہوا ہے تو اُن کے ووکیشن کی چھٹی جتنے دن کی بھی ہے' اعلیٰ درجہ تو یہ ہے کہ کم سے کم اُن کی چلّہ کی تشکیل ہو جائے اور کہیں پر کم زیادہ بھی ہیں تو اُن کی سالانہ خُروج کی تشکیل ہر حال میں ہونی چاہیے۔

● طلبہ کی ایک تعداد وہ ہوگی جو فارغ ہونے والی ہے۔ منتہی طلبہ ہیں، اُن کا فائنل ایئر ہے تو اب اُن کی فراغت کے بعد معاً فوراً کسی بھی جگہ جا کر لگنے سے پہلے پہلے اُن کے چار مہینہ کی تشکیل ہونی چاہیے۔ یہ دو بنیادی تشکیلیں اُن کے ہونی چاہئیں۔ یا یہ متعلّمین ہیں، پڑھ رہے ہیں، زیرِ تعلیم، اُن کی سالانہ خروج کی تشکیل ہو اور جو فارغ طلبہ ہیں اُن کی فوراً فراغت کے بعد چار ماہ کی تشکیل۔

● اُس جُوڑ کے اندر اِس کی فکر کی جائے کہ جتنی تشکیلیں ہوئی ہیں اِن تشکیلوں کو قابو میں لانا، اس کے لیے وصولیابی کی محنت اور پھر ان کا اندر تفقد، ان کے لیے صحیح امیر، ان کی جماعت بندی، ان کی صحیح روانگی اور آخری درجہ میں یہ ہے کہ چار مہینے والے اسٹوڈنٹس ہوں یا پھر چلّہ لگانے والے طلبہ؛ ان دونوں کی جماعتیں بھی نظام الدین سے ------------- اسے آپ حضرات خاص طور سے نوٹ فرمالیں؛ ورنہ ہم نے بہت دیکھا جب ہم تفقد کرتے ہیں، بیٹھے ہوئے ہم اُن سے اختلاط کرتے ہیں؛ پتہ چلا کہ پڑھنے کے زمانہ میں ان کے 10 چلّے لگے، یونیورسٹی کے زمانہ میں اور اسٹوڈنٹس لائف میں ان کے 10 چلّے لگے اور اس کے بعد چار مہینے بھی اپنے علاقوں میں لگ گئے اور اس کے بعد اب وہ بیرون جانے کے لیے آئے تو پھر اُن کو ایک موقع اس بہانہ سے مل گیا کہ نظام الدین سے ہو کر کے جانا ہے!!!۔ یہ بڑے خسارے کی اور بڑی حسرت کی بات ہے کہ اتنی استعداد اور ان کی صلاحیت اور آگے ان کو سارے کالجس اور یونیورسٹیز میں اُمّت کے تمام طبقات پر محنت کرنا، ان کے سامنے کام کا معیار نہیں، اور کام کی سطح نہیں اور کام سیرت کی روشنی میں ان کے سامنے نہیں تو یہ بہت ہی زیادہ نقصان کی بات ہے؛ اس لیے روزِ اوّل سے، ان حضرات کو اور چلّے والوں کو اور چار مہینہ لگانے والوں کو نظام الدین اور یہاں کی ہدایات اور روانگی، اور یہاں سے پھر رُخ لے کر کے جانا، پھر واپسی پر یہاں کارگزاری اور پھر یہاں سے واپسی کی ہدایات اور فکریں لے کر کے جاویں اس کی آپ کو فکر کرنی ہے۔

طالبات پر محنت:

کہ طالبات پر محنت کیسی ہو، یہ دو۔ اس کے سلسلہ میں یہ بات طئے ہوئی ہے کہ جتنے بھی طالبات ہیں کالجس، یونیورسٹیوں اور ہاسٹلوں میں رہنے والی، ان پر محنت کی بڑی فکر کی ضرورت ہے، اس لیے کہ بہت بڑا طبقہ!!!! آپ حضرات کے سامنے مخفی نہیں ہے ساری باتیں واضح ہیں، اندرونِ مُلک سے لے کے بیرونِ ملک اچھے اچھے گھرانے جو دیندار گھرانے کہلاتے ہیں اُن کی گھر کی بھی بچّیاں بھی کتنی بے دینی کے ماحول سے گزر رہی ہیں، کتنی بے دینی کا، بے پردگی کا شکار ہو رہی ہیں آپ اندازہ نہیں لگا سکتے۔

مستورات کا خروج شیخ الاسلام مفتی تقی عثمانی صاحب دامت برکاتھم کی نظر میں:

حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہٗ نے ایک کارگزاری دی۔ انعام الباری کی تیسری جلد کے اندر باب خروج النساء الی المساجد کے تحت، اس میں چھوٹا سا ایک واقعہ لکھا ہے کہ مستورات کو اللہ کے راستہ میں نکلنا، امرِ مطلوب ہے امرِ مستحسن پھر کہنے لگے مولانا تقی عثمانی صاحب نے لکھا بخاری شریف کی شرح۔۔۔ جنوبی افریقہ گئے، دیکھا، وہاں کچھ

دیندار گھرانہ تھا اُن کے گھروں کے اندر تھوڑی بے دینی کا ماحول بن گیا' بے پردگی کا' تو انہوں نے بڑی کوششیں کریں، لیکن اُنہوں نے اخیر میں یہ دیکھا کہ تبلیغی جماعت میں بھی تھوڑا مستورات کو نکالیں تا کہ وہ پردہ دوبارہ ہمارے گھر میں واپس آجائے؛ اللہ کی شان !3 دن،10 دن کچھ لگے، وہ سارا پردے والا ماحول کرنے والا ماحول گھر میں واپس آ گیا۔

حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم العالیہ نے بخاری شریف کے شرح انعام الباری کی تیسری جلد میں باب خروج النساء المساجد کے تحت مستورات کے خُروج کے فوائد کی کارگزاری لکھی ہے۔

مستورات کا خروج حضرت مولانا یوسف لدھیانوی صاحبؒ کی نظر میں:

حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ! جب اُن سے پوچھا گیا بڑے اہتمام سے، کہ جب اُن سے پوچھا گیا بار بار! ان مستورات کو اللہ کے راستہ میں جانا چاہیے؟؟ میں نے وقت لگایا اپنی خواتین کے ساتھ'' آپ کے مسائل اوران کے حل'' کے تحت خود حضرت مولانا نے فرمایا: میرا اپنا تاثر ہے کہ مجھے تو ذاتی کہ مستورات کو نکلنا چاہیے، اُس کے اندر اُن کا دینی فائدہ ہے اوران کے ایمان کے' پردہ کا تحفظ ہے؛ اس لیے کہ میں نے خود اپنی مستورات کو لے کر کے تبلیغی جماعت والوں کے ساتھ سے روزہ وقت وغیرہ لگایا۔ مولانا یوسف لدھیانوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے '' آپ کے مسائل اوران کے حل'' کے تحت۔

مستورات کا خروج فقیہ الامت حضرت مولانا مفتی محمود حسن گنگوہی صاحبؒ کی نظر میں:

حضرت مولانا مفتی محمود حسن گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی بڑے اہتمام کے ساتھ اس کی تاکید فرمائی کہ بھئی! پردہ کے شرائط کے ساتھ خواتین کو ہفتہ واری تعلیم کے عنوان سے جوڑنا عینِ سُنّت ہے۔ خواتین جُڑ جائیں پردے کے ساتھ اور اُن میں دین کی باتیں کریں۔ یا پھر کوئی مرد جا کر پردہ کے اہتمام کے ساتھ دین کی باتیں کرے، یہ عین سُنّت ہے۔ (یہ حضرت مفتی محمود حسن گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے فتاویٰ محمودیہ میں لکھا ہے)۔

اس لیے ان باتوں کو سامنے رکھ کر ہمارے مشورہ سے حضرت نے یہ باتیں طئے فرمائیں؛

کالجوں کے باہر محلوں میں کرایہ کے ہاسٹلوں یا کرایہ کے گھروں میں رہنے والی طالبات کی ہفتہ واری تعلیم:

اسکولوں اور کالجوں میں پڑھنے والی طالبات ہیں، اگر یہ محلّوں میں رہتی ہیں، کرایہ کے مکان میں تو محلّہ کے تمام ذمہ دار ساتھی اور تمام پُرانی خواتین کی فکر یہ ہو کہ محلّہ میں رہنے والی ان اسٹوڈنٹس اور طالبات کو اپنی ہفتہ واری تعلیم میں اُنہیں مدعو کرنا' اُنہیں شریک کرنا اور اُن پر اُس راستہ سے محنت کرنا ہے۔

اُس کے ذریعہ اُن کے اندر پردہ آوے، اُس کے ذریعہ وہ نمازوں پر آئیں، اُن کا کلمہ صحیح ہو، اُن کی بنیادی مسائل صحیح ہوں، اُن کو اللہ اور رسول ﷺ کا تعارف ہو، آخرت کا اِستحضار ہو، دین کا شعور اور دین کی طلب اُن کے اندر پیدا کرنا ہے۔

کالجوں اور یونیورسٹیوں کے ہاسٹلوں میں رہنے والی طالبات کی ہفتہ واری تعلیم:

پہلی شکل:

جتنی بچیاں ہیں طالبات، جو یونیورسٹیوں میں، کالجوں میں، ہاسٹلوں میں رہا کرتی ہیں تو حضرت نے ایک بات فرما دی اُنہیں باہر نہیں نکالنا اور اُن پر محنت کرنے کی شکل حضرت نے یہ طئے فرمائی ہے کہ اُن کالجوں اور یونیورسٹیز کے اندر ایسے بھی حضرات ہوتے ہیں؛ مسلمان میاں بیوی ہیں اور اُن کو کیمپس میں جگہ دی گئی ہے اور وہ فیملی کے ساتھ وہاں رہتے ہیں۔ ہماری ایسی محنت ہو جائے جو اُس کیمپس میں رہنے والے مرد اور عورت (میاں بیوی ہیں) جو پڑھاتے ہیں یا مختلف قسم کی وہاں ملازمتیں اُن سے متعلق ہیں اُن کا سہ روزہ، عشرہ لگے اور شرائط پورا کر کے اُس کالج، یونیورسٹی اور کیمپس کے اندر ہم تعلیم کی بنیاد ڈالیں۔

ذرا سی اپ حضرات فکر کرلیں اللہ کی ذاتِ عالی سے امید ہے ان شاء اللہ یہ ساری بنیادیں قائم ہو سکیں۔ اندر ہی ہفتہ واری تعلیم کی بنیاد قائم کریں۔ انہی گھروں کے اندر، کہ اُن کے گھر والوں کا سہ روزہ، عشرہ لگے، شرطیں پوری ہو جاویں اور اس کے بعد وہاں ہفتہ واری تعلیم، دن مقرر کر کے اور پھر وہاں کی ساری طالبات اگر ایک تعلیم سے ہو جائے کام تو ایک؛ ورنہ 100 طالبات ہیں تو 4 ہفتہ واری تعلیم کیمپس کے اندر آپ چہار دیواری کے اندر قائم کریں گے۔ یہ آپ کی ذمہ داری ہے۔

دوسری شکل:

اگر ایسی کوئی شکل نہیں ہے تو اب حضرت نے یہ طئے فرمایا ہے کہ اُس کالج، یونیورسٹی کے قریب متصل جو ہمارا شہر ہے اور اُس کے اندر جو فکر مند، وقت لگائی ہوئیں، پُرانی بہنیں ہیں، عشرہ لگائی ہوئیں، جو شرائط پوری کی ہوئی ہیں اور اب ہفتہ واری تعلیم کو صحیح نہج کے ساتھ لے کر چلتی ہوں، تعلیم صحیح کروا سکتی ہوں اور اسی طرح چھ نمبر کا مذاکرہ صحیح کر سکتی ہوں، تشکیل صحیح کر سکتی ہوں، گھر کے اعمال اچھی طرح کر سکتی ہوں ایسی دو بہنوں کو مشورہ سے طئے کیا جائے اور یہ دو بہنیں جا کر کالج کے اندر، یونیورسٹی کے اندر کسی کمرہ میں یا انہی ٹیچر اور ماسٹر کے گھروں میں سے کوئی مناسب گھر، پردہ کے اہتمام کے ساتھ، وہاں جا کر ہفتہ واری تعلیم، دن متعین کر کے وہاں پر ہفتہ واری تعلیم قائم کریں۔ تمام طالبات کو اِن ہفتہ واری تعلیم میں جوڑیں اور اس راستہ سے اُن پر محنت کی جائے اور اُن کو اعمالِ دعوت پر لایا جائے، نماز کی فکر دلائی جائے، ان کی بھی تشکیلیں کی جائیں کہ جب چھٹی ہو جائے تمہیں اپنے گھر جانا ہے اور اپنے ماں باپ کے ساتھ مل کر سہ روزہ لگانا ہے۔ اپنے ماں باپ کے ساتھ مل کر اپنا عشرہ لگانا ہے۔ اپنے گھر کے اندر مع مستورات جماعت جو آپ کے علاقوں میں، صوبوں میں آئے گی اپنے گھر کے اندر مع مستورات جماعتوں کو ٹھہرانا ہے۔ یعنی تمام مستورات کے اعمال کے اعتبار سے اُن بچیوں کی تشکیل ہو؛ اس کے لیے اس کے لیے کالج کے اندر ہاسٹلوں کے اندر یہ ہفتہ واری تعلیم کی ہمیں شکلیں قائم کرنی ہیں۔

یہ چند باتیں مشورہ سے طئے ہوئی تھیں، بڑے غور و خوص کے بعد حضرت (حضرت جی مولانا محمد سعد صاحب کاندھلوی دامت برکاتہم) نے طئے فرمائیں۔ اللہ تعالی ان سب پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

ماہِ ربیع الثانی کی چونکہ ۲۰ رہو چکی ہے اور رجب سے پہلے پہلے یہ جوڑ ہونے ہیں؛ تو ابھی صوبہ وار یہ طئے کرلیں دو ہفتے کے اندر، تین ہفتے کے اندر پورا صوبہ جُڑ جائے، جیسا کہ آپ حضرات کا معمول ہے، عرض یہ کہ فکر مند علماء اور ذمہ دار ساتھی ابھی

سے تاریخ طئے کرلیں اور طئے کر کے ہم صوبے والے دوتین ہفتوں کے اندر اُس نظام کو بنائیں گے تب ماہِ جمادی الثانی میں وہ سارے جوڑ قابو میں آپائیں گے اِس کی ابھی فکر کریں۔

مردانہ بیان کب ہو؟:

جب تعلیم قائم ہوجائے چاہے اندر کے خواتین کے ذریعہ یا باہر کی دو پُرانی بہنیں جائیں اپنے مَحرم کے ساتھ تو اُس میں یہ بھی طئے ہے کہ مہینہ ڈیڑھ مہینہ میں اُن طالبات کے درمیان مستورات میں جا کر کے مَردوں کا بیان بھی ہوجائے۔

مرکز میں حضرات علماء کرام کی ضرورت:

100 علماء سال بھر اور 100 علماء صوبے آمد کے موقع پر لے کر آئیں اس میں بھی یہ ہے کہ جو تین صوبے ہیں تو تین صوبے وہ 100 کی تعداد آپس میں تقسیم کریں، جس میں جتنی استعداد ہے، اگر پانچ صوبے ہیں تو 20‘20 لے کر آئیں یا اپنے استعداد کے بقدر وہ اپنے علماء کو لے کر آئیں، اور سال بھر جو 100 علماء کا مطالبہ ہے اُسے بھی اسی طریقہ سے آپ حضرات لانے کی کوشش کریں۔

● اب ذرا سا حلقوں میں بیٹھ جائیں، اپنے اپنے صوبوں کے اعتبار سے اور پھر آپ اِن دونوں محنت کا نظام بنالیں۔

● ہمیں اطلاع بھی کردیں کہ ہم نے اتنے جوڑ اپنے صوبہ کے اعتبار سے طئے کیے ہیں؛ عصری بھی اور اسی طرح مدارسِ دینیہ کے بھی۔

تقاضوں پر بیرون جانے والی جماعتوں کی کارگزاریاں

بعد مغرب، بروز اتوار

مولانا یوسف صاحب زید مجدہ بن حضرت جی دامت برکاتھم:

الحمدللہ جو ہماری جماعتیں جو اجتماعات کرنے کے واسطے ممالک کے اندر جاتے ہیں ان کو بھیجنے کا بڑا بنیادی مقصد یہ ہے کہ اس ملک کے تقاضے لے کر آئے، اور لا کر وہ تقاضے رکھے اہتمام سے، ایک ہدہد بھی جایا کرتی تھی وہ بھی تقاضے لے کر آرہی ہے، سلیمان علیہ السلام کے پاس سے گئی، اور پورے ملک کا تقاضے لے کر آرہی ہے، ایک ہدہد اگر تقاضے لے کر آرہی تو ہماری جماعتیں کس قدر تقاضے لے کر آئیں؟ تو یہ اس ملک کے تقاضے آپ کے سامنے رکھے جائیں گے، اس ملک کی بے دینی کا حال آپ کے سامنے رکھا جائے گا، تاکہ اس ملک میں جو جو ضرورتیں ہیں، ہمارا پورا ملک مل کر ان ضرورتوں کو ان تقاضوں کو پورا کرے، پورا کرنے میں آپ حضرات ایسے ہیں نظام الدین کے لیے جیسے اعضاء و جوارح ہوتے ہیں، انسان کی ضروریات کو پورا کرنے کے لیے، پیر ہے پھرنے کا تقاضہ پیر پورا کر رہا ہے، منہ ہے کھانے کا تقاضہ ہاتھ پورا کر رہا ہے، آنکھ ہے دیکھنے کا تقاضہ پورا کر رہی ہے، بولنے کا تقاضہ زبان پورا کر رہی ہے، بالکل اسی طرح دنیا میں جتنے بھی تقاضے آرہے ہیں وہ پورا ملک مل کے اس طرح پورا کرے،

تو اب یہ کارگزاری انشاءاللہ ہوگی اور ان ممالک کے تقاضے آپ کے سامنے رکھے جائیں گے، ان میں تقاضوں کو اپنے پاس لکھیں، ممالک کی نوعیت کو سمجھیں، اور جو بے دینی کے احوال ان علاقوں کے بتائے جارہے ہیں، یہ ہمارے لیے بڑی فکر کی چیز ہے۔

یورپ کی کارگزاری: (مفتی شہزاد صاحب زید مجدہ)

گزشتہ سہ ماہی میں یہاں دیگر تقاضوں کے ساتھ ایک تقاضہ یورپ کا پیش ہوا تھا، تو حضرت جی کے سامنے یہ بات رکھی تھی، جو نام آپ نے پیش کیے ہیں اگر یہ سبھی کے سب کوشش کریں ویزہ لینے، کی تو بڑا تقاضہ پورا ہوسکتا ہے، الحمدللہ تقریبا 40 ساتھیوں نے ویزے کی کوشش کی تھی۔

پہلا اجتماع:

پہلا جو اجتماع تھا وہ ڈنمارک میں تھا، ڈنمارک بہت بڑا ملک نہیں ہے، اسکینڈینیویا (scandinavian) میں سے ایک ہے، جو یورپ کے شمال کے چار ملک ہیں، وہ اسکینڈینیویا (scandinavian) کہلاتے ہیں، سویڈن، ناروے اور ڈنمارک، تو ڈنمارک کا اجتماع تھا گزشتہ یورپ کے مشورے میں ہی ان سے تقاضہ کیا تھا، کیونکہ تین ملکوں نے اپنے اجتماعات کیے تھے، ایک ملک نے اپنا اجتماع نہیں کیا تھا، یہ چھوٹا ہونے کی وجہ سے، تو یہ حضرات اپنی تاریخ طے کر کے گئے اور یہ تقاضہ رکھا، لیکن الحمدللہ اجتماع تو بہت اچھا رہا، اور تھوڑی محنت ہوئی تھی، ایک انگلینڈ کی جماعت وہاں پہنچی تھی چلے

کی اجتماع کی محنت کے لیے، مینچسٹر (manchester) کی جماعت تھی، اس اکیلی جماعت کی محنت کی وجہ سے قریب ہزار سے زیادہ لوگ اجتماع میں جڑ گئے تھے، اور اجتماع کی اچھی بات یہ تھی کہ کوئی ایک جنس کا اجتماع نہیں لگ رہا تھا، اس میں عرب، غیر عرب، بنگلہ دیش کے، پڑوس کے، ہندوستان کے، بلقان کے، بالٹک کے یہ سارے کے سارے لوگ مجتمع تھے، دیکھ کے لگ رہا تھا کہ یہ ایک نمونہ ہے جو سب کے سامنے ہونا چاہیے محنت کا، اور سب ایک طرح سے جڑے ہوئے تھے، یہ تو اچھی چیز تھی لیکن ساتھ ساتھ جو کمی تھی یہ کہ اجتماع سے پہلے مقامی ساتھیوں نے کوئی محنت نہیں کی تھی، ان کے ذہن میں یہ بات بھی نہیں تھی کہ اجتماع سے نقد جماعت نکالنی ہے یا نکالی جاتی ہے، تو ان حضرات کو جتنے بھی چار ماہ چلے والے تھے وہ بھی نہیں جانتے تھے، وہ سمجھ رہے تھے کہ دین کا کوئی اجتماع ہو رہا ہے تو نوجوان اکثر تھے 18 سے 25 سال کی عمر تک کے، مجمع میں تعلیم کے حلقے لگے، کیونکہ تعلیم کے حلقوں کے ذریعہ سے ہی ان سب کی وصولی ہوسکتی تھی، تو ایک بات تو یہ چلائی کہ حلقے چھوٹے لیں 50،50 ساتھیوں کے حلقے لگائے، تقریبا 10، 12 حلقے ان کے لگے تعلیم کے، اور ہر حلقے کے اندر 100 فیصد تشکیل تھی، کسی نہ کسی خانے میں وہ تیار تھا، کہ میں کام کروں گا انشاءاللہ، تو یہ تو عمومی بات تھی، ان حضرات سے اس بات کا تقاضہ کیا کہ اجتماع سے پہلے آپ حضرات محنت کیا کریں، اب وہ تو ہو چکا یہاں آپ کیسے محنت ہو، تشکیل کی جماعت وہیں بنائی، انہوں نے پہلے تشکیل کی جماعت بھی نہیں بنائی تھی، تشکیل کی جماعت بنائی، تشکیل کی محنت ہوئی، چھ جماعتیں نقد وہاں سے نکلی، چار ماہ کے بھی ساتھی ملے، چلے کی جماعتیں بھی بنیں، اور کچھ دو جماعتیں 20 دن کے قریب کی تھیں، یہ اللہ کا شکر ہے چھ جماعتوں نے مصافحہ کیا، پہلے سے کوئی محنت نہیں تھی، اس میں جو سب سے زیادہ اثر تھا وہ تعلیم کے حلقوں کا تھا، تعلیم کے حلقوں میں ساتھی لے کے بیٹھے، ہمارے ساتھ نظام الدین سے ایک ہی ساتھی پہنچے تھے، باقی ساتھیوں کے ویزے ہوئے نہیں تھے، ساتھ میں ڈیوزبری کی جماعت آئی ہوئی تھی، مولانا عبدالمالک صاحب کے ساتھ جماعت تھی، ماشاءاللہ، مضبوط جماعت تھی، تو ان حضرات سے یہ ساری چیزیں ہوئی، اس کے بعد اسی دوران کچھ خواص سے کچھ علماء سے بھی ملاقاتیں ہوئیں، وہاں تو یہ اجتماع رہا تو آئندہ بھی ان سے یہ کہا ہے

انہوں نے تقاضا یہی کیا کہ بھائی اجتماع سے پہلے محنت کرنے کے لیے ہمیں جماعت چاہیے:

لیکن انہوں نے تقاضا یہی کیا کہ بھائی اجتماع سے پہلے محنت کرنے کے لیے ہمیں جماعت چاہیے کس طرح سے پڑاؤ ہوتا ہے، کوئی عملی شکل ہمیں بتائے کہ اجتماع سے پہلے کیسے محنت کرنی ہے تو آئندہ ایک یہ تقاضہ ان کا ہے یہ 2024 میں اجتماع کریں گے ستمبر میں تو ایک جماعت ان کے لیے چاہیے کہ جو 15، 20 دن پہلے پڑ کے وہ محنت کرے اور ان کو ساتھ لیں گے، تیار بھی ہیں عملہ ماشاءاللہ ہے،

انگلینڈ کا سفر:

اس کے بعد اگلا سفر تھا انگلینڈ کا، انگلینڈ میں الحمدللہ ہماری جماعت مکمل ہوگئی تھی، اور وہاں ذمہ دار تھے مولانا شمیم صاحب،

انہی کے ساتھ جماعت تھی مولا مبین صاحب بھی آ گئے تھے،مفتی ساجد صاحب تھے،اورایک جماعت تھی ساتھ میں، بھائی حشیم بھی تھے مولوی شمیم صاحب کے ساتھ،توان کا پرانوں کا جوڑ۔۔ 1615 سے تھا، ہماری جماعت چار کو پہنچ گئی، تو حضرات سے مشورہ ہوا، ہم پورے ملک کا سفر کرلیں اس دوران،تو ہماری جماعت تقریبا 20 شہروں میں کام کیا،کسی ایک شہر میں چلے جاتے تھے، وہاں کے ذمہ داروں کوبھی ساتھ لیا شوری کے ساتھی ہرجگہ کے ساتھ رہتے تھے،اور پھرآس پاس کے شہروں میں بھی اوراس شہر میں بھی اجتماع کی دعوت دیتے تھے،ایک تو ڈس بیری پرانوں کا جوڑ،اور مراکش دونوں جگہ محسنین بھی،اس شہروں میں مستورات کے قدیمات کے جوڑ بھی ہوتے رہے، دعوت چلتی رہی 10، 12 دن تک یہ محنت ہوئی،اس محنت کے اثرات سامنے اجتماع میں آئے ،ان حضرات کی اپنی توقع 2 ڈھائی ہزار تک کی تھی لیکن جب پرانوں کا جوڑ ہوا تو اس میں سات ہزار پہنچے، انہوں نے تحدید کی تھی اس کے بعد بھی 7 ہزار اللہ کا شکر ہے، ہو گئے تھے، اور جو معمولات ہوتے ہیں پرانوں کے جوڑ کے، کارگزاری ہوئی ،اہتمام سے مقامی کام کی،مستورات کی نشست ، بیرون کی تشکیل خاص طور پہ ہوئیں،تو 69 جماعت نقد وہاں تیار ہوئی جن کے رخ بھی طے ہوئے ،الگ سے ان کے ساتھ بیٹھے بھی ان کا تفقد،ان کے رخ یہ بیرون کے لیے اوراندر جماعتیں تھیں،تو یہ رہا،اس کے بعدایک ان کی ڈیوز بری کی شوری کو بھی الگ سے لے کے بیٹھے وہاں ڈنمارک میں بھی شوری والوں کے ساتھ بیٹھے تھے،ان سب کی مراکش کی بھی تشکیل کی، اور شوری والوں کی نام ۔۔۔۔۔ساتھی تیار رہے،اس کے بعد ہمارے پاس جو وقت تھا اب تک اسکوٹلینڈ جماعت نہیں گئی تھی،اسکاٹلینڈ انگلینڈ کا حصہ ہے،

(مولانا یوسف صاحب نے پوچھا) تقریبا 70 جماعتیں آپ بتارہے ہیں ماشاءاللہ تیار 60 جماعتیں پھراس کورخ اکے دلوایا؟

(مفتی شہزاد صاحب نے فرمایا) رخ ان کوملیشیا کے جوڑ میں کمزور علاقے دے رکھے تھے پہلے سے،تو ان حضرات سے معلوم بھی کیا کارگزاری کے دوران کہ بھائی آپ کوکون سے رخ ملے ہوئے ہیں، انہی رخوں پر ڈالنے کو کہا تو آپ کو تقاضے کے ملے ہیں ایک بات یہ تھی اب تک انگلینڈ میں کہ ان کے آپس کی کمزور مضبوط حلقوں کی ترتیب نہیں بنی تھی تو آپس کے ان کے کمزور مضبوط حلقوں کی ترتیب وہ وہاں قائم ہوئی، ان کو ترغیب بھی دی، دوسرا ماہانہ جوڑ کی کچھ شکل مختلف تھی ان کی ماہانہ جوڑ میں، وہ ڈیوسبیری میں ماہانہ مشورہ ہوتا تھا،اس کی کارگزاری سنا دیتے تھے،اس کے حلقوں کی ترتیب تعداد بھی نہیں تھی، وہیں پر ساری ۔۔۔کام ہوئے، اس بیری کے شوری بھی بیٹھی ، ملک والے بیٹھے،حلقوں کی تقسیم 15، 15 مسجدوں کی کارگزاری کے اعتبار سے ہوئی،اوراس رات گزاری کے جوڑ شروع ہوگئے، ماشاءاللہ ماشاءاللہ،

اسکاٹ لینڈ:

اس کے بعد اسکاٹ لینڈ میں ،اسکاٹ لینڈ بھی بڑا علاقہ ہے انگلینڈ کا شمال میں تقریبا دو دن اسکاٹ لینڈ میں رہے تھے، گلاس کو وہاں ۲۰۱۹ء کے بعد سے، خاص طور پر کووڈ ہوا، مشورہ اوران کے وہ بند ہوگئی تھی، ساری ترتیب اور ساتھیوں میں آپس میں جڑنے کی بھی کوئی ترتیب قائم نہیں تھی، وہ حضرات میں محنت کی دو دن تو بہت سارے ساتھی ایسے ملے آندھرا کے خاص طور پہ حیدرا باد کے ہاں چار چار ماہ لگا کے گئے ہوئے تھے دوسرے ملکوں کے صومالیا کے خود پڑوس کے جو ساتھی بہت فکرمند تھے کہ کام ہو نظام الدین کی ترتیب پہ، محنت ہو، لیکن آپس میں کوئی ربط نہیں تھا ان سب کو دوسرے دن جوڑا ان سے بات کی ایک تشکیل تو سب کی مراکش آنے کی تھی، تو مراکش میں بھی قریب 12، 13 ساتھی صرف اسکاٹلینڈ سے آ گئے تھے، اور ان کو وہیں ایک دن طے کر کے ان کا جڑنا ہفتے بعد مشورہ طے کیا تھا، تو ابھی یہاں مراکش میں پوچھا تو وہ پابندی سے اپنا مشورہ کر رہے ہیں اور کہہ رہے ہیں اس کی وجہ سے ہمارا کام بھی بڑھ رہا ہے ساتھ ہی بھی بڑھنے لگے، کیونکہ ایک بندھن ہو گیا تھا، وہاں مستورات ہر جگہ جوڑ ہوتے رہے، بعض جگہ چھ چھ جوڑ بھی ایک دن میں ہوئے ،گلاس کو میں بھی ہوا، اور ہر جگہ مستورات کے۔

آئرلینڈ:

اس کے بعد ائرلینڈ تھا، ائرلینڈ جانا ہوا، ائرلینڈ کے ابھی حال یہ تھا کہ ۲۰۱۵ ۲۰۱۶ کے بعد سے نہ عمومی جماعت نہ کوئی کوئی تقاضے کی جماعت وہاں پہنچی نہیں تھی، تو جو شمالی ائرلینڈ ہے اس کا شہر تھا بالفاست بالفاشٹ میں بھی یہ تھا، ان کا بھی آپس کا کوئی مشورہ کوئی نظام نہیں، حالانکہ جس مسجد میں قیام تھا بڑی یونیورسٹی تھی وہاں، اور عام راستوں پہ وہ مسلمان طلبہ کمرے کرائے پر دیکھتے ہوئے ملتے ،اتنے ہم جب نکلے مسجد کی محنت میں تو مسلمان ۔۔۔ کمرہ تلاش کرنا چاہتے ہیں، کوئی پڑوس سے آیا تھا، کوئی بنگلہ دیش سے، تو بتایا کہ اس طور پر یہ تھا کہ مسلمان لڑکے بھی وہ غیروں کے یہاں کرائے پر رہ رہے ہیں، ان کی عورتیں بھی ہیں کیونکہ اس کو پینگ گیسٹ کہتے ہیں، آج کل پی جی چل رہا ہے تو پنگ گیسٹ ہے، مسلمان لڑکیاں پنگ ایسٹ ہیں غیروں کے یہاں پر، انہی کے مردوں سے اختلاط ہے، کیونکہ پنگ گشٹ میں کچن بھی مطبخ وہی استعمال ہوتا ہے وہی کھانا ہے، کیا ہے سب ساری چیزیں اور کوئی محنت کی شکل بھی ہے، تقاضہ جماعتوں کا بھرپور ہے، خاص طور پر صومالی جماعتوں کا تقاضا تھا، مسجد جو مصلی تھا صومالی لوگوں کا بنایا ہوا ہے، تو ہم نے سویڈن والوں سے رابطہ کیا اور ناروے والوں سے کہ اگر وہ اپنی جماعت یہاں بھیجے، پھر شمالی لوگوں کے ذریعے سے بہت کام ہوسکتا ہے تین مسجدیں تھیں بلفاس میں، لیکن قیام کی شکل، اس کی احتیاط باقی نہیں تھی، نہ کھانے کی، نہ رہنے کی انسان جہاں تک جاسکتا ہے، یہ وہاں کے حالات تھے یونیورسٹی کے اور مسلمان ایسے آپ بس نکل جاؤ اس لباس میں آپ کو نہیں کسی کو تلاش کرنا پڑے گا، لوگ آپ سے آ کے ملیں گے، یہ یہ راستوں کا حال ہے خود وہ آپ کو سلام کر لیں گے کیوں کیونکہ وہ بھی خوش ہوتے ہیں کہ ہم نے کوئی اسلامک شہریں یہاں دیکھ رہے ہیں، کیونکہ بہت اسی اسی ماحول سے ہیں، یا صومالیہ کے ہیں، یہ جلالباد کے ہیں، یا پڑوس کے ہیں، یا بنگلہ

دیش کے ہیں، سب مسلمان ملکوں کے ہیں، تو بڑا آسان ہے لیکن جماعتیں نہیں ہیں بالکل اس کے بعد جو اثر اۓ ائر لینڈ ہے ڈبلی وہاں پہنچے ڈبلنگ کا بھی یہی حل ہے وہاں بھی بڑی یونیورسٹی تھی اس میں بھی اسی طرح کا کتنی 3530 سٹیشن ہے اور اسی مسجد کے اطراف میں یہ یونیورسٹیوں کا حل ہے پوری دنیا کی صلاحیت وہاں پہنچتی ہے پڑھنے کے لیے لوگ پہنچ رہے ہیں پیدل پہنچ رہے ہیں بنگلہ دیش سے بائی روڈ پہنچ رہے ہیں اتنی بڑی تعداد ہے مسلمانوں کے ساتھ یہاں پر ایک ٹھکانہ اپنا تھا جس میں شب گزاری بھی شروع ہوئی دوتین سال سے اور مشورہ بھی چل رہا تھا ڈبلنگ کے بعد ساجد صاحب کو ویزہ کی حرکت تھی ائر لینڈ نہیں جا سکتے تھے ان کا ویزا اسپین کا تھا تو یہ تو واپس ہوئے مولانا شمیم صاحب ائر لینڈ سے واپس ہو گئے تھے ہم دو ساتھی رہ گئے تھے مولا مبین صاحب اور ہم تو ہمارے دو دن باقی تھے اگے ہم فرانس میں جڑ رہے تھے 26 تاریخ کو تو یہ مشروط تین دن تھے کہ ائس لینڈ اگے ایک ملک ہے وہاں جایا جائے وہی جماعت اج تک نظام الدین سے ائس لینڈ نہیں گئی تھی انگلینڈ سے بھی نہیں پہنچی تھی ایک دو جماعتیں ناروے کی گئی ہیں کافی دور ہے تو پہلی جماعت یہ پہنچی وہاں جو رات میں نکال سکتے تھے نکالے لیکن کوئی بھی ایسا سرا ملا نہیں جو استقبال کی شکل وہاں سے ایئر پورٹ سے بن جائے اخر میں ایک امام صاحب کا نمبر ملا تھا ان سے پتہ کیا تو انہوں نے پتہ بتا دیا کہ بس وہاں سے میں لے کے اجائے وہاں پہنچ جائے خیر وہاں پہنچے تو مسجد ہے بڑی مصلح بنا ہوا ہے استقبال انہوں نے کیا پتہ چلا تو وہ شیخ زکریا کو جانتے تھے مراکش کے یہ میں انہیں جانتا ہوں ان سے وہیں سے رابطہ کرا کے شیخ زکریا سے بات کرا دونوں کی دوستی تھی ایک ہی محلے کے تھے تو وہاں رہنا بھی اسان ہوا اور انہوں نے استقبال کی بھی خوب کیا رہبری بھی کی مقدر سے کیونکہ جمعہ ہفتہ اتوار تھا تو پڑوس کے لوگ اتوار کو جڑتے تھے اور جھومے کے دن کسی کا انتقال ہو گیا تھا تو سارے پڑوس والے وہاں جڑے ہوئے تھے قریب ڈیڑھ سو لوگ تھے ان میں سبق میں بٹھایا مذاکرہ ہوا تو کافی ساتھی ایسے ملے جو چلا لگائے ہوئے تھے اور چار واں لگائے ہوئے ساتھی بھی میں لیکن کوئی کام کی شکل نہیں تھی اپس میں ایک دوسرے سے تعارف پھر اسی طرح دوسرے اور دو جگہ پہ محنت ہوئی توم *** صومالیہ والوں کا قائم تھے وہاں پر بھی وقت لگائے ہوئے ساتھی ملے پانچ ہزار مسلمان موجود ہیں ان کے بقول باقی اور جتنا تلاش ہے کہ اتنا ملے گا لیکن جماعت کوئی نہیں پہنچی یہ مسجد ایک جو بنی تھی اس کی بھی ایک عجیب حالت ہے ایک غیر عورت اس کو کوئی خواب ایا خود علم میں داخل ہوئی اور وہاں سے چھوڑ کے کیونکہ کوئی شکل نہیں تھی تو وہ انگلینڈ چلی گئی انگلینڈ میں اس نے جب مسجد کا ماحول دیکھا وہاں مدرسے ہے مکتب ہے اس کو بہت فکر ہوئی تو وہ واپس گئی ائیسینڈ تو ائیسینڈ جا کے اس نے ایک م *** قائم کیا اب مسلح قائم کیا تو عرب بہت تھے کوئی اۓ نہیں شراب خانے اور اس میں اس نے سب شراب خانوں میں جا کے گشت کیا عربوں پر کہ تم مسلمانوں اور میں نہیں م *** بنایا تم افس کو اباد کرو تو وہاں عربی ہے خاص طور پہ فلسطین کے مغرب کے مصر کے انہوں نے اس کو سنبھالا ہوا مکتب بھی قائم ہے اور اللہ کا شکر ہے محنت بھی چل رہی ہے ان حضرات نے تقاضہ کیا ہے کہ ہمارے یہاں انگلینڈ کی جماعتیں انگلینڈ کی جماعت اۓ گی تو انشاء اللہ یہاں کام پڑے گا جو چار ماہ لگائے ہوئے

ساتھی تھے اس کو لے کر ہم دو دن ساتھ چلے تو انگلینڈ والوں کے سامنے پھر واپس اکر کیونکہ ہمارے کچھ گھنٹے قیام کا واپسی
میں دوبارہ لندن ایک جماعت نقد تیار کرائی وہ وہاں جائے گی اہستہ اس کے بعد فرانس میں ہماری پوری جماعت کو جڑنا تھا
قریب 14 لوگوں کو ویزا مل گیا تھا کوئی وہ لینڈ کا ویزہ لیا تھا کسی نے الگ الگ اپنی ترتیب سے ہم سائر کے سارے ساتھی
پیرس میں جمع ہوئے 26 تاریخ کو تو سب سے پہلے تو یہاں سے تقاضا فرانس کا ہی لیا تھا دو مہینے پہلے تو ان کا مشورہ ایک ہفتے
بعد تھا ابھی تین دن تھے ہمارے پاس ہفتہ اس فارم میں شیخ بسام سے مشورہ وہ انہوں نے مشورے کو پہلے دیا کہ جو ہو کہ بھئی
ساتھیوں کو اطلاع کر دیں تو ہم نے کہا ساتھیوں کو صرف کون سے اطلاع نہیں کرو ہم تین تین چار چار کی جماعتیں بناتے ہیں
پورے ملک میں جماعت جائے گی ویسٹ کرنے تو ایک جماعت تین دن کے لیے چھ چھ سات سات سو کلومیٹر میں دن
رات اپنا اور دو دو تین تین شہر ہر جماعت نے کیے ہم نے چار جماعتیں بنائی تھی اور تو س لوگ جمع ہو گئے تھے مشورے کے
لیے اور وہ دو سو لوگ بھی اتنے زیادہ لگے کیونکہ 100 بلاتے تھے تو سردی کے دن تھے وہاں تو 10 اور سات اٹھ ڈگری چل
رہا تھا مسجد کے باہر لوگوں نے قیام کیا اللہ فٹ پاتھ پہ سو لیکن اللہ کا شکر ہے بہت طلب سے ساتھی ائے ان سے کارگزاری
ہوئی اپس کی بعض چیزیں تھی ترتیبات کو لے کے تو اپس میں ایک دوسرے کے ساتھ چلنے کی بھی مذاکرے ان سب نے
عزائم بھی کی اور اللہ کا شکر ہے کہ سارے کے سارے یہ اکر جڑ گئے پانچ سے ہم نے ایک جماعت بھیج دی تھی پہلے سویڈن
سویڈن کا اجتماع تھا ایک ہفتے بعد مفتی ساجد صاحب کے ساتھ تو ہر جگہ یہ ہوا کہ اجتماع سے ہفتہ 10 دن پہلے جماعت پہنچے
باقی ہمارے ساتھیوں نے طے کیا تھا جرمنی بڑا ملک ہے جرمنی میں جمع ہو جائیں تو یہ جماعت چلی گئی سویڈن باقی ہمارے
سارے ساتھی وہ فرانس سے فارغ ہو کے جرمنی پہنچے جرمنی کے قیصر میں وہاں کے ہر ذمہ دار ہر حلقے کے دو دو ذمہ داروں کو
بلایا تھا تاکہ نظام بن جائے سارے ساتھی عبدالواحد صاحب وغیرہ وہ سب جمع ہو گئے تھے مغرب تک مغرب بعد عشاء بعد
مشورہ ہوا اور فجر سے جماعت روانہ فرنچ ہوئی ہم نے چار جماعتیں بنائی ایک جنوب کی طرف بھیجی دس دن کے لیے یہ
جماعت سویڈن نہیں جانی تھی اس میں سے صرف چار ساتھی سویڈن گئے جنوب کی طرف بھی جی اس میں ٹینک پارٹ مینج
سٹوڈ سوئٹزرلینڈ اور اسٹریا تک اس کو 10 دن میں محنت کرنی تھی یہ جماعت تھی بھائی عارفین کے ساتھ اور ہمارے ماز
صاحب بھائی زاہد صاحب بھی تھے ممبئی کے دوسری جماعت جو ہے وہ مغرب کی طرف وہ خم بم کلور اور ہلینڈ اس کے اندر محنت
کے لیے بھیجی تھی اس میں ذمہ دار تھے الطاف صاحب ان دو راس پہ بھائی نوشاد بھی تھے بھائی صادق القط بھی تھے اور بھی
ساتھی تھے ہمارے تیسری جماعت شمال کی طرف گئی تھی انور ہمبر برمن اور وہاں سے اس کو اگے جانا تھا اس کو ڈر اجتماع میں
مولانا مبین صاحب تھے اور ہم بھی ساتھ تھے تو یہ ان تینوں شہروں میں محنت کرتے ہوئے پھر سٹوڈ نٹ چلے گئے سٹوڈ نٹ
کے اجتماع کی تاریخ اگئی سٹوڈ نٹ نے بھی الحمدللہ ان حضرات نے بہت مجاہدے سے اجتماع کیا سویڈن کے بارے میں ہم
سن رہے ہیں بہت ساری دشواریاں ہیں ساتھ یہ خود تین جگہ ان کو بدلنی پڑی اپنے اجتماعات کی اخر تک کوئی جگہ نہیں ملی پھر

ایک بڑا ہول دو بڑے بڑے عہد تھے شادی کے انہوں نے بڑی موٹی رقم دیکھی اس کو لیا تو ان حضرات لیکن محنت اور اس دعوت کا یہ اثر تھا ان کو کوئی توقع نہیں لیکن اجتماع فجر سے شروع ہوگا ہفتے کی اور رات کو سارا ٹینٹ بھر چکا ہے یعنی جگہ نہیں تھی یہ تھوڑی سی محنت ٹھہرا ہماری جماعت چل رہی تھی تو کوئی یہ بھی نہیں رہتا کوئی محنت ہو بھی رہی ہے اجتماع کی اگر اجتماع کی محنت ہو تو یہ بڑی تعداد میں لوگ وہاں پر تیار ہیں محنت کرنے کے لیے اور بہت رجوع ہے ایسی بے دینی کے عالم میں جب کوئی کسی کو پوچھنے والا نہیں ہے کوئی کھانے کی احتیاط نہیں ہے ایک ایک گاؤں ہے چھوٹا سا اس گاؤں کے اندر گشت کر رہے ہیں تو دو دو سے لوگ مل رہے ہیں کوئی نہیں ہے کوئی مسجد نہیں ہے اپس میں کوئی رات ربط نہیں ہے لیکن 200 مسلمان ہیں چھوٹے سے گاؤں یہ حالات ہیں سویڈن کا اجتماع بھی اللہ کا شکر ہے وہ رہا عمومی سما ہوا ان کی کارگزاری بھی ہوئی ذمہ داروں کو بھی عشاء سے عشاء کے بعد الگ سے لے کے بیٹھے مراکش کی ہماری ہر جگہ تشکیل چلتی رہی تقریبا 32 ساتھی وہی تیار ہوئے بعض ساتھیوں نے وہی عزم کیا اپنے ٹکٹ بھی بنوائے یہاں نظام الدین انے کی بھی سب کو دعوت دی بڑی تعداد ان کی بھی مغرب پھر پہنچ گئی تھی اس کے بعد سویڈن اجتماع کے بعد پھر ہمیں یہ ایک جماعت برلن بھیج دی تھی کیونکہ برلن کا اگلا اجتماع تھا اور ایک دوسری جماعت مولانا مبین صاحب اور ہماری وہ سٹونیا لاٹویا لتھوانیاں اور پولینڈ کرتی ہوئی برلن پہنچی اور وہ جو تین جماعتیں گئی تھیں ان سب کو اخر میں اکے بریڈنگ جمع ہونا ہے اللہ کا شکر ہے برلی میں جمع ہوئے تو برلی نے قرانوں کو جوڑ تھا ان سارے علاقوں کا بعض عمومی لوگ ملیں گے کہ نہیں ہمیں تو منع کیا ہے انے کے لیے ان سے پوچھا بھئی کیوں کیونکہ ہمارے پاس جگہ نہیں ہے ٹارگزاری پورے اجتماع کے دوران یہ بات ہوئی کہ بھئی یہ تو کوئی چیز نہیں اگر عوام ہمارے پاس نہیں ہے تو پھر کام کیسے بڑھے گا تو یا شیخ محمد تو ان حضرات کو لے کے بیٹھے اگے یہ تقاضہ بنایا اس برلن پورے جرمنی کے پانچ ڈویژن بنائے ایک سوال جنوب مشرق مغرب اور وسط ائندہ پورے ملک کا سفر نظام الدین کی جماعت کرے گی انہوں نے پانچ اجتماع رکھے ہیں اور عمومی سفر ہوگئی عمومی جگہ عمومی لوگوں کو دعوت دی جائے گی پانچ جگہوں میں اجتمات ہیں اور پانچوں جگہ نظام الدین کی جماعت مہینے بھر پہلے پڑھنے کا تقاضہ ہے اگر یہ جماعت نہیں پڑھتی تو جو کام ان کو دیا ہے اور جو عزائم انہوں نے کیے ہیں ان کو بہت ہمت دلائی ہے مایوس تھے ان کی ہمت ہے دوبارہ مست ہو جائیں ہولینڈ سے جہاں ہولینڈ جماعت گئی تھی محنت کر کے ائی وہاں اپس میں کوئی مشورے کی یا ابھی اجتماع کی شکل نہیں ہے لیکن 70 لوگ برلے نہ بیٹھے کیونکہ وہ گھبرائے ہوئے تھے ہمت نہیں تھی کہ ہم کریں انہوں نے وہیں اپنا اجتماع طے کیا اپریل یا مئی کے مہینوں نے مہینے میں ان کا بھی اپنا اجتماع ہے جس سے پہلے وہاں جماعت کا تقاضہ ہے اسٹریا والے بھی جو جماعت گئی تھی وہاں سے بھی 33 ساتھی اگئے تھے ان سے بھی بات ہوئی کہ بھئی اپ اپنی ہاں رکھو اجتماع چاہے اپ کے س باتیاں جڑے وہ زیادہ اچھا ہے انہوں نے بھی اپنا اجتماع رکھا ہے یہ بھی کہہ رہے بھائی ہمیں اس طرح سے پہلے جماعت دیجیے ہمیں اجتماع کرنا کیسے وہ سمجھائیں اسٹری ادب بھی تقاضا ہے اس کے بعد پھر لتوانیہ لاٹپیا اور پولینڈ میں بھی کہیں ایک ایک دو دو ساتھی تھے یہ لے

کے دو دو ساتھیوں پہ بھی گشت کیا کہ یہاں پر پہنچے تو اللہ کا شکر ہے وہ ایسٹونیا کے علاوہ کوئی اعتبار سے ان سب کتنے ملکوں میں ہماری جماعت گئی ہوگی کتنے شہروں میں جانا ہوا ہوگا پورا تقریبا 25 ملکوں میں ہماری جماعت گئی ہے ماشاء اللہ 100 سے زیادہ شہر 100 کے بعد تو ہی پتہ کتنی اگئی 100 سے زیادہ شہروں میں جماعت پہنچی ہے اس کے علاوہ اٹلی اٹلی میں بھی اسی طرح اس کے بھی پانچ زون بنائے ہیں اور پانچوں زون میں اجتماع ہوگا اپریل کے اندر مئی کے اندر تو اس میں بھی جماعتوں کا تقاضہ ہے جرمنی کے بعد 10 جگہ جماعت نے ایک وقت میں کافر ہے جرمنی سے پوری جماعت ہمارے 4035 ساتھی ہو گئے تھے 10 جماعتیں بنائی ایک بھیجی مالٹا ایک پرتبال ایک گریس ایک رومانیہ یہ پہلی پہلی بار ہر جگہ جماعت گئی پھر بینی سفلی میں کیونکہ اجتماع تھا بینس الگ ہوم اور یونیک نہیں ملان اور بلونی تو ان سب جگہ پر ہماری جماعتوں نے محنت کی البانیاں البانیا تو ان سب جگہ سے پھر یہ اب یہ نمازیں بھی بتایئے تقاضے اپ کیا لے ساتھ ہی اٹلی اجتماع میں ائے اور بڑا اجتماع ائی ہے یہ ساری چیز ہوئی پرتگائی گئے تو یہ جماعت بھی تھی چار ساتھی بھیجے تھے ایک دن کے لیے ہم بھی گئے تھے سب پرتگال بعض ساتھی بہت گھبرائی میں تھے رات 12 بجے لے کے بیٹھے تو ان کی تشکیل ہوئی نقد پوچھا رساتھی وہیں ان کا 20 ایشو کیا وہی ان کے ٹکٹ بنے وہ چاروں ساتھی پھر مغرب پہنچے بڑی اہم ترین جو ہم نے کارگزاری اپنی جماعت سے مختلف وقتالی اور یورپ میں جماعت چلی اس میں بڑی بنیادی چیز ہر جگہ اپنے اخراجات اپنا کھانا اپنا پیام اپنی سواری یعنی ساتھیوں نے کرائے پر گاڑی لے لے کر سفر کیا تو جتنا اپنی جان کے ساتھ مال کا مجاہدہ ہوتا ہے اتنا ہی لاکھوں کے اوپر اثر پڑتا ہے اٹلی ہم نے وہاں لندن سے اپنی کارگو کی تھی کرائے پی لی تھی اور اس میں چھ بڑے شہر ہیں جن میں لاکھوں کی تعداد ہے مسلمانوں جنوب کا ہے فلم پر بڑا شہر ہے خود یعنی خود بڑا شہر ہے سٹوڈ کارڈ خود بڑا شہر ہے اس میں ایسی جماعتیں چاہیے جو ان میں پھریں اور محنت کرے لوگ انے کے لیے تیار ہیں بہت پرامید ہے پورے ہر ملک میں اپنی سواری سے اٹلی تک وہ چلی 12 ہزار کلومیٹر وہ چلی ریت کا ہر ملک میں پہنچی اور جتنے ساتھی تھے اگر کوئی مقامی گاڑی لے کر بھی اجاتا تھا تو سب ساتھیوں کا یہ مشورہ ایسا تھا اس کا ٹول ٹیپس بھی اس کا پیٹرول بھی ہر ساتھی خود ڈلوائے گا ہر جگہ اجتماع میں ان کی جو یہ ہماری بڑی اہم درخواست ہے اپ حضرات سے یعنی جو صوبوں کے اندر ہماری جماعتیں چلتی ہیں یہ جماعتیں حضرات ہوتے ہیں جو صبح کے اندر چلتے ہیں اپ بھی حضرات ہیں جو ملک کے اندر چلتے ہیں اپ کے حضرات ہیں جو اجتماعت کرنے جاتے ہیں دیکھیں اس بات کو اچھے طریقے سے محفوظ کر لیں چاہے علاقے والے کتنا ہی اصرار کریں جنہیں ہماری گاڑی خدمت کے واسطے ہے ہمارا کھانا خدمت کے واسطے ہے ہمارا انتظام خدمت کے واسطے یہ خدمت مجاہدے کو ناقص کروا دیتی ہے اور اس سے پورے علاقے کا پورے پورے حلقے کا نقصان ہے پورے عالم کا اعتبار سے نقصان سے اس کو تو پوری کوشش کیا کریں ساتھ ہی کہ اللہ کے راستے میں نکل کر اپنے اخراجات جماعتیں خود اٹھائیں وہاں جو اس نماز کے اندر کھانا ہوتا تھا تو انہوں نے جو ایک ایک وقت کا لگا تھا سب ساتھی پیسے جمع کرتے تھے ہر استمع میں اپنے کھانے تک کے پیسے جمع کیے تو یہ تھا اب یہ نمازیں ابھی بتایئے

تقاضے اپ کیا لے کرائے ہیں اس ملک سے اپ ہمارے ملک کے سامنے رکھنا چاہے جتنے ملک جتنے ملک ہیں حضرت 25 کے 25 ان 25 ملک میں تو ہے ہی اور فقلی اور خاص طور پہ جرمنی اور فرانس اس کے ہر زون میں مستقل الگ جماعت چاہیے کیونکہ جو مغربی زون کا اگر اجتماع جرمنی کا اس میں چھ بڑے شہر ہیں جن میں لاکھوں کی تعداد مسلمان جنوب کا ہے ملک پر بڑا شہر ہے خود یونیک خود بڑا شہر ہے سٹوڈ کارڈ خود بڑا شہر ہے اس میں ایسی جماعتیں چاہیے جو ان میں پھریں اور محنت کریں لوگ انے کے لیے تیار ہیں بہت پر امید ہیں لیکن محنت ہے اس کی ضرورت ہے جماعتیں یہاں سے جائیں یہ ہر جگہ تقاضہ ہے اگر یہ نہیں ہے حضرت ان پانچ سالوں میں یورپ کے مسلمانوں کی تعداد دگنی ہوگئی ہے جہاں تین مصلے تھے وہاں بتائیں نو مصلح ہیں جہاں چ ہزار کی ابادی بتاتے تھے ابھی بتا رہے تھے 60 ہزار وہاں ہیں پہلے بھی غیر اختیا سال پہلے تو جہاں چھ ہزار کی بتا رہے تھے وہاں 50 ہزار کی ابادی ہے اتنی ہجرت ہوئی ہے اور ہر جگہ یہ ہے اگر وہاں یہ بھی لگا محنت نہیں ہوتی تو پھر ہم یہ دیکھا خدا اگر محنت نہیں ہوگی تو چند سالوں بعد یہ دوسرا ترازیل بنے اللہ رازیل کے بارے میں خود سنتے رہتے ہیں کہ چار نسل بعد پانچ نسل بعد سب بھول گئے کہ ہم کہاں سے ائے تھے یہی حال ان کا ہے کیونکہ نہ مسجدیں ہیں علاقوں میں بعض جگہ اور مسجدیں ہیں تو اعمال دعوت نہ ہونے کی وجہ سے یہ سب کھڑے ہوئے ہیں غیروں کے ساتھ اختلاف ہے اسباب ہے بھی یہ نئے پہنچے اپنے ملکوں سے نئے پہنچیں تو ان کے دل نرم ہیں یہ بات لینے کے لیے تیار ہے وقت گزرتے گزرتے ان کی طبیعتوں میں بھی بدل جاتی ہیں اس لیے اس وقت بہت ضرورت ہے کہ پورے یورپ میں محنت کی بازوں کو محفوظ کرلیں سب حضرات اپنے پاس اہتمام کے ساتھ بالکل غازی کے گھوڑے کی طرح ہے یہ غذا ہمارا جیسا غازی کا گھوڑا دروازے پر ہر وقت بندہ رہتا ہے اسی طرح ممالک کے ویزے ہر وقت ہمارے پاسپورٹوں پر ہونے چاہیے یہ امریکہ کے لیے بھی تیار ہیں ہم یورپ کے لیے بھی تیار ہیں ہم پر ہم ہم ادھر اسٹریلیا کے لیے بھی تیار جہاں کی بھی جماعت بن رہی ہو ہمارے پاسپورٹ جو ہے وہ ویزا ہے اپ ہمیں بھیج دیجیے ہم بھی ادھر لے کر بیٹھے ہیں اس واسطے ہمارے ملک کے پرانے ساتھ ہی اپنے ہاں اس طرح کے قوائف پورے کر کر ان جگہ کے مزدوری مشغول کرنے کی کوشش کرا اور اس بات اور کہتی ہے اپنے ساتھیوں سے انے سے پہلے کوئی بھی ساتھی یا ممبر یا بیان کی نیت سے نیا ایک ایک فرد پہ محنت کرنی ہے وہاں ایک فرد بھی ملے یہ قیمتی ہے ابھی ہمارے مختصر طور پر مراکش کی بھی سنا دیں اجتماعی طور پر یہاں تقاضا کل لکھوایا تھا بہت سارے سنو نے جماعتیں بنا کے اب یہ بڑے بڑے ماجن نہیں کی مہاراشٹر ہے ایم پی ہے یہ بھی اپنی ایسی چار چار ساتھیوں کی جماعتیں پیش کریں مختصر طور

مختصر طور پر مراکش کی کارگزاری: (مفتی شہزاد صاحب زید مجدہ)

ہر جگہ جب محنت چلی تو ایک رجوع تھا، کافی مشکلات بھی آئیں، موسم کی بھی، مراکش کی سنتے رہے، مراکش پہلے پہنچ گئے تھے ، ساری چیزیں تیار تھیں، ایسا طوفان آیا کہ وہ ساری ٹینٹیں اکھاڑ کے لے گیا، انہوں نے دوبارہ ٹینٹ لگایا، قریب 65 ملک

وہاں جمع ہوئے، 65 ملک کے قریب تھے، اور ہم نے اتنی بڑی تعداد میں کہ - واللہ اعلم - باقی تو بتائیں گے، اتنی بڑی تعداد میں ایک ساتھ اتنے عربوں کو جڑتے ہوئے نہیں دیکھا، اور جڑنے کے ساتھ ساتھ یہ بھی نہیں تھا کہ کوئی میلہ ہے ہر آدمی فکر مند تھا اگلے کام کے تقاضوں کے لیے، چاہے وہ سعودی کے ہوں خلیج کے کسی ملک کے ہوں افریقہ کے ہوں یورپ کے ہوں ہر آدمی اپنے ملک کے تقاضے اور کام کے بارے میں فکر مند تھا کہ کام لے کے جائیں، کام کے تقاضے پیش کریں، افریقہ کے بھی ملک آئے، یورپ کے بھی ملک آئے ان سب کی کارگزاریاں، اچھی بات یہ ہے کہ حضرت نے بھی ہر ملک کو وقت دیا، ایک ایک ملک سے، اور حضرت کی طبیعت میں تھا فجر بعد بھی کارگزاری میں بھی، براہ راست عربی میں ہی اکثر بیان کی، ہدایات حضرت خود ہی عربی میں اور خود ہی اردو میں دونوں چیزیں کر رہے تھے، ایک طلب طلب کی وجہ سے ایک شوق تھا اللہ کا شکر ہے جماعت بھی بڑی تھی اور یہ ساری چیزیں مسائل بہت سارے ملکوں کے مروتانیہ کے، جزائر کے تونس کے مغربی افریقہ کے سیریالیا ان ساحل لاج برکی نہ پاس ہوان سب کے مسائل (مولانا یوسف صاحب) جتنے بھی ممالک سے اختلاط ہوا جتنے بھی ملک آئے سب کا پہلا تقاضا وہ نظام الدین کی ہمیں جماعت چاہیے ہمیں ہندوستان کی جماعت چاہیے تو اس واسطے آپ حضرات اس کا عزم کریں صرف یورپ ہی نہیں بلکہ زیادہ سے زیادہ ہماری جماعتیں بیرون کے لیے تیار ہیں

امریکا کی کارگزاری: (محترم امین بھائی ممبائی)

امریکہ اور کینیڈا ملک تو دو الگ الگ ہے لیکن دعوت کے اعتبار سے امریکہ میں ایک ساتھ کام کرتے ہیں چار شوری ہے ایک پڑوس کے ہے دو ڈاکٹر صاحب عالم بھی ہے اور عبدالرشید صاحب ایک دعا بھی ہے، عرب ہے اور ایک ۔۔۔۔ خان صاحب یہ چار کی شوری ہے، تو پچھلے اٹھ نو سال سے جاتے تھے لیکن کیونکہ عجیب نوعیت ہے امریکہ کی ایک تو یہ کہ پوری دنیا کا دماغ اور ہنر جمع ہے وہاں پر اور پوری دنیا کے لوگ ہیں تو یعنی ان کے پاس کوئی اتنا بڑا ملک ہونے کی وجہ سے کوئی منظم ترتیب نہیں ہوتی تھی جمع چاہتی تھی جو کچھ ہوتا تھا اس کے بعد پھر کوئی بہت اگے اس کی تعدیہ نہیں ہوتا تھا لیکن آہستہ آہستہ یہاں سے رہبری ہوتی گئی ہے اور جماعتوں نے ان باتوں کو رکھا، پھر یہ طے ہو گیا کہ بھئی وہ مشورہ بھی کریں گے اور عمومی اجتماع کریں گے تو کینیڈا کو جمع دو زون میں تقسیم کیے وہ زون کہتے ہم ایریا کہتے ہیں جو بھی کہتے ہیں دو زون میں تقسیم کیے اور چھ ان کے حلقے ہیں جس کو ایریا کہتے ہیں تو ہم نے یہ بات رکھی تھی کہ بھی نظام الدین کی جماعت کتنے وقت کے لیے اسکتی ہے تو کینیڈا میں ایک نیشنل مشورہ کریں گے پورے ملک کا اور دوسرا زونل اجتماع کریں گے دوسرے علاقے میں، تاکہ ملک پورا کور ہو جائے درمیان میں سفر کریں گی، تو اس طرح سے دو ہفتے کینیڈا میں لگتے ہیں اور چار ہفتے امریکہ میں ایک ہفتہ جو ہے وہ پورے ملک کا نیشنل مشورہ ایک علاقے میں ہوگا اس طرف، تو تین زون جو ہے ان کے تین زون میں زونل اجتماع کریں گے اس سے پہلے وہ پرانے کے جوڑ رکھتے تھے جس میں بہت محدود تعداد آتی تھی کہ میں سمجھتے تھے کہ بھی ہمارے کو تو اجازت نہیں ہے تو پھر الحمدللہ ہمارے مفتی شوکت صاحب اور ندیم بھائی اور دوسرے ساتھیوں نے فکر کی کہ بھئی اس کو آپ اجتماع

کرواس کوکھولوانہوں نے کہا ہمارے پاس جگہ ہی نہیں ہے تو جگہ تو بہت ہے تو اس مرتبہ یہ پہلی مرتبہ بات ائی جس میں کینیڈا والوں نے ایک نیشنل مشورہ رکھا مونٹریال میں اس طرف جس کو ایسٹ کہتے اور ایڈمٹن میں پورے ملک کا یعنی اس طرف کوئی زون کا اجتماع رکھا دو ہفتے مانگ رہے تعداد کے اعتبار سے تو مسلمانوں کی تعداد بہت زیادہ نہیں ہے، فیصد کے اعتبار سے لیکن ہے بڑی استعداد اور صلاحیت کے اور ان کے ملک میں دونوں اعتبار سے ہے ویزا بھی ان کو پوری دنیا کے لیے اسان ہے اور پوری دنیا کے اعتبار سے صلاحیت بھی ہے کہ کسی بھی ملک میں جا کے وہ کام کر سکتے ہیں اور ابھی پچھلے چند سالوں میں ائی ٹی جو انجینئرنگ کے لیے جو انہوں نے ویزا کھولے ہیں اس میں ہمارے ملک سے بہت زیادہ ہندوستان کے بنگلہ دیش کے اور پروس کے اور اس کے علاوہ پورے دنیا کے مما لک کے ائی ٹی کے لوگ بہت زیادہ بڑی تعداد میں ائے جن میں وقت لگائی ہوئی بھی ہے لیکن ماحول نہیں ہے حالات ایسے ہیں تو ہو جاتے ہیں تیز نور بہت تیز ہے فاشٹ ملک ہے، بڑا ملک ہے اور مشغول ملک ہے لیکن اللہ کے فضل سے منظم ترتیب ہے مگر ابھی بالکل یعنی ابتدائی مرحلہ کے حالانکہ بہت پرانا کام ہے وہاں۔لوگ پرانا کام ہے لیکن کیونکہ جماعتیں جو جاتی ہیں اگر دیکھیں گے ملک کی جو ہاتھا دیکھیں گے تو اگر کوئی سال بھر میں پانچ 1210 جماعتیں جاتی ہے تو اس کا تو کوئی شمار ہی نہیں ہوتا وہ جماعت تو کھو جاتی ہے کہیں بھی کوئی ہوتا ہی نہیں اس کو بتا دیا لیکن ایک ترتیب پر ا گیا ہے ابھی اگے ذمہ داری پڑھی ہے جو بات رکھنی ہے اپ حضرات کے سامنے کہ جیسا ہم نے بمبئ میں 2012 میں ایک تقاضا رکھا تھا اپنے ممبئ والوں کو بھی ہر ساتھی ویزا لے تو ہمارے پیچھے سے ایک ذمہ دار ساتھی نے کہا کہ ایک رخ قائم ہو جائے گا ساری دنیا کے مما لک میں جماعت بھیجنی ہے انہوں نے کہا ساری دنیا کے مما لک میں تو جماعت بھیجتے رہیں گے اس کا ویزہ ملے گا تو اسانی ہو جائے گی تو اس اس عنوان پر بڑی تعداد میں ویزا لئے ملک کے اور جماعت مردوں کی مستورات کی جانے لگی، ہماری درخواست ہے کہ ہر صوبے والے پورے جیسا ابھی ان حضرات نے اجازت دی ہے اپنے طور پر ایسا نہیں ہوگا کہ جماعت بنے گی تو ویزا لیں گے اس لیے کہ وہ نہیں ہوتا لیکن ویزا ہو گی تو جماعت بنے گی تو انشاءاللہ کام ہو سکے گا اور اصل ہم نے یہ اللہ کا لگایا کہ جو صحیح کام ہو گا وہ تو وہ جماعتیں جو وقت لے کر جائے گی اور علاقوں میں پڑ کر نیچے کا گراؤنڈ ورک کرے گی یہ اجتماع تو ٹھیک ہے ہنگامی شکل ہے اچھا ہے تھوڑا ماحول بن جاتا ہے تھوڑی محنت ہو جاتی ہے تھوڑی فضا بن جاتی ہے کچھ تشکیلیں بھی ہو جاتی ہیں لیکن اصل جو جماعتیں جا کر مسجدوں میں رہ کر ملاقاتیں کر کر یعنی گراؤنڈ ورک کرے گی تو وہ ملک میں کام کے اٹھنے کی یعنی بہت جلد اٹھے گا بہت زیادہ اٹھے گا اور بہت بڑا اٹھے گا پیمانے پہ انشاءاللہ اللہ کی ذات سے امید ہے تو ایک درخواست ہے کہ ہمارے پورے ہم نے مہاراشٹر والوں سے بات کی تھی مہاراشٹر والے دل پی لی ہے تو کچھ ویزا لے لیے لیکن پورے صوبے کے لے سکتے ہیں کینیڈا کا بھی ویزا مل جاتا ہے امریکہ کا بھی مل جاتا ہے کوشش کرنے سے اللہ نے چاہا تو بہت سارے لوگوں کو ویزا مل جائے گا (مولانا یوسف صاحب: یہ جو امین صاحب فرما رہے ہیں بڑی بنیادی اور اہم ترین بات امریکہ کے لیے کیونکہ امریکہ والوں نے

حضرت کے اجتما لیا ہے جو امریک اور کینیڈا میں ہونے والا اجتماع ہے اس کے لیے کثیر تعداد جیسا کہ شہزادی یورپ کی کارگزاری سنائی کہ انہیں اجتماعات کی محنت ہی کا پتہ نہیں ہے،۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ذریعہ بنا دیتا ہے

دعوت کے بارے میں یہ امیر صاحب فرماتے

اس مرتبہ کہنے لگا ایسا ہوا کہ ویزا کی وجہ سے ہم بالکل ٹائٹ ہو گئے میں تھا تاریک ندیم صاحب تھے اور ندیم جگر صاحب تھے مولانا ہارون صاحب جو دوسرا سال لگا یا ہمارے ملک سے وہ تھے عبدالرشید صاحب اور ڈاکٹر خالد صاحب تھے مختصر جماعت تھی الحمدللہ اجتماع بھی مانٹریل میں ہوا اچھی تعداد جڑی ان کے سارے ذمہ دار جمع ہو گئے اور ایک نسبت کی بات قدرت اللہ کی طرف سے یہ ہے کہ وہ بات کو لینے کے لیے بھی تیار ہیں اور بات کو لے کے اگے چلنے کے لیے تیار ہیں علماء کی بھی بڑی تعداد وہاں پر ہے ۔۔۔۔۔۔۔مشورہ ہوا اور درمیان کے چار دن جو ہوتے تھے نا وہ بہت زیادہ اہم ہوتے تھے اس لیے کہ ہم لوگ اس میں شہروں میں سفر کرتے تھے دو شہر میں جا کے سفر کرتے تھے بڑا ملک ہے کبھی پلین سے جاتے تھے کبھی کاروں سے جاتے تھے تو دو شہروں میں سفر کرتے تھے پھر اگے ان کے اجتماعت اور جوڑ جو بھی ہوتے ہیں وہ جمعہ سے نیچے اتوار ہوتے ہیں پیر منگل بر و جمعرات محنت کرتے تھے شہروں میں جا کے پھر ایڈمن ٹن میں انہوں نے اجتماع اجتماع رکھا تھا وہ بھی اجتماع اچھا رہا وہاں مسلمانوں والوں کی تعداد کم ہے کام بھی بہت سطحی ہے اور ہمارے عملہ بھی بہت کم ہے لیکن امریکہ میں اللہ کے فضل سے اس مرتبہ منی ایپریس میں جو ان کا نیشنل مشورہ ہوا اس میں ان کو اندازہ نہیں تھا لیکن بہت بڑی تعداد پورے ملک سے جمع ہوتی ہے اور وہاں پر پہلی مرتبہ ایسا ہوا کہ اس مجمعے کے اندر نقد جماعت کی بنیاد پر اس سے پہلے کبھی بھی امریکہ کے اندر تصور بھی نہیں کر سکتے کہ جو مجمع ایا ہے وہ یہاں سے اللہ کے راستے میں جائے گا اس کا ہوتا ہی نہیں تھا وہ تشکیل ہوتی تھی اور اپنے طور پہ بلکہ جماعت بھی نہیں بنتی افراد اتے ہیں اور معاویہ افراد جاتے تھے لیکن اللہ کے فضل سے اس مرتبہ ایک ایسا روح پڑ گیا کہ نقد جماعت کی اواز لگی نقد جماعت بلکہ شکاگو میں ہم کو یاد ہے کہ امریکہ میں جب ہم ائے تو ہمارے ساتھ سعودی کی جماعت تھی بنگلہ دیش کی جماعت تھی منیشیا کی جماعت تھی اور ہماری جماعت تھی اس میں شبہ کے ساتھی تھے تم رات کو بیٹھے تھے کہ ابھی شکاگو میں شہر میں درمیان میں ہمیں دو دن میں کیا کریں گے ادھر تو کہا کہ بھئی اگر ہم نے یہاں پر دو دن میں نقد اواز لگا دی اور سب نے اس کی فکر کی تو امید ہے کہ دو دن کے اندر فجر کی مجلس میں طے ہو گیا کہ فجر کی مجلس میں جا کر بات کرنی ہے فجر کے مجلس میں تو بہت بڑا مجمع بھی نہیں تھا نماز کو کے قریب 120 کے قریب مجمع تھا لیکن اس میں بات کے بعد جب تشکیل کی تو 36 ساتھی چار مہینے کے لیے نقد تیار ہو گئے جی میں نے ان کے لیے کے لیے وہ حیرت کی بات تھی امریکہ میں سے کوئی کرتا نہیں بلکہ لوگوں نے اکے کہا بھی کہ کوئی یہاں ایسا ہوتا نہیں اور ہم کرتے نہیں لیکن

اج ہم چار مہینے کے جار ہاتھا کہ اب جائیں گے بھی تو نو ساتھیوں کا تو مصافحہ بھی کرا دیا اور انہوں نے دوسرے دن ہمارے سے روانگی بھی کر دی رک بھی بنا دیا اور باقی ساتھیوں کو وصول کرنے کے لیے کچھ انہوں نے وقت مانگا تھا اٹھ دس دن کا لیکن امید ہے کہ وہ جماعت چلی جائے گی اچھا ہم کو بھی اعتماد اگیا کہ بھئی اواز بھی لگائی اللہ نے جمع نہیں بنا دی اور سب ساتھیوں نے دل کو لیا جہاں گئے وہاں پر نقد جماعت کی اواز لگائی اور اللہ کے فضل سے کہیں سے ایک کہیں سے دو جماعت تین انہوں نے زونل اجتماع رکھے تھے میں نے اسپریز کے اندر نیشنل مشورہ تھا پورے ملک کے لوگ جمع تھے اور پورے ملک کے لوگوں کی تشکیل ہوئی بلکہ ایک اس مرتبہ پر لی طرف پہلی وقت ہوا یہ بہت بڑا ہے کیونکہ کام تو اللہ کا ہے اگے کی سطح اللہ خود قائم کرتے ہیں یہاں سے جماعت گئی تھی تو چھ ساتھی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ پورے ملک کے لوگ جمع تھے اور پورے ملک کے لوگوں کی تشکیل ہوئی بلکہ ایک اس مرتبہ پر یلی پہلی بغیر تباہ یہ پڑا ہے کیونکہ کام تو اللہ کا ہے اگے کی سطح اللہ خود قائم کرتے ہیں یہاں سے جماعت گئی تھی تو چھ ساتھی الحمدللہ صاحب تھے احسان یاور صاحب تھے میں تھا طارق ندیم صاحب تھے اور نثار صاحب تھے عمرہ امر ہودی کے علاوہ ہماری جماعتیں بھی پہنچ گئی تھی امریکہ میں جو جماعت جوڑ میں ساتھ میں رہتی تھیں اور چار دن الگ ہو جاتی تھی اور ہر شہر میں کام کر کے جوڑ میں پہنچتی تھی تو ملی اپ اس میں ہمارے تاریخ ندیم صاحب نے جو مجلس تھی جس میں پرانوں کو الگ سے جوڑ کے ایک مجلس کیے تھے اس میں قائم کیا کہ ہر ملک میں ایک ترتیب ہے کہ نظام الدین کی جماعت پورے ملک میں سفر کرتی ہے اور اس ملک کے پورے ذمہ دار ساتھ میں ہوتے ہیں تو اس طرح بات تو شبیہ بھی لیکن اس نے کہا کہ امریکہ میں ایسا نہیں ہوسکتا یہ امریکہ بڑا ملک ہے ان کے 41 حلقے ہیں تو انہوں نے کہا کہ پھر جب ایسا کیوں نہیں ہوسکتا ہے 41 حلقے ہیں تو زیادہ وقت کی جماعت بنائی جائے انہوں نے کہا کہ جماعت بنائی جائے تو چار مہینے کی جماعت کی تشکیل کی گئی چار مہینے کی اس میں 60 نام ائے اور اس میں اکثر علماء ہیں عملہ ہے پرانے ساتھی ہے اور شورہ کے بھی سارے ساتھی ہیں جنہوں نے ارادہ کیا کہ ہم چار میر الگائیں گے بہت بڑی بات ہے اور ہم نے ان کو کہا کہ ہم تقاضا رکھیں گے حضرات اگر طے کریں گے تو نظام الدین کی بھی جماعت ائے گی ایک جماعت جو ہے اتنی بڑی تو نہیں لیکن ایک جماعت اس میں سے وہاں کے ذمہ داروں کے ساتھ انچل کے نیکی میں دو دن کسی میں ایک دن سفر کے درمیان کے دن 120 اس لیے کہ اس کو تقسیم کریں گے تو ایک بات نہیں پہنچے گی اس لیے ایک ہی وقت میں ایک ہی بات پہنچانے کے لیے پورے ملک میں 41 حلقے میں 120 دن فارغ کر کے جماعت کا تقاضا رکھا گیا ہے اور اس کو پہلے ندیم بھائی کے ذہن میں یہ بھی تھا کہ جماعتیں کچھ پہلے سے بھیج دی جائے علاقوں میں جو جا کے محنت کریں زون میں تا کہ 90 جماعتوں کی تشکیلیں ہوا امید ہے اللہ کی ذات سے اللہ نے اس کو رک قدر قائم کر دیا تو یہ اگے کا یہ دیکھی جما اگے کا جو بہت بڑا موقع ارہا ہے ہمارے حضرات کے سفر کا اس سے پہلے اگر یہ چیز وجود میں اگئی تو بہت بڑی سطح یعنی قربانی کی اور بہت بڑی سطح اگے کی کام کی قائم ہوسکتی ہے جس میں ہمارے حضرات کے جانے کا بھی یعنی جانا بھی وصول ہوگا اور جانے سے اس ملک میں پورا پورا نفع نہیں ہوسکے گا

اگر یہ اللہ امید ہے کہ بات قائم ہوجائے کی جماعت چلنے کی امین صحابی ہمارے طالب عجیب ساب اللہ امریکہ والے وہ اس جماعت کے چلنے سے اتنے زیادہ خوش اور مطمئن تھے لیکن اللہ کی ذات عالی سے امید ہے اگر اس طرح کی محنت ہمارے ہاں ہوگئی ہمارا تو پورے ملک کا نقشہ ہی تبدیل ہوجائے گا تو بس اب درخواست یہ ہے کہ ہمارے قدمہ حضرات جو ایسے کام کو لے کر چلنے والے فکر مند حضرات صوبے کے ہیں ہم یہ چاہتے ہیں یہ چار مہینے وہی جماعت کے ساتھ چلے مستقل ان کو لے کے چلنے کی ضرورت ہے ان کے ساتھ پڑھنے کی ضرورت ہے اس واسطے اس کی ذرا کوشش ہوا بھی اپ کے پاس چھ مہینے کی مدت ہے پانچ مہینے کی مدت ایک بڑی مدت ہوتی ہے اگر پوری طریقے سے ہمارے پرانے ساتھی ویزے کی کاروائی جماعت ہمارے حضرت نے فرمایا تھا وہ اپنے نام پیش کر کر اس طرح کی جماعتیں بنا دے تو یہ اس چار مہینے کی جماعت میں بڑی معاون ہوا مین صاحب بس یہ اس میں ایک فائدہ یہ ہوا کہ اس سے پہلے بھی یا ہم نیچے مشورے میں جب ائے تو ہم نے کہا کہ بھ کیا تقاضے رکھنا ان کے سامنے تو کہا کہ اپ کچھ لوگ ہم نے اوپر سوچیں تو ایک 21 ملک کے ہم نے تقاضے لیے تھے جس میں یورپ کے اور ان کو اندازہ تھا کہ بھئی چھ اجتماع ہوں گے تو چھ میں سے دو دو تین تین جماعتیں تو 21 21 تقاضے پورے ہوجائیں گے لیکن پہلے اجتماع میں جب پرانوں کے مجمع میں ہم نے ان کی پرانے کو جوڑتا ہوا اجتماع تو ابھی شروع کیے جب ہم نے تقاضہ رکھا تو اللہ کے فضل سے ایک ہی اجتماع کے اندر 21 ملکوں کی جماعتیں بن گئی 21 ملکوں کی جمع بہت استداد ہے اور اس وقت تیار ہے وہ اور وہ وقت بھی لگانا چاہتے ہیں اور بہت بڑا وقفہ ہوگیا ہے کہ جس میں وقت نہیں لگا ہے وہاں کے لوگوں کا پرانوں کا ذمہ داروں کا حملے کا علماء کا کسی وجہ سے حالات کی وجہ سے لاک ڈاون کی وجہ سے لیکن ابھی جو ہے نا وہ ساری کی ساری پچھلی اس کو کرنے کے لیے وہ تیار ہے اور پوری دنیا کے ملکوں میں اگر یہ جماعت کا کوئی ایسا رخ پڑ جائے تو یہ جماعت اپنے چار مہینے کے درمیان پورے دنیا کے سارے ملکوں میں امریکہ کی پرانے ساتھیوں کی جن کے پہلے ہندوستان پاکستان بنگلہ دیش میں وقت لگ چکے ہیں ایسی جماعتیں بھیج سکتے ہیں اس میں ایک درخواست ہے کہ ابھی موقع ہے اگر ہمارے یہاں دل پر لے لیں گے ذمہ دار ساتھی، لے لیں یہ تو مہاراشٹر کے حافظ منظور صاحب لے لیں منٹی کا اقبال بھائی تو پھر وہ صوبے کی بات نیچے ائے گی کہ جاتے ہی جو ہے نا وہ ویزا اپلائی کریں امید ہے کہ بہت بڑے عملے کو انشاءاللہ اپریٹ سے پہلے پہلے مل جائے گی اور اپریل تو کیا ابھی ایک سلسلہ ہے یہ شروع ہوا ہے تو اپریل میں کوئی ختم نہیں ہوگا یہ سلسلہ انشاءاللہ چلتا رہے گا ویزا ملتی رہے گی جماعتیں پہنچتی رہے گی اجتماع ڈیلس میں ہوا زونل اجتماع ہوا وہ پہلے ہی دن رات کو جو ہے نا اجتماع شروع کرنے سے پہلے مسجد بھر گئی بعد میں انہوں نے 10 باندھا امریکہ میں ایسا ہوتا نہیں ہے اور اتنا ہونا کوئی ایسا اسان بات نہیں ہے لیکن بس ایک رجوع ہے اللہ کی طرف سے پھر دوسرا اجتماع سینٹر نسز کو میں ہوا تیسرا السین جب اس میں ہوا کہیں پر چھ سات سو کا مجمع تھا کہیں پر 1200 کا تھا اور کہیں 15 س 1600 کا بھی مجمع ہوگیا اس ملک کے اعتبار سے بہت بڑا تھا اور ہمارے سارے ساتھیوں نے یعنی بنگلہ دیش کی جماعت میں اور ہماری ملائشیا کی

جماعت میں عرب جماعت میں اور وہاں کی شور نے یعنی پوری ایک قوت کے ساتھ کام کیا ہے جس کا لیکن ابھی یہ ہے کہ ابھی جو چیز وجود میں ائی ہے وہ بڑی ایک ذمہ داری بن گئی ہے کہ اگر اس کو تھوڑا سا اگر سنبھال لیں اور اگے کا رخ دے دیں تو پھر ایک روپ پڑ جائے گا تو پھر بعض مرتبہ ہوتا ہے نا کام پہنچاتا ہے کام کو انجام تک تو پھر وہ خود ایک رولنگ ہو جائے گی وہاں پر تو پھر کچھ چل پڑے گی لیکن ابھی تک ہو سکے نہیں کھائے ایم بی اے کے وہ خود کر سکے ابھی تھوڑا سا مل کے اس کو ٹیکہ دیں گے ساتھ دیں گے ہمت دلائیں گے تو اللہ کی ذات سے امید ہے وہ لینے کے لیے تیار ہے یعنی ہم سوچ ہی نہیں سکتے تھے وہ ان کے پورے ملک کے بڑے پرانے علماء عاشورہ کے ساتھی جو ہے نا انہوں نے کہا کہ یہ جماعت کے ساتھ ہم اپنے ملک میں چار مہینے لگائیں گے اور پھر یہ اجتماع ہم کو جو ملا ہے اس سے پہلے جو تقاضے دنیا کے دیے جائیں گے ان دنیا کے اندر ہم ملکوں میں خود جماعتیں لے کے جائیں گے اور پھر انشاء اللہ امید ہے کہ اللہ کی ذات سے یہ امید اور میں تو بہت زیادہ اس کی توقع رکھتا ہوں کہ اگر یہ اللہ کی طرف سے ہے نا ایسے شہر لاسٹ ویکس وہ ایسا شہر ہے پوری دنیا کا سب سے اس کی تعارف کرانے کی ضرورت نہیں ہے لاس لے کے نام سے ہی مشکور ہے جس چیز کے لیے اس میں مرکز بن گیا اس میں ٹھیے بن گئے اور اس میں مسجدیں بن گئی اور اس میں جماعتیں نکلنے لگی ایسا اللہ نے رک ڈال دیا ہے بس ایک اخری بات عرض کرنے دی ایک ڈاکٹر صاحب نے جوڑے تھے ہم لوگ گئے تھے ان کے عنوان پر جب ہم نے بات کی تو انہوں نے کہا کہ ہم اس ملک میں رہتے تو ہمت ہار گئے تھے ابھی اپ لوگوں کو دیکھ کے اندازہ ہوتا ہے کہ بھئی کوئی ہمت ہارنے کی ضرورت نہیں ہے تو کام ایسا ہے کہ کرنے کے بعد ہی دیکھ کے بولے نا چل نہیں سکتے چل کے دیکھ سکتے انہوں نے خود مجھے کہا کہ ہم سب وقت لگا کے بیٹھ گئے تھے کہ بھئی حالات ایسے نہیں ہیں لیکن اپ لوگ اتے ہو تو ہم کو اندازہ ہوتا ہے کہ ہم خالی ہمت ہار گئے ورنہ اج بھی ہم کم تو اٹھائیں گے تو اللہ کی مدد اور اللہ کے وعدے ساتھ میں اور اس کی مدد سے اللہ نے چاہا تو کام ہو جزاک اللہ اس میں مولانا ایک مجمع کو یہ تھا کہ ایک مجمع تو دل پہ ہی اس بات کو لے اور دوسرا اس کے لیے دعا بھی کریں اور اس کے لیے عملی طور پر ہر ساتھی کا داعیہ ہو کہ مجھے ویزا ملے اور میں اللہ کے ملک میں اس ملک میں جا کے پڑھاؤں ابھی رشتہ دار تو اپ کو پتہ ہے اس ملک کے استعداد کیا ہے سطح کیا ہے بس اللہ بے حد مبارک فرما کے یہ ذرا اہتمام اہتمام کے ساتھ ہمارے ساتھ ہی ویزے بھی لے امریکہ کے اور کوشش کریں زیادہ سے زیادہ جماعتیں کبھی کو حضرت بنگلہ دیش میں قران مجید میں جڑ تھا

مفتی ریاست صاحب دامت برکاتھم :

الحمد للہ تین ساتھی ۱۰ / تاریخ کو پہنچ گئے تھے تو وہاں جا کر دیکھا کہ میدان میں کوئی انتظام ہی نہیں ہے ایک ہفتے سے روزانہ بارش ارہی تھی وہ انتظام کرتے تھے بارش کی وجہ سے انتظام سارا فیل ہو جاتا تھا اس لیے کہ میدان میں پانی بھرا ہوا تھا لیکن الحمد للہ ہم جب پہنچے تو دیکھا کہ انہوں نے تیاری شروع کری اور اہستہ اہستہ دو دن میں پورا پنڈال وہ سب تیار ہو گیا اللہ کے فضل ہے وہاں پہنچے تو پرانوں کو جوڑ تھا تقریبا چار مہینے والے 75 ہزار چار مہینے والوں نے شرکت کری اور تقریبا 50 ہزار جو

ہے چلنے والے اور دیگر ذمہ داری تشریف لائے تقریبا سوا لاکھ کا مجموعہ تھا کہ جس میں شرکت نشستیں ہر لائن کیوں نہیں ماشاءاللہ ہر لائن کا مذاکرہ ہوا ہے کمزور مسعود مستیوں کا بھی پہلے ایک دن تو ان کی کارداری ہوتی رہی از لاتھے ہر ہر ضلعے کی کارزاری سنی اور ہر ہر ضلعے کے سے ہر ہر چیز پہ معلوم کیا گیا بھئی اپ کے ہاں کمزور مضبوط دنوں کا جو جوڑ ہے اس میں کیا محنت کرتے ہیں اسی طرح سے جو ہے وہ صراط کے متعلق اسی طرح سے علماء کے متعلق اسی طرح سے مسجد کی ابادی سے متعلق اسی طرح سے جتنے بھی عنوانات تھے سب پر سوال ہوا اور سب سے پوچھا کہ کیسے کرتے ہیں اس کی یہ کیفیت بھی پوچھی اور اس کے فائدے بھی پوچھیں تو الحمدللہ کا غزاری سے بڑا فائدہ ہوا جتنے پرانے ساتھی تھے وہ اگے بیٹھے ہوئے تھے اور سب نے وہ ساری باتیں نوٹ کریں اور خوب مطمئن ہوئے الحمدللہ اس طرح سے جو ہے پھر اور بھی مذاکرے ہوئے سارے مذاکرے ہوئے وہ بہت ہی شوق کے ساتھ وہ ساری باتوں کو نوٹ کرتے رہے اور نوٹ کرنے کے بعد یہ نہیں کہ وہ نشست ختم ہوا اور وہ بھی بلکہ ہر نشست کے بعد انہوں نے تھوڑا سا یہ بھی فکر دی کہ چھوٹے چھوٹے حلقے بنا کر جو باتیں ان کے سامنے ائی ہیں ان کا اپس میں مذاکرہ کرتے تھے اس لیے کہ ان باتوں کو اگے بڑھانا ہے تو اللہ کا فضل ہے کہ بہت فائدہ ہوا اور اس حصے میں علماء کی بھی بڑی بڑی تعداد یں شرکت کی تقریبا سات ہزار علماء ہیں اور علماء میں بھی مذاکرہ ہوا اور سارے علماء بہت مطمئن ہوئے بڑے خوش ہوئے اور اگے کے اجتماع کی بھی انہوں نے فکر کریں کہ انشاءاللہ جو عمومی اجتماع ہوگا اس میں بھی ہم سب کو سب کی تشکیل کر کے سب کو لے کرائیں گے علماء کی ماشاءاللہ جو میں تقریبا چار جماعتیں تو 30 سے سال کی بنی اب تک یہ نہیں ہوا تھا تیسرے سال کی جماعت چار جماعتیں 30 سال کی بنی ان کے قواعی خرچہ مہینہ اور سارے قواعد کے ساتھ وہ جماعت تیار ہوگئی جن کا دوسرا سال لگ چکا تھا ایک طالب وہ بھی میں نے جو جن کا دوسو سال بہت پہلے لگا ہوا تھا الحمدللہ پہلا سال دوسرا سال اور ان کا تیسرے سال کے جب بات ائی تو چار جماعتیں مکمل ہوگئی اسی طرح سے دوسرے سال کی تقریبا 10 سے تیار ہو 10 جماعتیں تیسری تشکیل ان کے سالانہ چار مہینے کی کری اسی طرح سے دو دو مہینے نظام الدین کی قریب کہ بھئی ہمارے پاس علماء دو دو مہینے لے کرائے تو الحمدللہ ہر لائن کی تشکیل ہوئی پہلا سال دوسرا سال تیسرے سال اسی طرح سے سالانہ چارمنی چھ مہینے اور دو دو مہینے نظام الدین کے اور جتنے بھی جماعتیں ائی اپ کو وقت دینا 13 نمبر کا پورا نظام ان کے سامنے رکھا کہ ہمارے ہاں 13 نمبر سے کیا فائدے ہیں تو انہوں نے بھی کئی مرتبہ وہ علامہ لے کے بیٹھے کہ ہم یہ سمجھنا چاہتے ہیں کہ 13 نمبر کا نظام کیا ہے تو میں بتایا کہ بھئی ہمارے پاس ایک جماعت 1210 علماء کی اتی ہے اور وہ ماشاءاللہ تیرے نمبر میں وقت دیتی ہے جتنے بھی جماعتیں بیرون کی این آر آئی کی اور اسی طرح سے جو بھی جماعتیں اتی ہیں ہر جماعت میں کوشش کرتے ہیں کہ ہر جماعت میں عالم جوڑے ہر جماعت میں ذمہ دار بھی ہوتے ہیں اور علماء بھی جڑنے کی فکر کرتے ہیں جتنی بھی جماعتیں بنگلہ دیش کی ہوں این ارائی کی ہو اسی طرح سے عرب جماعتیں ہوں ہر جماعت کی بنی اور پہلے سال کے لیے تو بہت بڑی تازہ تیار ہوئی جن کا سال نہیں لگا تھا تقریبا سبیلیں سال لگانے کی جو ہے نیت کری اور نام بھی

لکھاہےاسی طرح سے جوہےاس سے پہلے کی گردنیں بھی ائی کہ گوشت جوعمومی سلوک ہوا تھااس میں انہوں نے جماعتوں کا مطالبہ کیا تھاتوتقریبا100 جومدد ڈالی تھی ان جماعتوں نے جوضلع ضلع میں محنت کری تھی ان جماعتوں کا بڑا فائدہ ہوا تھاتو ان کا یہ بھی مطالبہ تھا کہ ہمارے پاس جماعتیں ڈالی جائیں لیکن اس سے یہ بات کہی کہ بجائے چلے کہ اپ پانچ مہینے کی جماعت کا مطالبہ کرواور ہرضلعے میں مانگا توالحمدللہ انہوں نے حضرت جی کے پاس خط لکھا کہ ہمیں 100 جماعتیں چاہیے اور پانچ مہینے کی جماعتیں چاہیے تو ان کا یہ مطالبہ ہے اور ہرضلعے سے ہرصوبے سے مطالبہ ہے فرمایا کہ بھئی اہمیں ہرضلع میں جماعتیں ڈال دی ہیں تو یہ جماعتیں بھی تیار کرنی ہیں ہمیں ہرصوبے والوں کو یہ تقاضا لینا ہے کہ ہرصوبوں والا وہاں کے لیے جماعتیں بنائیں اور ہرہرضلعے میں جماعتیں جائیں اسی طرح سے ان کا ایک تقاضہ یہ بھی تھا کہ ہمارے پاس علماء کی جماعت پہلے اتی تھی اب نہیں ارہی تھی ہمیں علماء کی جماعت بھی چاہیے اس میں دوسرے سال کی بھی جماعت کا مطالبہ ہے اور اسی طرح سے جو جماعت مخصوص جماعتیں بھیجی تھی کوئی جماعتوں کے مطالبہ ہے کہ ایک ادمی جماعت ایسی ائے جو ہمارے علماء سے اور مدارس میں جاجا کر ملاقاتیں کریں اور ان کی زیارت کریں تو اس کا فائدہ دیتا تو ایک تو علماء کی جماعت پہ بھی تقاضا ہے کہ مخصوص جماعت بنے اور دوسرا علماء کے دوسرے سال کی جماعت کا مطالبہ ہے اور تیسرا ہرضلعے میں جماعتوں کا مطالبہ ہے کہ جماعتیں بھیجا اچھا قرضھری سی اندازہ ہوا کہ ان کے ہاں مقامی کام میں بڑی بڑی کمزوری ہے بڑی کمزوری ہے اور مقامی کا میں بڑا ذوق ہے بہت سارے علاقے اور مساجد جو ہے ہمارے سے خالی ہیں یعنی جتنے بھی ہیں 50 فیصد میں مقامی کام ہوگا 50 فیصد مساجد ایسی ہیں جہاں کام نہیں ہے مفتی ریاست صاحب فرمارہے ہیں یہ بات قریب قریب اور ل* صاحب کہہ کے گئے یہی بات قریب کریں مفتی شہزاد صاحب ذکر کررہے تھے یورپ کے اعتبار سے اس میں سب سے اسان حل اس کا یہ ہے کہ جو جماعتیں اپ حضرات پورے ملک سے بیرون بھیج رہے ہیں انہیں بالات تمام اپنے مقامی کام سے گزارا کریں یعنی بار بار مسجد کے ابادی علم کے حلقے تعلیم کے حلقے بنجر بستیوں میں کیسے کام ہوتا ہے کیسے مشورے ہوتے ہیں کیسے کام اٹھایا جاتا ہے جتنا ہی اپنے مقام پر سے ان کام کو گزرتے ہوئے بہرحال جائیں گے اتنا ہی دور میں ان کا اپ کو جمع نہیں پا اسان ہوگا اتنے کوئی مقام میں بیرون نہیں کرنا اسان ہو ہم نے بعض ممالک میں دیکھا ہے حاجت الوہاب صاحب رحمتہ اللہ علیہ کے ہاں ہم نے اپنے انکھوں سے دیکھا وہ سب سے زیادہ شدت بیرون بھیجنے میں مقامی کام کی کیا کرتے تھے یعنی یہاں تک کہ حاضری لیا کرتے تھے مشورے میں کب کب شریک ہوئے تھے ڈھائی گھنٹہ دے رہے ہو اٹھ گھنٹے دے رہے ہو اٹھ گھنٹہ کب سے ناغہ نہیں ہوا ایک چھوٹی چھوٹی باتیں ضرور جانے والوں سے اہتمام سے ایک ایک معمول پوچھا کرتے تھے کہ تم بتاؤ تمہارے معاملات کیا تھے تا کہ جو کام ادمی کرتا ہے وہ جا کر اسے انہیں قائل کرنے میں اسے سہولت رہتی ہے اس وجہ سے اس کی پوری طریقے سے ہمارے ملک میں فکر ہو کہ جو بیرون جماعتیں جارہی ہیں وہ پوری طریقے سے مقامی کام سے گزرتے ہوئے بیرون جائیں الحمدللہ میں دیگر ملکوں کے لوگ بھی ائے تقریبا وہ جماعتیں بھی تھیں

تو 800700 کا مجمع جو ہے وہ انڈونیشیا ملیشیا ٹیلنٹ کا تھا اور باقی عرب ممالک سے بھی لوگ تھے کہیں سے دو پیسے چار پیسے سے 20 اس طرح سے ممالک کے لوگ بھی تھے اور اسی طرح ایسے جو ہے اور ملکوں کے قبرستان کے لوگ تھے ایران کے لوگ تھے اور جگہ کے لوگ تھے اور ان سے بھی الگ اختلاط ہوا جتنے ممالک کے لوگ ائے تھے ان کے بھی نشستیں تو ہوئی ایک مرتبہ تو تعلیم کے حلقے میں جانا ہوا دوسری مرتبہ ان سے الگ سے مذاکرے ہوئے تو وہ سارے ممالک والے بھی بڑے مطمئن ہوئے اور انہوں نے بعض ممالک والوں نے تقاضا رکھا کہ ہمیں نظام الدین کی جماعت چاہیے یعنی یہ وہ سارے مذاکرے مولانہیں سنے تھے ماشاءاللہ بنگلہ دیش میں جب الگ سے بیٹھے اور ان سے مذاکرہ کیا تو وہ سارے مطمئن ہوئے اور ان کا مطالبہ رہا کہ بھئی ہمارے پاس جماعت ہمیں جماعت چاہیے نظام الدین کی ہمارے پاس جماعتیں نہیں ارہی تو الحمدللہ اس کی سب سے زیادہ عمدہ بات اللہ ان کو جزائے خیر یا بنگلہ دیش والوں کو جو ہم ان کے اجتماع میں لگی وہ ان کا پنڈال پسند ایا ایسا سادہ پنڈال کے رات کو تو یہ حالت تھا کہ کوئی مجموعی نظر نہیں ارہا تھا کہا بیٹھا ہوا ہے پورے پنڈال میں گئی لائٹ ہی رہی تھی ارے ایک اپنی چادر نائے چادر لا کے باندھے اور اجتماع کریں باقاعدگی کے ساتھ نہ پھرنا مزاج میں جتنی سادگی ہوگی اتنے ہی کام میں ترقی ہوگی ایسے سادے اجتماعات کرنے کی کیا ضرورت ہے یعنی تکلف تکلفا یہ صحابہ کی صفت بیان کی گئی ائی بات ابھی اندازہ لگا رہے تھے تقریبین پچھلے تین مہینے کے اندر اللہ کا بڑا فضل بڑی اہم بات ہے پورا ملک مدد شروع کرسنے اللہ کا بڑا فضل ہے پچھلے تین مہینہ کے اندر ڈیڑھ سو سے زیادہ ممالک میں نظام الدین کی جماعتوں نے کام کیا ہے ڈیڑھ سو سے زیادہ ممالک ایسے ہیں جہاں ہمارے نظام الدین کی جماعت کی نظام الدین کی جماعت سے ملاقات ہوئی ہے وہ ڈیڑھ سو سے زیادہ ممالک ہیں اللہ نے بڑا فضل فرمایا ان تین مہینوں سے ضرورت پڑنا

محترم ہارون صاحب دہلی:

ہماری جماعت ماشاءاللہ چھ ساتھی تھے ہم، جنوبی افریقہ گئی تھی، اور ان لوگوں نے پہلے سے بھی محنت کی ہوئی تھی، اور ہماری بھی تقریبا پانچ چھ جماعتیں وہاں کام کر رہی تھی، ان کی محنت بھی اور ہم بھی تھوڑا سا پہلے پہنچ گئے تھے، johennusburg پہنچ کر کے ان کے جو اجتماع تھا یہ انہوں نے رکھا تھا وہاں اور پنڈال بھی ماشاءاللہ بڑا سادہ انداز پہ لگایا، بہار ایک مدرسہ تھا مدرسے کے باہر پنڈال لگایا تھا۔۔۔کی تیاری کی ماشاءاللہ، چھ سے سات ہزار کا مجمع بھی وہاں پہنچ گیا تھا، اور ساتھی جو ہمارے محنت پہلے بھی کرے تھی تو اس محنت سے جماعتیں بھی ماشاءاللہ خوب نقد بنیں، 15 سے 20 ملکوں کے لوگ بھی آ گئے تھے، زمزم کے مملک تھے، آس پاس کے ممالک تھے، ان ملکوں کے ماشاءاللہ وہاں شرکت ہوئی مختلف نشستوں میں، ان کے یہاں اجتماع کی تاریخ دی گئی حضرت کے اجتماع کی، تو یا یک نشست ان سے کی گئی کہ کیسے اجتماع ہونا ہے، سارے پرانے جمع ہو گئے تھے ماشاءاللہ ان کو ان کے بیچ میں اجتماع کی ساری محنت سمجھائی بتائی گئی کہ

اصل اجتماع جو ہے وہ مجمع کرنے کا نام نہیں وہ تو ایک محنت ہے جس سے پورے علاقوں کے اندر مقامی کام اور خروج کی محنت کو قابو میں لانا ہے تو اس کے لیے ایک نشست ہوئی اور ماشاءاللہ جو ہے وہ پرانوں کا جوڑ تھا، پرانوں کا علماء کرام کا جوڑ تھا تو مختلف نشستوں میں اس سے مقامی کام مستورات کا کام سب ماشاءاللہ تفصیل کے ساتھ ان کے سامنے آیا، کارگزاری پوری تفصیل سے ان سے سنی گئی، وہ تین نشستوں میں کارگازاری ہوئی، تفصیل کے ساتھ خود جنوبی افریقہ کی بھی اور جو آس پاس کے ممالک آئے تھے ان کی بھی سب کی تفصیل کے ساتھ کارگزاری ہوئی تو ماشاءاللہ کام پہلے سے بہت ترقی کر رہا ہے ماشاءاللہ پہلے سے بہتر ہے کام، اور منظم طریقے سے ماشاءاللہ مقامی کامی بھی ترقی ہے خروج میں بھی ماشاءاللہ اضافہ ہے پہلے کے مقابلے، میں اس سب کے باوجود بھی کام کی بہت ضرورت ہے کہ جو ہو رہا ہے بے شک اس میں تو شکر ہے لیکن جو کام باقی ہیں وہ بہت بڑی تعداد ہے یعنی حال یہ ہے کہ علاقے کے علاقے خالی ہیں جماعتوں کے اور ہر علاقے کے اندر انہوں نے جماعتوں کے مطالبے بھی کیے ہم سے، اجتماع سے پہلے خاص طور سے کیسی جماعتیں آئیں جو آ کر کے یہاں محنت کریں اور محنت بھی ہمیں بتائیں اور اس کے ساتھ ساتھ یہ ہے کہ جماعتوں کی بھی خروج کی بھی کچھ ترتیب قائم ہو جائے اب یہ جو اجتماع ہوا ہے دوستو اور اس سارے اجتماع کے بعد جو ہم نے محسوس کیا وہاں سب سے اہم تقاضا وہ یہ تھا کہ پورے ملک کے اندر ملک تو خالی ہے ہی جماعتوں کے اعتبار سے، بھی اور کام کے اعتبار سے بھی جو ہو رہا ہے وہ تو شکر ہے اللہ کا لیکن جو باقی ہے وہ بہت زیادہ ہے، کس طرح سے پورا ملک ایک فکر پر اور ایک نہج پر آئے اور سارے ساتھی جو ہے ایک فکر کے ساتھ کام کرنے والے بنیں تو یہ ہم نے محسوس کیا وہاں ابھی تک پورے ملک کا سفر نہیں ہوا۔ جو ہوتا ہے اور نظام الدین کی جماعت بھی جو ہے ساتھ ہو تو ان کو لے کے بیٹھے ہیں ان سے مطالبہ کیا اور بات رکھی کہ بھئی ہم چاہتے ہیں کہ پوری جماعت تمہاری پرانوں کی، تمہارے سارے پرانے اور ہماری جماعت نظام الدین کی آئے اور وہ جماعت انشاءاللہ جو ہے پورے ملک کا سفر کرے تو دسمبر میں انہیں طے کیا ہے کہ دسمبر میں انشاءاللہ پورے ملک کا ہم سفر کریں گے اور ایک نظام الدین کی جماعت کا بھی جو ہے مطالبہ ہے وہ جماعت آ جائے اور ان کے ساتھ پورے ملک کا سفر کریں تو آپ حضرات سے سب سے درخواست یہ ہے کہ انشاءاللہ جیسے سارے تقاضہ لکھے گئے ہیں یہی تقاضہ ہے شاید میرے خیال سے رہ گیا اس کو ابھی دیا ہے انہوں نے، وہ تقاضہ بھی آ جائے گا انشاءاللہ ابھی آ جائے گا آپ کے سامنے تو پورے ملک میں چلنے کا تقاضہ ہے ان کی جماعت بھی ہوگی ہماری جماعت بھی دسمبر میں جماعت چلے گی، تو یہ ضرورت بہت محسوس ہوئی کہ ایسے اجتماع بھی ابھی وہ دے دیا گیا ہے اور اگلے سال اجتماع ہونا ہے تو اس کی محنت کے لیے بھی ضروری ہے کہ پورے ملک میں چلا جائے تاکہ پورے ملک کا حال سامنے آ جائے، اور پورے ملک میں کس طرح کہاں کتنی ضرورت ہے جماعتوں کی اور کہاں کتنی ضرورت ہے کام کی وہ سارا حال بھی سامنے آ جائے، نظام الدین کی جماعت بھی ساتھ میں ہوگی ان کے سامنے بھی کام آ جائے گا اور ان کو بتایا جائے کہاں کس طرح سے محنت کی ضرورت ہے تو ماشاءاللہ مختصر یہ کارگزاری ہے، اور یہ تقاضہ جب

آیا ہے وہ تو اس کے لیے بھی نام پیش کریں۔

حضرت مولانا فاروق صاحب دامت برکاتھم:

یہ ایک سفر نظام الدین کے تقاضے پر نیوزی لینڈ کا ہوا، پانچ ساتھیوں کا طے ہوا تھا، تین ساتھیوں کے پاس ویزا تھا وہ گئے، اور دو ساتھی ویزہ نہیں ملنے کی وجہ سے رہ گئے ایک ساتھی کو مل گیا ہمارے انیس بھائی حیدرابادکو، یہ اس مرتبہ جو نظام الدین سے جماعت گئی تھی وہ پورے ملک کا سفر تھا، اور اس کا اثر پچھلے اجتماع کی وجہ سے تھا، پچھلی مرتبہ اجتماع ہوا تو اس میں ہمارے حاجی لائق صاحب بھائی مرسلین صاحب اور مفتی ساجد صاحب ہاٹا، یہ تین حضرات پہلے گئے تھے وہاں، اور ان کے آپس کے بہت ساری باتیں ایسی تھی جو کام کے متعلق نہیں تھی، ان لوگوں نے الگ الگ بیٹھ کر ذہن بنایا، تو اللہ کے فضل سے جو پچھلا اجتماع ہوا اس میں ہی بڑا اثر ظاہر ہوا کہ وہ سو، ڈیڑھ سو، دوسو، تین سو بڑی مشکل سے جمع ہوتے تھے، تو پچھلی مرتبہ جو اجتماع ہوا چار پانچ مہینے پہلے، تو اس میں 1200 لوگ کم سے کم جمع ہو گئے یعنی ان کے حساب سے وہ ایک بہت بڑا مجمع، تو اس وقت کے سارے ذمہ داروں کو لے کے بیٹھ کر یہ طے کیا تھا کہ پورے ملک کا سفر نظام الدین کی جماعت کے ساتھ، اس سے پہلے کبھی ایسا نہیں ہوا تو ان کو بہت تعجب ہو رہا تھا لیکن ساتھیوں نے ان کو مطمئن کیا پھر اس کی تاریخیں سوچی گئی، ان کے ساتھ بیٹھ کر پھر ان کو محنت کا رخ بتایا گیا کہ کس طرح کرے ان کے ہاں اب تک محنت کا یہ رخ تھا کہ نو حلقے انہوں نے بنائے ہوئے ہیں جو ماہانہ جوڑ کے کہلاتے ہیں اور ایک ایک حلقے کی تقریبا جو مسافت ہے 400 کلومیٹر 500 کلومیٹر اس سے بھی زیادہ لمبا چوڑا، تو بہت مشکل سے وہ لوگ مہینے میں ایک بار ذمہ دار جاتے ہیں، اور وہاں جا کر بیان کرتے ہیں ایک وقت کا کھانا بنتا ہے، سب مل کر کھاتے ہیں، تو وہ سمجھتے ہیں ماہانہ جوڑ ہمارا ہو گیا تو اس مرتبہ جو جماعت چلی اللہ کے فضل سے تو یہ جماعت 23 دن کا سفر کی، ملک تقریبا دو ہزار کلومیٹر شمالا اور جنوبا ہے وہ، تو اس جماعت کے ساتھ چلنے میں مقامی 10 ساتھی ذمہ دار رہے، تین ساتھی نظام الدین کے رہے ایک ساتھی بنگلہ دیش کے آگئے تھے اور ایک ساتھی اسٹریلیا کے اسٹریلیا میں رہتے ہیں وہ بھی بنگلہ دیش میں اس طرح پانچ ہم لوگ تھے نظام الدین سے، اور 10 مقامی ذمہ دار ساتھی تھے، اور یہ پورا سفر کار سے ہوا لمبے لمبے سفر تھے آٹھ آٹھ سو سات سات سو کلومیٹر کے، ساتھیوں نے کہا کہ یہ فلائٹ سے کرلیں تو یہ بات رکھی گئی کہ نظام الدین سے یہ بالکل منع ہے بھائی ملک کے اندر کے تمام سفر جو ہیں وہ بائی روڈ سڑک کے راستے سے اور سواریوں سے ہو تو الحمد للہ انہوں نے اس کو قبول کیا جب جماعت بیٹھی، اور یہ بات طے ہوئی کہ کچھ پیسے جمع کر لیں تو ان کو بہت تعجب ہوا کہ نظام الدین سے عملہ آیا ہے اور وہ پیسے جمع کریں آپ تو ہمارے مہمان ہیں ہم آپ کے میزبان ہیں ان کو بتایا گیا کہ جان مال لگانا اس کام کا جو رخ ہے تو الحمد للہ ہر ساتھی نے پانچ پانچ سو ڈالر وہاں کے یعنی تقریبا ہندوستان کے 25 ہزار روپے ایک ایک ساتھی نے جمع کیا اور یہ سفر ہوا اللہ کے فضل سے، دو دو دن کا اجتماع رکھا گیا تھا ایک دن ہم جب جاتے تھے پہلے دن تو اس علاقے میں چل پھر کر ملاقاتیں کرتے تھے، ایک ایک ساتھی کی ملاقات کے لیے سو

سوکلومیٹر ڈیڑھ سوکلومیٹر 200 کلومیٹر تین تین سوکلومیٹر جانا ہوا، اور جا کر ان کی ملاقات کر کے ان کا ذہن بنا کے ان کو نقد سامنے لانا کہیں زیادہ دوری پر ہے تو وہیں ساتھیوں کو جمع کر کے ترغیب دے کر پھر ان کو آنے کے لیے کہنا، تو جو پہلے دن کی ملاقات ہوتی تھی وہ عجیب حالات ہیں، ان ملکوں کے حالات بہت زیادہ عجیب ہیں، جو مسلمان یہاں سے گئے دس بارہ سال اگر انہوں نے وہاں گزار دیا تو 10، 12 سال کے بعد اسلام مسلمان ان کو اہمیت بھی ختم ہو جاتی ہے ملاقات بھی ختم ہو جاتی تھی، اور ان کے گھروں میں غیر مسلم لڑکیاں آ جاتی ہیں اور ان کی بچیاں مسلمانوں کی غیر مسلم کی گود میں چلے جاتے ہیں، ایک عام وبا اور فضا ہے اور ڈالر کی چیزوں کی محبت کی وجہ سے اچھے اچھے دین دار چار چار مہینے چلے لگائے ہوئے ماحول نہ ملنے کی وجہ سے محنت کے رخ پر نہ ہونے کی وجہ سے ارتداد کا شکار ہے، ایک عرب سے ملاقات ہوئی کم سے کم 50، 55 سال کی عمر کے ہوں گے، اور بہت اچھے سے بات کر رہے تھے عربی جانتے تھے، تو ان سے کہا آپ کے قریب میں جوڑ ہے ابھی مغرب کی نماز ہے آپ چلیے انہوں نے بہت ہی برجستہ اور پورے جیسے پر یقین یہ بات کہی کہ بھئی جمعہ کی نماز صرف فرض ہے باقی سب مستحب ہے، آپ زیادہ ضدمت کرو ہمیں تو میں نے جب یہ جملہ کہا کہ اپ تو جمعہ کی فرض کہہ رہے ہیں آپ کی اولاد تو شاید اس کو بھی فرض نہیں کہتی ہوگی کہ جمعہ بھی ضروری نہیں تو ان کی نگاہ شرمندگی سے جھک گئی کیونکہ ان کی اولاد جمعہ کی نماز بھی نہیں پڑ رہی، ایسی بڑی تعداد میں مسلمان وہاں جا کر مرتد ہو گئے، جو آج اسلام کی طرف آنے کو تیار نہیں ایک ذمہ دار ساتھی تیسری مرتبہ ایک عرب سے ملنے گئے، تو انہوں نے دو مرتبہ تو نرمی سے کہا کہ میں اسلام پر نہیں رہا، آپ میرے پاس مت آیا کرو، تیسری مرتبہ بہت سختی سے کہا اب جلدی سے چلے جاؤ ورنہ پولیس کو فون کر کے ابھی بلاتا ہوں عرب خاندان مرتد ہو گئے، عرب خاندان اور ایسا حال ہے کہ پٹھان جو بالکل مضبوط ایمان میں ہوتے تھے، وہ پٹھان لوگ بھی اس ملک میں جا کر وہ بھی مرتد ہو گیا، اپنا نام بھی بدل دیا، خاندان قبیلے بھی بدل گئے، اس کی وجہ یہ ہے کہ دنیا کمانے کی نسبت پر جاتے ہیں، اور اس کا ماحول ملتا ہے، تو پہلے دن ہماری جماعت ملاقاتوں میں جا رہی تھی اللہ کے فضل سے، یہ 15 ساتھی مقامی ساتھیوں کو لے کر پچیسوں لوگوں سے ملاقات خوش آمد کر کے ان کو ماحول میں لاتے، اگلے دن ان کی کارگزاری بھی ہوتی تھی، مقامی کام، دعوت کے سارے اعمال ان کے سامنے شب گزاری ماہانہ جوڑ کی کوئی شکل ان کے معنی بس مہینہ میں ایک مرتبہ جمع ہو کر بیان کر دینا کھانا کھانا ان کے سامنے جب یہ باتیں ہوتی تو ان کو بہت انہوں نے بار بار یہ کہا ذمہ داروں نے کہ ہمارے سامنے یہ باتیں نہیں تھیں اس وجہ سے ہم نے محنت بھی نہیں لیا آپ سے درخواست ہے کہ ہر جگہ آپ یہ مذاکرے رکھو، مستورات کے کام کے اعتبار سے طلبہ کے کام کے اعتبار سے اور جو علماء کا مسجدوں کو وقت دینا اس کے اعتبار سے نقد نقد تشکیلیں ہوئی اللہ کے فضل سے ایک جماعت ابھی سفر میں ہے کل انشاءاللہ وہ جماعت پہنچ رہی ہے چار مہینے کے لیے اس میں ایک عالم صاحب بھی ہے اور دین پرانے ساتھی بھی ہے اور ایک مستورات کی جماعت بنی ہے پانچ جوڑوں کی انشاءاللہ دسمبر میں وہ بھی نکل رہی ہے اس طرح نقد نقد جماعتیں بنیں، ذمہ داروں کو ہر جگہ پہ اپنے ساتھ رکھے ان کے

سامنے کام رکھیں کہ جب وہ کارگزاری سناتے تھے ساتھیوں کے آنکھ میں انسوآ جاتے ایسے سخت حالات وسناتے تھے کہ ہمارے علاقوں میں مسلمان تو ہیں لیکن کوئی مسجد نہیں کوئی مصلی نہیں، کوئی اذان کا انتظام نہیں، بچوں کے پڑھنے کا مکتب نہیں، اور ایسے ملک ہیں یہ نیوزی لینڈ چونکہ دنیا میں کنارے ملک کہلاتا ہے عام طور پہ ویزے کی بھی ذرا مشکلات تھیں لیکن اللہ کے فضل سے ایک سال کا ویزہ مل رہا ہے چھ مہینے تک رہ سکتے ہیں اگر تین چار جماعتوں کا رخ وہاں ہے لیکن نوزون ان کے بڑے بڑے ہیں ایک ہی وقت میں مستورات کی اور مردوں کی جماعت چاہیے مگر جماعت ایسی ہونا چاہیے جو جماعتیں اپنا خرچ لے کر جائیں، ابھی تملناڈ کی ایک اچھی جماعت وہاں کام کررہی ہے تین لاکھ روپے خرچ کی جماعت ہے لیکن یہ تین لاکھ روپے بھی وہ کہہ رہے تھے کہ اگر خرچ کرنا پڑا ہوتو کم پڑ جائیں، اس لیے کہ یعنی سواری کا خرچہ جہاں جماعت جائے اپنا کھانا بنائے، بعض جگہوں پر تو قیام کی جگہ نہیں ہے اور مسلمان ہیں کرائے کی جگہ لے کر وہاں قیام کرنے کی ضرورت ہے، ذرا ہمت والے ساتھی ۶ ساتھی ہوں، ۷ ساتھی ہوں، یعنی جا کر کام جمائے، انتظار نہ کریں کہ کوئی رہبر ملے گا انتظار نہ کریں کہ کوئی جگہ ملے گی انتظار نہ کریں کہ کوئی کھانے کی دعوت دے گی انتظار نہ کریں کہ مجمع اپ کی بات سنے گا بڑی مشکل سے مسجد میں مصلے میں آنے والے تھوڑے سے لوگ ہوتے ہیں، مثال کے طور پر اگر ایک علاقے میں تین سو چار سو لوگ ہیں تم مشکل سے 3025 ادمی مسجد کی طرف ہے باقی ساتھیوں کا رخ بازار کی طرف ہے اور بے دینی کے دوسری چیزوں کی طرف ہے اس لیے مضبوط جماعتوں کا تقاضا ہے، وہاں سے شمال سے سفر ہوا جنوب میں، تقریبا دو ہزار کلومیٹر جانے میں دو ہزار کلومیٹر آنے میں، 4 ہزار کلومیٹر کا سفر الحمدللہ یہ ہوا ایک جگہ ہے وہاں انور کارگل جنوب کا ایک علاقہ جہاں سے سمندر 10 کلومیٹر پر ہے، جماعت وہاں بھی ملاقاتوں میں گئی، اس کے بعد سمندر کے نیچے انٹارٹکا کا علاقہ دنیا کا کعبۃ اللہ سے سب سے دور جو مصلی ہے وہ انور کارگے کے اندر، تقریبا 15 ہزار کلومیٹر دور ہے، لیکن وہاں کے لوگوں کو نظام الدین سے محبت بہت ہے، ایک علاقے میں ہماری ذمہ دار ساتھی ممبئ کے الطاف بھائی جب ملنے گئے تو ایک صاحب نے پوچھا کہ یہ کہاں سے لوگ آئے انہوں نے بتایا نظام الدین سے لپٹ کے پھوٹ پھوٹ کر روئے کہ برسوں ہو گیا میں نظام الدین نہیں گیا، میری تمنا ہے کوئی جماعت بنے اور میں بھی نظام الدین جاؤں دور ہیں لوگ لیکن ۔۔۔۔ تو اس بات کو اپ دہرانا ہمارے ہاں اس کا بڑا نفع ہو رہا ہے آپ اس بات کو سمجھائیں قران پاک کے مکتب کے لیے ایسے دنیا کے ذمہ دار لوگ ائے جو کبھی مسجد میں نہیں جو جن کے چہرے پر کوئی اسلام کا اثر نہیں ہے لیکن ان کو جب قران پاک کے مکتب کے بارے میں بتایا گیا تو انہوں نے کہا یہی اصل بنیادی وجہ جو ہماری اولادیں اور ہماری نسلیں جو ہیں مرتد ہو رہی ہیں آج سے ہم اس پر محنت کریں گے اور اس کے لیے وہ تیار ہوئے تو انشاءاللہ اس دعوت کے کام میں جڑیں گے اس لیے ایسا سخت تقاضا ہے سارے عالم کا ۔۔۔۔۔۔۔۔ اگر یہ سارا عملہ جی پر لے لے تو مضبوط اچھی جماعتیں بنا کر مقامی کام سے گزارتے ہوئے سارے کام شب گزاری مہانہ جوڑ مسورات کا کام طلبہ کا کام سب سے گزارتے ہوئے ان جماعتوں کو ملکوں میں بھیجے تا کہ

جماعتیں کام کرے تو کہ بھیٔ اس کا سب ارادہ کرتے ہیں انشاء اللہ

مولانا یوسف صاحب نے فرمایا: اس کو عزم کر لیں ہمارے سارے صوبے اتنے بیٹھے ہوئے ہیں بلکہ مختصر طور پر پانچ دس منٹ میں ذرا کھڑے ہو کر عزم کر کے بتائیں یہ ہمارے صوبے کون صوبہ کتنی جماعتیں دے گا ملکی اعتبار سے مردوں کی بھی مستورات کی بھی دوسرے سال کی بھی علماء کی بھی اور کتنے براعظموں میں، سارے بر اعظموں میں، بے دینی کی طلب نظام الدین سے جماعتوں کی ہر چیز میت سامنے ائی وہی صوبے کھڑے ہو کر ہدایت کہ کون امریکہ کے پاس سے کتنے جماعتیں چول گیا یورپ کے واسطے کتنے جماعتیں دیں گے افریقہ کے واسطے کی اتنی جماعت ہے دیکھیں عرب کے اعتبار سے کتنی جماعتیں دیں گے ادھر اپ حضرات نے وہ بھی شروع ہو کر بتائیں اطمینان کے ساتھ وقار کے ساتھ صادق نام انشاء اللہ کتنی جماعت ہو جائے گا ان سب جگہوں کو بھرنے کی ضرورت بتایئے

حیاۃ الصحابہ، بعد عشاء حضرت جی مولانا محمد سعد صاحب دامت برکاتہم

بروز اتوار، ۲۰/ربیع الثانی ۱۴۴۵ھ۔6/نومبر 2023ء

میرے عزیز دوستو بزرگو! تبلیغ کا ایک بہت بڑا اصول یہ ہے کہ ایسے لوگوں کے ساتھ نکلو اس راستے میں جو نہ تمہاری قوم کے ہیں، نہ تمہاری زبان کے ہیں، نہ تمہاری رنگ کے ہیں، نہ تمہارے قبیلے کے ہیں، نہ تمہاری حیثیت کے ہیں، نہ تمہارے درجے کے ہیں، اس لیے کہ اخلاق کی بلندی اور تربیت وہ اجنبی لوگوں کا اکرام کرنے میں ہے۔

آپ مشائخ کا اکرام کر لیں، آپ استاد کا اکرام کریں، اپنے والدین کا اکرام کریں، اپنے پڑوسی کا اکرام کریں، اپنے بھائی کا اکرام کریں، اپنے چچا تایا کا اکرام کریں، سارے جتنے بھی قرابتداریاں، رشتہ داریاں اور جتنے بھی اہل فضیلت لوگ ہیں دنیا میں، ان کے ادب سے اور ان کے اکرام سے اخلاق کی مشق نہیں ہوتی، کیوں کہ ان کا مقام، ان کا درجہ، ان سے قرابتداری، اس پر آمادہ کرتی ہے کہ ان کا ادب کرنا چاہیے، اس لیے ان تمام تعلقات میں اکرام کا وہ مجاہدہ نہیں ہے جو مجاہدہ کسی اجنبی آدمی کا احترام کرنے میں ہے جس کو آپ پہچانتے بھی نہیں، جانتے بھی نہیں، رشتہ داری بھی کوئی نہیں، یہ اس کام کا اصول ہے۔

فرمایا حدیث میں کہ اخلاق کی بلندی کا یہی ایک طریقہ ہے آپ ﷺ نے حکم فرمایا: اے اکثم! اللہ کے راستے میں نکلا کرو اپنی قوم کے علاوہ کے ساتھ، اس سنت میں کیا حکمت ہے، اور اس حکم میں کیا حکمت ہوسکتی ہے سوائے اس کے کہ اجنبی لوگوں کا اکرام کرنا مجاہدہ ہے، جس لائن کا مجاہدہ ہوتا ہے اس لائن میں کمال حاصل ہوتا ہے، آپ ﷺ نے فرمایا: اے اکثم! اللہ کے راستے میں نکلو اجنبی لوگوں کے ساتھ تمہارے اخلاق اچھے ہوجائیں گے اور تم قوم میں باعزت ہوجاؤ گے۔

اور اگر کسی مسلمان کو حقیر سمجھا جائے تو یہ اسلام سے محرومی کا سبب بن جاتا ہے، اللہ حفاظت فرمائے، اس لیے کہ ایک مسلمان کا مقام بیت اللہ سے اونچا ہے، تو مسلمان کیسا بھی ہو ایک مسلمان کا مقام بیت اللہ سے اونچا ہے، مسلمان کیسا بھی ہو آپ ﷺ نے بیت اللہ کو مخاطب کر کے فرمایا: تیری خوشبو عمدہ ہے، تیری تعظیم واجب ہے، مگر میں تجھ سے کہتا ہوں کہ ایک مسلمان کا مقام تجھ سے اونچا ہے۔

ہم سمجھتے ہیں کہ اس زمانے میں ہمارے ماحول میں بھی اور عام طور پر بھی، مسلمان کی تحقیر ایک ایسی عام عادت بن گئی ہے کہ لوگ اللہ والوں کا دیکھ لو اکرام کر لیتے ہیں لیکن کسی کا اکرام صرف اس کے مسلمان ہونے کی وجہ سے کریں، اس کا معمول نظر نہیں آتا، کہ کسی کا اکرام صرف اس لیے کیا جائے کہ وہ مسلمان ہے اور میں یہ سمجھتا ہوں کہ اس دعوت کی نسبت پر جتنا اجنبی لوگوں سے اختلاط ہوتا ہے، میرے خیال میں کسی شعبے میں اجنبی لوگوں سے اتنا اختلاط نہیں ہوتا، اس لئے کہ ہر ایک کے ادارے ہیں، ان کے متعین افراد ہیں، ان کی طرف طلب لے کر آنے والے، جتنا اختلاط عوام سے دعوت کے میدان میں ہوتا ہے اتنا اختلاط اجنبی لوگوں سے کسی اور شعبے میں نہیں ہوتا۔

لیکن ہمارے یہاں بھی ایک کمی ہے، وہ یہ ہے کہ آپ نکلیں گے، مگر اپنوں کے ساتھ، اپنوں کے ساتھ نکلنا سیاحت ہے، اجنبیوں کے ساتھ نکلنا دعوت ہے، آدمی اپنے ہم خیال لوگوں کے ساتھ نکلتا ہے، اس لیے اس کے خیالات محدود رہتے ہیں، خیالات عزائم محدود رہیں گے ان لوگوں کے جو اپنوں کے ساتھ نکلیں گے، اور جو نئے لوگوں کے ساتھ نکلیں گے ان کے عزائم، ان کے خیالات بلند ہو جائیں گے، بہت کام کی بات آپ سے کہتا ہوں، اس لیے کہ جو اپنوں میں رہتا ہے اس کے اندر شجاعت پیدا نہیں ہوتی۔ عرب کا دستور تھا کہ وہ بچے کو پیدا ہوتے ہی گاؤں دیہات میں بھیج دیا کرتے تھے اجنبی لوگوں میں تاکہ تمہارے اندر شجاعت پیدا ہو، اس لیے کہ جو بچے اپنی ماں کی گود میں پلتے ہیں ان کے اندر شجاعت نہیں پیدا ہوتی اور وہ میدان میں کسی کام کے قابل نہیں رہتے، (أومن ينشأفي الحلية و هو في الخصام غير مبين) اس آیت سے مجھے یہ اندازہ ہوا ہے کہ جن کا بچپن اور جن کی جوانی ماں باپ کے درمیان گزرتی ہے وہ میدان کے قابل نہیں رہتے، اس آیت سے یہ اصول نکلتا ہے،

اس لیے میں نے عرض کیا کہ کسی مسلم کو حقیر سمجھنا (اللہ حفاظت فرمائے) اسلام سے بھی کبھی محرومی کا سبب بن جاتا ہے، اور مسلم کی تحقیر سے آدمی کے اندر عجب پیدا ہو جاتا ہے، جس کے اندر عجب ہوگا وہ دوسرے کو حقیر سمجھے گا، مال کا عجب ہوگا تو فقیر کو حقیر سمجھے گا، عہدے کا عجب ہوگا تو محکوم کو حقیر سمجھے گا، علم کا عجب ہوگا تو جاہل کو حقیر سمجھے گا، عبادت کا اگر اس کے اندر عجب ہے تو غافل کو حقیر سمجھے گا، سارے حقارت کے اسباب یہ ہیں، جس چیز میں آپ کو کمال حاصل ہوگا آپ اس کے مقابلے میں دوسرے کو حقیر سمجھیں گے، اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ کے اندر اپنی عبادت سے عجب پیدا ہو رہا ہے، اگر آپ اپنے سے کمتر کو ہلکا سمجھتے ہیں اپنے سے کم عمل کرنے والے کو ہلکا سمجھتے ہیں تو آپ کی عبادت سے آپ کے اندر عجب پیدا ہو رہا ہے،

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے امت بنائی، امت بنانے کے لیے اپنوں سے زیادہ اجنبیوں کا اکرام کیا، اور اپنوں سے زیادہ اجنبی لوگوں کو آگے بڑھایا، کیا درجہ دیا حضرت بلال رض کو، موذن بنا کر اور کیا درجہ دیا اسامہ بن زید کو سارے مہاجرین اور قدماء پر امیر بنا کر، اگرچہ لوگوں نے طعنہ دیا، اگرچہ لوگوں نے اشکال کیا، اگرچہ لوگوں نے اختلاف کیا، لیکن آپ کی حکمت یہ تھی کہ اجنبی لوگوں کو رکھو اور آگے رکھو تاکہ اس سے امت بنے، چنانچہ کسی مسلمان کو ہلکا سمجھنا یا اس کی تحقیر کرنا اِس کی اسلام میں کوئی گنجائش نہیں، اسی لیے یہ عمل اسلام سے محرومی کا سبب بن جاتا ہے، فرماتے ہیں عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا، اسامہ ابن زید رضی اللہ تعالی عنہ گھر کی چوکھٹ سے ٹھوکر کھا کر گرے، اور پیشانی پر زخم آیا، اُدھر پیشانی سے خون بہہ رہا تھا، اور اِدھر سے ناک بہہ رہی تھی، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے عائشہ جلدی اُٹھو اور خون صاف کرو، حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ مجھے اس سے بڑی گھن آئی اور مجھے ناگواری ہوئی کہ میں کیسے اس کا چہرہ صاف کروں اور ناک کیسے صاف کروں حضرت فرماتے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دیکھا کہ میں نہیں اٹھ رہی ہوں تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اُٹھے، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی پیشانی کے زخم سے خود اپنے ہونٹوں سے چوس رہے تھے، جس کو حضرت عائشہ کپڑے سے صاف کرنے سے گھن کر رہی تھیں، آپ

ﷺ حضرت عائشہ کو دکھلانے کے لیے، اسامہ کا درجہ بتلانے کے لیے اور ان کی تربیت کے لیے آپ ﷺ نے یہ کیا کہ آپ ﷺ اپنے ہونٹوں سے ان کا خون چوستے تھے، ان کے زخم سے اور باہر کلی کرتے تھے، یاد رکھیں جب تک وہ رک نہیں گیا آپ چوستے رہے، پھر آپ ﷺ نے فرمایا کہ اگر یہ اسامہ لڑکی ہوتی تو میں اس کو اچھے اچھے کپڑے پہناتا، اس کو اچھے سے زیور پہناتا، گھر میں اس کو رخصت کرتا، اس کی شادی کرتا،

عطا ابن اسحاق فرماتے ہیں کہ اسامہ بن زید رضی اللہ تعالی عنہ جب آئے مدینہ منورہ تو ان کو چیچک ہوگئی، کسی چہرے پر داغ پڑ گئے، یہ کم عمر تھے اور ان کی ناک بہہ رہی تھی، ان کے اوپر حضرت عائشہ سے آپ ﷺ نے فرمایا عائشہ اس کا منہ صاف کردے، فرماتی ہیں کہ مجھے اس سے بڑی گھن آئی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور آپ ﷺ نے اپنے ہاتھ سے ان کا چہرہ دھویا آپ ان کا چہرہ دھوتے جاتے تھے اور آپ ان کو پیار کرتے تھے، حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ خدا کی قسم جب میں نے یہ منظر دیکھا آپ ﷺ کے اس کا اہتمام تھا، تو پھر میں نے کبھی اسامہ سے میں نے نفرت نہیں کی

ایک روایت میں ہے عروہ کہتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے عرفات سے چلنے میں دیر کی، اور یہ دیر ہوئی حضرت اسامہ کے انتظار میں، بہت دیر کے بعد ایک لڑکا آیا غلام کالے رنگ کا ناک پچکی ہوئی بدشکل، اہل یمن نے کہا کہ اچھا اس کی وجہ سے ہم سب کو روکا گیا ہے، اس کے انتظار میں ہمیں روکا گیا ہے، چنانچہ فرمایا گیا کہ اہل یمن جو مرتد ہوئے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت کے موقع پر، وہ اس لیے مرتد ہوئے کہ انہوں نے اسامہ کے انتظار کو ہلکا سمجھا، ابن سعد کہتے ہیں کہ میں نے کہا یزید بن ہارون سے، اس کا کیا مطلب ہے کفر أهل اليمن کہ اہل یمن اس لیے مرتد ہوئے، اس کا کیا مطلب ہے؟ فرمایا کہ اہل یمن کا مرتد ہونا صدیق اکبر کے زمانے میں وہ صرف اس لیے ہوا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حضرت اسامہ کا انتظار کرنے کو حقیر جانا۔

بہ موقعہ سہ ماہی جوڑ

بروز پیر فجر بعد بیان حضرت جی مولانا محمد سعد صاحب کاندھلوی دامت برکاتہم

میرے انتہائی محترم بزرگو اور دوستو عزیزو!

اس میں کوئی شک نہیں کہ کام اللہ تعالیٰ کی مدد سے ہوگا، اس میں کوئی شک نہیں یہ کام اللہ تعالیٰ کی مدد سے ہوگا، لیکن اللہ تعالیٰ کی مدد کے لیے دو چیزیں ایسی شرط ہیں کہ اگر وہ نہ پائی گئیں تو باوجود مقبول عبادات کے بھی اللہ تعالیٰ کی مدد اُترے گی نہیں، حضرت مولانا یوسف صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا ملفوظ ہے کہ تمہاری نمازیں، تمہارا ذکر، تمہاری تلاوت، تمہاری دُعائیں، اگر عرش تک پہنچ جائیں، اللہ تعالیٰ کا مقبول بھی ہوجائے تب بھی اللہ تعالیٰ کی غیبی مدد نہیں آئے گی جب تک دو کام اُمّت نہ کرے، اللہ تعالیٰ کی مدد کے آنے کے لیے دو شرطیں کیا ہیں؟ ایک دعوت اور دوسرے اُمّت میں آپس کی اجتماعیت۔

یہ دو شرطیں ہیں، اِدھر فرمایا: يَدُاللّٰهِ علی الجماعة اللہ تعالیٰ کی مدد جماعت کے ساتھ ہے اور اُدھر شرط لگادی ہے قرآن میں کہ اُمّت کی اجتماعی نصرت دعوت پر موقوف ہے اور دعوت کے ساتھ مشروط ہے اِنْ تَنْصُرُوا اللّٰهَ يَنْصُرْكُمْ ان دو چیزوں کو سمجھنا ہے، اِن دونوں چیزوں کو سمجھنا ہے کہ سب سے زیادہ غیبی نصرتیں جو نازل ہوئی ہیں وہ انفرادی دعوت پر نازل ہوئی ہیں، یہی انفرادی دعوت ایمان کی تکمیل کا سبب ہے اور یہی اللہ تعالیٰ کی غیبی مدد کے آنے کا سبب ہے۔

حضور اکرم ﷺ نے ایک صحابیؓ کو بھیجا کہ جاؤ! جا کر فلاں کو دعوت دے کر آؤ۔ وہ گئے،۔۔۔۔۔۔۔۔۔ بلایا اس نے فورا یہ کہا کہ تمہارا معبود کس چیز کا ہے؟ لکڑی کا ہے' لوہے کا' تانبے کا ہے' پتھر کا ہے' کس چیز کا ہے، آکر کہا کہ وہ یہ کہتا ہے، فرمایا: دوبارہ جاؤ!، پھر گئے پھر جا کر اُس سے کہا، اُس نے پھر وہی جواب دیا پھر آکر کہا: وہ یہ کہہ رہا۔۔۔۔۔۔ فرمایا: دوبارہ جاؤ! پھر جاؤ!۔ معلوم ہوتا ہے کہ انفرادی دعوت کا استمرار اپنے ہوں یا غیر انفرادی دعوت کا استمرار اِتنا ہے کہ میدانِ قتال میں بھی دعوت مستحب ہے یہ نہیں کہا جاسکتا کہ اب دعوت کا وقت ختم ہوگیا، یہ نہیں کہا جاسکتا کہ اب دعوت کا وقت ختم ہوگیا ہے، اِتمام حُجّت کے باوجود دعوت کا امر اپنی جگہ باقی ہے۔ اس لیے کہ دعوت اصل مومن کے اپنے دین پر استقامت کے لیے اور اپنے دین کی طرف سے دفاع کیلئے دعوت ہے؛ محض دوسروں کو ہدایت پر لانے کے لیے نہیں ہے۔ اگر دعوت محض دوسروں کو ہدایت پر لانے کے لیے ہوتی تو آپ یہ کہتے ہیں کہ بات پہنچ چکی ہے لہٰذا! اب دعوت کی ضرورت نہیں ہے' کہ نہیں۔

بلکہ اُصولی بات تو یہ ہے کہ دعوت ہر شخص کے اپنی ذات کے لیے اپنے دین پر اِستقامت کے لیے اپنے دین کی طرف سے دفاعی قوت ہے دعوت، اِس سے بڑی کوئی طاقت نہیں ہے، اس لیے کہ اگر آپ غور کریں تو حضور اکرم ﷺ نے خود اپنی ذات سے اور آپؐ کے صحابہؓ نے خود اپنی ذات سے ہر فرد تک دین کا پیغام کے پہنچانے کو پہلے اپنے دین پر استقامت کا اس کو ذریعہ سمجھا ہے قرآن صاف کہتا ہے بالکل کہ اُس سے زیادہ پختہ مذہب اور اُس سے زیادہ اچھا دین ہو کس کا سکتا ہے جو دعوت اور عبادت کو جمع رکھے اُس سے بہتر دین، اُس سے زیادہ پختہ دین ہو کس کا سکتا ہے۔۔۔۔۔ علماء نے لکھا ہے کہ یہ جملہ استفہام اِنکاری ہے جو تاکید کے لیے لایا گیا ہے، من احسن قولا اس کا مطلب ہے من احسن دین اُس سے اچھا زیادہ پختہ دین ہو کس کا سکتا ہے، اس لیے دعوت اور عبادت کو جمع رکھے۔

اس لیے اگر آپ غور کریں گے کہ حضور اکرم ﷺ کا سب سے زیادہ تھکنا دو چیزوں میں ہوا کرتا تھا' ایک انفرادی دعوت ایک انفرادی عبادت۔ ہمارے ماحول میں اللہ مجھے معاف فرمائے! پُرانوں میں ان دو چیزوں کی کمی معلوم ہوتی ہے، اگر خدا نہ کرے دعوت سمٹ گئی منبروں پر تو دعوت ایک ایسا منصب بن جائے گا کہ اگر اس کا موقع ملا تو لوگ کام کریں گے اور اگر اس کا موقع نہ ملا تو لوگ کام چھوڑ دیں گے، (مَیں کچھ کہہ رہا ہوں)۔ اگر دعوت سمٹ گئی منبروں پر تو جہاں اِس کا موقع ملے گا وہاں لوگ کام کریں گے جہاں اِس کا موقع نہیں ملے گا وہاں لوگ کام چھوڑ دیں گے۔ وہ ایک ایسا منصب بن کر رہ جائے گا، حالانکہ غور کیا جائے تو اجتماعی دعوت کے مواقع بہت کم ہیں اور انفرادی دعوت کے مواقع بہت زیادہ ہیں۔ آپ ﷺ ایک ایک فرد پر محنت میں اپنے آپ کو اتنا تھکاتے تھے کہ آپؐ کے صحابہؓ کو آپ پر رحم آتا تھا،-----۔۔۔۔۔۔کو آپؐ لے کر بیٹھے اور اتنا سمجھایا اتنا سمجھایا کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو آپؐ پر رحم آ گیا' اُس پر غصّہ آ گیا اور یہ عرض کیا کہ اِس کو میرے حوالہ کیجئے، کہ مَیں اس کو قتل کر دوں۔ آپ ﷺ نے حضرت عمرؓ سے اعراض کیا یہ بتانے کے لیے کہ عمر! تمہارا یہ ارادہ ٹھیک نہیں ہے۔ یہاں تک کہ آپؐ بات کرتے رہے کرتے رہے اور----بنت کیسان وہ ہیں جن کو حضرت مقداد رضی اللہ تعالیٰ عنہ میدانِ جنگ سے امن دے کر لائے تھے، آپ اس پر غور کیجئے! ایک ایسا شخص جو میدان میں بھی انکار کر رہا ہو اور اُس کو امن دے کر وہاں سے اُٹھا کے لائے، اس لیے ماحول میں لانا مومن کے لیے کتنا لازم اور ضروری ہو گا جب وہ اِن کو میدانِ قتال سے امن دے کر ماحول میں لے کر آئے ہیں اور اِس بات کا اُنہیں خطرہ تھا کہ کہیں صحابہؓ اسے قتل نہ کر دیں، کہ میں اِس کو امن دے دوں، ایسی اجتماعیت تھی اُمّت میں کہ اگر کمزور سے کمزور مسلمان کسی طاقتور سے زیادہ طاقتور مشرک کو امان دے دے تو سارے مسلمانوں کے درمیان یہ مشرک مامون ہو جاتا تھا، مَیں کیا آپ سے عرض کروں، اُمّت کی اجتماعیت ایسی تھی کہ اگر ضعیف سے ضعیف مسلمان قوی سے قوی مشرک کو امان دے دے تو یہ مشرک سارے مسلمانوں کے درمیان محفوظ ہو جاتا تھا، اِسے کوئی ہاتھ نہیں لگا سکتا تھا۔ حضرت صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے اس پر، فرمایا کہ اگر ہم میں سے کوئی کمزور سے کمزور مسلمان کسی کو امان دے دے تو اِس مسلمان کے امان دینے کا یہ درجہ ہے کہ سارے مسلمانوں کے درمیان یہ دشمن محفوظ ہو جائے گا، اب اُمّت کا تفرقہ یہ ہے کہ اگر سارے مسلمان مل کر کسی ایک مسلمان کو معاف کرنا چاہیں تو دوسری قوم یہ کہے گی یا دوسری پارٹی یہ کہے گی کہ ہم معاف نہیں کریں گے۔ یہ میں آپ سے عرض کرنا چاہتا ہوں درمیان میں، اُمّت کا تفرقہ یہ ہے کہ اگر ایک مسلمان کو ایک جماعت معاف کر دے گی تو دوسرے مسلمان معاف نہیں کریں گے۔ یہ اُمّت کا تفرقہ ہے اور یہ اُمّت کی اجتماعیت تھی کہ اگر کمزور سے کمزور مسلمان کسی مشرک کو میدان میں امان دے دے تو یہ مشرک سارے مسلمانوں کے درمیان محفوظ ہو جاتا تھا۔۔۔۔۔۔۔کو حضرت مقداد رضی اللہ تعالیٰ عنہ امان دے کر یہاں لائے، آپؐ کے حوالہ کیا، آپ تھک گئے اُس کو سمجھانے میں، لیکن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میرے حوالہ کیجئے اس کو، اِس کا ٹھکانہ ہاویہ ہے جہنّم کا ایک حصہ ہے، آپؐ نے اُس سے اعراض کیا، آپ کے اعراض کرنے سے مجھے فکر ہوا کہ میں نے غلط غلط بول دیا ہے، آپؐ کی اس کوشش پر۔۔۔۔۔۔۔حق کو قبول کیا، آپؐ نے فرمایا: اگر میں تمہاری بات مانتا تو یہ جہنّم میں جاتا۔ مجھے یہ عرض کرنا ہے کہ انفرادی دعوت جو سب سے زیادہ غیبی مدد کے لانے کا سبب تھا اُمّت اُس پر مجتمع نہیں ہے۔

مجھے دو باتیں عرض کرنی ہیں کہ غیبی مدد یں کے لیے دو شرطیں کیا ہیں:

(۱) پہلی شرط یہ ہے آپ ﷺ سفر میں تھے، صحابہؓ آپ ﷺ کے ساتھ تھے، ایک فرد کو گزرتے ہوئے دیکھا، فرمایا: کہاں

جارہے ہو، کہا: اپنے گھر جارہا ہوں، فرمایا: کیا تمہیں اِس بات کی رغبت ہے کہ مجھے اللہ کا رسول مان لو اور اللہ کو ایک مان لو۔ اُس نے کہا: گواہ کون ہے؟ فرمایا: سامنے جو درخت کھڑا ہے وادی کے کنارے پر یہ گواہی دے گا۔۔۔۔۔۔۔۔۔آپ ﷺ نے گواہی درخت سے دلوائی ہے، ساتھیوں سے نہیں دلوائی، روایت میں ہے کہ وہ درخت وہاں سے زمین پھاڑتا ہوا آیا۔

یا ایک روایت میں ہے کہ اُس کا کھجور کا خُوشہ اُتر کر آیا اور تین مرتبہ اُس نے گواہی دی کہ آپؐ جو فرما رہے ہیں بات حق ہے۔ اُس دیہاتی نے آپ ﷺ کی بات پر اور یہ منظر دیکھ کر حق قبول کیا۔ آپ ﷺ کسی انسان کا درجہ اِس سے کم نہیں سمجھتے تھے کہ آپ اُس کو خود دعوت دیں۔

سفرِ ہجرت میں آپ ﷺ نے ڈاکوؤں کا راستہ بالا رادہ اختیار کیا ہے۔ آپؐ اُس خطرہ میں نکلے ہیں، اُس خطرہ نے مزید خطرہ یہ اختیار کیا کہ ہمیں ڈاکوؤں کے راستہ سے جانا ہے' کیوں؟ کیونکہ ہم ان ڈاکوؤں کو دعوت دینا چاہتا ہیں۔ مجھے یہ باتیں اس لیے آپ سے دُہرانی پڑ رہی ہیں کہ مجھے ایسا محسوس ہورہا ہے کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا یہ فریضہ اپنے گھروں کی زینت بن گیا ہے۔ یہ اخبار رسائل یا باطل آلات کی زینت بن چکا ہے۔ مجھے یہ بات اِس لیے دُہرانی پڑ رہی ہے؛ حالانکہ میں آپ سے صاف کہہ دیتا ہوں' نہ یہ قلم کا کام ہے' نہ یہ کتاب کا کام ہے' نہ یہ اخبار ورسائل کا کام ہے، نہ موبائیلوں کا کام ہے' کچھ نہیں۔

خدا کی قسم! کچھ نہیں ہے۔ اِنفرادی دعوت' انفرادی عبادت کی طرح اپنے بدن کو استعمال کرنا تھا، لیکن اِس زمانہ کا سب سے بڑا حادثہ اور المیہ یہ ہے کہ لوگوں نے خارجی چیزوں کو دین کی اشاعت کا سبب سمجھ لیا ہے، اس لیے یہ غیبی مددوں سے محروم ہیں، میں صاف طور پر عرض کردیتا ہوں، میں دعوے سے کہہ سکتا ہوں کہ نشر واشاعت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی نصرت نہیں، نقل وحرکت کے ساتھ نصرت ہے، نقل وحرکت کے ساتھ نصرت ہے نشر واشاعت کے ساتھ نہیں۔

نصرت کی شرط نقل وحرکت ہے، سیدھی سیدھی بات ہے۔ قرآن نے الاتنفروا الاتنصروہ دونوں کو ایک آیت میں جمع کر کے یہ بتادیا کہ دین کی نصرت نَفر کے بغیر نہیں ہے، دین کی نصرت نفر کے بغیر نہیں ہوسکتی، الاتنفروا الاتنصرو۔۔۔۔ دونوں کو ایک لفظ ایک آیت میں جمع کیئے ہیں،

چنانچہ آپ ﷺ نے ڈاکوؤں کو دعوت دینے کے لیے راستہ اختیار کیا، صحابہؓ نے تو آپ ﷺ سے یہ کہا: یہ راستہ مناسب نہیں ہے' یہاں ڈاکو ہیں، فرمایا: یہیں سے جانا ہے، ہمیں ڈاکوؤں کو دعوت دینی ہے۔ رذیل سے رذیل یا حقیر سے حقیر، عداس غلام کو آپ ﷺ نے دعوت دی، حالانکہ عداس

مشترک غلام تھا' مشترک غلام، حالانکہ عداس' عتبہ اور شیبہ دونوں کا مشترک غلام تھا، یہ نہیں کہ آقا بیٹھے ہیں اِن کے آقا کو دعوت دوں،

عمومی دعوت خصوصی دعوت پر مقدّم ہے، اُس کی وجہ ہے یہ، کہ اگر عمومی دعوت کے بجائے خصوصی دعوت کو مقدّم کیا جائے تو یوں کہتے ہیں کہ پھر اِس لائین کی' اِس راستہ کی اذیتیں پیش نہیں آتیں، اِس راستہ کی اذیت اِس میں ہے کہ اپنی سطح سے نیچے کے لوگوں کو اُتر کر دعوت دی جاوے، آپ ﷺ نے سفرِ ہجرت میں اِن ڈاکوؤں سے ملاقات کی، اِن کو دعوت دی اور دونوں کو آپؐ نے مدینہ منورہ آنے کا حُکم فرمایا۔

یہ اہتمام آپؐ کا تھا اور یہی اہتمام آپ ﷺ کے صحابہؓ کا تھا۔

ابو جہل کے بیٹے عکرمہ، جب یہ فتحِ مکّہ کے موقع پر مکّہ سے بھاگے، کہ اگر یہاں رہ گئے تو دو حال میں سے ایک یا دو

باتوں میں سے ایک بات ہوگی؛ یا تو اِن کا دین اختیار کرنا پڑے گا یا جان!! یہ فیصلہ کیا کہ ہمیں سے نکلنا چاہیے، ابوجہل کے بیٹے عکرمہ یہ یہاں سے بھاگے یمن کی طرف۔۔۔۔۔۔کے ساحل پر آئے اور وہاں سے ایک کشتی میں سوار ہوئے اور یہ فیصلہ کیا کہ مجھے مکّہ چھوڑ کر یمن چلا جانا چاہیے، اس لیے کہ دعوت یہ باطل کے لیے اور دعوت تمام اقوام کے لیے ایسی ہے جیسا کسی گوہ کے سوراخ میں ایک ڈول پانی کا ڈال دیا جائے اُس کے لیے کوئی راستہ نہیں سوائے باہر نکلنے کے۔ ایسی چیز ہے دعوت۔ کوئی راستہ نہیں ہے گوہ کے لیے اگر ایک ڈول پانی کا ڈال دیا جائے تو اس کے لیے کوئی راستہ ہی نہیں سوائے باہر نکلنے کے۔

چنانچہ حضرت عکرمہ یہ مکہ مکرمہ سے بھاگے، کشتی میں سوار ہوئے تھے کہ طوفان آ گیا، ایسا طوفان! ایسا طوفان کہ اُن کو جان کا خطرہ ہو گیا، انہوں نے پوچھا کشتی والے سے کہ کوئی ہے نجات کا راستہ!! انہوں نے کہا: نجات کا ایک راستہ ہے کہ تم! اخلاص سے کلمہ کو قبول کرلو، انہوں نے پوچھا کہ وہ اخلاص کا کلمہ کیا ہے؟ کہا کہ اخلاص کا کلمہ یہ ہے کہ تم لا الہ الا اللّٰہ کا اقرار کرلو تو تمہاری جان بچ سکتی ہے، اِنہوں نے کہا جواب میں اگر میں یہ کلمہ قبول کرنا چاہتا تو میں یہ مکہ چھوڑ کے کیوں پاگتا، میرا بھاگنا اِس کلمہ سے ہے اور تم کہہ رہے ہو یہ کلمہ قبول کرلو، نجات کا راستہ صرف یہی ہے کوئی اور نجات کا راستہ نہیں ہے۔

اِدھر اِس نے دعوت دی اُدھر اِن کی بیویوں میں حکیم اُس نے تحامہ کے ساحل سے کپڑا ہلایا اِنہیں اشارہ کیا، اِنہیں واپس بلایا اور بلا کر یہ کہا کہ اے عکرمہ! جن سے تم بھاگ رہے ہو یہ تو سب سے زیادہ جوڑ کرلے کر چلنے والے، سب سے زیادہ صلۂ رحمی کرنے والے ہیں، تُم اس لیے بھاگ رہے ہو نا کہ تمہیں اِن سے انتقام کا اندیشہ ہے!

کیا عرض کروں؛ یہ کمینے پن کی بات ہے کہ آدمی باپ سے اختلاف کا بدلہ اولاد سے لے، ایسی سینکڑوں مثالیں ہیں کہ آپ ﷺ نے اپنے ستانے والوں کو نوازا ہے تو اُن کی اولادوں سے انتقام کا کیا مطلب ہے!!۔ اِنہوں نے آ کر کہا: اے عکرمہ! میں نے تمہارے لیے حضور اکرم ﷺ سے امن لے لیا ہے۔ کہ لوگوں کو مامون رکھو، تا کہ تمہارے قریب آئیں، لوگوں کو مامون رکھو تا کہ وہ تمہارے قریب آئیں، ہر قوم کے لیے ہے یہ بات کہ تمہارا رویّہ ایسا ہو کہ لوگ تم پر اعتماد کریں، تمہارے قریب آئیں۔ یہ بات عمومی طور پر عرض کر رہا ہوں، داعی کا رویہ ایسا ہونا چاہیے کہ اگر دُشمن بھی تم سے خائف ہے تو وہ بھی تم پر اعتماد کرے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک ایسے مشرک کو قتل کرنے کے ارادہ کیا جس نے بڑے بڑے صحابہؓ کو قتل کیا تھا، لیکن حضرت عمرؓ کی زبان سے اتنا جملہ نکل گیا اُس مشرک کے لیے کہ ''گھبراؤ مت'' حضرت سلمانؓ نے کہا کہ اے عمرؓ! آپ نے ایسا لفظ کہہ دیا ہے، اب آپ اِس کو کسی قیمت پر قتل نہیں کر سکتے، کیوں؟ کیونکہ آپ نے اس سے کہہ دیا ''گھبراؤ مت''۔ آپ اِسے کسی قیمت پر قتل نہیں کر سکتے۔ اگر ایک مشرک سے کوئی مومن یہ کہہ دے ''گھبراؤ مت'' تو یہ مشرک محفوظ ہو جاتا ہے، کیونکہ اس کے دل میں یہ بات آ گئی ہے کہ آپ سے مجھے کوئی خطرہ نہیں ہے۔ اللہ اکبر! اگر مسلمان اِس راز کو سمجھ لیتا تو میں کہتا ہوں کہ اس ملک میں نہیں سارے عالم میں وہ امن ہوتا اگر مومن اِس راز کو سمجھ لیتا۔ جتنی خونریزیاں ہیں اور جتنے فسادات ہیں اُس کی بُنیادی وجہ یہ ہے کہ اِس راستہ میں پھرنے والوں کی تنگ دلی نے ماحول کو خراب کیا ہوا ہے، یہ سب سے کہہ رہا ہوں۔ ورنہ اللہ تعالیٰ نے وہ موقع دیا ہے اِن پھرنے والی جماعتوں کو کہ یہ آج بھی محمد ﷺ کے زمانہ کا امن اپنی نقل وحرکت سے قائم کر سکتے ہیں۔

جی ہاں! قرآن نے تو صاف کہہ دیا ہے کہ تم کسی سے ملاقات کرو تو کسی سے یہ مت کہنا کہ تم مومن نہیں ہو، یہاں تو مسلمان مسلمان کو کہہ رہا ہے کہ تو ہمارے ہماری جماعت میں سے نہیں ہے اور قرآن ایک ایسے شخص کے بارے میں جس کے بارے میں

اُس کے مشرک ہونے کا شبہ ہو مومن کو اُس سے بھی قرآن یہ کہہ رہا ہے کہ اگر تمہیں کسی کے بارے میں شبہ بھی ہو کہ یہ مومن نہیں ہے تم زبان سے مَت کہنا لَسْتَ مؤمِنًا

یہ میں ایک بہت اہم بات آپ سے عرض کر رہا ہوں، اِس لیے کہ جتنی بدامنی ہوگی وہ ساری بدامنی تنگ نظری، تنگ دلی کی وجہ سے ہوگی۔

اس لیے ہم نے عرض کیا کہ یہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپؐ کے صحابۂ کرامؓ کا یہ معمول تھا کہ وہ دُشمن کو امن دیا کرتے تھے، تا کہ یہ مامون ہو، تا کہ یہ۔۔۔۔۔ ہو جائے، کہ میری جان کو اِن سے کوئی خطرہ نہیں ہے۔ اُمّت اِس طرح بنی ہے، کہ انفرادی دعوت، اور اس دعوت کے ساتھ دُشمن اولاد کو امن دیا گیا ہے اور اتنا ہی نہیں بلکہ درجے دیئے گئے ہیں، بڑے اونچے اونچے، لوگوں نے کہا تھا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہ یا رسول اللہؐ! ابوسفیان کو کچھ نہیں یہ تو بیچارہ عہدے اور منصب کا طالب ہے، اِس کو تو کریڈٹ چاہیے

آپ نے فرمایا کہ جو ابوسفیان کے گھر میں داخل ہو جائے اُس کو امن ہے، اللہ اکبر! ہم یہ درجہ کسی پُرانے کو مسلمان کو نہیں دے سکتے، جو درجہ آپ نے ایک مشرک کو دیا ہے، کہ انہیں کریڈٹ چاہیے، مقام چاہیے، فرمایا: اچھی بات ہے، آج ہم اُن کو ایسا اعزاز دیتے ہیں کہ ایسا اعزاز اس نے سونچا بھی نہیں ہوگا، فرمایا کہ جو ابوسفیان کے گھر میں داخل ہو جائے اُس کے لیے امن ہے، اتنا بڑا اعزاز آپ نے ان کو دیا، تو میں نے عرض کیا کہ یہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا معمول تھا، آپؐ اور اپؐ کے صحابہؓ دُشمن کو امن دیا کرتے تھے، تا کہ یہ مطمئن ہو کر کم سے کم اُس کا دل بات کو قبول کرنے کے لیے کھلے تو صحیح!!

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عکرمہ کو امان دی

بیوی نے اُن کو آ کے سمجھایا کہ مَیں آپ کے لیے امان لے آئی ہوں، یہ چلے یہاں سے بیوی کے ساتھ، راستہ میں حضرت عکرمہ نے کہا بیوی سے کہ میں تم سے صحبت کرنا چاہتا ہوں، انہوں نے کہا: نہیں، آپ مجھ سے نہیں مل سکتے، اِس لیے کہ آپ مشرک ہیں مَیں ایمان والی ہوں۔ آپ مجھ سے نہیں مل سکتے۔ کیوں؟ کیا بات ہے، بات اسلام ہے، میرے آپ کے درمیان اسلام نے فرق کر دیا ہے، میں تمہاری بیوی ہوں اس شرط پر کہ آپ اسلام لے آئیں، لاکھ کوشش کی حضرت عکرمہ نے بھی بیوی سے ملنے کی، بیوی نے کہا: نہیں، آپ اسلام کے بغیر نہیں مل سکتے؛ عکرمہ کہنے لگے بیوی سے کہ پھر تو یہ مذہب بہت ہی سچا مذہب ہے، کہ اِس کے بغیر تم مجھ سے نہیں مل سکتیں۔ ایک خواہش کے قربان کرنے پر عکرمہ کے دل میں اسلام کی ہیبت طاری ہوگئی۔

حضرت (حضرت جی مولانا محمد یوسف صاحب دامت برکاتہم العالیہ) فرماتے تھے کہ جب مسلمان خواہش کو قربان کرے گا دین کے لیے تو غیروں کے دلوں میں اسلام کی ہیبت بیٹھے گی اور جب مسلمان خواہش کو پورا کرے گا دین کو مٹانے کے لیے تو پھر اس سے غیروں کے دلوں سے اسلام کی ہیبت نکل جائے گی۔

حضرت عکرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یوں کہا: اچھا! پھر تو یہ اسلام کوئی بہت ہی بڑا مذہب ہے، اس کے بغیر میں کسی مل نہیں سکتا، وہاں پہنچے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اتنا لپک کر ان کا استقبال کیا اور اتنا جلدی آپؐ باہر آئے کہ آپؐ کے بدن کے اوپر چادر نہیں تھی، آپؐ صرف لنگی باندھے ہوئے تھے، حضرت عکرمہ سامنے کھڑے ہوئے تھے، آپؐ نے ان کا استقبال کیا اور فرمایا صحابہؓ سے عکرمہ آ رہے ہیں، اِن

کے سامنے اِن کے باپ کا تذکرہ بُرائی سے مت کرنا ابوجہل کا، زندہ کو تکلیف ہوگی' مردہ کو بات پہنچے گی نہیں۔

تو میں یہ عرض کر رہا تھا کہ اِنفرادی دعوت یہ ایک ایسا معمول تھا کہ پھر اگر کوئی بچ کر نکلنا بھی چاہتا تھا تو اُس کے لیے بچ کر نکلنے کا راستہ نہیں تھا۔ یہ ایک معمول تھا ہر ایک کا' انفرادی دعوت۔

اس لیے مجھے یہ عرض کرنا تھا کہ اللہ تعالیٰ کی بڑی بڑی غیبی مددیں وہ انفرادی دعوت کے ساتھ ہیں۔ اس لیے کہ جو اذیت انفرادی دعوت میں ہے وہ اذیت تو کسی کام میں نہیں ہے، عبادت سے بدن دُکھتا ہے' انفرادی دعوت سے دل دکھتا ہے، جو قلبی اذیت ہوتی ہے قلبی اذیت انفرادی کے سوا نہ کسی عبادت میں ہے نہ کسی ریاضت میں ہے، نہ کسی عملِ خیر میں ہے' کسی میں نہیں؛ کسی بھی عملِ خیر میں وہ اذیت نہیں پائیں گے آپ جو اذیت انفرادی دعوت میں ہے۔

تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود بھی اور اپنے صحابہ کو بھی انفرادی دعوت کے لیے نقل وحرکت پر ڈالا تھا، اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بادشاہوں کی طرف بھی اور ملکوں کی طرف بھی اپنے صحابہؓ کو بھیجا ہے دعوت دینے کے لیے، خط اور کتابت یہ صرف بادشاہ اور ملوک اور نباب اور اہلِ منصب کے لیے ہے؛ ورنہ اصل جماعت کا جانا ہے ہر ایک کے پاس! میں آپ سے صاف طور پر عرض کرتا ہوں کہ تحریر سے دعوت دینا یہ مستقل دعوت نہیں ہے اور تحریر سے دعوت دینا اِتمامِ حُجّت کے لیے کافی نہیں ہے۔

مولانا الیاس صاحبؒ کا ملفوظ ہے' چھپا ہوا ہے کہ تبلیغ میں قلم کی حیثیت تیمّم کی ہے۔ اگر پانی موجود ہے تیمّم ہوگا نہیں اور اگر تیمّم کر لیا پانی آ گیا تو تیمّم باطل ہو جائے گا، اس لیے کہ جو مدد اللہ تعالیٰ کی قدم پر آئے گی وہ اللہ کی قسم! وہ مدد قلم پر کبھی نہیں آئے گی، بلکہ زیادہ قلموں کا چلنا یہ تو قُربِ قیامت کی نشانی ہے، جو ۵ علامتیں قیامت کے بتائی ہیں اُن میں ایک علامت یہ ہے کہ ہر ایک کے ہاتھ میں قلم ہوگا' ہر ایک لکھے گا، اور میرا یہ مشاہدہ ہے کہ قلم کی زیادتی نے تعلیم کے نظام کو ختم کر دیا ہے، میری بات آپ کو سمجھ میں آئے گی نہیں مجھے معلوم ہے، مگر حقیقت یہ ہے کہ نظامِ تعلیم جتنا قلم سے متاثر ہوا ہے اتنا کہیں بھی متاثر نہیں ہوا ہے اور آپ کا خیال غلط ہے کہ قلم سے علم پھیل رہا ہے' میں کہتا ہوں اگر قلم سے علم پھیلتا تو قیامت کی نشانیوں میں علم کا اٹھایا جانا بھی ہے اور قیامت کی نشانیوں میں وہ قلم کے زیادہ چلنا بھی ہے' تو آپ خود ہی فیصلہ کر لیجئے!! دونوں حدیثیں موجود ہیں۔ صحیح حدیث ہے قیامت کی علامتوں میں سے علم اُٹھالیا جائے گا قیامت کی نشانیوں میں سے ہے کہ قلم زیادہ سے چلیں گے۔

جتنا تعلیم کو قلم نے متاثر کیا ہے اتنا۔۔۔۔۔۔۔۔ کیوں؟ اس لیے کہ اقلام و قلم کی زیادتی نے طلب علم کے لیے اسفار اور نقل وحرکت کو ختم کر دیا، مَیں آپ سے کہنا چاہتا ہوں یہ بات، بڑے دل سے کہنا چاہتا ہوں کہ دعوت اور تعلیم یہ دو ایسے فریضے ہیں جو بالواسطہ ادا نہیں ہو سکتے، اور اگر بالواسطہ ادا کیا گیا ان کو تو ان کا اثر نہیں ہوگا، بالواسطہ کا مطلب یہ ہے کہ آپ نے دعوت اور تعلیم کے لیے اگر ذرائع کو استعمال کیا تو ان کا اثر ختم ہو جائے گا اور ان کا مجاہدہ بھی ختم ہو جائے گا اس لیے کہ دعوت اور تعلیم کا مجاہدہ جب کامل ہو سکتا ہے جب اِس کو بلاواسطہ ادا کیا جائے، سمجھ میں آ گئی میری بات!!

کہ دونوں چیزوں کو۔۔۔۔۔۔۔ ادا نہیں کیا جا سکتا کہ خود جا کر تعلیم دو خود جا کر دعوت دو۔ دعوت اور تعلیم دو ایسے فریضے ہیں جو بالواسطہ ادا نہیں ہو سکتے!! نماز کی طرح ہیں یہ، جس طرح نماز بالواسطہ ادا نہیں ہوگی آپ کو اپنے بدن کو ہی استعمال کرنا ہوگا نماز کی ادائیگی کے لیے میں یہ سمجھانا چاہتا ہوں کہ دعوت اور تعلیم بھی اسی طرح فریضہ ہے' جس کو اُمّت تک پہنچاؤ بلاواسطہ؛ چنانچہ مجھے تو عرض یہ کرنا ہے کہ وہ کیا مواقع ہیں احادیث میں جس پر غیبی مددیں آئیں گے' آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جماعت تیار کی کسریٰ کی طرف

بھیجنے کے لیے، روایتوں کے اندر متعدد نام ملتے ہیں صحابہؓ کے۔۔۔۔۔۔ؓ کا بھی نام ہے، عبداللہ ابن عمرؓ کا بھی نام ہے حضرت حذیفہؓ کا بھی نام آتا ہے، فرمایا کہ جاؤ! کسریٰ کو جا کر دعوت دو صحابہؓ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ! بادشاہ یہ ہوتے ہیں' ان کے ہاں سوال یہ ہوتا ہے کہ تم کہاں سے آئے ہو؟ اور جہاں سے آئے ہو وہاں سے تمہارے پاس آنے کا کیا ثبوت ہے؟ بس! اِس ثبوت کے لیے خط ہے، اِس سے زیادہ کہیں اِن کی کوئی حیثیت نہیں ہے، صرف ثبوت کے لیے کہ آپ کہاں سے آئے ہیں؟ اِن بادشاہوں کے ہاں یہ طریقہ ہے' لہٰذا آپ ایک انگوٹھی ایک مُہر بنوائیے اور خط پر مُہر لگا کر بھیجئے تا کہ وہ اس بات کا یقین کریں کہ جماعت آپ کی طرف سے گئی ہے' بس! اتنی سی بات ہے

ورنہ میں صاف کہتا ہوں خط کا بھیجنا اتمامِ حُجّت کے لیے یہ کافی نہیں ہے' جماعت کا جانا اِتمامِ حُجّت ہے، اچھے سے کہا' اُنہوں نے آدمیوں نے کہا: نہیں' خط پہنچا دیں گے! فرمایا: نہیں، صحابہؓ نے کہا: نہیں' ہم! خط خود جا کر دیں گے، ہم خود ملاقات کریں گے۔

۔۔۔۔۔۔ ابن عامرؓ نے تو یہاں تک کہا تھا کہ میں آپ سے تخت پر بیٹھ کر بات کرنا چاہتا ہوں، یا تو آپ نیچے اُتریئے ورنہ میں اوپر آتا ہوں، ساتھ بیٹھ کر بات ہوگی، ایسا تھوڑی ہے کہ میں آپ کو پیغام دے کے چلا جاؤں! اللہ اکبر!

اتنی قوت تھی اُن کی بات میں انہوں نے تخت پر بیٹھ کر بادشاہ سے یہ کہا تھا کہ تمہارے تخت کے نیچے کی زمین پر ہم قبضہ کر چکے ہیں، اگر تم ہماری بات مان لو تو یہ تخت تمہارا ہے، یہ زمین تمہاری، تمہاری بادشاہت، تمہاری رعایا، سب تمہیں واپس اور اگر نہیں قبول کرتے ہو تو پھر تمہارے تخت کے نیچے کی زمین پر ہم قبضہ کر لیں گے، کیونکہ ہمارے نبی نے صاف فرمایا ہے کہ اگر ہماری بات کو قبول کر لیں گے تو پھر ان کی چیز اُن کے پاس رہے گی اور اگر قبول نہیں کریں گے تو پھر واورثکم ارضھم ودیارھم واموالھم

۔۔۔۔۔۔۔۔۔

۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ملاقات کی بادشاہ سے، خط پیش کیا، اس نے خط پھاڑ دیا، انہیں اتنا اطمینان ہو گیا کہ اِنہوں نے خط پھاڑا ہے اس ملک سے ہمیں جلدی نکل جانا چاہیے، اس لیے کہ اللہ کا عذاب فوراً آ جائے گا، یہ یہاں سے نکلے، اِدھر بادشاہ نے فوراً آدمی دوڑایا کہ اِنہیں لاؤ کسی بھی طرح کر کے، وہ نکل چکے تھے بادشاہ کے حدود سے، جا کر عرض کیا: مَیں نے خط پہنچا دیا تھا آپ کا' اُس نے خط پھاڑ دیا، آپؐ نے فرمایا: اُس نے خط نہیں پھاڑا ہمارا اپنا ملک پھاڑ دیا ہے، یہ خط کسی ڈاک سے نہیں گیا ہے، اس خط کے پھٹنے پر ملک کے پھٹنے کا فیصلہ اس لیے ہوا ہے کہ خود جا کر دعوت دی ہے۔

ہم آپ کو یہ سمجھانا چاہتے ہیں کہ اگر دعوت میں مسلمان کا اپنا عملی اقدام نہیں ہے تو ان خط و کتابت اور ان اخبار و رسائل میں اللہ کی قسم! کوئی اثر نہیں ہے، یہ سیدھی سیدھی بات ہے، بادشاہ کو غصہ آیا اور اُس نے فیصلہ کیا کہ محمد ﷺ کو نعوذ باللہ گرفتار کیا جائے اور میرے سامنے پیش کیا جائے اور وہاں سے اس نے یمن کے گورنر بازان کو حکم دیا کہ جس آدمی نے ہمیں خط لکھا ہے اِن کو گرفتار کر کے ہمارے سامنے پیش کیا جائے، یہ تو بہت کمزور لوگ ہیں اور فقیر، محتاج قسم کے لوگ ہیں، کوئی لمبی' بڑی فوج بھیجنے کی ضرورت نہیں ہے، دو آدمی بہت کافی ہیں، ایک سمجھدار آدمی اور ساتھ بھیج دیں کوئی بات پیش آ جائے تو اُس کو یاد رکھے، یہاں سے یہ دونوں فوجی آپؐ گرفتار کرنے کے لیے روانہ ہوئے، وہاں پہنچے، وہاں کا نظام ہی الگ تھا، وہاں کا نظام یہ تھا کہ کوئی آدمی کسی بھی ارادے سے آ رہا ہو قتل کرنے کے لیے' قید کرنے کے لیے' جاسوسی کرنے کے لیے' زہر دینے کے لیے' کسی بھی ارادہ سے آ رہا ہوں

سوال اِس کا نہیں ہے کہ آنے والے کا کیا ارادہ ہے سوال اس کا یہ ہے کہ اس آنے والے کے ساتھ آپ کا کیا ارادہ ہے، یہ مجھ سے اور آپ سے سب سے اِس کا سوال ہے، میں آپ سے بہت اہم بات کرر ہا ہوں،

کام کرنے والے مسلمانوں کے لیے بھی اس زمانہ میں اپنے دلوں میں وہ گنجائش نہیں رکھتے جو گنجائش آپ ﷺ اپنے اور صحابہؓ کے دلوں میں اپنے قاتلوں کے لیے ظاہر کرنا چاہتے تھے کہ ہمارے یہاں آپ کے لیے یہ گنجائش ہے، (مَیں بہت اہم بات عرض کرر ہا ہوں) جو گنجائش آپؐ کے یہاں آپؐ کے قاتلوں کے لیے تھی اور سب کا یہی مزاج تھا، علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے قاتل سے خود کہتے تھے کہ تم مجھے قتل کرنے میں کیوں گھبرا رہے ہو، میرے قتل میں دیر کیوں کرر ہے ہو، اور اُس کو بلاتے ، اُس کا اکرام کرتے ، وہ جب بھی سامنے آتا اُس کو ہدیے پیش کرتے اور فرماتے اُس سے اپنے قاتل سے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہ یہ تو میرا قتل کیوں کرر ہا ہے، ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ کہ نہیں معلوم ہے، میں تجھے تیرے خاندان سے، تیرے باپ کے نام سے تجھے جانتا ہوں، قاتل کو اُس کے حسب ونسب کے ساتھ اُس کے علاقہ اس کی قوم کے خاندان کے اعتبار سے بھی جانتا ہوں' حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اُس کو دیکھ کے یہ شعر پڑھا کرتے تھے: میں تو حقیقت میں چاہتا ہوں اُس کو، یہ میرا قتل کی کوشش میں قاتل کا اکرام کرتے تھے، اپنے قاتل کا، جب صحابہؓ نے سنا کہ حضرت علیؓ کا فرمانا یقین کے ساتھ یہ ہے کہ میرا قاتل ہے،تو فرماتے تھے: صحابہؓ نے کہا کہ آپ ۔۔۔۔۔۔ کیوں بند نہیں کرا دیتے ،حضرت علیؓ نے فرمایا: اگر میں اپنے قاتل کو قتل کر دوں گا تو پھر مجھے قتل کون کرے گا، ہم تو یہ سوچتے ہیں' اللہ مجھے معاف فرمائے! اگر یہ مشورہ میں آ گیا تو میرا کیا ہوگا؟ اور اگر یہ کام میں آگے بڑھ گیا تو میرا کیا ہوگا اور اگر یہ کام میں آگے بڑھ گیا تو میرا کیا ہوگا اور وہاں اپنے قاتل کو قتل کرنے کے بجائے اُس کی حفاظت کرر ہے ہیں، کیونکہ اگر اسے قتل کر دیا کسی نے میری حمایت میں تو پھر مجھے شہادت کا درجہ کس طرح ملے گا!!

سنئے تو صحیح! لوگوں نے کہا کہ آپ اسے قتل کیوں نہیں کر دیتے! فرمایا: اگر اس کو قتل کر دوں تو دو وجہ سے غلط ہے، ایک تو میرا قاتل کوئی نہیں رہے گا اور دوسری بات یہ ہے کہ اگر میں اسے قتل کروں تو میرا قتل کرنا ناحق ہوگا کیونکہ یہ قتل کا مستحق مجھے قتل کیے بغیر ہو نہیں سکتا، قصاص تو جب ہوگا جب یہ مجھے قتل کرے، میں پہلے ہی اسے قتل کر دوں پھر تو مجھے کچھ نہیں ہوگا، اللہ اکبر! میں تو ایک بات عرض کرر ہا تھا، کہ حضور اکرم ﷺ کے یہاں آنے والوں کے لیے وُسعت ہوتی تھی کہ آنے والے کی ذہنیت' اُس کے غلط ارادہ کو بدلنے کا کوئی ذریعہ نہیں ہے سوائے اِس کے کہ آپ کے دل میں اُس کے لیے کیا ارادہ ہے۔ مولانا یوسف صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ اصلِ کائنات مومن ہے، مشرک کے ارادہ پر کائنات کا کوئی تغیّر نہیں ہوگا' جو تغیّر ہوگا مومن کے ارادہ پر ہوگا' جو تغیّر کائنات میں ہوگا مومن کے ارادہ کا اعتبار سے ہوگا مشرک ارادہ کا اعتبار سے نہیں ہوگا اس زمانہ کے مسلمان تو جاہل ہیں' وہ سمجھتے ہیں کہ کفّار جو سوچیں گے وہ ہمارے ساتھ ہوگا، نہیں بلکہ جو تم کفّار کے بارے میں سوچو گے وہ تمہارے ساتھ ہوگا، کیونکہ اصلِ کائنات مومن ہے مشرک اصلِ کائنات نہیں، جس طرح جانور اصلِ کائنات نہیں اِس طرح اغیار اصلِ کائنات نہیں۔ اگر ایک حبارہ جسے سُرخاب کہتے ہیں وہ مومن کے ظلم کی وجہ سے جنگل میں اپنے گھونسلے کے اندر غم سے مرجاتا ہے، حدیث میں آتا ہے ( ) ظالم کے ظلم سے سُرخاب اُس غم میں اپنے گھونسلے میں مرجاتا ہے اِس طرح مومن کے عمل سے ایک مشرک کو تو امان مل سکتی ہے اور ہدایت مل سکتی ہے، لیکن اگر مومن کا دل تنگ ہے غیروں کے لیے تو میں سمجھتا ہوں کہ پھر اسلام میں آمد کا راستہ تنگ ہو جائے گا۔

آپ ﷺ نے ہر آنے والے کے ساتھ وہ معاملہ کیا جو معاملہ کسی دوست کے ساتھ کیا جا ہے، یہ دونوں فوجی پہنچے، فرمایا

صحابہؓ سے انہیں آرام کراؤ، اگر آپ چاہتے دونوں کوقتل کر دیتے' کیا بات تھی، دونوں کوقتل کر دیتے' دونوں کوکل کر کے ڈال دیتے، کیا پرواہ تھی، فرمایا کہ نہیں! سوال اس کا نہیں ہے کہ یہ کس ارادہ سے آئے ہیں؟ سوال اِس کا ہے کہ ہم ان کا استعمال کیا کر سکتے ہیں۔ یہ تو ہمارے اور بادشاہ کے درمیان اور ہمارے اور یمن کے گورنر بازان کے درمیان یہ تو ہمارے پاس ایک ذریعہ ہیں اُن تک دینی دعوت کو پہنچانے کے لیے۔ دشمن کی صلاحیت کوحق کے لیے استعمال کرنے کی فکر، یہاں دوستوں کی ایمان والوں کی پرواہ نہیں ہے ہمیں، وہاں دُشمن کی صلاحیت کوحق کے لیے استعمال کرنے کی کیا شکل ہوسکتی ہے۔

آپ بعض کفّار کی صلاحیت کوصحابہؓ کے درمیان بیان کیا کرتے ،فلاں میں بڑی صلاحیت ہے، فلاں میں بڑی صلاحیت ہے، حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک نصرانی کے اسلام کی تمنّا کرتے تھے' صرف اس لیے کہ حساب بہت تیز ہے، کہ مجھے یہ چاہیے اپنے بیت المال کے حساب کے لیے یہ بہت تیز حساب میں ہے، مگر نصرانی ہے، کاش! یہ اسلام لے آئے تو میں اس کو اپنے بیت المال کا خزانچی بنادوں، دُشمن کی صلاحیت کوحق کے لیے استعمال کرنے کی فکر ہوتی ہے (محاسن)، سہیل ابن عمر نے حدیبیہ کے موقع پر یہ کہا تھا کہ اے محمد! یہ رسول کاٹئے کہ ہم آپ کو رسول نہیں مانتے، اگر رسول مان لیں تو آپ سے لڑائی کس بات کی، صلح نامہ میں لکھئے محمد ابن عبداللہ! رسول اللہ کاٹئے، یہ کہا تھا سہیل ابن عمر نے، حضرت عمرؓ کے دل میں اس کی طرف سے اتنی نفرت بیٹھ گئی تھی، کہ اس نے ایسا لفظ اپنی زبان سے کہا ہے کہ۔۔۔۔۔۔۔۔نام کاٹئے،

جب سے حضرت عمرؓ کے دل میں اس کی نفرت بیٹھ گئی تھی، جب یہ قیدیوں میں بدر کی قیدیوں میں قید ہو کر آئے، تو عمر رضی اللہ عنہ نے فیصلہ کرلیا کہ یہ وہ سہیل ہیں کہ جس نے اپنی زبان سے کہا تھا کہ مجھے کہ رسول کا لفظ کاٹئے صلح نامہ میں سے۔

حضرت عمرؓ نے فیصلہ کرلیا کہ مجھے اُس کے سامنے کے دانت توڑنا ہے۔۔۔۔سامنے کے دانت اوپر کے نیچے کے دونوں سب مجھے توڑنے ہیں کیونکہ یہ ہیں وہ دانت جس کی مدد سے اِس نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے رسول کے کاٹنے کا مطالبہ کیا، کسی نے جا کر آپؐ کو اطلاع کر دی کہ عمرؓ! سہیل کے سامنے کے دانت توڑنا چاہتے ہیں فرمایا: عمر! یہاں آؤ، کیا چاہتے ہو؟ کہ مجھے اِس کے سامنے کے دانت توڑنے ہیں، فرمایا کہ عمرؓ! اِس کے دانت مَت توڑو۔

ہمارے چلے جانے کے بعد جو۔۔۔۔کا فتنہ آئے گا اللہ اس کے ان دانتوں کے ذریعہ ایسی بات اس کی زُبان سے نکلوائیں گے کہ اُمّت مرتد ہونے سے بچ جائے گی؛ حالانکہ یہ مشرک ہیں' ابھی اسلام بھی نہیں لائے، آپ کا حکم ہے تو مَیں چھوڑ دیتا ہوں ورنہ مجھے اِس سے نفرت اتنی ہے کہ میں اِس کے دانت سامنے سے توڑنا چاہوں۔۔۔۔۔۔۔۔۔

۔۔۔۔۔۔۔۔۔تمھیں خبر نہیں ہے ایک زمانہ آئے گا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی وفات پر جو ارتداد آیا اِس ارتداد میں مکہ مکرمہ بہت متاثر ہوا، وہاں کے لوگ بکھر گئے اور جو مکہ پر امیر تھے اُس وقت آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے بنائے ہوئے انہوں نے کہا کہ جی میں تو کچھ بول نہیں سکتا، میں تو اتنا متاثر ہوا ہوں آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی وفات کے غم سے میری زبان ہی نہیں چلے گی، تو سہیل ابن عمر نے کہا مکہ کے امیر سے کہ آپ اگر نہیں بول سکتے کوئی حرج نہیں ہے آپ خاموش ہو کر بیٹھئے، میرے ساتھ منبر پر اور میں بیان کروں گا' تو اللہ کی شان! حضرت سہیل ابن عَمر سے اللہ تعالیٰ نے وہ بات کہلوائی لفظ بہ لفظ، جو خطبہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی وفات پر مدینہ میں دیا' جس سے اُمّت جمع رہی اسلام پر، لفظ ولفظ وہی بات اللہ تعالیٰ نے سہیل ابن عَمر سے کہلوائی مکہ مکرمہ میں اور مکّہ کے لوگ ارتداد کے فتنہ سے بچ گئے، فرمایا: آج یہ بیان اُس سہیل کا ہے یہ اُس وقت کی بات ہے کہ

آپؐ نے فرمایا تھا عمر اس کے دانت مت توڑنا، تمہیں خبر نہیں اللہ تعالیٰ اس سے وہ کام لے لے۔

ہم سب حال کو دیکھ کے چلتے ہیں، ہمیں نہیں اندازہ ہوتا کہ اِس آدمی کی صلاحیت کہاں استعمال ہوسکتی ہے، آپ اس سے اندازہ کریں کہ سہیل ابن عُمر کے دانتوں کو توڑنے سے منع کیا، فرمایا: ہمارے بعد جو فتنہ آئے گا ارتداد کا اللہ اس سے ایسی بات کہلوائیں گے کہ جس سے اُمّت اِس فتنہ سے بچ جائے گی، ان واقعات کے اندر کس طرح بتایا گیا کہ صلاحیتیں کس طرح استعمال کرائی جاتی ہیں، تو جب یہ دونوں پھر فوجی آیا فیصلہ کرنے کے لیے تو فرمایا ان دونوں کو آرام کراؤ صبح ہمارے سامنے پیش کرنا، صبح آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے سامنے پیش کیا گیا دونوں کو، آپ ﷺ نے ان سے پوچھا: کیسے آنا ہوا؟ ہم آپ کو گرفتار کرنے کے لیے آئے ہیں اور دونوں کانپ رہے تھے، فرمایا: گھبراؤ مت، گھبرانے کی بات نہیں ہے، فرمایا: کس نے مجھے گرفتار۔۔۔۔۔۔ کہا: کسریٰ جو بڑا بادشاہ ہے اُس کے حکم سے ہم آئے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: اطمینان کے ساتھ کہ تم مجھے لے جا کر کیا کرو گے؛ اِسی رات میں میرے آقا اللہ نے تمہارے آقا کسریٰ کو قتل کر دیا ہے، روایت میں ہے' تعجب سے کہا اُنہوں نے:۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ (عربی)

آپ کو معلوم ہے آپ کیا بول رہے ہیں؟ فرمایا: ہاں مَیں سمجھ کر نہیں دیکھ کر کہہ رہا ہوں کہ رات میرے آقا اللہ نے تمہارے آقا کسریٰ کو قتل کر دیا، اُس میں ایک آدمی تھا جد جمیر ابڑا سمجھدار اُس نے فوراً اپنی تلوار کی میان پر لکھ لیا کہ یہ وقت ہے' یہ تاریخ ہے' اس رات میں خبر دے رہے ہیں؛ حالانکہ ایک مہینہ کی مسافت سے ان کے پاس خبر کیسے آ گئی! فوراً اور آدمی دوڑایا یہاں سے' معلوم کرو کیا ہوا، خبر آئی کہ بالکل اسی رات میں۔۔۔۔۔۔ نے اپنے باپ پرویز کو قتل کر دیا۔

میں تو ایک مثال عرض کر رہا ہوں، انفرادی دعوت سے وہ مددیں آئی ہیں' وہ نصرتیں آئی ہیں، میرے دوستو بزرگو! انفرادی دعوت تو میرے آپ کے لیے روزانہ کی غذا کی طرح ہیں، حضرت (مولانا محمد یوسف صاحبؒ) فرماتے تھے کہ دعوت اور عبادت سے برابر غذا لیا کرو، دعوت اور عبادت سے برابر غذا لیا کرو، جس طرح ایک آدمی غذا سے مستغنی نہیں ہوسکتا' اس کو صبح وشام غذا کی ضرورت ہے' اس طرح دعوت اور عبادت اِس میں استمرار ہے کیونکہ یہ صاف طور پر عرض کرتا ہوں کہ ایمان کی تقویت کا اور ایمان کو غذا ملنے کا ذریعہ یہی ہے، آپ ﷺ نے ان دونوں کو دعوت دی، یہ دونوں فوجی اسلام میں داخل ہوئے پھر ان کو بھیجا یمن، تو یمن' بازان' بازان کی پوری رعایا اور اُس کی پوری فوج' اُس کا پورا خاندان سب اِن دو آدمیوں کی وجہ اسلام میں داخل ہوا۔

جو آپؐ کو گرفتار کرنے کے لیے آئے تھے وہ یہاں سے داعی بن کر گئے، کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا معمول تھا کہ یہ مت دیکھو کہ آنے والا کیا چاہتا ہے یہ سوال ہے کہ تُم اِس سے کیا چاہتے ہو۔

تو ہم نے عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ نے اِس اُمّت کی جو مدد رُعب کے ذریعہ جو کی تھی اُس رعب کی ایک بڑی، نصرت کی بڑی شکل رعب تھا۔ نصرت کی ایک بڑی شکل وہ رعب ہے، (۔۔۔۔ حدیث مبارکہ کے الفاظ) کہ میری مدد کی گئی ہے رُعب کے ذریعہ، ایک مہینہ کی مسافت تک۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اخلاق ایسے تھے کہ دُشمن قریب آ جایا کرتے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اخلاق سے' ورنہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا رُعب ایک مہینہ کی مسافت تک ہے، اگر یہ اخلاق اور یہ رحم نہ ہوتو میں سمجھتا ہوں کہ دُشمن ایک مہینہ کی مسافت تک آپؐ سے دور رہے گا پکّی بات ہے، لیکن آپؐ کی شفقت اور آپؐ کی سخاوت یہ دُشمن کو قریب آنے کی ہمت دلا دیا کرتی تھی ورنہ آپؐ کا رعب ایک مہینہ کی مسافت تک۔

میں نے جو مثالیں عرض کی ہیں انفرادی دعوت پر آنے والی نصرتیں، ایسے واقعات بے شمار ہیں۔

دوسری بات یہ ہے کہ غیبی مددیں وہ آپس کی اجتماعیت کے ساتھ ہیں، یداللہ علی الجماعۃ کہ اللہ تعالیٰ کی مدد جماعت پر ہے، جماعت کسے کہتے ہیں؟ اجسام کا جمع ہونا جماعت نہیں ہے، اجسام کا جمع ہونا جماعت نہیں ہے، اس لیے کہ کفّار کی جمع ہوا کرتے تھے، اللہ تعالیٰ نے صاف فرمایا: تحسب جمیعا وقلوبھم شتی کہ نبی جی! ایسے کافروں کے جمع ہونے سے آپ پریشان مت ہوئیے، ایسے کفّاروں کی جمع ہونے سے آپ پریشان نہ ہوئیے جن کے اجسام جمع ہیں لیکن دل پھٹے ہوئے ہیں۔

مَیں آپ سے صاف طور پر عرض کرتا ہوں کہ اس زمانہ میں باطل بھی مطمئن ہے کہ ایسے مسلمانوں کے جمع ہونے سے کوئی فکر کی بات نہیں ہے جن کا اجسام جمع ہیں' دل پھٹے ہوئے ہیں، (صاف صاف بات)۔ میرے نزدیک کھانے پر جمع ہوجانا' بیان میں جمع ہوجانا' جلسہ میں جمع ہوجانا یہ اجتماع نہیں' نماز پڑھ جمع ہوجانا بھی اجتماع نہیں ہے، یہ اجتماع نہیں ہے، یہ تو وہ کام ہے جن کو آدمی جہاں موقع ہو وہاں کردے، کھانا کھالے، نماز پڑھ لے، عبادت کرلے، تلاوت کرلے، میرے نزدیک اعمال پر جمع ہوجانا اُمّت کے اجتماع کے لیے کافی نہیں ہے بلکہ اصل بات یہ ہے کہ مومن کے قلوب کا مجتمع ہوجانا یہ اصل اجتماع ہے۔

حضرت (مولانا محمد یوسف صاحب دامت برکاتہم) اعمال کی کوتاہی کی برداشت ہوجائے گی اگر آپس میں اجتماعیت ہے، اعمال کی کوتاہی کے باوجود مدد آئے گی اگر آپس میں اجتماعیت ہے اور اگر آپس میں اجتماعیت نہیں ہے تو مقبول اعمال کے باوجود بھی مدد نہیں آئے گی اس لیے کہ مدد موقوف ہے اجتماعیت پر اگر دو آدمیوں کے آپس کے نزاع کی وجہ سے شبِ قدر اُٹھائی جاسکتی ہے تو بتایئے اُمّت کے مجموعہ کے اختلاف سے اور افتراق سے اتنی خیر اٹھالی جائے گی' اگر صرف دو آدمیوں کے نزاع سے شبِ قدر اُٹھائی جاسکتی ہے،

تو میرا سوال ہے یہ کہ اُمّت کا جمع ہونا کیا ہے، کہ اُمّت کا اجتماع یہ ہے کہ اُمّت کے درمیان سے طبقاتی فرق ختم ہو، ان کے درمیان سے طبقاتی فرق ختم ہونا ہے، زبان کا فرق، رنگ کا فرق، قبیلۂ قوم کا فرق، خاندان کے اونچے نیچے ہونے کا فرق؛ اس کو ختم کیا جائے۔

اس لیے کہ یہ اُمّت کے افتراق اور اُمّت کے فساد کا اصل سبب یہ ہے۔ اس لیے اُمّت کی اجتماعیت کے لیے پہلی شرط یہ ہے کہ اُمّت کے درمیان سے رنگ وزبان کا فرق ختم ہو۔ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اجنبی لوگوں کو آگے بڑھا کر اور اجنبی لوگوں کو اپنے یہاں مقام دے کر اُمّت بنائی ہے، کیا بنائی ہے' اُمّت بنائی ہے، حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو اذان دی ہے، نہ رنگ کے اپنے ہیں' نہ شکل سے اپنے ہیں' نہ قبیلہ سے اپنے ہیں' نہ زبان سے اپنے ہیں' نہ اپنے ملک کے' نہ اپنی زبان کے' نہ اپنی شکل کے' جبکہ عمر اور علی رضی اللہ عنہما یہ اذان چاہتے تھے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ تمنّا کرتے کہ کاش! مَیں موذن ہوتا، حضرت علی رضی اللہ عنہ حسنین رضی اللہ عنہما کے لیے اذان چاہتے تھے' لیکن حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو موذن بنایا گیا ہے، حضرت اُسامہ رضی اللہ عنہ کو امیر بنایا لشکر پر اور حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کو اپنا مشیرِ خاص بنایا ہے۔

حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کو اہلِ بیت میں سے کہا ہے۔------------ حالانکہ فارس کے ہیں۔

ایک علاقہ میں شوریٰ بن رہی تھی' جب ساتھی طئے ہوگئے تو ایک صاحب کہنے لگے وہاں کے بڑے ذمہ دار! کہ نہیں' یہ اِن کو بولے کہ یہ شوریٰ کے نہیں ہیں' کیا بات ہوگئی؟ یہ ہمارے ملک کے نہیں ہیں۔ اُنھوں نے کہا کہ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ مشیرِ خاص ہیں آپ کے، نہ آپ کی زُبان کے نہ آپ کے ملک کے' اور آپ کام کرتے کرتے یہاں پہنچے ہیں' کہ جو ہمارے ملک کا نہیں ہے اُس کو ہمارے مشورہ میں نہ رکھا جائے۔

اب ساتھی کہہ رہے ہیں کہ یہ ہمارے حلقہ کے نہیں ہیں، یہ ہمارے خیال کے نہیں ہیں، یہ اُمّت کا افتراق ہے کہ اُمّت حلقوں میں بٹے' مسجدوں میں بٹے' یہ اُمّت کا اِفتراق ہے؛ وہ بَٹ گئے' یہ بَٹ گئے، یہ اُمّت کا اِفتراق ہے۔ اور بَٹ جانے کو وہ یہ سمجھتے ہیں کہ ہم نے ٹھیک کیا ہے! اِس سے ہم آگے بڑھ جائیں گے، (اور اس کو پہلے بھی مَیں نے عرض کیا) کہ اِفتراق پیدا کرنا' یہ ہمیشہ کُفر کا مزاج رہا ہے۔ اِفتراق پیدا کرنا ہمیشہ کُفر کا مزاج رہا ہے۔ ہمیشہ کُفر کا مزاج اِفتراق کا رہا ہے۔ کُفر کا مزاج اِفتراق کا ہے۔

علاقے تقسیم کرنا' یہ کُفر کا مزاج ہے، ۔۔۔۔ بن طفیل نے کہا تھا کہ محمد! علاقے تقسیم کرلو؛ تمہارا علاقہ' گاؤں کا' دیہات کا ہوجائے' میرا علاقہ شہر کا ہوجائے، تم وہ علاقہ میں کام کرو، مَیں یہ علاقہ میں کام کروں گا۔ یا تم مجھے شریک کرو میرے ساتھ' کہ آدھی قوت آپ کی' آدھی میری، جی ہاں! مشرک کہہ رہا ہے کہ آدھی قوت آپ کی آدھی میری۔ یا تو ۔۔۔۔ شریک کرو اپنی نبوت میں، اور اگر نہیں کر سکتے تو پھر اپنے بعد مجھے نبی طئے کرو، کہ آپ کے مَرنے کے بعد میں نبی رہوں گا!!!۔ جی ہاں! ایسے مخالف بھی ہوتے ہیں ناں؛ ایسے مخالف بھی ہوتے ہیں کہ ہمیں شریک کرو یا اپنے بعد خلیفہ بناؤ یا یہ دو باتیں منظور نہیں ہیں تو تیسری بات یہ کہ علاقے تقسیم کرلو!!۔ آپ میرے علاقہ میں نہیں آئیں گے' مَیں آپ کے علاقہ میں نہیں آؤں گا۔ آپ دیہات کا لے لو' مجھے شہر کا دے دو، اور اگر یہ بھی نہیں منظور تو پھر مَیں ہزاروں گھڑسوار لے کر مقابلہ کروں گا آپ کا، کہا کہ کرلو۔۔۔۔

تو مَیں نے عرض کیا کہ یہ کُفر کا مزاج ہے اِفتراق پیدا کرنا۔ اسلام کا مزاج یہ ہے کہ ہر وہ کام کرو جس سے اِجتماعیت پیدا ہو۔ اِس لیے مَیں نے عرض کیا تھا کہ اِجتماعیت کے لیے پہلا اُصول یہ بتایا گیا ہے' کہ آپ نَرم ہوکر' خوشامد کرکے' اپنی بات کو دوسروں تک پہنچانے اور مخالف کو مطمئن کرنے کی کوشش کریں۔ مخالف سے مخالفت نہیں' مخالف مقابلہ نہیں کرنا ہے، مخالف کو مطمئن کرنا ہے۔ مَیں نے جب قرآن میں غور کیا تو کافر کے بارے میں تو سُنا ہے کہ وہ جانتے نہیں ہیں!! اور جاننے والوں کے بارے میں یہ دیکھا ہے کہ جاننے والے اگر عمل نہیں کرتے ہیں تو یہ جہل ہے، جہالت جاننے والوں کی طرف منسوب ہے' اور جو بے چارے ناواقف ہیں بالکل اُن کے بارے میں کہا کہ یہ بے چارے جانتے نہیں ہیں، اللہم اہدی قوم انہم لایعلمون، کہ اے اللہ! میری قوم کو ہدایت دے دے، یہ بے چارے جانتے نہیں ہیں۔ سُنئے تو صحیح! کافر کی طرف تو نہ جاننے کی نسبت ہے؛ اور جاننے والوں کی طرف جہالت کی نسبت ہے، (آپ غور کرنا)، جو جانتے ہیں اور مانتے نہیں ہیں اُن کو جاہل کہا، جعلنہم کما لہم الہتہ ۔۔۔۔۔۔ کہ جاننے والے اگر آپ سے غلط مطالبہ کریں تو یہ جہالت ہے، کہ جاننے والے باوجود جاننے کے آپ کی بات کا انکار کریں تو یہ جہالت ہے، اور جو جانتے نہیں ہیں اُن کے بارے میں ہمارے نبیؐ نے یہ کہا ہے: اللہم اہدی قوم ۔۔۔۔ لایعلون کہ یہ جانتے نہیں ہیں، اے اللہ! تو انہیں راستہ دکھا دے یہ جانتے نہیں ہیں۔ جو جانتے ہیں پھر انکار کرتے ہیں کہ اُن کے بارے میں یہ کہا ہے، کہ۔۔۔۔ قال انکم قوم تجہلون، تجہلون اُن سے کہا ہے جو جانتے ہوئے نادانی کی بات کر رہے ہیں، --------- تو ہم نے ایک بات عرض کی ہے کہ نَرمی کے ساتھ لوگوں کو بات سمجھائی جائے، اور قریب ہوکر سمجھائی جائے، اس کے لیے سب سے پہلے نَرم مزاجی اختیار کرنی ہوگی، اُصول کو سمجھانے کے لیے تو نَرم پڑنا ہوگا۔ اور اُصول پَر جمنے کے لیے سخت ہونا ہوگا، اور اُصول سمجھانے کے لیے نَرم ہونا ہوگا۔ یہ نہیں کہ اُصول میں نَرم پڑ جاؤ!! اُصول میں نَرم نہیں پڑنا ہے' یہ یہاں لوگوں سے غلطی ہوتی ہے، کہ اُصول میں تو سخت ہوجاؤ' اور اُصول کو سمجھانے کے لیے نَرم پڑ جاؤ۔ ورنہ حق کے بارے میں نَرم پڑنا مداہنت ہے۔ کہ آدمی حق کے بارے میں نَرم پڑ جائے، کہ اگر حق کے بارے میں آپ نَرم پڑیں گے تو باطل غالب آجائے گا حَق پر۔ حَق کے بارے میں کبھی نَرم نہیں پڑنا ہے۔ عبداللہ بن

زُبیرؓ کا قول ہے: ولا علی لغیر یسئلہ ------------------------------ کہ حق کے بارے میں مجھ سے ناحق مطالبہ کیا گیا تو مَیں اِس کے بارے میں کبھی نرم نہیں پڑوں گا، یہاں تک کہ چبانے والے کی ------------- نرم پڑ جائے گا۔ یہ تو ہوسکتا ہے کہ --- لیکن مَیں حق کے بارے میں نرم پڑ جاؤں' یہ نہیں ہوسکتا!!۔

تو لوگ یہ چاہتے ہیں کہ چند چیزیں ہیں کہ انہیں چھوڑ دو، تا کہ اتفاق پڑ جائے' جی ہاں!۔ حالانکہ مَیں آپ سے عرض کرتا ہوں کہ اگر حق کو چھوڑ کر اُمّت جمع ہوگی تو افتراق بڑھے گا، فساد بڑھے گا، کہ یہ نہیں۔

کُفّار یہ کہتے تھے کہ اے محمد ﷺ! چند باتیں تم ہماری مان لو اور چند باتیں ہم تمہاری مان لیں؛ اِس طرح مل جل کر ایک دینی سمجھوتہ کرلو؛ تا کہ ہم میں آپس میں ۔۔۔۔۔۔ جی ہاں!۔ اِس زمانہ میں سیکولرازم جو ہے نا وہ یہی ہے، کُفّار بھی یہی چاہتے تھے، کہ سیکولر ہوجاؤ۔ تم ہماری کچھ باتیں مان لو، ہم تمہاری کچھ باتیں مان لیں گے، یہ ایک سوچ ہے یہ۔ اور اللہ مجھے معاف فرمائے! اِس زمانہ کے دہری قسم کے لوگ وہ اِس کوشش میں ہیں کہ اہلِ حق تھوڑا سا نیچے اُتریں، تا کہ اہلِ باطل کے ساتھ سمجھوتہ ہوجائے، اللہ اکبر!

مَیں تو سمجھتا ہوں کہ جو آدمی جتنا متبعِ سُنّت ہوگا اُس کے اندر عبداللہ ابن زُبیرؓ والی شُجاعت آسکتی ہے؛ حالانکہ اُن کے اندر جو شُجاعت تھی وہ آپ ﷺ کے پچھنہ کا نکلا ہوا خون پینے کی وجہ سے تھی، آپ ﷺ نے پچھنا لگوایا' اُس کا خون نکلا، آپؐ کا یہ خون ایک بَرتن میں تھا' فرمایا عبداللہ ابن زُبیرؓ سے کہ عبداللہؓ! یہ خون لے جاؤ! اور کسی ایسی جگہ ڈال کر آنا جہاں کسی انسان کی پہنچ نہ ہو؛ محفوظ جگہ پَر۔ تھوڑی دیر میں آکر کہا کہ جی! مَیں ایسی محفوظ جگہ پر رکھ کر آیا ہوں اُس کو کہ وہاں تک کوئی جانور' کوئی انسان پہنچ ہی نہیں سکتا!!، کبھی بھی نہیں، کوئی کوشش بھی کرے اُس تک پہنچنے کی تو نہیں پہنچ سکتا۔ فرمایا: عبداللہؓ! ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تُم نے ہمارا خون پی لیا ہے۔

مَیں آپ سے بہت کام کی بات کہہ رہا ہوں۔ اگر آج کوئی شخص یہ چاہے کہ عبداللہ ابن زُبیرؓ جیسی شُجاعت کہ توپ گولے بَرسا رہی ہو اور پتھراؤ ہو رہا ہو بیتُ اللہ پر اور یہ نماز میں ایسے کھڑے ہوئے ہیں جیسے کوئی اپنے گھر کے اندر کوٹھری میں اطمینان سے کھڑا رہتا ہے۔

اگر آج کوئی آدمی ایسے اطمینان سے آتا ہے تو مَیں یقین سے کہہ سکتا ہوں کہ اِس رُعب سے محمد ﷺ کی مدد اور آپؐ کے صحابہؓ کی گئی ہے آج وہ رُعب مسلمان میں آسکتا ہے' صرف اِتباعِ سُنّت سے۔ جو جتنا متبعِ سُنّت ہوگا اُس سے مخلوق اتنی مرعوب ہوگی۔

کہ جو مسلمان غیروں کے ساتھ معاشرہ میں خاص طور پر سمجھوتہ کرلیتا ہے تو پھر اِس سمجھوتہ سے سُنّت کا اِتباع تو ختم ہوجاتا ہے' اور جہاں سُنّت کا اتباع ختم ہوجاتا ہے وہاں رُعب بھی ختم ہوجاتا ہے؛ کیونکہ جس رُعب سے آپ ﷺ کی مدد کی گئی ہے وہ رُعب قیامت تک کے لیے سُنّت کی اتباع میں رکھا گیا ہے۔

تو مَیں عرض کرر ہا تھا کہ نرم پڑنا، کیا مطلب ہے نرم پڑنے کا!! کہ نرم پڑنے کا مطلب یہ ہے کہ آپ اخلاق سے اور اکرام سے لوگوں کے قریب ہوں، آپ مقامی بن کر نہ بتائیں' بلکہ دوست بن کر اُصول بتلائیں۔ نرم پڑنے کا مطلب یہ ہے۔ نرم پڑنے کا مطلب یہ ہے حدیث میں' یہ نہیں ہے کہ آپ چند باتوں کے بارے میں ہلکے پڑ جائیں۔ یہ تو قرآن نے صاف کہہ دیا ہے

ودوالوتدھن فیدھنون، ولاتطع کل حلاف مھین. یہ تو یہ چاہتے ہیں کہ اگر آپ نرم پڑ جائیں تو وہ بھی آرام سے بیٹھ جائیں۔ آپ نرم پڑیئے ذرا! دیکھئے!! وہ بھی نرم پڑ جائیں گے۔ اِن کا آپ مقابلہ ہی اِس لیے ہے کہ آپ حق کے داعی ہیں، اور وہ باطل کے داعی ہیں' آپ کا ان کا مقابلہ اس لیے ہے، آپ ﷺ سے کہا گیا تھا کہ آپ کو ہم حجرِ اسود کا بوسہ لینے نہیں دیں گے جب تک آپ ہمارے بتوں کے سامنے سے جُھک کر نہیں جائیں گے۔ روایتوں میں آتا ہے کہ آپؐ کو یہ خیال آکر گُزر گیا ہلکا سا کہ اگر ان کا مطالبہ ویسے ہی پورا کر دیا جائے دکھانے کے طور پر نعوذ باللہ! یہ خیال ہلکا سا آکر گُزر گیا، آپؐ نے اس خیال کو پکا یا نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اگر آپ ان کے مطالبہ پر جُھکے تو دوگنا عذاب دُنیا میں دیں گے دوگنا عذاب آخرت میں دیں گے۔ اس لیے ہم عرض کرتے ہیں کہ اُصول بیشک! اپنی جگہ ہیں اور اُسی پر چلنا ہے۔

حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ تمھیں آپس کی اجتماعیت میں جو نا گواریاں اور دقتیں

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ تہیں آپس کی اِجتماعیت میں جو نا گواریاں اور دقتیں اور شر نظر آ رہا ہے وہ بہت بہتر ہے اُس خیر سے جو تمھیں افتراق میں نظر آ رہا ہے۔ افتراق میں خیر نہیں ہے' چاہے وہ کتنا بھی حق پر ہو۔ اور اِفتراق کی کوئی گنجائش نہیں ہے جب تک ایک جانب سے فعلِ کُفر کا حکم نہ کیا جائے اور ترکِ صلوٰۃ کا حُکم نہ کیا جائے؛ اُس وقت تک اِفتراق کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ اسلام نے رکھی ہی نہیں ہے۔ آپ خود ہی کیوں یہ اختلاف کر رہے ہیں' مَیں کہتا ہوں کہ صرف کُفر اور ترکِ صلوٰۃ کا حکم یہ اِفتراق کی اجازت دیتا ہے' اِس سے پہلے مسلمانوں میں اِفتراق کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ (ہماری بات سمجھنی پڑے گی بہت)۔ اسلام نے گنجائش ہی نہیں رکھی، اِس لیے فرمایا کہ بے اُصولیاں ہوجائیں گی؛ دو وجہ سے ہوتی ہے بے اُصولی، یا ناواقفیت کی وجہ سے ہوتی ہے بے اُصولی یا اعذار کی وجہ سے ہوتی ہے' عوارض کی وجہ سے ہوتی ہے۔ عوارض پیش آتے ہیں بے اُصولی ہوجاتی ہے، اعذار پیش آتے ہیں بے اُصولی ہوجاتی ہے، یا ناواقفیت ہوتی ہے بے اُصولی ہوجاتی ہے۔ ہمیں صحابہؓ کی زندگی میں تین اسباب ملتے ہیں غلطی کے' یا عوارض یا اعذار، عوارض تو باہر سے ہوتے ہیں، اعذار اندر ہوتے ہیں، یا ناواقفیت کہ ہمیں معلوم نہیں۔ ایک صحابیؓ نے نماز میں چھینکنے والے کی چھینک کا جواب دیا زور سے، صحابہؓ اُن کو تکنے لگے، اشارے کرنے لگے، پتہ نہیں کون جاہل ہے؛ اُنہوں نے کہا' کہ بھئی! کیا ہوگئی! پتہ نہیں کونسا گناہ کیا ہے، تُم سفر میں گئے تھے نا، تمہارے جانے کے بعد آسمان سے حُکم آ گیا ہے کہ ہم نماز میں بول نہیں سکتے، پہلے بول سکتے تھے،

ہاں! مَیں بہت کام کی بات کہہ رہا ہوں؛ لوگ آپس میں لڑتے ہیں، وہ کہتا ہے یہ اُصول ہے، وہ کہتا ہے یہ اُصول ہے، کہ نہیں' کہ بھئی! جا کر پوچھ لو، آپ سفر میں تھے' یا آپ موجود نہیں تھے' یہ حُکم آ گیا ہے کہ اب نماز میں خاموش رہنا ہے۔ قوموا للہ قانتین یہ نال ہوا تو نماز میں بولنا بند ہو گیا؛ ورنہ سلام کا جواب دینا، چھینک کا جواب دینا نماز میں جائز تھا، پھر نماز میں بولنا بند ہو گیا، مَیں نے عرض کیا کہ بے اُصولی ہوجاتی ہے کبھی ناواقفیت کی وجہ سے، لاعلمی کی وجہ سے۔ بے اُصولی

ہوجاتی ہے کبھی عارض کی وجہ سے،لیکن اِس پر نکیر کرنا، اِس پر ڈانٹ ڈپٹ کرنا' اِس پر جو ہے پکڑ کرنا یہ کہیں ثابت نہیں ہے۔ اِس کو سمجھنا چاہیے۔آپؐ نے فرمایا صحابہؓ سے کہ تمہیں عصر کی نماز بنوقریظہ میں پڑھنی ہے۔عصر کی نماز بنوقریظہ میں پڑھنی ہے، دیر ہوگئی، سورج غُروب ہونے لگا، یہ سفر میں تھے، آدھی جماعت نے عصر پڑھی، آدھی جماعت نے عصر نہیں پڑھی۔ کہا کہ جی! ہمیں تو حکم ہے' وہاں جا کر پڑھنے کا، اور ہونے دو قضاء کیا بات ہے، ۔۔۔۔۔۔۔۔۔ نے کہا کہ نہیں! جلدی چلنے کا یہ آپ فرمایا تھا' اب اگر عارضہ پیش آ گیا' سفر میں تاخیر ہوگئی چلنے میں اور عصر کا وقت ختم ہو رہا ہے تو پڑھ لینی چاہیے۔ آدھی نے عصر پڑھی' آدھی نے عصر نہیں پڑھی۔ واپس آئے، کارگزاری ہوئی، روایت میں ہے' صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دونوں پر کوئی نکیر نہیں فرمائی، کہا: اِنہوں نے پڑھ لی، انہوں نے اس پر عمل کیا، اُنہوں نے نہیں پڑھی اُنہوں نے یہ سمجھے کہ وہیں جا کر پڑھنی ہے' کوئی بات نہیں۔ ہاں!۔کتنی بڑی بات پیش آ گئی، عصر کی نماز قضاء کر دی اِنہوں نے، یہ نہیں سمجھے کہ کہاں پڑھنی ہے، بنوقریظہ میں پہنچ کر پڑھنی ہے، وہ یہ سمجھتے، حدیث میں آتا ہے کہ جو آدمی جان بوجھ کر عصر کی نماز قضاء کر دے اُس کی پچھلی زندگی کے اعمال سب برباد ہوجاتے ہیں۔محدّثین نے تین حدیثیں ایسی منتخب کی ہیں' ایک حقوق اللہ میں سے، ایک حقوق العباد میں سے اور ایک اِس دعوت کے میدان میں محنت کے لیے۔ کہ جس پر زندگی بھر کے اعمال کے برباد ہونے کی وعید ہے: ایک عصر کی نماز کے لیے، اور دوسرے پاک دامن عورت پر تہمت لگانے والی حدیث، یا سو سال کے اعمال برباد ہوجاتے ہیں۔اور تیسرے یہ کہ جو اللہ کے راستہ میں نکل کر راستہ کو بند کر دے، یا جگہ کو تنگ کرے اُس کا پچھلا سارا جہاد اور پچھلی ساری دین کی محنت سب برباد ہوجائے گی، یہ تین روایتیں محدّثین نے ان کو منتخب کیا ہے خاص طور پر' یہ بتانے کے لیے کہ ان تین چیزوں میں اگر بندہ اہتمام کرے دعوت کے میدان اس کا اور حقوق العباد میں کسی پر تہمت لگانے میں اور عصر کی نماز کا اہتمام۔

فرمایا: اگر عصر کی نماز عمداً چھوڑ دے' پچھلے سارے اعمال برباد ہوجاتے ہیں۔اور اگر کسی پاک دامن عورت پر تہمت لگا دے تو پچھلے سارے اعمال برباد ہوجاتے ہیں۔

مَیں نے عرض کیا کہ بات کا اُصول ہے یہ کہ اگر غلطی ہوجائے تو اُصول کا مذاکرہ کیا جائے مواخذہ نہیں، کہ اِنہیں پکڑو، جی ہاں! یا اِن کو نکال دو' کہ نہیں۔کسی کو نکالنے کی تو کوئی گنجائش ہی نہیں ہے کہیں۔کسی نے پوچھا تھا حضرت سے' کہ حضرت! استقامت کیا ہے؟ فرمایا: کہ کام کے میدان میں مرجانا استقامت ہے۔فرمایا کہ صرف اعمال پر مداومت استقامت نہیں ہے' کام کے میدان میں مرنا استقامت ہے۔تو ہم نے عرض کیا کہ بے اُصولیاں تو ہوں گی' مواخذہ نہیں ہے: بلکہ مذاکرہ ہے' کام کا' کہ یوں ہونا چاہیئے' یوں ہونا چاہیئے' یوں ہونا چاہیے، اور بس! تذکیر ہے' کہ یاد دلاتے رہو' بس!۔ آپ نے یہ کیوں نہیں کیا؟ لست علیهم بمصیطر کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کوئی طبقہ نہیں بنایا، کہ آپ ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ کیوں نہیں ہوا؟ بلکہ آپ تو مذکر ہیں مصیطر نہیں۔آپ کے ذمّہ تذکیر ہے' آپ داروغہ نہیں ہیں، اِس

لیے فرمایا کہ غلطیاں ہوں گی لوگوں سے، درگزر کردو، جب غلطی ہوجائے تو غلطی کرنے والے کی کوتاہیوں کو مت دیکھو، غلطی کرنے والے کی قُربانیوں کو دیکھو، کہ اِن صاحب کی قُربانیاں کیا ہیں؟ اُن کی سابقہ قربانیاں کیا ہیں یہ دیکھو، غلطیاں مت دیکھو، ان کی سابقہ قُربانیاں دیکھو کیا ہیں، حضرت حاطب نے مکہ مکرمہ کے کُفّار کو آپ ﷺ کے مکہ مکرمہ پر حملہ کی خبر کردی؛ وفد پکڑا گیا راستہ میں، وحی کے ذریعہ خط واپس آیا، وہ خط کھلا، اُس میں حضرت حاطب کی طرف سے خط تھا کُفّارِ مکّہ کے نام' کہ تُم پر حملہ کی تیاری ہورہی ہے، فرمایا: حاطب! یہ کیا ہے؟ غلطی تو ہوگی ہی، آپ ﷺ نے پوچھا کہ ایسا کس وجہ سے کیا ہے؟ کیا عُذر پیش آیا ہے تُمھیں؟ ایک آدمی جاسوسی کررہا ہے آپ کی اور کُفّار کو آپؐ کے حملہ کی اطلاع کررہا ہے' کہ آپ ﷺ چھپ کر تیاری کررہے ہیں مکہ پر حملہ کرنے کی، مکہ فتح ہونا جو اسلام کی سب سے بڑی فتح ہے اُس کے لیے آپؐ خاموشی سے تیاری کررہے ہیں، اور آپؐ کے صحابیؓ بدری وہ کُفّار کو خبر کررہے ہیں، آپ بتائیے اِس زمانہ میں کہ اتنا بڑا اُصول کون سمجھے گا؛، فرمایا کہ عُمرؓ! اس کے قتل میں کوئی جلدی مَت کرو، پہلے معلوم کرو کہ اس بیچارے نے ایسا کیوں کیا!! کیا بات پیش آئی کہ یہ اِس خط لکھنے پر مجبور ہوا؛ پہلے معلوم کرو۔ اللہ مجھے معاف فرمائے! اِس زمانہ میں ایک دوسرے مسلمان' مسلمان پر جلدی سے کُفر کا حُکم لگانے میں اِتنی جلدی کرے گا (مَیں صاف صاف عرض کردیتا ہوں) کہ جتنے طبقے بنیں گے مسلمانوں کے بقول امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کے وہ مسلمانوں کے آپس کے تعصّب کی وجہ سے بنیں گے اور وہاں کُفّار کو خبر کی جارہی ہے کہ آپ پر حملہ کی تیاری ہورہی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ وحی کے ذریعہ آپؐ کو اطلاع کررہے ہیں کہ اِس خط کو جلدی پکڑو، یہ خط جارہا ہے مکّہ مکرمہ، آپؐ نے صحابہؓ کو بھیجا اور خط منگوایا' وہ کھلا، حضرت عُمرؓ نے کہا: مجھے اجازت دیجئے! مَیں اِسے قتل کردوں، فرمایا: کیوں؟ پہلے معلوم کرو!! کہ نہیں، تحقیق کرو، کہ کیا گنجائش ہے تحقیق کرنے کی، خط کُھل گیا' اُس نے اقرار کرلیا، کہ میرا خط ہے، مَیں نے لکھا ہے، کہ نہیں! یہ تو معلوم ہوگیا کہ خط تم نے لکھا ہی ءمعلوم یہ کرو کہ اِس خط کے لکھنے کی کیا ضرورت پیش آئی آپ کو۔ کہا کہ جی! بات یہ ہے کہ میرے بچّے وہاں کُفّار کے وہاں ہیں، اور اُن کا کوئی دیکھ بھال کرنے والا نہیں ہے، مَیں نے وہاں کے کُفّار پر احسان کیا ہے، تاکہ وہ اِس اِحسان کے بدلہ میرے بچّوں کی حفاظت فرمائیں؛ ورنہ ساری دُنیا میں بھی یہ اعلان ہوجائے کہ آپؐ تیاری کررہے ہیں' تب بھی اللہ تعالیٰ آپؐ کے ساتھ ہیں، مدد تو آپ کے ساتھ ہے، آپ تو غالب آکر رہیں گے، مدد تو آپ کے ساتھ ہے، اگر مَیں کُفّارِ مکّہ کو آپ کی تیاری کی خبر کر بھی دوں تو ایسے تھوڑی ہے کہ آپ مغلوب ہوجائیں گے، اللہ کی مدد تو آپ کے ساتھ ہے۔ مَیں نے بچّوں کی حفاظت کے لیے ایسا کیا ہے!!۔ فرمایا آپؐ نے کہ تم نے بالکل ٹھیک کہا۔ عُمر! چھوڑ دو اِن کو، یہ بات ٹھیک ہے، اِنہوں نے اس مجبوری ۔۔۔۔۔۔۔۔غور کیجئے!! ایک آدمی جاسوسی کررہا ہے آپؐ کے خلاف اور آپ اُس کو یہ کہہ کر معاف کررہے ہیں کہ بے چارے نے مجبوری میں ایسا کردیا، مَیں نے عرض کیا کہ درگزر کردو معاف کردو۔

مگر مَیں کیا کہوں آپ سے کہ لوگوں نے فُروعی اختلافات میں اِتنی بڑی بڑی دیواریں قائم کرلی ہیں، مَیں صاف

طور پر عَرض کرتا ہوں کہ سفر میں کسی کو دیکھتے ہی یہ کہنا لست مؤمنا قرآن اِس سے بھی انکار کر رہا ہے۔ ولاتقولوالمن القی الیک السلام لست مؤمنا، کہ تم! ہماری جماعت میں سے نہیں ہو، لست مؤمنا۔ صرف اس لیے کہ تمھیں کوئی عہدہ مل جائے، تمھیں کوئی مال مل جائے، تمھیں تھوڑی سی بکریاں مل جائیں، ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ (القرآن) کہ اللہ کے خزانے ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ (ترجمۂ قرآن) تم! اِس لیے کہ تھوڑی سی بکریوں کے لیے ایک مسلمان کو یہ کہہ رہو کہ یہ مسلمان نہیں ہے، یارسول اللہؐ! اُس نے تو سلام اس لیے کیا تھا تا کہ اُس کی بکریاں محفوظ ہو جاویں اور ہم چاہتے تھے کہ اس کو قتل کر کے اس کی بکریوں کو مالِ غنیمت بنا دیں۔ اسلام نے اس کی اجازت نہیں دی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: تم بھی مکّہ میں اپنے ایمان کو ایسے ہی چھپایا کرتے تھے۔ تم غور کرو! ہم بھی کبھی زمانہ میں، مکہ مکرمہ میں اپنے ایمان کو ایسے ہی چھپاتے تھے، کہ دیکھنے والا یہ سمجھتا تھا کہ دیکھنے والا یہ سمجھتا تھا کہ یہ آدمی مسلمان ہے یا غیر مسلم ہے۔ اس طرح چھپ کر نماز پڑھتے تھے کہ تمہارے ایمان کی کسی کو کچھ خبر نہیں تھی۔ آج تم! اسلام کو قوت ملنے کے بعد ایک سلام کرنے والے کو یہ کہہ رہے ہو لست مؤمنا کہ تو مؤمن نہیں ہے۔ مَیں نے عرض کیا کہ وُسعتِ قلبی سے اُمّت بنتی ہے، تنگ دلی سے فرقے بنتے ہیں۔

اِس لیے ہم نے عرض کیا کہ یہ اِجتماعیت کے اسباب ہیں۔ (کہ آپ نرم ہوکر رہیں) اور ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ اور تیسرا حکم یہ دیا ہے کہ آپ! اس کے لیے استغفار کریں، اس لیے تنہائیوں میں ساتھیوں کے لیے دُعائیں کیا کرو، اس لیے کہ بہت ممکن ہے کہ آپس کا افتراق حسد کی وجہ سے ہوتا ہے۔ آدمی حسد کی وجہ سے بھی ساتھ چھوڑ دیا ہے۔ پکّی بات ہے، حسد کی وجہ سے آدمی ساتھ چھوڑ دیتا ہے، مَیں کیا عرض کروں، حسد ہی کی وجہ سے ابلیس نے فرشتوں کا ساتھ چھوڑا ہے۔ صرف حسد کی وجہ سے۔ حسد کی وجہ سے ابلیس نے فرشتوں کا ساتھ چھوڑا ہے۔ اس کو فرشتوں کی جماعت سے حسد نے نکالا ہے۔ پکّی بات ہے، کہ حسد ہی افتراق کا بڑا سبب ہے۔ حسد پیدا ہو جاتا ہے تو آدمی محسود (یعنی جس سے حسد کر رہا ہے) کے ساتھ چلنا برداشت نہیں کر سکتا، کیونکہ اُس کو اُس کی نعمت کا وجود پسند نہیں ہے، تو اُس کے ساتھ رہنا کیسے پسند نہ ہو، اِس لیے فرمایا کہ حسد کا علاج یہ ہے کہ تنہائیوں میں محسود کیلئے دُعائیں کی جائیں۔ جس سے آپ کو حسد ہے اُس کے لیے آپ تنہائیوں میں دُعائیں کریں۔ یہ علاج بتایا حسد کا۔ کہ حسد کا علاج یہ ہے کہ تنہائیوں میں اس کے لیے دُعائیں کی جائیں اور مجمع میں اُن کے فضائل بیان کیئے جائیں۔ جن سے آپ کو حسد ہے اُن کے فضائل، اُن کی قُربانیاں مجمع میں بیان کیئے جائیں کہ فلاں صاحب! ایسے ہیں۔ فلاں صاحب! ایسے ہیں۔ کہ یہ حسد کا علاج ہے کہ محسود کے محاسن بیان کرو؛ مجمع میں اور محسود کے لیے دُعاء کرو تنہائی میں۔ ایک حُکم یہ بھی ہے کہ آپ اُن کے لیے استغفار کیجئے۔

اور ایک حُکم یہ دیا ہے کہ آپس کی اجتماعیت اس میں ہے کہ آپ اِن سے مشورہ کیجئے!! وشاورہم فی ۔۔۔۔۔

میرے دوستو بزرگو اور عزیزو! یہ مشورہ نماز کی طرح اِجتماعی عمل بتلایا گیا ہے اور اس کو قرآن میں نماز کے ساتھ

بیان اس طرح کیا گیا کہ زکوٰۃ کا' روزہ کا' جہاد کا' حج کا کوئی حکم اس کے ساتھ نہیں ہے۔ایک فریضۂ نماز اور اس کے ساتھ مشورہ۔ یہ بتلانے کے لیے کہ سارا مشورہ نماز کی صفت پر آئے۔ کہ نماز کی طرح مشورہ کا اہتمام، نماز کی طرح اس کو مسجد میں رکھا جائے، نماز کی طرح اس میں اِمام کو لقمہ سوچ سمجھ کر دیا جائے، نماز کی طرح اس میں اقتداء کی جائے۔ نماز کی طرح اس میں ایک امام طئے کیا جائے، نماز کی طرح صرف مشورہ میں رائے دی جائے، جس طرح امام کو نماز میں لقمہ دیا جاتا ہے۔ یہ نہیں کہ امام سے غلطی نماز میں ہوئی اور آپ بازار میں جا کر امام سے یہ کہہ رہے ہیں کہ آپ نماز مت پڑھائیے!!۔

وہاں کیا مطلب لقمہ دینے کا، آپ امام کو لقمہ کہاں دیتے ہیں؟ نماز میں دیتے ہیں، اور یہ بات بھی ہے کہ نماز کی طرح نماز میں شامل ہو کر جیسے لقمہ دیا جاتا ہے اسی طرح کام میں شریک ہو کر رائے دی جائے۔

اگر پورا ایک نماز کا عمل چھوٹ گیا ہے امام کے ساتھ کوئی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ سُنئے تو صحیح!! اور آپ کسی بھی عمل میں شریک نہ ہو کر یہ کہیں کہ امام ہمارا لقمہ نہیں لے رہا ہے!! کہ اِمام آپ کا لقمہ کیسے لے لے' کہ خارجِ صلوٰۃ کے لقمہ سے تو نماز فاسد ہو جاتی ہے۔ آپ کو امام کو لقمہ دینے کے لیے نماز میں شامل ہونا ہوگا اور آپ کی اور امام کی نیت ایک ہونا بھی ضروری ہے۔ جی ہاں! آپ کی امام کی نیت ایک ہو، آپ! امام کے ساتھ شریک ہوں، اور آپ لقمہ دیں گے امام کو تو امام آپ کا لقمہ فوراً لے لے گا۔ لیکن آپ! نہ مشورہ میں، نہ گشت میں، نہ سالانہ خروج میں، نہ سہ روزہ میں، نہ ملاقاتوں میں اور آپ کہیں کہ ہماری بات تو سُنی جاتی۔ آپ کی بات سُنی جائے گی، آپ پہلے عمل میں شریک ہوں، ہاں!۔ ایسا تھوڑی ہے کہ آپ باہر سے لقمہ دیں۔

ایک مسجد میں نماز ہو رہی تھی جنازہ کی اور باہر ایک حافظ صاحب کھڑے ہوئے تھے' جا رہے تھے، ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ کہاں کھڑے تھے!! باہر!! کھڑکی سے کھڑے ہو کر قرآن سُن رہے تھے حافظ صاحب! اور اِمام صاحب بھول گئے، امام صاحب! بھول گئے، تو حافظ صاحب نے باہر مسجد کے باہر سے لقمہ دے دیا، اب انہیں اُلجھن بھی ہے کہ میں نے تو غلط پڑی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ آپ نے غلط نہیں کہا' مگر لقمہ غلط جگہ کھڑے ہو کر دیا۔ آپ کا لقمہ بالکل ٹھیک ہے، آپ کی رائے بالکل صحیح ہے، رائے کا صحیح ہونا کافی نہیں ہے، نماز میں شریک ہو کر لقمہ دیجئے تب قبول ہوگا۔ (یہ تو مَیں بہت اچھی مثال دے رہا ہوں آپ کو) آپ کی رائے بالکل دُرست ہے، بات آپ کی بالکل ٹھیک ہے، آپ نے جو آیت پڑھی ہے بالکل صحیح پڑھی ہے، مگر یہ آپ کی آیت قبول نہیں کی جائے گی آپ پہلے نماز میں شریک ہوئیے' مسجد میں آیئے اندر! نماز میں شریک ہوئیے، امام کو لقمہ دیجئے، آپ کا لقمہ قبول کیا جائے گا۔

لوگ لڑتے ہیں کہ ہماری بات مانتے ہی نہیں؛ لوگ لڑتے ہیں کہ ہماری بات مانتے ہی نہیں۔ اس لیے فرمایا کہ مشورہ کا یہ ادب ہے کہ نماز کی طرح اس کو قائم کیا جائے، اس کا اہتمام نماز کی طرح، اس کی اجتماعیت نماز کی طرح، اس میں

امام اس میں فیصل نماز کی طرح، جی ہاں! نماز کی طرح۔

اس لیے فرمایا کہ اگر مشورہ کے بعد آپ کے ذہن میں کوئی رائے آتی ہے تو مشورہ کا ادب یہ ہے کہ آپ اپنی رائے کہیں تذکرہ نہ کریں؛ ورنہ فیصلہ کی مخالفت ہوگی۔ یہ مَیں بہت کام کی بات آپ سے کہہ رہا ہوں: ہماری جو وحدتِ فکر ختم ہو رہی ہے اور وحدتِ کلمہ جو ختم ہو رہی ہے اُس کی وجہ یہی ہے کہ جب فیصلہ ہو جاتا ہے تو ہم اُس فیصلہ کے خلاف دل میں آنے والی رائے کو لوگوں کے سامنے بیان کر کے، اُس سے ہر ایک آدمی کی سوچ بدل جاتی ہے، اُس کی رائے بدل جاتی ہے، اور اتنا ہی نہیں ہوتا؛ بلکہ اگلے مشورہ کے لیے یہ ساتھی تیار کر لیتے ہیں کہ کل کو آپ سب لوگ بولنا مشورہ میں کہ بھئی! یہ نہیں ہونا چاہیے یہ ہونا چاہیے۔ یہ بہت غلط بات ہے۔ ہمیں سیرت نے ایک سبق دیا ہے، بہت شاندار سبق ہے، کہ اگر مشورہ جس بات کا فیصلہ ہو جائے اور اُس فیصلہ کی سب کو اطلاع ہو جائے لیکن اُس فیصلہ کے خلاف دل میں کوئی رائے آئے تو اُس رائے کو پیش کرنے کا طریقہ کیا ہے؟ اور اِطاعت کرنے والے اُس رائے کو کس طرح پیش کرتے ہیں جو رائے فیصلہ کے خلاف دل میں آگئی ہے۔ یہ نہیں کہ وہ اس کے لیے ذہن سازی کریں، ملاقاتیں کریں، اُن سے بات کریں، ان سے بات کریں۔

کہ اس کے لیے ایک واقعہ ہے اور اس سے ہمیں سبق ملتا ہے کہ اگر رائے آئی ذہن میں کوئی فیصلہ کے بعد تو اُس رائے کو کیسے ضائع کیا جائے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بدر کے میدان میں صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے لشکر اُترنے کی جگہ طئے کر دی کہ مسلمانوں کا لشکر کس جگہ رہے گا، فیصلہ ہو گیا' سب کو معلوم ہو گیا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔، اور جگہ طئے ہو گئی، یہ ہونے کے بعد ایک صحابیؓ کے دل میں خیال آیا کہ یہ جگہ طئے تو ہو گئی ہے کہ لیکن یہ جگہ مناسب نہیں ہے، کیونکہ یہاں پانی نہیں ہے' وہاں پانی ہے۔ اگر یہاں کے بجائے وہاں ہوا تو زیادہ بہتر تھا، ہو سکتا ہے' فیصلہ کے بعد کسی ساتھی کے دل میں کوئی رائے آجائے!! اِنہوں نے اس رائے کا کسی سے ذکر نہیں کیا۔ یہ نہیں کہ پہلے بھئی! اپنے خیال کے لوگ تیار کرو، تاکہ مشورہ میں رائے دینے والے ہوں، اس رائے کو دل میں رکھا، کسی سے ذکر نہیں کیا، اور یہ دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تنہا کب ہوتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا تو آپؐ تنہا بیٹھے ہوئے تھے، وہ صحابیؓ آئے، آکر عرض کیا کہ پہلے تو آپ مجھے یہ بات بتائیے کہ یہ جو آپ نے جگہ طئے کی ہے بدر کی' یہ آپ نے وحی سے طئے کی ہے یا پھر رائے سے طئے کی ہے، اگر وحی سے طئے کی ہے تو مَیں اِس بارے میں زُبان ہی نہیں کھولوں گا، اور اگر آپؐ نے طئے کی ہے اپنی رائے سے تو مَیں اِجازت چاہوں گا آپ سے کہ کیا آپؐ کو رائے دی جا سکتی ہے، اِتنا ادب ہے کہ اپنے دل میں کوئی رائے آگئی ہے فیصلہ کے خلاف اور بہتر معلوم ہوتی ہے تو اُس کو پیش کرنے کی اجازت چاہ رہے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے۔ فرمایا: ہاں! بتاؤ! کیا رائے ہے، میری ایک رائے ہے، کہ یہاں پانی نہیں ہے اور وہاں پانی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ان کی رائے اِتنی پسند آئی کہ آپؐ نے اعلان کر دیا صحابہؓ میں کہ ہم نے فیصلہ بدل دیا ہے' یہاں کے بجائے ۔۔۔۔۔۔۔۔ کا پڑاؤ وہاں ہو، یہ رائے بالکل مناسب ہے۔ ایک صحابیؓ کی رائے پر فیصلہ بدلا اپنا، مگر صحابیؓ نے اپنی رائے کے پیش کرنے میں نہ کسی سے اس کا ذکر کیا' معلوم یہ معلوم کر لیا کہ یہ وحی تو

نہیں ہے، پھر یہ معلوم کیا کہ کیا اجازت ہے رائے دینے کی، یہ مَیں مشورہ کا ادب بتا رہا ہوں؛ اِس لیے فرمایا کہ نہیں' مشورہ کوئی عدالت نہیں ہے' کہ جہاں آدمی فریق بن کر آئے، کہ مشورہ تو عبادت ہے' یہاں تو رفیق بن کر آنا چاہیے، فریق بن کر نہیں آنا چاہیے۔ مشورہ میں رفیق بن کر آؤ، فریق بن کر نہیں۔ فریق بن کر لوگ جاتے ہیں عدالتوں میں، مشورہ میں آؤ رفیق بن کر اور یہ مشورہ کا ادب ہے (اللہ اکبر!) کہ اگر کوئی فیصلہ ہو جائے مشورہ میں' اور یہ فیصلہ کسی کی رائے کے خلاف جاتا ہو تو کبھی یہ خیال نہیں کرنا چاہیے کہ ہم جیت گئے؛ جی ہاں!۔ یا ہم جیت گئے/آپ ہار گئے۔ کیونکہ اگر یہ خیال پیدا ہوا کہ ہم جیت گئے تو پھر یہ جیت نہیں ہے بلکہ یہ محرومی ہے، مَیں اس کا قصّہ آپ کو سُناتا ہوں؛ بہت مزے کا قصّہ ہے۔ ایک صحابیؓ جماعت میں تھے صحابہؓ کے ساتھ، ایک مشرک مقابلہ پر آ گیا دُشمن، اُنہوں نے اُس کو قتل کر دیا، جب قتل کر دیا مشرک کو صحابیؓ نے تو اُصولی بات ہے **من قتل قتلا**۔۔۔۔۔۔۔اُنہوں نے اُس کا قتل کیا تو اُس کی سونے کی تلوار تھی' سونا چڑھی ہوئی!

اس کے علاوہ بہت زیور سامان اُس کے پاس تھا وہ سب لے لیئے، فیصلہ ہے کہ اگر کوئی دُشمن کو قتل کرتا ہے مؤمن تو اُس کا سارا سامان' سارا مال' سواری سب کچھ مؤمن کو ملیں گے' اُس کو حق ہے۔ امیر صاحب نے کہا کہ نہیں بھائی! مال تو بہت ہے تمہارے پاس! ساتھیوں نے کہا کہ جی امیر صاحب! بہت سامان ہے، بہت زیور ہے، بہت! سب پر تقسیم ہونے دو، اُنہوں نے کہا: نہیں، کسی کو تقسیم نہیں ہوگا، یہ صرف میرا ہے، اختلاف ہو گیا، اُنہوں نے کہا: میرا ہے' ٹھیک ہے، امیر صاحب نے کہا: نہیں، ایسا نہیں ہونا چاہیے سب کا ہونا چاہیے، چلو! واپس چلو' وہاں پیش کریں گے، جو فیصلہ ہوگا، وہاں پہنچے' فیصلہ یہ ہوا کہ آپ نے فرمایا کہ بالکل اس آدمی نے ٹھیک کہا ہے، یہ سارا مال اسی کا ہے، انہی کا حق ہے' کسی کو نہیں ملے گا یہ۔ وہاں سے اُٹھے' باہر نکل کر اس نے یہ کہا' جس کے حق میں یہ فیصلہ ہوا تھا' کہ دیکھا! ہو گیا نا! جو مَیں نے کہا تھا وہیں ہوا ناں!! ہنسے باہر نکل کر، چڑھایا ان کو، کہ دیکھو! ہم کیا کہہ رہے تھے، آپ نے سُنا' اور فرمایا: کیا بات کر رہا ہے یہ، کہ جی یہ جو فیصلہ ہوا ہے' وہ یہ کہہ رہا ہے کہ مَیں کہہ رہا تھا نا کہ ایسا ہوگا، دیکھو! میری بات چل گئی، تمہاری بات نہیں چلی، فرمایا: ان کو واپس بلاؤ، واپس بلایا، سارا مال چھین کر ان سے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔اب فیصلہ یہ ہے کہ یہ مال اُس کو نہیں ملے گا، سارا مال لے لو، چھوڑ دو اس کو۔

حضرت زُبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ایک یہودی کے ساتھ اختلاف ہو گیا، اُس نے کہا کہ ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔پانی کی ڈول پانی کی نہر چلتی ہے اِن سے کہیئے کہ میرے کھیت میں پانی چھوڑ دیا کریں۔ آپ نے فرمایا: زُبیر! اپنے کھیت میں پانی بھر لیا کرو، جب تمہارے کھیت میں پانی پورا ہو جائے تو اس یہودی کے یہاں بھی پانی ڈالنا۔ اُس نے باہر نکل کر کہا: ہاں! ہاں! اپنے رشتہ دار ہیں ناں ان کے یہ!! اِس لیے یہ ان کے حق میں فیصلہ کیا ہے۔ فرمایا: واپس بلاؤ ان کو، فرمایا: زُبیر! جب تک تمہاری کھیت میں پانی دیواروں تک نہ پہنچ جائے کھیت کی، ڈول تک نہ

پہنچ جائے اُس وقت تک اس کے لیے پانی مت چھوڑنا۔ کہ اس کی سزا یہ ہے۔ مَیں نے اس کے لیے گنجائش کی ہے اور یہ تمہیں چڑا رہا ہے!! اِس کو پانی مَت دینا، جب تک تمہاری کھیت میں پانی دیواروں تک نہ پہنچ جائے۔ (مَیں تو ایک ادب عرض کر رہا ہوں)۔

ساتھیوں میں ایک بات ہے کہ جب کسی کے بارے میں فیصلہ ہو جاتا ہے ناں! دوسرا اس کو ہنستے ہنستے ۔۔۔۔۔۔۔۔۔

اس لیے فرمایا کہ مشورہ عدالت نہیں ہے' مشورہ عبادت ہے۔ اس کے آداب ہیں اور اس کے اُصول ہیں، بہت بڑی بڑی نصرتیں' مددیں مشورہ پر موقوف ہیں۔ اس لیے میرے عزیز دوستو بزرگو! یہ مَیں نے اسباب اختیار کیئے ہیں، اگر یہ اختیار کر لیئے جائیں تو اس پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے مدد کا وعدہ ہے اور یہ اِجتماعیت کے اسباب ہیں، اگر یہ نہیں ہے ۔۔۔۔۔۔۔ من حولک اگر آپس میں اختلاف اور آپس میں انتشار پیدا ہوتا ہے۔ تو مجھے دو باتیں عرض کرنی ہیں؛ کہ اللہ تعالیٰ کی غیبی مدد کے آنے کے دو سبب ہیں؛ ایک انفرادی دعوت اور ایک آپس کی اِجتماعیت یہ دو سبب ہیں

جس پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے غیبی مددیں ساتھ ہوتی ہیں۔ اِس لیے ہم اس کا اہتمام کریں، اور ساتھیوں کی رائے کا احترام کریں، اگر امام کو لقمہ دیا گیا نماز میں اور اُس نے کہہ دیا نہیں! تو نماز ٹوٹ جائے گی۔ سُن لو؛ ابھی تو لقمہ دیا ہے' سُن کے خاموش ہو جاؤ!، ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ مشورہ میں رائے آئے؛ جی ہاں!!۔ کسی کی رائے کو نہیں نہیں کہنا چاہیے؛ بلکہ یوں کہو کہ ایک رائے یہ آئی ہے، ایک رائے یہ آئی ہے، مناسب ہے کہ یوں کر لیا جائے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مشورہ میں یہ بات ملتی ہے کہ آپؐ سب کی رائے لیتے، ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سب کی رائے لی، کہ بتاؤ کیا رائے ہے، عثمان! تمہاری کیا رائے ہے، انصار تمہاری کیا رائے، مہاجرین تمہاری کیا رائے ہے، سب نے متفقہ فیصلہ کیا' متفقہ رائے سب نے یہ دی کہ ہم سب کی رائے یہ ہے' کہ یہ وقت نکلنے کا نہیں ہے۔ فرمایا: تم سب کی رائے آ گئی ہے، میرا تو فیصلہ ہے کہ نکلنا ہے۔ یہ بات ذہن سے نکال دیجئے کہ اکثریت کی رائے جو ہوگی امیر صاحب کو اُس پر فیصلہ کرنا ہوگا، یہ جمہوری نظام ہے، یہ سُنّت کا نظام نہیں ہے۔ یہ حکومت' سیاست' جمہوریتی نظام ہے یہ، کہ کابینہ کے تابع ہو وزیر۔ یہ مَیں آپ سے بہت اہم بات کہہ رہا ہوں۔ یہاں تک کہہ گئے حضرت عُمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہ ابوبکرؓ! تم تنہا کیوں فیصلہ کر رہے ہو، سب کی رائے لو نا، فرمایا: اے عمرؓ! تم تو بڑے جَری تھے کُفر کے زمانہ میں اور صاف فرمایا کہ عمرؓ! یہ بات یاد رکھو کہ منصوصات میں مشورہ نہیں ہے۔ رائے تو سب کی آ گئی ہے، اور ہمارا فیصلہ یہ ہے کہ جماعت کو روانہ کر دیا جائے۔ فرماتے ہیں کہ ہماری کسی کی رائے نہیں تھی' لیکن ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عزم نے ہمارے قلوب کو منشرح کیا ہے، یہ بات یاد رکھو! کہ بہت سے اُمور وہ ہیں کہ اُس میں اگر امیر کا عزم ہے تو امیر کے عزم پر ساتھیوں کا انشراح موقوف ہے۔ اور عزم کے بعد توکّل ہے۔ فاذا عزمت فتوکل علی اللہ فیصلہ کے بعد یہ مت کہو۔ اذا عزمت فتوکل پہلے مشورہ اور عزم فیصلہ اور اس کے بعد توکل ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات پر بھروسہ کرو، اور اگر پہلے کوئی بات پیش آ جائے' نقصان آ جائے تو کہو کہ اللہ تعالیٰ نے

ہمارے لیے یہی لکھا تھا، اور ایسے میں ذمہ دار کو ایک اجر ملے گا' اگر وہ فیصلہ میں چونک گیا ہے' یا قتل کر دیا ہے، اور اگر اُس کا فیصلہ دُرست ہوا تو پھر امیر کو ڈبل اجر ملے گا، فیصلہ کا بھی اجر ملے گا اور غور وفکر کا بھی اجر ملے گا۔ (حدیث میں ہے یہ) اگر وہ فیصلہ صحیح کر دے، اگر وہ فیصلہ میں چونک جائے تب بھی اُس کو ایک اجر ملے گا، اِس لیے یہ خیال کہ بھئی! اکثریت کی یہ رائے تھی ہو رہی ہے، دیکھو بھئی! ایسی اکثریت کی رائے ہوتی ہے۔ ہم صاف طور پر عرض کرتے ہیں کہ اپنی رائے کو سیرت پر پیش کرو پہلے اور مشورہ میں رائے دو، مَیں کہتا ہوں کہ اگر غور سے پڑھو تو سب چیزیں ملیں گی، سارے جزئیات ملیں گے اُمور کے کہ صحابہؓ نے کس بات کو کب پیش کیا؛ کیسے کیا؛ کیا فیصلہ ہوا۔

جو سیرت نہیں پڑھتے' اللہ تعالیٰ مجھے معاف فرمائے! اُن کا مزاج سیاست کا ہو جاتا ہے۔ اِس لیے فرمایا کہ سیرت پڑھو، جتنا سیرت پڑھو گے اِتنی بصیرت پڑھے گی۔ کہ ہاں! یہ چیز یہاں ہے، یہ چیز یہاں ہے، یہ چیز یہاں ہے۔ اور یہ بات حق ہے کہ اِس اُمّت کے بعد والوں کی اصلاح پچھلوں کے طریقوں پر موقوف ہے۔ اگر آپ کوئی نیا طریقہ لائیں گے تو نہ ہدایت کا وعدہ ہے، نہ اصلاح کا وعدہ ہے، نہ تربیت کا وعدہ ہے؛ کچھ نہیں۔

اِس لیے میرے دوستو عزیزو! جہاں نکلنے کا حکم آ گیا وہاں سب کے مشورے ایک طرف، اور امیر کا عزم۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بار بار قسم کھا کر کہتے تھے کہ اگر اُس دن ابوبکرؓ کا یہ فیصلہ نہ ہوتا تو اُمّت مُرتد ہو چکی تھی، حالانکہ وہ ایک علاقہ والوں نے صرف زکوٰۃ کا انکار کیا تھا۔ ہاں!۔

اِس کا مطلب یہ ہے کہ اگر دین کے تھوڑے نقصان کو نہ روکا گیا تو یہ نقصان دین کا جنگل کی آگ کی طرح پھیل جائے گا، کہ آج اُنہوں نے انکار کیا ہے؛ کل دوسرے انکار کریں گے۔ آج اُنہوں نے زکوٰۃ سے انکار کیا ہے کل نماز سے انکار کریں گے۔ کیوں؟ اِس لیے کہ یہ ایمان' نماز' حج اور زکوٰۃ اور روزہ یہ پانچوں چیزیں ایسی آپس میں ایک دوسرے سے جُڑی ہوئی ہیں کہ اگر ایک کو چھوڑ دیا گیا تو دوسری کو بھی چھوڑنا پڑے گا۔ اِس لیے کہ جو آدمی ایمان لائے نماز نہ پڑھے اُس کا ایمان قبول نہیں۔ جو ایمان لائے' نماز پڑھے' زکوٰۃ نہ دے تو اُس کا ایمان نماز قبول نہیں۔ جو ایمان لائے' نماز پڑھے' زکوٰۃ دے اور روزہ نہ رکھے اُس کا ایمان' نماز' زکوٰۃ قبول نہیں ہے؛ جو یہ سارے کام کرے' حج نہ کرے کہ اُس کے ساتھ اس کا کوئی کام بھی اللہ تعالیٰ کے یہاں قبول نہیں ہے۔ ہر فریضہ کی قبولیت دوسرے فریضہ کے ساتھ لازم ہے۔

اِس لیے میرے دوستو عزیزو! اپنے آپ کو ہمیں اللہ تعالیٰ کے یہاں قبول کروانا ہے۔ قبولیت کے اصول اور اجتماعیت کے یہ اُصول ہیں اِس طرح۔ اللہ کے راستہ کی نقل وحرکت اور یہ ذمہ داری بھی جو اللہ تعالیٰ نے دی ہے یہ اسی بُنیاد پر ملی ہے، کہ نقل وحرکت کے ذریعہ اُمّت تک دین کو پہنچانا ہے۔ اور قُربانیوں کو آگے بڑھاؤ۔ اِس لیے کہ تعلقات سے آگے بڑھنے والوں کو پیچھے ہٹنا پڑتا ہے۔

آپ کسی کارخانہ کے ملازم سے تعلق کر لیں؛ مَیں ایک آسان مثال دے رہا ہوں، کسی کارخانے کے ملازم سے

تعلق کرلیں تو آپ آگے نہیں بڑھ سکتے، آگے بڑھنے کے لیے آپ کو کارخانہ کے مالک سے تعلق قائم کرنا پڑے گا۔ آسان بات ہے۔ اُس کے تعلق سے ترقی ہوتی ہے۔ ورنہ صاف بات یہ ہے کہ لوگ امیر اور ذمہ داروں سے تعلق قائم کر لیتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ ہم ایک درجہ پر پہنچ گئے ہیں۔

حضرت عمرؓ تنہاء بیٹھے ہوئے تھے، سہیل ابن عَمر و اور حضرت حارث ابن ہشام دونوں آئے' حضرت عمرؓ کے دائیں بائیں آکے بیٹھ گئے، اور دونوں نے یہ کہا کہ ہم تو اتنا قریب آگئے ہیں امیر کے ہمیں یہاں سے کوئی ہٹا نہیں سکتا۔ ہمیں وہ درجہ مل گیا ہے امیر کے قُرب کا ہمیں کوئی یہاں سے ہٹا نہیں سکتا۔ تھوڑی دیر بعد میدان سے جماعتیں کام کر کے آنی شروع ہوگئیں۔ اپنی کارگزاریاں لے کر، اپنے میدان کے کارنامے لے کر، حضرت عُمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: اے بھائی! سہیل!۔۔۔۔۔تھوڑا پیچھے ہٹ جاؤ۔ بھئی! آپ حضرات آگے آؤ!۔ آگے آؤ، بتاؤ کیا کر کے آئے ہو۔ اِدھر یہ بیٹھے ہوئے تھے حارث ابن ہشامؓ!! حارث! ذرا پیچھے ہٹو، بھئی! آپ آگے آؤ، آپ بتاؤ! کیا کام کر کے آئے ہو۔ جو بھی آگے بڑھتا۔۔۔۔۔ وہ اُن سے یوں کہیں او مولوی صاحب! کہاں سے آئے ہو! ذرا پیچھے ہٹ جاؤ! رُکے وہ، وہ تو بے چارے حضرت کے تعلقات سے آگے بڑھے تھے ناں!! صاف صاف بات ہے۔ اور جو میدان میں سے آئے کام کرنے والے وہ ان کو پہچانتے نہیں تھے، اُنہوں نے کہا مولوی صاحب ذرا پیچھے ہٹنا! ہمیں اوروں سے بات کرنی ہے، یہ دونوں پیچھے ہٹتے رہے، پیچھے ہٹتے رہے، روایت میں آتا ہے حضرت عمرؓ کے کمرہ میں اِن کے لیے گنجائش نہیں رہی، اِنہیں باہر نکلنا پڑا، ملاقات کے لیے جماعتوں سے، یہ دونوں کو باہر نکلنا پڑے جو حضرت عمرؓ کے دائیں بائیں بیٹھے ہوئے تھے، باہر نکل کر انہوں نے کہا کہ دیکھو! آج ہمارے ساتھ کیا ہوا ہے۔ ہم کہاں بیٹھے تھے! کہاں پہنچا دیئے گئے!!۔ دوسرے بھی ماشاء اللہ! وہ بھی صحابیؓ تھے، لگے لگے، دوسرے نے جواب دیا: بھائی! بات سُن، امیر پر اس کا الزام نہیں ہے۔ ہمیں امیر نے نہیں نکالا، ہم اگر میدان میں ان کے ساتھ ہوتے تو آج ہم امیر کے قریب ہوتے۔ صاف بات ہے۔( ) کہ امیر پر کوئی الزام نہیں ہے۔ ہماری اپنی غلطی ہے۔ ہمیں پیچھے اِنہوں نے کیا ہے، اگر ہم اِن کے ساتھ میدان میں ہوتے تو۔۔۔۔۔ کے ساتھ شریک ہوتے۔ تھوڑی دیر بعد جب مجلس ختم ہوگئی، سب چلے گئے، یہ حضرت عمرؓ کے پاس آئے، آکر کہا کہ امیر! آج ہمارے ساتھ کیا کیا گیا ہے، ہم آپ کے پاس بیٹھے تھے' ہم باہر نکل گئے، اور جو باہر تھے وہ اندر آگئے قریب، اُنہوں نے فرمایا: ہم نے اِن کو بھی بُلایا تھا' اُن کو بھی بُلایا تھا، کام اِن کو بھی دیا تھا' تُم کو بھی دیا تھا، اِنہوں نے کام کیا یہ آگے بڑھ گئے، تم نے کام نہیں کیا تم باہر نکل گئے۔ لیکن اُس زمانہ کے لوگوں میں ذراسی بات سے جو ندامت پیدا ہوتی تھی وہ ندامت اُن کو پہلے سے زیادہ آگے بڑھا دیا کرتی تھی۔ اُنہوں نے کہا حضرت عمرؓ سے کہ جی! جو ہوگیا وہ ہوگیا، جو زمانہ ہمارا گزر گیا وہ گُزر گیا' اب تو یہ بتایئے کہ کیا ہم اِن کے ساتھ شریک ہو سکتے ہیں۔ اِن کے اجر میں' جو درجہ ان کو مل سکتا ہے، حضرت عمرؓ نے فرمایا: یہ دُنیا میں تو تمہاری اِن کی برابری نہیں ہوسکتی، اس لیے کہ جو آگے بڑھ گیا وہ آگے بڑھ گیا، والسابقون

السابقون۔۔۔۔۔۔۔ہاں! مَیں تُم سے کہتا ہوں کہ اگر تُم دونوں ابھی فلاں فلاں ملک میں چلے جاؤ؛ ایک کو ملکِ شام بھیجا، ایک کو مصر میں ملک میں بھیجا، فرمایا: اگر تم یہاں سے وہاں چلے جاؤ! اور وہاں کام کرتے رہو، یہاں تک کہ وہیں مرجاؤ، تو مَیں اُمید کرتا ہوں کہ شاید تمہارا اِن کے ساتھ قیامت میں حشر ہوجائے۔ روایت میں ہے کہ دونوں اُسی وقت حضرتِ عمرؓ سے مصافحہ کرکے نکلے اور دونوں اُسی وقت اُن ملکوں میں چلے گئے اور وہیں کام کرتے کرتے وہیں دفن ہوگئے، فرمایا حضرت عمرؓ نے کہ مجھے اُمید ہے کہ اِن کا اب اُن کے ساتھ قیامت میں حشر ہوسکتا ہے۔ (مَیں تو آپ سے مثالیں عرض کررہا ہوں) کہ آگے بڑھنے کا راستہ یہ ہے کہ آگے چلنے والوں کا تعاون کرو، یہ صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا مزاج تھا کہ جس کو میدان میں کام کرتے دیکھتے اُن کے ساتھ اُن کے پیچھے ہولیتے، چاہے وہ اِن سے پُرانے ہوئے، چاہے وہ اِن سے بہتر ہوئے، چاہے وہ اِن سے زیادہ صلاحیت والے ہوئے۔

اِس لیے میرے دوستو بزرگو اور عزیزو! اِس راستہ میں نکلنا حال کے امر کا پورا کرنا ہے، اور اِس راستہ میں نکلنے والوں کے لیے پُرانوں کے لیے یہ ضروری ہے کہ وہ اپنی قُربانیوں سے پیچھے والوں کے لیے نمونہ پیش کریں۔ اِس لیے کہ تکلیف اپنے لیے؛ ترغیب دوسروں کے لیے؛ یہ اس کام کا اُصول ہے۔

فتحِ مکّہ کا جوراز ہے حضرت اُمِّ سَلَمَہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو اپنا سَر مونڈھنے کے لیے اپنے حلا کو حکم دینا یہ اُمِّ سلمہؓ کی رائے تھی جس پر مکّہ فتح ہوا، یہ اُصولی بات ہے۔ کہ آپ اگر وہ چیز چاہتے ہیں تو آپ اپنے آپ کو پیش کردیجئے!!۔ لاتکلف الانفسک وحرض المؤمنین تکلیف اپنے لیے ترغیب دوسروں کے لیے۔ آپ نے حلاق سے فرمایا ۔۔۔۔سلمون سے صحابہؓ نے اِس طرح سَر مونڈھا ہے کہ اُن کے سَر سے خون بہہ رہا تھا اور اُن کو اس کا احساس نہیں ہوا۔ کہ یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ آپ یہ کام کریں اور ہم نہ کریں۔

اِس لیے میرے دوستو بزرگو اور عزیزو! آگے بڑھ کر دوسروں کے لیے رہنماء بننا اور آگے بڑھ کر مقتداء بننا یہ ذمہ داری ہے پُرانوں کی۔

اِس کے لیے قدم اُٹھائیں اور اِس کے لیے ارادے فرمائیں۔

بیان بعد ظہر حضرت جی مولانا **جمشید صاحب** دامت برکاتہم

بروز پیر، ۲۱ / ربیع الثانی ۱۴۴۵ھ - 6 / نومبر 2023ء

قابلِ احترام بزرگو اور بھائیو!

اللہ جل جلالہٗ وعم نوالہٗ نے اِس اُمت کو خیرِ اُمّت فرمایا ہے، تم بہترین اُمّت ہو، تم کو نکالا گیا ہے، لوگوں کی نفع رسانی کے لیے اور کام کیا ہے تم اللہ کے بندوں کو اللہ کی مرضی کی طرف بلاتے ہو اور ناراضگی کے کاموں سے ہٹاتے ہو۔

حضرت مولانا الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ یہ عمل ایمان کے بڑھنے کا بڑا ذریعہ ہے۔ اخیر میں فرمایا وتؤمنون ببعض کہ تم جو ہے اللہ پر ایمان رکھتے ہو، فرمایا کرتے تھے یہ عمل ایمان باللہ کو بڑھائے گا۔ اللہ تعالیٰ کی بڑائی، اُس کی وحدانیت، اُس کی قدرت، اُس کی صفات کا یقین اور اُس سے ذاتی تعلق اِس عمل سے بنے گا۔ اللہ کے علاوہ کسی کے لیے ذاتی تعلق بنانا اور ذاتی تعلق بنانا کسی طرح سے جائز نہیں ہے۔

ذاتی تعلق اللہ تعالیٰ سے ہر بندہ کا جتنا ہوگا سارے تعلقات اللہ کی مرضی کے تابع ہو جائیں گے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول ہے کہ جو بندہ اس عمل کو انجام دیتا دیتا رہے گا اور اِس ذمہ داری پر چلے گا وہ خیر اُمّت میں شامل ہوگا اور اگر اِس ذمہ داری پر نہیں چل رہا ہے تو وہ خیر اُمّت کہے جانے کے قابل نہیں ہے۔ یہ بڑی ذمہ داری ہے اور بڑا کام ہے۔ ہمیں خود بھی اِس محنت میں ذمہ داری کے ساتھ چلنا ہے اور اپنے پیچھے اُمّت کو لے کر چلنا ہے۔ اپنا عملہ اپنے ساتھ لے کر چلنا ہے۔ جس قدر پیچھے عملہ تیار ہوگا اور کام پر کھڑا ہوگا اور ذمہ داری پر آئے گا میرے بزرگو کام میں کمی نہیں آئے گی، اپنے اپنے وقت پر لوگ دُنیا سے جاویں گے اور پیچھے والا عملہ کام کو سنبھالتا چلا جائے گا۔ اور یہ کام میرے بزرگو چھوٹا بن کر لے کر چلنے کا کام ہے۔ جس قدر ہم تواضع کے ساتھ اِس محنت میں چلیں گے اور اپنے پیچھے اپنے عملہ کو ساتھ ساتھ لے کر چلیں گے میرے بزرگو! آگے کا کام بھی انجام پاتا رہے گا؛ آگے آنے والی اُمّت میں ایمانی ماحول تیار ہوگا اور یہ دین کی امانت بھی آگے پہنچتی رہے گی، حضرت مولانا یوسف صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے: آج اِس محنت کے راستہ سے اُمّت کے ایک ایک فرد پر محنت کر کے ایک ایک فرد کو قرنِ اوّل کی طرح سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم والے کام پر لانے کی محنتیں اور یہ محنت آگے آنے والی اُمّت میں ایمان اور دین کی امانت کو اور علم کو پہنچانے کے لیے اِس اِستعداد پر اُمّت کو لانا ہے اور پوری اُمّت اِس اِستعداد سے ایک ذمہ دار کے ساتھ جُڑ کر چلی ہے ایسے ہی یہ پوری اُمّت اس زمانہ میں اِجتماعی طور پر ایک ذمہ دار کے ساتھ تابع ہو کر اُمّت بن کر چلے گی' میرے بُزرگو! آج وہ فائدہ ہوگا جو اس زمانہ میں غیر ایمان والوں کیلئے حُجّت تام ہوگی اور آگے آنے والی اُمّت میں دین کی اور ایمان کی امانت دونوں آسانی سے پہنچیں گے۔ ہمارے یہاں کوئی مجلس رسمی طور پر نہیں ہوتی، بلکہ کام کی ایک بڑی ذمہ داری ہے، اُس ذمہ داری پر خُود چلنا ہے اور پوری اُمّت کو لے کر چلنا ہے۔

مَیں عرض کر رہا تھا میرے بزرگو! جس قدر ہم اُمّت کے درمیان میں ہم کام کرنے والے اپنے عملہ کو ساتھ لے کر چلیں گے اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم والی تواضع کے ساتھ اس کام میں چلیں گے (اللہ اکبر!) میرے بزرگو! اُمّت بنے گی۔

سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعض صحابہؓ کے درمیان میں جب بھی کوئی ۔۔۔۔ایسا آدمی آتا جو اجنبی آدمی ہے وہ آکر پوچھتا کہ آپ لوگوں میں نبی کون ہے؟ اُمّت کے درمیان میں سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس طرح سے ہیں۔صحابہؓ نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسولؐ! لوگوں کو آکر پوچھنا پڑتا ہے، ہم آپ کے لیے کوئی اونچی چیز بنادیں' جس پر آپ بیٹھا کریں اور آنے والے جونہی یہ سمجھ جائیں کہ یہ نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہیں۔تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: نہیں، مَیں تو تمہارے درمیان اس طرح سے رہنا چاہتا ہوں کہ آنے والے آکر مجمع میں داخل ہوکر میری گردن پر پاؤں رکھ کر پوچھیں کہ آپ لوگوں میں نبیؐ کون ہے؟۔من تواضع للہ رفعہ اللہ، یہ کارِنبوّت ہے،اور اِس مبارک محنت میں میرے بُزرگو! جس اللہ سے' اللہ کے رسول صحابہؓ کے درمیان میں چلے ہیں' اِس اُمّت میں کام کرنے والے سارے کے سارے اپنے مجمع کے درمیان پوری اُمّت میں اُمتی بن کر چلیں۔اُمتی لوگوں کو پوچھنا پڑے کہ فلاں صاحب کون ہیں!! مولانا یوسف صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے: یہ کام شخصیت سوزی کا ہے،شخصیت سازی کا نہیں ہے۔اِس مبارک کام میں جتنا ہم اپنے ساتھیوں کو اپنے درمیان میں محنت میں لے کر چلیں گے ابھی ایک بڑی ذمہ داری ہے کہ یہاں جتنے مذاکرے ہیں جتنی بھی باتیں اب سے لے کر دُعاء تک جتنی بھی باتیں ہوئی ہیں ہر بات ہمارے درمیان میں امانت ہے۔ پیچھے ہمارا مجمع ہے، وہ سب کے ذہنوں میں یہ ہے کہ وہاں بنگلہ والی مسجد میں پورے ملک کا جوڑ چل رہا ہے۔اُنہیں انتظار ہے کہ ہمیں وہاں کی باتیں ہمارے ذمہ داروں کے واسطے سے ہم تک پہنچیں گی۔ایک بڑی ذمہ داری ہے' یہ ساری باتیں کیسے اُن تک پہنچائیں۔اور ہمارا عملہ بنگلہ والی مسجد سے اس طرح سے جُڑا ہوا ہو' اِس میں کام کرنے والوں کے لیے کوئی انسلٹی کی بات نہیں ہے کہ پیچھے کا مجمع کام میں' محنت میں ہمارے سے آگے ہوجائے، یہ کوئی سطح کی بات نہیں ہے (اللہ اکبر!) کام لینے والی ذات اللہ کی ہے، ہماری محنت اور ہماری فکر سے اُمتی بن کر سب چلیں گے' اُمّت بن کر سب چلیں گے تو میرے بزرگو! ساری خیر ہمارے نامۂ اعمال میں آئے گی۔سب کی خیر اللہ ربُّ العزّت ہمارے نامۂ اعمال میں ڈالیں گے۔

اِس لیے میرے بُزرگو! یہ مبارک کام اپنی زندگی میں پورے دین کو اُتارنے کے لیے ہے، جتنا ہم محنت میں نیچے سے اوپر تک ہر موقع پر سرکار کی سیرت کو سامنے رکھ کر چلیں گے ہماری اپنی زندگی بھی بنے گی اور عملہ بھی تیار ہوگا اور یہ امانت آگے آنے والے مجمع کے لیے میرے بُزرگو! یہ امانت آگے آنے والے مجمع کے لیے میرے بُزرگو! اُمّت کے لیے یہ امانت آسانی سے بڑھے گی اور اُن تک پہنچے گی۔ ہمارے نبی سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جس انداز سے اپنے ساتھ صحابہؓ کو لے کر محنت کی ہے' میرے بُزرگو! اُس زمانہ کے بڑے بڑے لوگوں کے لیے حُجّت تام ہوگئی، حُجّت تام ہوگئی، اور آگے آنے والے اُمّت کے اندر دین کی امانت پہنچنے کا راستہ بن گیا۔مولانا یوسف صاحب رحمۃ اللہ علیہ یہی بات فرمایا کرتے تھے کہ آج اِس محنت کے راستہ سے اُمّتی اُمّت بنا کر ایک ایک کلمہ پڑھنے والے مَردوں وعورتوں کو محنت پر قرنِ اوّل کے طریقہ پر لائیں گے تو پھر یہ موجودہ زمانہ کے لوگوں کے لیے یہ حُجّت تام ہوجائے گی،کوئی یہ کہنے والا نہیں ہوگا کہ ہم تک بات نہیں پہنچی تھی۔اور آگے آنے والی اُمّت کے لیے اللہ تعالیٰ راستہ بنائیں گے' اور ہر روز ہماری محنت میں' ہماری قُربانی آپ آگے بڑھ

رہی ہو۔ جتنا ہم اپنی جان کو جھونکیں گے اور مال کو جھونکیں گے اِس راستہ میں' میرے بُزرگو! قرنِ اوّل والی خیر اِس زمانہ میں اُمّت کے مَردوں اور عورتوں میں آوے گی اور بچّوں اور بڑوں میں آوے گی۔ قرنِ اوّل والی خیر لوٹ کر آئے گی اِس زمانہ میں۔ ہم نے یہ بات یمن میں اسٹیج پر کہی تو بیان کے بعد ایک بڑی عُمر کے بُزرگ تھے' کہنے لگے: اِن شاء اللہ! اِس محنت کے راستہ سے قرنِ اوّل والی ساری خیر اُمّت کے اندر دوبارہ آوے گی اِس محنت کے راستہ سے۔ اِس لیے مولانا محمد الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے: یہ کام کوئی تحریکِ جدید نہیں ہے، مَیں اِس کام کو کارِ نبوّت یقین کرتا ہوں، اِس کام کو مَیں کارِ نبوّت یقین کرتا ہوں، اِس کام کو مَیں کارِ نبوّت یقین کرتا ہوں۔ اللہ کا بے حد انعام ہے، بڑا انعام ہے کہ اللہ نے قرنِ اوّل کا ہیرا اِس زمانہ میں اُمّت کو' اپنے بندوں کو عطاء فرمادیا ہے (اللہ اکبر!)۔ یہ تو وہ عمل ہے جس کی خبر دی ہے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے کہ حالات دُنیا کے ایسے خراب ہوجائیں گے کہ کوئی راستہ نہیں ملے گا کہاں اپنا دین بچانا ہے' کہاں اپنا ایمان بچانا ہے۔ اُس وقت میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: مسلمانوں کی ایک جماعت جس کا ایک ذمہ دار ہو تُم جا کر اُس جماعت میں جُڑ جانا۔

ایک ذمہ دار: اور اللہ کا فضل ہے' ہمارا ذمہ دار، ہمارے حضرت مولانا انعام الحسن صاحبؒ کے زمانہ سے طئے شدہ آدمی ہے۔ اللہ ان کی عُمر میں خوب بَرکت عطاء فرمائے، اللہ تعالیٰ اِستقامت کے ساتھ اُمّت کو لے کر چلنے کی توفیق عطاء فرمائے۔ (آمین)۔ یہ فیصلہ تھا اُس وقت میں 10 آدمیوں کے درمیان میں' کہ یہ فیصلہ تھا کہ اِس خاندان کے تین بُزرگ اِس کام کو لے کر چلیں گے اور اِس کام کو سنبھالیں گے، دو تو چلے گئے، تیسرا اللہ کے فضل سے ہمارے درمیان میں باحیات ہے۔ اور بقول مولانا عبید اللہ بلیاوی صاحبؒ کے' وہ فرمایا کرتے تھے اِن شاء اللہ یہ کام' مولانا الیاس صاحبؒ کا قول نقل کرتے تھے، کہ یہ کام دھیرے دھیرے' جاتے جاتے اِمامِ مہدی پَر مِل جائے گا۔ اور حضرت نے ایک مرتبہ فرمایا تھا کہ اِن شاء اللہ امامِ مہدی کے ظاہر ہونے تک یہی مرکز رہے گا۔ اُن کے ظاہر ہونے کے بعد' اوہو! جو مخلصین کا عملہ ہوگا' مجمع ہوگا' سب اُن کے ساتھ اُن کے امان و انصار بن کر چلیں گے۔ اللہ نے بڑا کام ہمیں عطاء فرمایا ہے۔ کام میں کوئی بڑائی کا داعیہ نہ ہو۔ حضرت صدیقِ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پوری ڈور بھاگ سنبھالی تھی۔ اُس وقت میں صدیقِ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ابھی تک نبی بنائے نہیں گئے تھے اُنھوں نے ملکِ شام کے تجارتی قافلہ میں ایک خواب دیکھا تھا' اور اُس خواب کو کسی سے نہیں بتایا تھا۔ مولانا نے کتابوں سے اور علماء سے اُس خواب کی تعبیر پوچھی تھی' اُس خواب کا پتہ اُس کا علم ابوبکر کو تھا یا اُن بتانے والے عالم کا تھا، کسی کو تک پتہ نہیں تھا، یہاں تک کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو بھی پتہ نہیں تھا۔ جب آپؐ نبی بنائے گئے، اور آپؐ کو نبوّت کا تاج پہنا دیا گیا تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے مَردوں میں سب سے پہلے جا کر ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دعوت دی ہے۔ جب یا ایہا المدثر نازل ہوئی' تو آپؐ اُٹھے اور فرمایا اماں خدیجہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) سے کہ اے خدیجہؓ! مجھے حکم ہو رہا ہے کہ مَیں گشت کروں، لوگوں میں دعوت دوں، تو مَیں کس کے پاس جاؤں جو فوراً میری بات سُنے گا، تو سب سے پہلے آپ کی بات خدیجہ سُنے گی۔ کیوں؟ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو جبلِ حرا اُترنے کے بعد جو سب

سے پہلا دلاسہ جو دیا ہے اماں خدیجہؓ نے دیا ہے۔ آپ! گھبرائیے نہیں، ہمارے رشتہ داروں میں ایک شخص ہے، ہم اُن کے پاس آپ کو لے کر چلتے ہیں، آپ نے اپنی ساری کارگزاری جبلِ حِرا کی ساری سُنائیے گا، کوئی چیز رہ نہ جائے، اور جب وہاں لے کر گئی ہیں تو ورقہ ابن نوفل اُن کا نام تھا اُنہوں نے کیا کہا' جب ساری باتیں سُن لیں تو جب یہ کہا: اوہو! جس نبی کا انتظار تھا وہ نبی ہمارے سامنے ظاہر ہو گیا۔

میرے بُزرگو! امّاں خدیجہؓ کو کیوں نہیں اطمینان ہو' جب ابتداء سے لے کر اخیر تک کی ساری باتیں اُنہوں نے سُن لیں اور پچھلی کتابوں کی روشنی میں اُنہوں نے کہا: آپ جب کھڑے ہوں گے دعوت دینے کے لیے تو لوگ آپ کے مخالف ہو جائیں گے، فرمایا: مجھے لوگ امین کا لقب دیتے ہیں اور صادق کا لقب دیتے ہیں، کیا اس کے باوجود بھی لوگ میری مخالفت کریں گے، فرمایا: ہاں! کتابوں میں یہی لکھا ہوا ہے (اللہ اکبر!)۔

حضرت ابوبکرؓ نے جو خواب دیکھا تھا اور اُس کی تعبیر پوچھی تھی' اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ابوبکرؓ سے ملاقات سے پہلے اُس کی خبر دے دی گئی کہ یہ اگر کچھ کہے تو کہہ دیجئے گا کہ میرے نبوّت کی دلیل تمہارا ملکِ شام کا خواب ہے۔ کیوں؟ اُس خواب میں یہ بتادیا گیا تھا کہ اِس خواب کی تعبیر جو ہے کہ تُم! آخری نبیؐ پر ایمان لانے والے سب سے پہلے تُم ہو گے، اور اُن کی وفات کے بعد ڈور بھاگ سنبھالنے والے تُم ہو گے۔ یہ دونوں باتیں اُن کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ملاقات سے پہلے پہلے یہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بتادی گئی تھیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ملاقات اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اور ابوبکرؓ کی ملاقات کی خبر دے دی گئی تھی؛ چنانچہ اُنہوں نے یہی کہا کہ آپ کی نبوّت کی دلیل کیا ہے' تو فرمایا: میرے نبوّت کی دلیل ملکِ شام کا تمہارا خواب ہے۔ اور کس طرح سے جان جھونکنے والے اور مال جھونکنے ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ تبوک کے موقع پر جتنا اُن کے پاس تھا سب لاکر رکھ دیا، حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ پہلے سے یہ کہنے لگے کہ آج مَیں اگر ابوبکرؓ سے بڑھ سکتا ہوں تو آج بڑھ جاؤں گا، میرے پاس آج مال کی بہت سہولت ہے۔

جتنا لائے تھے مقدار میں تو بہت زیادہ تھا' لیکن حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سوال کیا اور عُمرؓ! گھر میں کیا چھوڑا، اور ابوبکرؓ تم گھر میں کیا چھوڑ کر آئے ہو۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا: اللہ کے رسولؐ! مَیں اللہ اور اُس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نام کی بَرکت گھر میں چھوڑ کر آیا ہوں، اور حضرت عُمرؓ نے کہا: مَیں آدھا چھوڑ کر آیا ہوں۔ کہنے لگے: عُمر ابن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہنے لگے: مَیں کبھی بھی ابوبکرؓ سے آگے نہیں بڑھ سکتا ہوں۔ اکثر کہا کرتے تھے حضرت عُمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اکثر کہا کرتے تھے کہ اگر ابوبکرؓ ہجرت کی تین راتیں جو جبلِ ثُور میں گزاری ہیں اگر ابوبکرؓ ایک رات کی نیکی عُمر کو دے دے تو عُمر اپنی ساری زندگی کی نیکی دینے کے لیے تیار ہے (اللہ اکبر!)۔

تو یہ راستہ ہے میرے بُزرگو! جان لگانے کا اور مال لگانے کا اور اللہ جل جلالہ عم نوالہٗ دُنیا کی زندگی کو جنّت کا نمونہ بنادیں گے، جنّت والا مزہ دُنیا کی زندگی میں اللہ عطاء فرمائیں گے۔ اللہ نے وہ کام ہمیں دیا ہے۔ اِس راستہ کا خرچ سب سے اعلیٰ درجہ کا خرچ ہے۔ اللہ کی نسبت پر خرچ کرنا، مولانا یوسف صاحبؒ فرماتے تھے: اللہ تعالیٰ سے تعلق تو ہر عمل سے حاصل ہوتا ہے، ہر عمل

سے بنتا ہے، نماز سے بھی، روزہ سے بھی، زکوٰۃ سے بھی، اور ذکر و تلاوت سے بھی، رات کے اندر تہجّد میں نماز پڑھنے سے بھی، اور دُعاء میں لگنے سے بھی، لیکن اللہ کے راستہ میں نکلنے پر جُو تعلّق بنتا ہے وہ کسی عمل سے اتنا تیز تعلق ملتا ہو۔ اللہ کے راستہ میں جان جھونکنا اور مال جھونکنا، حضرت مولانا یوسف صاحبؒ فرماتے تھے: جتنا تم اللہ کے راستہ میں جان لگاؤ گے، مال لگاؤ گے، اور اپنے نبی (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کا غم اپنا غم بناؤ گے، نبی (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کی فکر اپنی فکر بناؤ گے' اللہ ربُّ العزّت تُمھارے اندر کے غم و فکر کا اثر سارے عالم کے انسانوں کے قلوب پر ڈالے گا، یہ مولانا یوسف صاحبؒ فرمایا کرتے تھے۔ ہماری اپنی اکیلے کی محنت اور قُربانی بھی جس قدر آگے بڑھے گی، اللہ ربُّ العزّت اِس کو بھی رائیگاں نہیں کرے گا۔ مولانا یوسف صاحبؒ فرمایا کرتے تھے: اللہ کے راستہ میں پھرنے والا' اگر اُس کے گھر کا بچّہ اپنے باپ کے فِراق میں رو دیتا ہے اللہ تعالیٰ اُس بچّہ کے رونے کا اثر ساری دُنیا کے انسانوں کے دلوں پر ڈالتے ہیں۔ اِس راستہ کی چھوٹی بڑی قُربانی (اللہ اکبر!)۔

ایک صحابیؓ نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے پوچھا اے اللہ کے رسولؐ! اگر مَیں پانچ سو درہم 500 اشرفیاں اگر کما کر روزانہ خرچ کروں ــــــــــــــــــــــــــــ پر، تو کیا اللہ کے راستہ میں جانے کا بدل ہو جائے گا؟ آپؐ نے فرمایا: اللہ کے راستہ میں نکلنے والا اگر نکل کر سُو رہا ہے' اُس سونے والا کا بدل بھی نہیں ہو سکتا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم فرمایا کرتے تھے: میرا دل چاہتا ہے کہ مدینے سے جتنی جماعتیں روانہ ہوں' ہر جماعت میں مَیں خود جاؤں!!۔ یوں نہیں فرمایا آپؐ نے 1 مرتبہ 7 مرتبہ اِس کو دُوہرایا: اللہ کے راستہ میں مَیں نکلوں اور شہید کر دیا جاؤں پھر زندہ کیا جاؤں، پھر مَیں اللہ کے راستہ میں نکلوں اور شہید کر دیا جاؤں اور زندہ کیا جاؤں!!! پھر مَیں اللہ کے راستہ میں نکلوں اور شہید کر دیا جاؤں اور زندہ کیا جاؤں!!!! پھر مَیں اللہ کے راستہ میں نکلوں شہید کر دیا جاؤں پھر زندہ کیا جاؤں، پھر مَیں اللہ کے راستہ میں نکلوں شہید کر دیا جاؤں پھر زندہ کیا جاؤں، پھر مَیں اللہ کے راستہ میں نکلوں شہید کر دیا جاؤں پھر زندہ کیا جاؤں۔ پھر مَیں اللہ کے راستہ میں نکلوں شہید کر دیا جاؤں پھر زندہ کیا جاؤں؛ آپؐ نے سات رمرتبہ اِس کو دوہرایا ہے۔ صحیح بات یہ ہے۔ مولانا سعید احمد خان صاحب مکیؒ فرمایا کرتے تھے: اللہ کے راستہ میں مَرنے کے جذبہ سے پھِرا کرو۔ مَرنے کے جذبہ سے اللہ کی راہ میں پھرا کرو۔ اللہ کے راستہ میں مَرنے کے جذبہ سے پھِرا کرو۔ جس اُمّت کا نبیؐ سات مرتبہ شہادت کی تمنّا کر کے گیا ہو انصاف سے بتلائیے! اُس نبیؐ کے اُمتیوں کو انصاف سے بتلائیے کہاں مَرنا چاہیے!!! اللہ کے راستہ میں مَرنا چاہیے (اللہ اکبر!)۔

مولانا یوسف صاحبؒ فرمایا کرتے تھے: صحابہؓ حضورؐ کے ساتھ رہتے رہتے مدینے میں اور اللہ کے راستہ میں رہتے رہتے یہ سمجھ گئے تھے کہ یہ مکہ مدینہ کا قبرستان مَردوں کے دفن ہونے کے لیے نہیں ہے' عورتوں اور بچّوں کے دفن ہونے کے لیے ہے (اللہ اکبر!)۔ اللہ کے راستہ کی نقل و حرکت ہمارے نبیؐ کی سب سے عظیم سُنّت ہے۔

اُحد کے موقع پر حضرت عمرو ابن جموح کے بچّے آئے سرکارؐ کے پاس اور آ کر یہ کہا کہ ابا جان! بہت معذور ہیں، اگر وہ نہ جائیں تو کیا حَرج ہے۔ اور وہ جانا چاہتے تھے گھر کے اندر، جب بھی ماحول یہی تھا۔ کہ آ کر یہ کہا کہ حضورؐ اگر ابا جان

نہ جائیں تو کیا حَرج ہے؟ آپؐ نے جواب میں فرمایا کہ اگر تمہارے ابا! جانا ہی چاہتے ہیں تو تمہیں روکنے کی کیا ضرورت ہے۔کام کی عظمت بتلائی۔کہ اگر تمہارے ابا جان جانا ہی چاہتے ہیں تو تمہیں روکنے کی کیا ضرورت ہے۔عمرو ابن جموح نے اُسی معذوری کی حالت میں، لنگڑے تھے ہی آپؐ نے فرمایا: عمرو ابن جموح اگر تم کو اللہ نے معذور بنایا ہے تم نہ جاؤ تو کیا حَرج ہے۔ بیٹوں سے کچھ کہا اور باپ سے۔عمرو ابن جموح نے کہا: اللہ کے رسولؐ! اگر مَیں اسی حالت میں جا کر شہید ہو جاؤں تو کیا جنّت میں میرے دونوں پاؤں ٹھیک ہو جائیں گے؟ آپؐ نے فرمایا: ہاں!۔تو آپؐ نے مجھے اجازت دے دی۔اُسی لنگڑے پن کی حالت میں چلتے چلتے، چلتے چلتے، اُحد میں پہنچے اور جاتے ہی اُسی گھمسان میں داخل ہو گئے اور شہید ہو گئے۔اللہ کے رسولؐ نے فرمایا: اوہو! عمرو ابن جموح کی جنّت مجھے دکھادی گئی، وہ اپنی جنّت میں اچھے پاؤں سے چلتے ہوئے گئے ہیں۔ یہ ایک دم تازہ تازہ معاملہ ہے۔ابھی گئے ہیں، ابھی جنّت میں پہنچ گئے۔جب اُن کی لاش کو دیکھا مدینۂ منوّرہ میں، مدینے کے قبرستان میں لانا چاہ رہے تھے تو اُونٹنی پر سَوار یا تو اونٹنی بیٹھ جاوے یا اُدھڑی کو مُڑ کر بھاگے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خبر دی گئی، کہ ایسا ایسا معاملہ ہے ہم کیا کریں؟ شہدائے اُحد 70 صحابہؓ میدان ہی میں بیداری ہی میں سُورہے ہیں، تو کیا جواب دیا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کیا چلتے چلتے کچھ کہہ کر گئے تھے۔کہا: ہاں! یہ کہہ رہے تھے: **اللھم لا تردنی الی اھلی** اے اللہ! مجھے اپنے اہل کی طرف نہ لوٹائیے گا، نہ لوٹائیے گا۔آپؐ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اونٹنی کو یہی حکم ہے اور وہ لَوٹائے نہیں جائیں گے، اور ان کی لاش کو لے جا کر ان کو یہیں دفن کر دینا، وہ ستّر صحابہؓ کی قبر سے ذرا دور ہی ذرا آگئے تھے، وہیں اُتارا اور وہیں الگ احاطہ میں اُن کی قبر ہے۔الگ چھوٹے ایک دائرہ میں اُن کی قبر ہے۔ میرے بُزرگو! اوہو! اللہ ربُّ العزّت نے اِس زمانہ میں ہمیں اِس کام سے جوڑا ہے، اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے فضل سے ہم سے کام لینے کا فیصلہ بھی کر دے اور موت تک چلتے رہنے کی توفیق عطاء فرمائے (آمین)۔

مولانا یوسف صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے: اِس مُبارک محنت کی ادنیٰ نعمت جو ملے گی وہ حُسنِ خاتمہ کی نعمت ملے گی۔سب سے چھوٹی جو نعمت ملے گی وہ ایمان کے ساتھ خاتمہ کی ملے گی۔اور دوسری بات فرماتے تھے، اور سیرت کی روشنی میں یہ بات فرمایا کرتے تھے: تمہاری 14 نسل میں فاقہ نہیں آئے گا۔اِس مُبارک کام سے اللہ نے ہمیں تعلق دیا ہے، میرے بُزرگو! اپنے سارے مسئلہ کا حل یقین کر کے اور اپنے عملہ کو لے کر اِس مُبارک محنت پر اِستقامت کے ساتھ جما کر لے کر چلنا ہے۔ابھی تک جتنا کام ہوا ہے، کام تو ضرور گشت ہوا، محنت ہوئی ہے، لیکن ساری محنت اور سارا گشت یہ سب سبب کے درجہ میں ہے، اللہ نے اپنی قدرت سے سب کچھ کیا ہے اور اب تک جہاں تک کام پہنچا ہے اللہ نے اپنے فضل سے پہنچایا ہے۔

اِس لیے میرے بُزرگو! ہم اپنی اپنی محنتوں میں، اپنی قُربانیوں میں، اپنے آپ کو آگے بڑھاتے ہوئے چلیں۔ جان لگانے میں بھی اور مال لگانے میں بھی۔مولانا یوسف صاحبؒ فرماتے تھے: جن رُکاٹوں کی وجہ سے تم اِس کام کو پیچھے کر دیتے ہو میرے نزدیک وہ رُکاوٹیں کام کو آگے کر کے اور کام کو کرنے کے لیے آئی ہیں۔وہ رُکاوٹیں کام چھوڑنے کے

لیےنہیں آئی ہیں وہ رُکاوٹیں کام کرنے کے لیے آئی ہیں۔اور مولانا یوسف صاحب رحمۃ اللہ علیہ کہتے تھے: اپنے سارے مسئلوں کا حل اِس کام کو یقین کر کے چلا کرو۔ایک دن حضرت وہ واقعہ سُنانے لگے؛ شروع میں جب کام جب بالکل ابتداء میں تھا یہاں مسجد کا گشت' مسجد کے باہر عمومی گشت کے لیئے جماعت روانہ کررہے تھے بڑے حضرت مولانا الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ، ایک آدمی آیا پانی لے کر بوتل میں، اور اُس کی بیوی سخت بیمار تھی، اور کروٹیں لے رہی تھیں گھر میں' اُس کے پیٹ میں بہت زیادہ درد تھا، آئے! اور حضرت دروازے پر ہی کھڑے تھے مسجد سے جماعت روانہ کررہے تھے وہ کہنے لگا: حضرت! پانی پر دم کردیجئے، میری بیوی بہت سخت تکلیف میں ہے۔ پیٹ میں درد چل رہا ہے، حضرتؒ نے بوتل پکڑی اور پچھے کنارے ایک کونے میں رکھ دیا، جا! گشت میں چلا جا۔گھنٹہ بعد جب گشت سے لوٹا ہے، کہ چلو! دیکھیں: بیوی کا کیا حال ہے،تو وہ گھر کے پاس گئے اور دروازہ کھلا ہوا تھا' تو دیکھا تو وہ جھاڑو دے رہی تھیں بھاگ کے آ گیا۔ پیٹ کا درد ختم ہو گیا' وہ جھاڑو دے رہی تھیں اور مَیں وہیں سے لوٹ گیا، اور مسجد میں آ کر گشت کے بعد کی بات سُننے لگا اور گشت کے بعد کی بات سنی۔

تو میرے بُزرگو! حضرت مولانا الیاس صاحبؒ فرماتے تھے' مولانا یوسف صاحبؒ فرماتے تھے: اپنے سارے مسئلوں کا حل اِس کام کو یقین کیا کرو۔ کہ میرے مسئلہ کا حل اِسی کام میں ہے۔ بڑی رُکاوٹیں آتی ہیں۔ 3 دن کے لیے رُکاوٹیں آتی ہیں، چلّہ چار مہینہ کے لیے رُکاوٹیں آتی ہیں، ملکوں میں' سفر میں' تقاضوں میں رُکاوٹیں آتی ہیں، تقاضوں میں رُکاوٹیں آتی ہیں، ہمیشہ کام کے کرنے کا عزم بنا کر کام کو پورا کرنا چاہیے، پیچھے رُکاوٹوں کی وجہ سے پیچھے قدم بڑھانا نہیں چاہیے۔

مولانا عمر صاحب پالنپوری رحمۃ اللہ علیہ کہا کرتے تھے: جن عُذروں کی وجہ سے ہم کام سے پیچھے ہوجاتے ہیں برسہا برس وہ عُذر کا حل نہ ملے گا، اور اگر اُسی وقت میں اِس کام کو انجام دے دیں تو پیچھے کی پوری رُکاوٹوں کے اسباب سے جلد ہی ختم ہوجائیں گی۔

اللہ ربُّ العزّت نے بڑا عظیم کام ہمیں عطاء فرمایا ہے۔ بڑا کام اللہ نے ہمیں عطاء فرمایا ہے۔اپنے آپ کو بھی قُربانیوں میں آگے بڑھانا ہے، حق کی محنت کو آگے بڑھانا ہے۔اور پیچھے اپنے عملہ کو بھی محنت میں آگے کر کے چلنا ہے۔ اپنا عملہ' جتنا اُن کو محنت' تقاضوں پر استعمال کریں گے' جتنا اُن کو آگے بڑھائیں گے، اُتنا ہی اِن شاء اللہ کام آسانی سے انجام پائے گا۔ اُتنا ہی کام آگے بڑھتا چلا جائے گا۔ سارے تقاضوں کی۔ بعض بعض نکتے تھے، بعض بعض ایسی چیزیں تھیں' تو حضرت (حضرت جی مولانا محمد سعد صاحب کاندھلوی دامت برکاتہم العالیہ) نے جو کہا توجّہ کو بڑھانے کے لیے۔ یہ پہلو کیوں کمزور رہ گیا ہے' یہ پہلو کیوں کمزور رہ گیا ہے!! یہ سمجھانے کے لیے کہ جس قدر جو ہے ہم اپنے آپ کو اور اپنے عملہ کو پیچھے کام میں لگائیں گے اور قُربانیوں میں اپنے آپ کو تھکائیں گے تو اِس دُنیا میں مَرنے سے پہلے ہی اِن شاء اللہ بنا ہوا ماحول اپنے آپ سے دیکھ کر جائیں گے۔ ہاں!۔

سب سے پہلے تو داعی کی اِس اپنی قُربانی کی وجہ سے اِس کی اپنی ایمان کی سطح آگے بڑھتی ہے اور اللہ اور اُس کے رسولؐ کی محبّت اور اللہ اور اُس کے رسولؐ کے راستہ کی محبّت دل میں اُترے گی اور ساری محبتوں پر غالب آجائے گی۔

نیتوں کا اخلاص بڑی چیز ہے۔ جتنا ہم اللہ کی رضاء کا داعیہ بناتے ہوئے اِس محنت میں چلیں گے اللہ ربُّ العزّت سب سے پہلے داعی کی زندگی صفات سے آراستہ کردیتے ہیں۔ دعوت کا فائدہ سب سے پہلے داعی کو ہوتا ہے۔ اس کے ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ہوگی اُس کا تعلق بڑھے گا، اور اللہ اور اُس کے رسول ﷺ کی اور اللہ اور اُس کے رسول کے راستہ کی محبّت بڑھے گی اور تمام محبتیں نیچے چلی جائے گی، یعنی اُس کے نیچے ہوگی، یہ تین محبتیں آگے کو چلی جائیں گی۔ پھر سارے تعلقات اللہ تعالیٰ کی مرضی کے تابع ہوجائیں گے۔

میرے بزرگو! اِس مُبارک محنت میں ہمیں آگے آنے والے دنوں میں اپنی قُربانی بڑھاتے ہوئے چلنا ہے۔ (ٹھیک ہے نا! اِن شاء اللہ) تو آپ سب دھیرے دھیرے آگے بڑھتے رہیں گے۔ مقتدیٰ لوگ جب قُربانی میں آگے بڑھیں گے تو مقتدی خود بخود جو ہے سب کے ساتھ قُربانی میں آگے بڑھتے جائیں گے۔ جتنا مقتدیٰ میں قُربانی کی صفت بڑھے گی اللہ ربُّ العزّت کام دیتے چلے جائیں گے، ہاں!۔ اللہ ربُّ العزّت جب محنت کو قبول کر لیتے ہیں تو آگے کے تقاضوں پر استعمال کرتے ہیں۔

اللہ کا فضل وکرم ہے کہ اللہ ربُّ العزّت نے اپنے فضل سے اِس کام کو عطاء فرمادیا ہے، کام میں جتنی خوطہ زنی کے ساتھ چلیں گے اللہ ربُّ العزّت ہم سے مَرتے دَم تک کام لیتا رہے گا۔ مَرتے دَم تک اللہ تعالیٰ ہم سے کام لیتا رہے گا۔ اِس لیے میرے بُزرگو! اِس مُبارک محنت میں تواضع کے ساتھ چلنا ہے۔ اور اپنے ساتھیوں کو اور اپنے پورے مجمع کو اپنے ساتھ محنت میں لے کر چلنا ہے۔

مولانا الیاس صاحبؒ فرماتے تھے: اللہ تعالیٰ نے آدمی کے قلب میں ایک طاقت رکھی ہے، اگر چند قلوب کسی بات پر مجتمع ہوجائیں اپنے مقصد میں کامیاب ہوجاتے ہیں۔ مولانا الیاس صاحبؒ فرماتے تھے: یہ کام جرِّثقیر کا کام ہے۔ جب پوری اُمّت مل کر اپنی قلبی طاقت لگادے گی آگوں کا کام جلد آسان ہوجائے گا۔ فرماتے تھے: سمندر کی تہہ جو ہے بڑی بھاری بھاری وزنی چیزیں گِر جاتی ہیں تو اُس کو نکالنے کے لیے اُس وزنی چیز کو باندھنا پڑے گا، پھر باہر اُس کی رسّی بہت سے لوگ مل کر اُس کو اپنی طاقت سے کھینچیں گے تو جلدی جو ہے باہر ہوجائے گی، یہ کام بھی اجتماعی طور پر پوری اُمّت کے مل جل کر کرنے کا کام ہے۔ مسجد کی جماعت ہو، جس قدر مسجد کی جماعت متحرک ہوگی' میرے بُزرگو! کام میں ترقّی ہوتی چلی جائے گی اور جتنا نقصان دین میں آیا ہوا ہے اور جو اِرتداد کا ماحول بنا ہوا ہے' ہماری مسجد کی محنت کی کمزوری ہے۔ ہماری مسجد کی محنت کا ضُعف ہے اور بڑی کمزوری ہے یہ۔ ایک ساتھی کہنے لگے: ہم لوگ اپنی مسجد میں محنت کر کے ساتھیوں کو کام میں لگایا، تقریباً 120 ساتھی ہماری مسجد وار جماعت میں ہیں۔ اور یہ 120 ساتھی اپنی پہلی گشت میں تو ہم سب ساتھ ہوتے ہیں لیکن دوسرے گشت میں ہماری دس 10 کی 12 جماعتیں بارہ مسجدوں میں جاتی ہیں۔ دوسرا گشت' ایک مسجد سے 12 مسجدوں میں جاتے ہیں۔ چاروں آگے بڑھتا ہی چلا جائے گا سارے تقاضے مسجد کی محنت سے پورے ہوتے چلے جائیں گے۔ آج جو ہے میرے بُزرگو! جُو بُنیاد میں کمزوری کی وجہ سے گھر میں سال سال بھر کوئی قرآن وحدیث کی تعلیم

نہیں، کوئی قال اللہ' قال الرسول نہ ہو، تعلیم کا حلقہ نہ ہو، سال سال بھر اور عورتوں کا' بچّیوں کا باہر نکلنا' بتاؤ! میرے بُزرگو! اور آج کل کے حالاتِ جدیدہ اللہ پوری اُمّت کی اِس سے حفاظت فرمائے؛ بتاؤ! دلوں کا حال ٹھیک رہے گا۔ مولانا یوسف صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے: گھروں کی تعلیم' ہر گھر میں تعلیم جائے۔ ہماری نکلنے والی جماعتوں سے بھی ہدایات میں یہ بات کہی جائے کہ اپنے خروج کی محنت کے ساتھ ساتھ مقامی پانچ کام جتنے ہیں' ایک مہینہ کا' اگر ایک ہفتہ کا ہے' اور 3 کام جو ہے جو روزانہ کے ہیں۔ جتنا مسجد کی جماعت اِن سارے کاموں میں اِستحکام اور مضبوطی کے ساتھ کرتی رہے گی میرے بزرگو! صرف گھر کی تعلیم کے بارے میں مولانا یوسف صاحبؒ فرماتے تھے: جس گھر میں پابندی سے تعلیم ہوگی اُن کے گھر کے بچّے بھی داعی بن جائیں گے، اور جن جن راستوں سے باطل گھر میں داخل ہوتا ہے وہ سوراخوں کو' سارے راستوں کو بند کرے گی؛ جن راستوں سے باطل گھروں میں داخل ہوتا ہے۔ آج باطل اچھی طرح جانتا ہے کہ کن کن ہمارے عملوں سے ہمارا مشن ناکام ہوتا ہے وہ اچھی طرح جانتے ہیں اور ہم اپنی محنت کے اعمال کی قدر اور منزلت اور قوت وطاقت کو نہیں جانتے۔ باطل کو سب سے زیادہ پریشانی ہماری جماعتوں کی اِن نقل وحرکت سے ہے۔ آپ آپ اِس کو جو ہے کوئی رسمی چیز نہ سمجھ لیں۔ حضرت مولانا الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے: ہماری جماعتیں جن آبادیوں سے گُزریں گی ایک نہ ایک دن اللہ تعالیٰ وہاں ہدایت ضرور لائے گا۔ ایک نہ ایک دن اللہ تعالیٰ وہاں ہدایت ضرور لائے گا جن آبادیوں اور بستیوں سے ہماری جماعتیں گُزرتی ہیں۔ نقل وحرکت کو بھی اِہتمام سے بڑھانے کی ضرورت ہے۔ اور مقامی کام کو بھی اہتمام سے اور توجّہ دینے اور بڑھانے کی ضرورت ہے۔

ہماری مسجد مسجد کی محنت ہمارے سارے تقاضوں کو پورا کرائے گی اور سارے باطل کے دروازوں کو سوراخوں کو بند کرے گی؛ ہماری مسجد مسجد کی محنت۔ ابھی تو کارگُزاریاں لے لی جاتی ہیں مسجد کی ماہانہ جُوڑوں میں تو کہیں ۵ رگھروں میں تعلیم ہورہی ہے' کہیں ۷ رگھروں میں تعلیم ہورہی ہے۔ 150 گھروں میں 145 گھروں کا کیا حال ہوگا۔ ابھی تک ہم نے اِس دعوت سے متعلق جتنے اعمال ہیں اِس مُبارک محنت میں' سارے اعمال اعمالِ ہدایت ہیں' اعمالِ تربیت ہیں، اور یہ اعمال مولانا الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی طبیعت سے شروع نہیں کیا ہوا ہے' بلکہ سیرت کو سامنے رکھ کر شروع کیئے گئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے سچا درد پوری اُمّت کے حق میں عطاء فرمایا ہے۔ رات کو یہاں ہُمایُوں کے مقبرہ کے پاس' چھا اور اندر روتے ہوئے' سُسکیں مارتے ہوئے، رُوتے ہوئے، ایسا باہر آواز جاتی تھی کہ لوگ سمجھتے تھے کہ کوئی جانور ہے، بھوکا ہے اور بھوک کی حالت میں یہ آواز آرہی ہے؛ جب جا کر دیکھا تو یہ بڑے میاں وہاں اندر ہیں' پُوری اُمّت کے حق میں رُو رہے ہیں۔ ابھی تو ہماری حاجتیں اور ضرورتیں میرے بُزرگو! کھانا' پینا' پہننا' اوڑھنا' اپنا اور اپنے گھر والوں سے متعلق' ہماری ساری فکر دین کی فکر پَر یہی فِکروالی۔ اور محبّت کا مُعاملہ؛ آٹھ کی آٹھ محبتوں کو اللہ تعالیٰ نے گِنوایا ہے، اللہ کی محبت پر، رسولؐ کی محبّت پر، اللہ اور اُس کے رسول کے راستہ کی محبّت پر اگر یہ محبتیں غالب آگئیں تو تم اللہ کے عذاب کا انتظار کرو۔ قُلْ اِنْ كَانَ اٰبَاۗؤُكُمْ وَاَبْنَاۗؤُكُمْ .... الآیۃ۔ اگر اللہ تعالیٰ سے ذاتی تعلق نہ بنا اور اللہ اور اُس کے رسولؐ کی اور اللہ کے راستہ

کی محبّت غالب نہ آئی تو میرے بُزرگو! میرے بُزرگو!! ساری محبتیں اور دوسری محبتیں جو غالب آ جائیں گی تو سارا نظام دین کا ڈسپائرڈ ہو جائے گا۔ اور میرے دوستو بُزرگو! اللہ اور اُس کے رسولؐ کی محبّت غالب رہی تو پھر ساری محبتیں اللہ کی مرضی کے تابع ہو جائیں گی۔

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کیا فرما رہے ہیں' کہ لوگوں میں سب سے بہتر وہ ہے جو اپنے گھر والوں کے لیے بہتر ہو اور مَیں اپنے گھر والوں کے لیے سب سے بہتر ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے کوئی گوشہ چھوڑا ہی نہیں ہے' اسلام کو سمجھنے کے لیے محبّت چاہیے۔ اور اسلام کو عملی طور پر اپنی زندگیوں میں اُتارنے کے لیے اللہ کی محبّت اور ذاتی تعلق اللہ سے یہ اوپر لانا پڑے گا اور غالب کرنا پڑے گا؛ تب جا کر سارے تعلقات اللہ کی مرضی کے تابع ہو جائیں گے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا تم سب سے زیادہ اپنے گھر والوں کے لیے مَیں ہوں۔ امّاں عائشہؓ فرماتی ہیں' حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہمارے درمیان میں بیٹھے رہتے تھے، اور محبّت کی باتیں ہوتی رہتی تھیں، جیسے ہی اللہ اکبر اذان کی آواز کانوں میں پڑی آپؐ ایسے ہمارے درمیان سے اُٹھ جاتے تھے جیسے ہمیں جانتے ہی نہیں' پہچانتے نہیں۔

اِس مُبارک محنت میں قُربانیوں کو موت تک بڑھاتے رہنا ہے۔ جان جھونکتے رہنا ہے اور مال جھونکتے رہنا ہے۔ اللہ نے ایک بہت عظیم کام اِس زمانہ میں ہمیں عطاء فرمایا ہے۔ ہمارے اوپر اپنی ذات سے لے کر پورے عالم تک کی ذمہ داری ہے۔ اللہ کا فضل ہے کہ کوئی بھی تقاضہ ملک کے اندر / ملک کے باہر کا کوئی بھی تقاضہ بنگلہ والی مسجد میں آتا ہے' اللہ تعالیٰ آپ ہی لوگوں کے ذریعہ لے لے کر' ملا جلا کر سارے تقاضوں کو پورا کراتے ہیں' اللہ تعالیٰ اِس میں اور بَرکت عطاء فرمائے۔ یہاں بنگلہ والی مسجد میں علماء کا مجمع بہت زیادہ ہونا چاہیے، علماء والے قسم کے تقاضے بہت زیادہ بھرپور آرہے ہیں۔ اور اللہ کا فضل ہے کہ ہمارے علماء بھی دوسرے سال ہو کر واپس آرہے ہیں بار بار' بار بار یہاں کے تقاضوں پر اللہ تعالیٰ اُن کا استعمال کر رہا ہے۔ بار بار' بار بار۔ ہر باہر کے آنے والے تقاضوں میں ہمارے یہ دوسرے سال والے علماء بار بار اللہ کے راستہ میں سفر کر رہے ہیں' آرہے ہیں، جا رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اُس میں اور بَرکت عطا فرمائے۔

یہ سارا مجمع جن کو اللہ تعالیٰ نے ہر تین مہینہ پر یہاں بلا کر لاتا ہے اور اللہ تعالیٰ یہاں لا رہے ہیں میرے بُزرگو! یہ ایک بڑی نعمت ہے؛ میرے بُزرگو! اللہ تعالیٰ ہمیں اِسی انداز سے اپنی قُربانیوں کو بڑھاتے ہوئے آگے چلتے رہنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

ایک بات بہت اہم اور ضروری ہے کہ اپنی حیات میں اور اپنی زندگی میں ہمارا سارا عملہ' سارا مجمع میرے بُزرگو! سب پر محنت کرتے ہوئے اپنی اولادوں کی طرف سے غافل نہ ہوں۔ ورنہ بعد میں مَیں نے دیکھا دوسرے ملکوں میں کہ بھئی! پُرانے کام کرنے والے ذمہ داروں کی اولادوں کو آج جُوڑنا ہے۔ اپنی حیات میں سب کو متحرک کیا جا رہا ہے۔ اپنی اولاد کو علمِ دین سے اُن کو قریب کریں، اِس زمانہ میں اُن کو دینی مدارس سے بھی جُوڑ کر رکھیں اور اپنے اولادوں میں عالم بنائیں۔

ہمیں وہاں یمن کے اندر ایک سفر میں ۱۳۰ ملکوں کے حضرات ہوتے ہیں آپس میں جب بیٹھے سب اکٹھا ایک

مشورہ کیلئے یہ بات آئی کہ کتنے علماء ہیں؟ تو ہمارے یہاں سے تین ساتھی گئے تھے، پڑوس سے بھی ساتھی تھے ایک دو، ایک صاحب نے کہا کہ بھئی! ہم عالم تو نہیں ہیں لیکن ہم عالموں کے باپ ہیں۔ ہم نے کہا کہ بھئی! یہ عالموں کا باپ کون ہوتا ہے، اُنہوں نے کہا: اِس محنت کی وجہ سے اللہ نے علم دین کی عظمت میرے دل میں ڈالی اور ہم علماء کی صحبت میں بھی بہت رہے اور علماء کے ساتھ اُٹھنا بیٹھنا اور گھر پر لانا بھی یہ عمل چلتا رہا اُس کی بَرکت سے اللہ تعالیٰ نے میرے 7 بیٹے ہیں اور ساتوں عالم ہیں ساتوں مفتی ہیں، جس گھر میں 7 چراغ جل رہا ہو جہالت کا اندھیرا جائے گا، بولو تو صحیح!! 7 علماء جس گھر میں ہوں تو اُس گھر میں جہالت کا اندھیرا آئے گا؟۔ اپنی اولادوں کی بہترین تربیت کریں اور اپنی اولادوں میں ایسے لوگوں کو چھوڑ کر جائیں جو اپنے گھر کو بھی سنبھالیں اور اُمّت کو بھی لے کر جائیں، اِس زمانہ میں دینی مدارس میرے بزرگو! دینی مدارس اسلام کے قلعے ہیں۔ جتنا علم اُمّت کو مل رہا ہے اُمّت کے درمیان میں‘ علماء جو موجود ہیں اِن مدارس کی بَرکت سے۔ اِس مُبارک محنت کے راستہ سے علماء اور عوام کا اختلاط بڑھائے جانے کی فکر کی جارہی ہے تاکہ اُمّت میں جو جہالت غالب ہوگئی ہے اُن پر علم غالب آجائے۔ مولانا یوسف صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے: تین چیزوں کے بغیر عمل قبول نہ ہوگا، سب سے پہلی شرط ایمان ہے، دوسری شرط وہ علم ہے، اور تیسری شرط اخلاص ہے۔

اِس مُبارک محنت میں میرے بزرگو! ہم اخلاص سے چل رہے ہوں، کہ اُمّت کی جہالت علم سے بدل رہی ہو اور اُمّت میں اللہ کے راستہ میں نکلنا مولانا الیاس صاحبؒ فرماتے تھے: یہ چھٹا نمبر اِس کا مقصد ہی یہ ہے کہ اللہ کے راستہ میں نکلنے والی سُنّت عام ہوجائے‘ پائیدار ہوجائے اور مضبوط ہوجائے۔ اللہ کے راستہ کی نقل وحرکت سے زیادہ طاقتور ماحول کو بدلنے والی کوچیز نہیں ہے اور باطل کا سَر کچلنے والا کوئی بھی طاقتور عمل اللہ کے راستہ کی نقل وحرکت سے کمتر نہیں ہے۔

مولانا الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ بار بار یہ بات کہا کرتے تھے: اِس کام کی نسبت میری طرف مَت کرو، یہ کام اللہ تعالیٰ براہِ راست اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا کام ہے۔

قل ھذہ سبیلی ادعوا الی اللہ علی بصیرۃٍ اے میرے نبیؐ! آپ کہہ دیجئے! کہ یہ میرا راستہ ہے، کہ مَیں لوگوں کو اللہ کی طرف بُلاتا ہوں اور یہی میرے متبعین، مفسرین نے لکھا ہے کہ ومن اتبعنی سے مراد ومن امن بی جو مجھ پَر ایمان لایا ہے، ہر اُمتی جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لایا ہے اُس کے اوپر محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے کام کی ذمہ داری ہے۔

اِس پوری اُمّت کو اِجتماعی طور پر ایک فِکر پَر، ایک محنت پر مجتمع کرنا ہے، اُمّت کے مَردوں میں بھی دعوت چل رہی ہو، اُمّت کی مستورات میں بھی دعوت چل رہی ہو، نقل وحرکت زندہ ہو رہی ہو۔ ہمارے حضرت (حضرت جی مولانا محمد سعد صاحب کاندھلوی دامت برکاتہم) فرماتے ہیں کہ میرا دل چاہتا ہے کہ ہر گھر میں مستورات کی جماعت اُتارنی چاہیے اور دودن کے قیام میں گھر والوں کے سامنے‘ گھر کے اندر رہتے ہوئے جو عمل ہے‘ جو محنت ہے وہ اِس طرح سے اُس پر محنت کر کے چمکا دیں کہ جب آپ کے چلے جانے بعد بھی اُس گھر میں اعمال کی محنت زندہ ہوجائے۔

حضرت مفتی زین العابدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کہنے لگے کہ ایک عورت میں وہ صلاحیت ہے کہ اگر اُس کے مزاج میں دعوت اُتر جائے اور اُمّت کا غم اُس کے دل میں اُتر جائے تو وہ اپنے گھروں کے اندر رہتے ہوئے اپنے ماحول میں وقت دے۔ ایک عورت کے بہت محرم مَرد ہیں، ان سب سارے مَردوں کو دین کی محنت میں لگائے گی اور دین کی محنت پر کھڑا کرے گی اور دیگر لڑکیوں اور عورتوں میں اندر اندر اِتنا کام کرسکتی ہے کہ ایک ہزار مَرد اندر کے ماحول میں اُتنا کام نہیں کر سکتے۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اسلام میں آنے کا ذریعہ اُن کی بہن بنی ہیں۔ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اسلام میں آنے کا ذریعہ، حضورؐ نے اُن کو دعوت دی تھی لیکن توجّہ نہیں دی تھی، اُن کی خالہ نے اُن کو سمجھایا اور اُن کو اللہ کے نبیؐ کے دین کی طرف متوجّہ کیا، محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی رسالت اور نبوّت کے لیے تیار کیا اور وہ اسلام میں آئے۔

اُمِّ حکیم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ذریعہ حضرت عکرمہ اسلام میں آئے۔ اور حضرت عکرمہ کے اسلام میں آنے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے پورے ابوجہل کے خاندان کو اسلام میں داخل فرمایا۔

ایک طرف مَردوں میں نقل وحرکت کو بڑھانے کی ضرورت ہے اور دوسری طرف مستورات میں کام کو بڑھانے کی ضرورت ہے۔

آپ اپنے عملہ کو اپنے آنے کے ساتھ ساتھ تمام تقاضوں پر چلتے ہوئے پیچھے کے عملہ کو اگر آپ سالانہ چھ مہینہ پر لے آویں چار چار مہینہ پھرنے کا اور دو مہینہ بنگلہ والی مسجد کا۔ یہاں آنا جانا، حضرت مولانا یوسف صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے: اُس زمانہ میں جتنے بھی لوگ یہاں آتے جاتے تھے فرمایا کرتے تھے: ہوسکے تو ہر ہفتہ یہاں آیا کرو۔ اگر ہر ہفتہ یہاں نہیں آسکتے تو 15 دن میں ایک مرتبہ یہاں آیا کرو۔ پندرہ دن میں نہیں آسکتے تو مہینہ بھر میں آیا کرو۔ مہینے بھر میں نہیں آسکتے تو کم سے کم چھ مہینے میں ایک مرتبہ آؤ۔ اگر چھ مہینے میں ایک مرتبہ نہیں آسکتے تو سال میں ایک مرتبہ یہاں آؤ۔ اگر یہاں نہیں آؤ گے؛ جاؤ گے؛ ہم یہاں کچھ کہیں گے تُم وہاں کچھ کہو گے۔ وحدتِ کلمہ اور وحدتِ فِکر، اپنے بڑوں کی صحبت میں کم سے کم دو مہینہ لگا تار اور وہ بھی برتن دھورہے یا خدمت کے لیے نہیں، یہاں تو خدمت جس کی ہو اُس کو کرنا پڑے گا لیکن اکثر اللہ کے راستہ میں پھرنے کے یہاں کے تقاضے، مہمان، مہمان۔ اُن کو لے کر جانا۔ اُن کے لیے ساتھیوں کی ضرورت ہے۔ اپنے مہمانوں کو لے کر جانا۔

اِسی طریقہ سے ہماری بہت ساری جماعتیں بڑی بڑی محنت واپس وہ یہاں آتی ہیں اور یہاں کوئی ذمہ دار نہیں ملتے۔ علماء: ہمارے ایک ایک ہزار علماء سال لگا رہے ہیں اُن کی تربیت کی بھی ضرورت ہے۔ یہاں ایک مرتبہ ساؤتھ افریقہ سے 7 عالم سال کے لیے آئے، ہم لوگ اِستقبال میں تھے، اُس موقع پر مَیں تھا، انگریزی جاننے والے ساتھی تھے۔ تو اُن علماء کو جو جانے تھے حضرت نے وہاں سے مجھے اُٹھا کر، مَیں نے کہا: حضرت! یہاں عَربوں میں کوئی نہیں، حضرت نے کہا: یہاں کا کام ہوجائے گا۔ تم! مہمانوں کو لے کر جاؤ۔ مجھے بھوپال بھیجا 20 عالم کو لے کر۔ 20 عالم کو لے کر ہمارے ایک

ساتھی دوسرے گئے، 20 عالم کو لے کر ہمارے تیسرے ساتھی بائیس سال کے تھے وہ گئے۔ مستقل یہاں ذمہ داروں کی بھی ضرورت ہے۔ اور آنے والے مہمانوں کو کام سمجھانا' مطمئن کرنا یہ ایک تقاضہ یہاں کا بھی ہے۔ جتنا ہمارے اوپر کے ذمہ داران بنگلہ والی مسجد کو دو دو مہینہ دیں گے' ہم تو اُسی کام کے لیے ہے ہی ہیں رزق کا مسئلہ اللہ کے یہاں غیب سے فیصلہ شدہ ہے، جب تک آدمی اپنے مقدر کی روزی کھانہیں لے گا مَرے گانہیں۔ اور اِس مُبارک محنت کے راستہ سے ہماری روٹی روزی معاش کا مسئلہ بھی اللہ تعالیٰ آسان کرے گا۔ آج ہر آدمی اپنی کمائیوں میں رات دن ٹارچر کے ساتھ چل رہا ہے اور اِس مُبارک محنت کے ساتھ اللہ ربُّ العزّت عافیت کی روزی عطا فرمائیں گے اور ٹینشن کی زندگی ختم ہوجائے گی۔

اِس لیے میرے بُزرگو اور بھائیو! یہ سارا مجمع اِس بات کو طئے کرے کہ ہمیں اِس کام میں اوپر والے تو سب طئے کرلیں کہ ہمیں چھ مہینہ دینا ہے۔ چار مہینہ پھرنے کا اور دو مہینہ بنگلہ والی مسجد مرکز نظام الدین کیلئے۔ سالانہ وقت دینے کا فیصلہ کریں۔ اور چھ مہینہ ہماری اپنی ضرورتوں کے لیے چھ مہینہ۔

کام کا دستور

حضرت مولانا یوسف صاحب زید مجدہٗ ابن حضرت جی دامت برکاتہم

6/نومبر 2023ء، بروز پیر، بعد نماز مغرب

اس کام کی امتیازی شان اتباعِ سُنّت ہے:

ہمارے اس کام کی بُنیادی اور امتیازی شان اور اِس کام کی ترقی کا بنیادی اور اہم ترین ذریعہ یہ ہے کہ اس کے اندر ہر موقع پر اتباعِ سُنّت، اور ہر موقع پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضراتِ صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین نے کیا کیا ہے یہ دیکھنا ہے اور اُس پر غور کرنا ہے۔

ہر کام کی ایک منزل اور ایک مقصد ہوتا ہے:

جب تک آدمی کی اپنے مقصد پر نگاہ رہتی ہے آدمی راستہ سے نہیں ہٹتا۔ جب تک آدمی کی اپنی منزل پر نگاہ رہتی ہے آدمی اپنے راستہ سے نہیں ہٹتا۔ جب مقصد سے نگاہ ہٹ جاتی ہے تو مقصد فوت ہو جاتا ہے۔ جب منزل سے نگاہ ہٹ جاتی ہے تو منزل فوت ہو جاتی ہے۔ یہ دو بنیادی چیزیں (کام کی منزل اور مقصد) ایسی ہیں جو ہمیں حضرت اقدس مولانا یوسف صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بیانات میں اور حضرت' مولانا الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ملفوظات میں ملتی ہیں۔ چنانچہ حضرت جی مولانا الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ یہ فرمایا کرتے تھے کہ اس کام کی ایک منزل ہے اور اس کام کا ایک مقصد ہے۔ سمجھدار آدمی ان دو چیزوں کی تعیین کے بغیر اپنا سفر شروع نہیں کرتا۔ مَیں گھر سے نکلا ہوں مجھے مسجد میں نماز پڑھنی ہے، مسجد منزل ہے اور نماز پڑھنا مقصد ہے۔ ہسپتال جانا منزل ہے اور ڈاکٹر کو دکھانا مقصد ہے۔ بازار جانا یہ منزل ہے اور سامان خریدنا مقصد ہے۔ جتنی نقل وحرکت پوری دنیا کے اندر باعتبار کام کے ہو رہی ہے، گشت ہو رہے' ہیں، ملاقاتیں ہو رہی ہیں، اجتماعات ہو رہے ہیں، جلسے ہو رہے' ہیں خروج ہو رہا ہے، مقامی کام ہو رہا ہے، اِن سب کی ایک منزل، ایک مقصد ہے۔

اس کام کا مقصد اور منزل:

حضرت جی مولانا الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے: مَیں نے اس دعوت و تبلیغ کا کوئی مستقل نام نہیں رکھا، اگر مَیں اس کا کوئی نام رکھتا تو تحریکِ ایمان رکھتا۔ یہ ہماری نقل وحرکت کا بنیادی مقصد ہے۔ میاں جی عظمت صاحب اور متعدد پُرانوں سے سنا کہ ایک مرتبہ حضرت مولانا یوسف صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے زمانہ میں پُرانے کام کرنے والے بمبئی میں جمع ہوئے۔ حضرت جی مولانا یوسف صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے کہنے لگے: حضرت! ہم یہ چاہتے ہیں کہ کام کے اُصول' کام کے ضابطے، کام کے طریقے، کام کا طریقۂ کار، گشت کیسی کرنی ہے، ملاقاتیں کیسے کرنی ہیں، یہ سب آپ ہمیں ایک مرتبہ بتا دیجئے، ہم اسے محفوظ کرلیں، کام سارے عالم میں پھیل گیا ہے، ایسا ہم نے سوچا ہے۔ سُنا ہے ہم نے، کہ حضرت نے

دوڈھائی گھنٹے بیان کیا۔اور بیان کے اندر اللہ جل جلالہٗ عم نوالہٗ کی عظمت ،توحید اور حضور اکرم ﷺ کی سیرت کو بیان کیا،
اور فرمایا: بس! مَیں اِس کام کے ذریعہ یہ چاہتا ہوں کہ جیسا ایمان حضراتِ صحابہؓ کا بنا تھا ایسا ایمان ہمارے ہر کام کرنے
والے کا بن جائے۔ یہ ہمارے کام کا بُنیادی مقصد ہے۔(یہ پہلی چیز ہے)۔

(۲) دوسری چیز وہ ہمارے کام کی منزل ہے۔ حضرت جی مولانا الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے: مَیں اِس
دعوت کے کام کے ذریعہ یہ چاہتا ہوں کہ باعتبارِ عبادت کے، باعتبارِ دعوت کے جہاں حضور اکرم ﷺ اُمّت کو چھوڑ کر گئے
تھے، دوبارہ اُمّت اُسی مقام پر واپس آجائے۔

سہ ماہی مشورے میں جڑنے کا مقصد:

اِس واسطے ہر ہر موقع پر کام کرنے والے پُرانے ذمہ دار سہ ماہی مشورہ میں مستقل طور پر غور کریں کہ ایسی کونسی چیز ہے جو
ابھی تک ہمارے معمول میں نہیں آرہی باعتبار سیرت کے۔ اِس واسطے جتنا بھی ہمارا کام ہے اس کا ایک ایک جُزء سیرت کو
سامنے رکھ کر بنایا گیا ہے۔

ہم نیچے دیکھتے ہیں پھر اوپر دیکھتے ہیں:

بڑے مزے کی بات ہمارے حضرت سُنا رہے تھے، کہ مشورہ ہو رہا تھا، ایک مرتبہ مفتی زین العابدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ
فرمانے لگے: بھائی! دیکھو ہمارا معمول تو یہ ہے کہ ہم نیچے دیکھتے ہیں پھر ہم اوپر دیکھتے ہیں، پھر ہمیں کسی چیز کی فکر نہیں ہے۔
کہ حضرت کیا بات فرما رہے ہیں' کہنا کیا چاہتے ہیں۔ کہہ رہے تھے: جب دیکھتے ہیں نیچے حضرت جی مولانا یوسف صاحب
رحمۃ اللہ علیہ نے کیا فرمایا، حضرت جی مولانا الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے کیا فرمایا، اِن دونوں کی باتیں قال اللہ
(قرآن) قال الرسول واصحابہ (حدیث) میں تلاش کرتے ،بس! یہاں سے بات ہمیں مل جاتی ہے' پھر ہمیں کوئی پَرواہ نہیں
دُنیا کیا کہہ رہی، جو بات اللہ اور اللہ کے رسولؐ کے یہاں مل گئی اُسے ہم چلا کر رہیں گے۔

ہمارے کام کرنے والوں کا اپنے دستور کے اوپر بصیرت کا ہونا ضروری ہے:

کام کرنے والوں کا اپنے دستور اور اس کے طریقہ کار کے اوپر بصیرت کا ہونا ضروری ہے۔ اگر بصیرت اور یقین نہیں ہے، تو
انسان کا ایک مزاج ہے کہ جب وہ مطمئن نہیں ہوتا تو وہ کسی دوسرے کو مطمئن بھی نہیں کر سکتا۔

حضرت جی مولانا یوسف صاحبؒ کا بیان ہے جو معتبر آدمی کا لکھا ہوا ہے، حضرت پُرانوں میں یہ فرمایا کرتے تھے: اصل داعی
وہ ہوتا ہے کہ سب کے سب اُس کے خلاف ہو جائیں اور اُس کا اپنے معمول پر پہلے سے زیادہ یقین بن جائے۔ دورِ نبوت
اور دورِ خلافت دونوں میں اس کی مثالیں ملتی ہیں۔ دورِ نبوت میں یہ واقعہ ملتا ہے کہ سب لوگ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے
خلاف ابوطالب کے پاس جمع ہو گئے، اور کہا: دیکھئے! آپ کا بھتیجہ کیسی کیسی باتیں کرتا ہے، ابوطالب ظاہری اعتبار سے
حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے بڑا سہارا تھے، جب ان کے پاس آکر لوگوں نے کہا تو ابوطالب نے حضور اکرم ﷺ

کو بلایا، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے، ابوطالب نے بھتیجہ سے فرمایا کہ دیکھو! تمہاری قوم میرے پاس یہ بات لے کر آئی ہے، اب تم سوچ لو! کیا کرنا ہے۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فوراً آسمان کی طرف دیکھا، مختلف روایتیں ہیں، بعض روایتوں میں ملتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: چاہے تم میں سے کوئی جا کر سورج میں سے شعلہ نکال کر لے آئے،، بعض روایتوں میں ملتا ہے کہ آپ نے فرمایا: اگر تم سورج کو میرے دائیں ہاتھ پر اور چاند کو بائیں ہاتھ پر رکھ دو، اور بعض روایتوں میں ملتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کہ اگر ساری دُنیا کا خزانہ بھی میرے پاس لا کر جمع کر دو، پھر بھی جو کام اللہ تعالیٰ نے مجھے دیا ہے مَیں اُس کام سے نہیں ہٹوں گا۔

دورِ خلافت میں یہ بات ملتی ہے کہ انصار، مہاجرین، یہاں تک کہ ملہم ہذہ الأمۃ عُمر ابن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور علی ابن ابی الطالب کوئی بھی تیار نہیں ہیں (کہ حضرت اسامہؓ کے لشکر کو روانہ کیا جائے) ابھی یہ نفر کا وقت نہیں ہے، جماعت کے روانہ کرنے کا وقت نہیں ہے، ابوبکر صدیقؓ نے فرمایا: مَیں ہر حال جماعت کو روانہ کر کے رہوں گا۔

جو دستور سیرت کو دیکھ کر، قرآن اور حدیث کو سامنے رکھ کر تیار کیا جاتا ہے' زمانہ، وقت، حالات اُس دستور کو کبھی نہیں بدل سکتے:

میرے محترم! میدان میں کام، دستور اور طریقۂ کار کو لے کر کھڑا ہونا پڑتا ہے، جب آدمی کھڑا ہوتا ہے تب اُس کے اوپر حالات آتے ہیں، حضرت مولانا یوسف صاحبؒ فرمایا کرتے تھے: ''سورج نکلے اور روشنی نہ ہو یہ بات ممکن ہے لیکن کام کرنے والے کام کو لے کر کھڑے ہوں اور اُن کے اوپر حالات نہ آئیں ایسا نہیں ہوسکتا''۔ تو اِن حالات کا مقابلہ بصیرت، یقین اور عظمت کے ساتھ کرنا ہے، اِس واسطے! جتنا بھی دستور ہمارے کام کا تیار کیا گیا، وہ جتنے بھی دستور کام کو لے کر روزِ اوّل سے لے کر آج تک کیا گیا ہے لیا گیا ہے' ہر ہر موقع پر سیرت کو دیکھ دیکھ کر' حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک زندگی کو دیکھ کر بنایا گیا ہے، اور جو دستور سیرت کو دیکھ کر، قرآن اور حدیث کو سامنے رکھ کر تیار کیا جاتا ہے' زمانہ، وقت، حالات اُس دستور کو کبھی نہیں بدلتے۔

ہمارا پورا مُلک وحدتِ فکر اور وحدتِ کلمہ پر جمع ہو، اور وحدتِ فکر اور وحدتِ کلمہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مُبارک زندگی کو سامنے رکھے بغیر اُس کے طریقے کو بتائے ہوئے بغیر ہو نہیں سکتا، کیونکہ حضرت عمر ابن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمایا کرتے تھے: اصحاب الرأي اعداء السنن کہ جو رائے پر چلنے والے لوگ ہوتے ہیں وہ سنتوں کے مخالف ہوجاتے ہیں۔ اِس واسطے! ہم رائے پر چلنے والے لوگ نہ بنیں۔ ہم ہر ہر موقع پر اپنے مشوروں کے اندر اور اپنے اُمور کے اندر، اِن باتوں کے اوپر غور کریں کہ اِس موقع پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا فرمایا ہے۔

اِس واسطے! ہمارے یہ کام کے اعتبار سے دستور تیار کیا گیا ہے۔ اور ہمارے مشورہ کے اندر یہ بات آئی ہے کہ بار بار ہمارے مُلک کے سامنے کام کا دستور، کام کا طریقۂ کار آنا چاہیے۔ نئ باتیں سوچی جاتی ہیں کام کے اعتبار سے اور نئ باتیں

سامنے آتی ہیں، اور مجمع اُس سے بے خبر ہوتا ہے۔ ایک اُن کے لیئے نئی بات پیدا ہو، سیرت میں ایسی باتیں مستقل طور پر ملتی ہیں۔ پہلے نماز میں سلام کا جواب دینے کی اجازت تھی، صحابیؓ آئے، آ کر سلام کیا، کسی نے سلام کا جواب نہیں دیا، لوگ اُن کی طرف دیکھنے لگے، تو اُنہیں بڑی حیرت ہوئی کہ مَیں نے اِن کو سلام کیا تھا لیکن انہوں نے سلام کا جواب نہیں دیا، اور پھر اوپر سے دیکھنے بھی لگے، کیا ہو گیا کہ سب مجھے دیکھنے لگے، پھر لوگ ہاتھ پر ہاتھ مارنے لگے، اور وہ خاموش کرنے کی کوشش کرنے لگے، یہاں تک کہ نماز کا سلام پھیرا اور اُن کو بتایا گیا کہ دیکھو! پہلے اجازت تھی سلام کا جواب دینے کی' اب اجازت ختم ہو گئی اس کا جواب دینے کی، اور سلام کرنے کی۔

بہت سی موٹی موٹی چیزیں، موٹی موٹی باتیں ہوتی ہیں جو کام کرنے والوں کے سامنے نہیں ہوتیں، اِس واسطے! بار بار بات کا ہونا وہ دل کے اندر بٹھا دیتا ہے، اذا تکرر الکلام فی السمع تقرر فی القلب جب کوئی بات بار بار کام میں پڑتی ہے، تو دل میں اتر جاتی ہے۔

امام ابو حنیفہؒ کے اقوال نقل کیئے ہیں' فرمایا کرتے تھے: ایک مرتبہ طلبہ کے درمیان' بیٹھے ہوئے تھے، فرمایا کہ مجھے بتاؤ! طالبِ علم کسے کہتے ہیں، لوگوں نے کہا: امام صاحب! آپ ہی بتایئے طالب علم کسے کہتے ہیں، فرمانے لگے کہ اُستاد ایک بات کو 100 مرتبہ کہے، طالبِ علم وہ ہے جس طرح اُس نے پہلی مرتبہ طلب کے ساتھ بات کو سُنا تھا' ہر مرتبہ بھی اُسی طلب کے ساتھ بات کو سُنے۔

دستور کو امانت سمجھ کر اپنے ساتھ لے کر جانا ہے:

میرے محترم دوستو! اِس دستور کو امانت سمجھ کر اپنے ساتھ لے کر جانا ہے، اور کام کا جو طریقۂ کار آپ حضرات کے سامنے بار بار سیرت کی روشنی میں رکھا جاتا ہے اور جو طریقۂ کار کام کا بار بار بتایا جاتا ہے یہ ہمارے پاس پورے عالم تک پہنچانے کی امانت ہے۔

ہمارے جمع ہونے کا مقصد صرف تفہیم (سمجھانا اور سمجھنا) نہیں ہے بلکہ تشکیل ہے:

ہمارے کام کا سب سے پہلا دستور، سب سے بُنیادی عمل اور سب سے زیادہ اہمیت کا حامل عمل، وہ نقل و حرکت ہے۔

حاجی عبد الوہاب صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا یہ مقولہ بڑا ہی عُمدہ اور اچھا لگتا ہے' وہ حضرت جی مولانا یوسف صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی بات نقل کیا کرتے تھے یا اُن کا خود ملفوظ ہے؛ فرمایا کرتے تھے: ہمارے اِجتماعات، ہمارے جلسے، اور ہمارے مشورے، اِن سب کا بُنیادی مقصد وہ صرف تفہیم نہیں، بلکہ تشکیل ہے، اِس کو سمجھئے اچھی طریقہ سے۔ کہ بھائی! ہمارا مشورہ تھا' ہم کام کو سمجھنے کے واسطے مرکز نظام الدین میں جمع ہوئے تھے۔ ہم نے مستورات کا کام سمجھا، یہ ہمارا سوال تھا' ہم نے اس کا جواب حاصل کر لیا، یہ ہمارا اشکال تھا' ہم نے اس کو حل کر لیا، (ایسا ہرگز نہیں ہے،) ہم یہاں مسائل جمع کرنے کے واسطے یا کام کو سمجھانے کے واسطے جمع نہیں کرتے ہیں۔ (بلکہ ہمارے جمع ہونے کا اصل بنیادی مقصد تشکیل ہے)

حضرت فرمایا کرتے تھے: ہمارے جمع ہونے کا مقصد وہ صرف تفہیم نہیں ہے، بلکہ ہمارے جمع ہونے کا اصل بنیادی مقصد تشکیل ہے۔ چاہے ہمارے پُرانوں کا جُوڑ ہو رہا ہو، کام کرنے والوں کے جُوڑ ہو رہے ہوں، اِجتماعات ہو رہے ہوں، جلسے ہو رہے ہوں، مشورے ہو رہے ہوں، جس جمع ہونے کے بعد بکھر نا نہ ہو تو وہ جمع ہونا ہمارا جمع ہونا نہیں ہے۔ اِس واسطے! نقل وحرکت کی اہمیت ہمارے کام کرنے والے ساتھیوں کے درمیان بڑے اہتمام سے ہونا چاہیے۔

ہم ہر طریقۂ ابلاغ کو تبلیغ نہیں مانتے:

ہم ہر طریقۂ ابلاغ کو تبلیغ نہیں مانتے۔ کوئی بھی طریقہ اختیار کرلیا جائے بات کو پہنچانے کا وہ تبلیغ ہے، ایسا نہیں ہے، ہم ابلاغ (بات پہنچانے) میں اُس طریقہ کے پابند ہیں جو حضورا کرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا طریقہ تھا۔ جس طرح عبادات میں حضورا کرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طریقہ کے پابند ہیں اِسی طرح ہم دعوت میں بھی حضورا کرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طریقہ کے پابند ہیں۔ حضرت اقدس مولانا ابوالحسن علی ندوی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ مَیں نے دُنیا کی مختلف تنظیمیں اور تحریکیں دیکھی ہیں، تین چیزیں مجھے حضرت جی مولانا الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے کام میں ایسی نظر آئی ہیں (جو دیگر تنظیموں میں نہیں ہے،) اور مجھے ان تین چیزوں کی وجہ سے اللہ تبارک وتعالیٰ کی ذاتِ عالی سے اُمید ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ قیامت تک اس کام کو چلائیں گے، خود حضرت اقدس مولانا ابوالحسن علی ندوی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے: (۱) سب سے پہلی اور سب سے زیادہ اہمیت کی حامل چیز یہ ہے کہ وہ دین سکھانے کے واسطے لوگوں کو اپنے گھروں سے نکالتے ہیں، لوگوں سے قُربانی دلواتے ہیں۔

(۲) دوسری چیز: فرمایا کرتے تھے کہ یہ اپنی جان اور اپنے مال کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے راستہ میں نکلتے ہیں۔

(۳) تیسری چیز: کہ نکلنے والا کوئی بھی ہو چاہے وزیر ہو، یا ایک عام آدمی ہو، اور جماعت دُنیا میں کہیں بھی نکلی ہو، قیام صرف اللہ ہی کے گھر میں کراتے ہیں، کسی ہوٹل یا کسی مکان پر قیام نہیں کراتے۔

نئے آدمیوں کے لئے ترغیب (وعدے سنانا) اور پرانوں کے لئے ترہیب (وعیدیں سنانا) ہے:

حضورا کرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ناراضگی ہے اللہ کے راستہ میں خروج پر تاخیر کرنے میں۔ دو چیزیں عمل کے اوپر انسان کو آمادہ کرتی ہیں ایک ترغیب اور دوسری ترہیب۔ جس طرح نئے لوگوں کے لیے ترغیب ہے اللہ کے راستہ میں نکلنے کی اِسی طرح پُرانوں کے لئے اللہ کے راستہ میں تاخیر پر ترہیب بھی ہے، اس لئے اپنے مذاکروں کے اندر یہ دونوں باتیں ہونی چاہیے۔

حضرت جی مولانا یوسف صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے جگہ جگہ حضرت کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قصّہ کو بیان کیا ہے، حضرت نے اپنے بیانات میں اور حیاۃ الصحابہؓ میں جگہ جگہ باب باندھ کر خروج سے پیچھے رہ جانے پر جو ناراضگی ہوا کرتی تھی، (اس کو نقل کیا ہے) یہ ہمارے اور آپ کے واسطے بڑی بُنیادی چیز ہے۔

ہم نے زنا کو گناہ سمجھا ہے، ہم نے چوری کو گناہ سمجھا ہے، ہم نے شراب کو گناہ سمجھا ہے، ہم نے نماز کے چھوڑنے کو گناہ سمجھا ہے لیکن جس محنت کے چھوٹنے کی وجہ سے یہ سارے گناہ وجود میں آتے ہوں ابھی تک ہم

نے اُس محنت کے چھوٹنے کو گناہ نہیں سمجھا:

اس واسطے! ہم یہ نہ سمجھا کریں کہ یہ صرف ایک خیر کا باغ ہے، ایک خیر کی تحریک ہے' جو لگ جائے بڑے فائدہ کی چیز ہے، جو نہیں لگے کوئی بات نہیں! نہیں! ' حضرت مولانا یوسف صاحب فرمایا کرتے تھے: ہم نے زنا کو گناہ سمجھا ہے، ہم نے چوری کو گناہ سمجھا ہے، ہم نے شراب کو گناہ سمجھا ہے، ہم نے نماز کے چھوڑنے کو گناہ سمجھا ہے' لیکن جس محنت کے چھوٹنے کی وجہ سے یہ سارے گناہ وجود میں آتے ہوں ابھی تک ہم نے اُس محنت کے چھوٹنے کو گناہ نہیں سمجھا۔ یہ ہم حضرت کی لکھی ہوئی بات آپ کو بتا رہے ہیں معتبر آدمی کی۔ یہ حکم با قاعدہ قرآن کا ہے۔

اور پھر دوسری بات یہ فرماتے تھے کہ مستقل اپنی کارگزاریوں کے اندر دیکھتے ہیں کہ ہمارے چار مہینے لگائے ہوئے ساتھیوں کی ایک بڑی تعداد ہے اور اس میں ایک تعداد بیٹھی ہوئی ہے، چلّہ لگائے ہوئے ساتھیوں کی ایک بڑی تعداد ہے، اُس میں سے ایک بڑی تعداد بیٹھی ہوئی ہے۔ کتنے فیصد چار مہینے لگائے ہوئے ساتھی بیٹھے ہوئے ہیں، کتنے فیصد چلّہ لگائے ہوئے افراد بیٹھے ہوئے ہیں۔ ایک مستقل طور پر مزاج سا ہے۔

خروج سے متعلق دو بنیادی باتیں:

(۱) ایک چیز یہ کہ خروج کے بُنیادی مقاصد کو سامنے رکھ کر خروج ہو، اور ہمارے نکلنے کا بُنیادی مقصد' یہ ہے کہ خروج اللہ تعالی کا حکم ہے، انفروا خفافا وثقالا ہمارے نکلنے کا بنیادی مقصد ہو۔ اذا استنفرتم فانفروا جب تمہیں نکلنے کو کہا جائے فوراً نکل جایا کرو،

جو احکامات پر نکلتے ہیں وہ بار بار نکلتے ہیں، جو اپنی ضروریات سامنے رکھ کر نکلتے ہیں وہ صرف ایک بار نکلتے ہیں:

میرے محترم دوستو! جو احکامات پر نکلتے ہیں وہ بار بار نکلتے ہیں، جو اپنی ضروریات سامنے رکھ کر نکلتے ہیں وہ صرف ایک بار نکلتے ہیں، آپ کو ایک بڑا مجمع ملے گا کام سے بیٹھا ہوا جو اپنی ضروریات کو سامنے رکھ کر نکل رہا ہے۔ اغراض ہیں!! مثلا آپ کی دُنیا کی فلاں پریشانی دور ہو جائے گی! اور آپ کو تو قرآن بھی پڑھنا نہیں آتا نکل جاؤ! قرآن ٹھیک ہو جائے گا۔ آپ کی تو نماز بھی ٹھیک نہیں ہے!! نکل جاؤ! نماز ٹھیک ہو جائے گی۔ بیشک! نکل کر نماز بھی ٹھیک کرنا ہے، لیکن حضرت جی مولانا محمد الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا چھپا ہوا ملفوظ مولانا منظور نعمانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے نقل کیا ہے کہ یہ کلمہ نماز کا ٹھیک ہونا میرے کام کی الف، ب، ت ہے۔

مولانا الیاس اور اُن کی دینی دعوت میں ہے کہ مولانا الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا سب سے بنیادی مقصد یہی تھا اِس کام سے؛ کہا کرتے تھے: مولوی ظہیر! ''میں تو ایک قوم تیار کرنا چاہتا ہوں''۔ (مولانا الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ اِس کے لیے بالکل بھی تیار نہیں تھے کہ اِس کام کے کرنے والے کسی بھی طریقہ کو اختیار کرلیں؛ اور کسی بھی طرف چل پڑیں۔) آگے کہتے ہیں کہ ''ایک بڑی تعداد میں ایک ایسا مجموعہ تیار کرنا چاہتا ہوں جس کو دیکھ کر لوگوں کو سنتیں یاد آئیں'' (ساری کتابوں سے

ہٹ کراور سارے اخبار ورسائل سے ہٹ کر ایک مسلمان کی عملی زندگی سے سنتوں کی تعلیم دینا چاہتا ہوں)

حضرات علماء کرام کا خروج:

ہمارے یہاں خروج کی جو ترتیب ہے بُنیادی طور پر وہ سب سے پہلے حضرات علماء کا خروج ہے۔ اور علماء ہمارے کام کی سب سے بڑی ضرورت ہیں۔

ابھی بھی بہت سے صوبے ایسے ہیں جہاں بیس بیس تیس تیس ہزار علماء موجود ہیں، لیکن ایک بڑی قلیل تعداد ہے، علماء کی جو نقل وحرکت کررہی ہے۔

ہمارے حضرت (حضرت جی مولانا محمد سعد صاحب کاندھلوی دامت برکاتہم العالیہ) ابھی کارگُزاری کے دوران فرمارہے تھے کہ اِتنی بڑی تعداد کے ہوتے ہوئے علماء کا نقل وحرکت پر نہ ہونا یہ اُن علاقوں کے کام کرنے والوں کا علماء سے رابطہ کا نہ ہونا یا کم ہونا ہے۔ جس طرح ایک مریض ڈاکٹر کو تلاش کرتا ہے' اور مقدمہ میں پھنسا ہوا آدمی وکیل کو تلاش کرتا ہے اِسی طرح اپنے ساتھ اللہ کے راستے میں چلنے کے لئے ہماری جماعتیں حضراتِ علماء کرام کو تلاش کریں۔ کیونکہ یہ ہماری بُنیادی ضرورت ہے۔ ہمارے سامنے کھانے، پینے، ٹکٹ، اور سفر کی ساری ضرورتیں ہیں، اور ہم ان کے پورا کرنے کو ضروری سمجھتے ہیں، اسی طرح سب سے بڑی ضرورت علم ہے اسے ہم ضروری سمجھیں، ہر جماعت اپنے ساتھ ایک عالم کو لے کر چلنا ضروری سمجھے۔

ایک بڑی عجیب بات اللہ تعالیٰ نے پچھلے سہ ماہی میں کہلوائی ہے حضرت (حضرت جی مولانا محمد سعد صاحب دامت برکاتہم) سے، فرمایا کہ ''جس چیز کی قدر عوام کے درمیان سے نکل جاتی ہے وہ چیز بے اہمیت ہو جاتی ہے، جس چیز کی فکر عوام میں رہتی ہے اُس چیز کی اہمیت باقی رہتی ہے''۔ عوام میں وکیلوں کی ضرورت واہمیت ہے اس واسطے اُن کی اہمیت باقی ہے، عوام میں ڈاکٹروں کی ضرورت ہے اس واسطے اُن کی اہمیت باقی ہے، عوام میں انجینئروں کی ضرورت ہے اِس واسطے انجینئرس کی اہمیت باقی ہے، یہ سارے کے سارے شعبے آپ کو مضبوط ملیں گے عوام اہلِ علم کی ضرورت محسوس نہیں کررہی ہے اس واسطے علماء کی اہمیت نہیں ہے۔

پہلی فِکر یہ ہونی چاہیے کہ ہمارے علماء حَرکت میں آئیں۔ کوئی عالم ایسا باقی نہ رہے جس کا سال نہ لگا ہو۔ یہ سب سے ادنیٰ درجہ ہے کہ سال لگے۔ ہر عالم کا سال مطلوب ہے اَمْهِلْنَا سَنَةً یَارَسُوْلَ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! یہ علماء نے خود حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا ہے کہ آپؐ ہمیں ایک سال کی مہلت دے دیجئے!! ہم ان کو (قبیلہ ٔ اشعریین کو دین سکھائیں گے)، بار بار حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے رہے: بتاؤ! تمہیں کیا ہو گیا' اگر تم اِن لوگوں کو دین سکھاؤ ورنہ میں دُنیا میں تم کو سزا دوں گا۔

حضرت اقدس مولانا ابوالحسن علی ندوی رحمۃ اللہ علیہ کی بات نقل کررہا ہوں۔ آپ تو کہہ رہے ہیں' مَیں نے تو ندوۃ العلماء کا یہ نظام باقاعدگی کے ساتھ سوچ لیا ہے کہ سند ہی اُسے دوں گا جو سال لگائے گا، یعنی ایسی اہمیت ہمارے یہاں علماء

حضرات، ہمارے قائدین جو تھے، ہمارے مدارس کے اعتبار سے یہ نظریہ ان کا سال کے اعتبار سے ہوتا، سال کی اہمیت اُن کے پاس تھی۔ کہ میرا جی یہ نہیں چاہتا کہ مَیں کسی عالم کو سند دوں جس نے سال نہیں لگایا ہوا ہے اللہ کے راستہ میں۔ حضرت اقدس مولانا الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت مولانا علی میاں ندویؒ کی بات کو خوب سَراہا پھر فرمایا: ہمارا جی چاہتا ہے کہ لوگ سند کی وجہ سے سال نہ لگائیں۔

ہمارا جہاں تک اندازہ ہے پہلے سال سے زیادہ آسان ہے علماء کا دوسرا سال لگوانا

ہمارے علماء کے دوسرے سال کی تشکیل بڑی اہمیت کے ساتھ ہونی چاہیے۔ کتنے صوبے ایسے ہیں جہاں بڑی تعداد علماء کی موجود ہے، لیکن کہیں سے دوسرے سال کے لیے دو نام، کہیں سے تین نام کہیں سے چار نام آرہے ہیں۔ (یہ کمزور بات ہے) جس طرح ہم پہلے سال کی فِکر کر رہے ہیں (دوسرے سال کی بھی فکر کریں)۔ ہمارا جہاں تک اندازہ ہے پہلے سال سے زیادہ آسان ہے علماء کا دوسرا سال لگوانا۔ پھر اُس کے بعد تیسرا سال اہتمام سے علماء کا لگے۔ پوری طریقہ سے اس کی تشکیل کی جائے۔

پہلے، دوسرے اور تیسرے سال کے درمیان کا فاصلہ

پھر اب پہلے سال اور دوسرے سال کے درمیان کا جو وقفہ سوچا ہے دوسرا سال جو عرب میں لگایا جائے گا اُس میں وقفہ دو سال کا ہو۔ اور دوسرے اور تیسرے سال کے درمیان کا جو وقفہ ہوگا وہ تین سال کا ہوگا۔

وقفہ کو سمجھئے! کہ یہ وقفہ کیوں ہوگا؟! یہ بڑی اہم بات آپ سے عرض کر رہے ہیں! یہ وقفہ صرف اس واسطے نہیں ہے، تاکہ یہ حقوق العباد کو ادا کریں، کہ بیوی کا حق ہے، بچّوں کا حق ہے، اِس کو پورا کرلیں؛ بلکہ اپنے علاقہ میں رہ کر کام کو اچھی طریقہ سے سمجھیں، یہ وقفہ اس واسطے دیا جارہا ہے۔ یہ اپنی مسجد کے لیے مستقل طور پر اہتمام سے استعمال ہوں، اپنی شب گُزاریوں میں اہتمام سے استعمال ہوں، اپنے ماہانہ جوڑوں میں استعمال ہوں، اضلاع کے مشورے ہو رہے ہو تو ان کے اندر استعمال ہوں، حلقوں کے مشورے ہو رہے ہیں اُ۔ کے اندر استعمال ہوں، اِن کا سالانہ عمومی خروج اہتمام کے ساتھ ہو۔ اہتمام کے ساتھ اِن عمومی جماعتوں کے ساتھ چار مہینہ کا خروج ہو، جتنا یہ مقام کام کے اندر استعمال ہوں گے اُتنا ہی پھر باہر جا کر کچھ کام کرسکیں گے؛ ورنہ یہ صرف اجتماعات اور جلسے اور سال کے ہو کر رہ جائیں گے، پھر کوئی بات پہنچا نہیں پائیں گے۔

علماء کے تین سال نئی بات نہیں ہے بلکہ پُرانی ہے

حضرت مولانا الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں بھی ایسا دستور نکل کر سامنے آیا، اصل ہوتا یہ ہے کہ پُرانی باتیں ہم نئے لوگوں کے سامنے نہیں ہیں۔ تو جب پُرانی باتوں کو بتایا جاتا ہے تو نیا آدمی یہ سمجھتا ہے کہ یہ نئی بات ہے، حضرت ہمارے (حضرت جی مولانا محمد سعد صاحب دامت برکاتہم) فرماتے ہیں: ہم نئے ہیں، باتیں نئی نہیں ہیں، باتیں ساری پُرانی ہیں۔ یہ۔ حضرت جی مولانا الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے زمانہ کا لکھا ہوا، حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریا رحمۃ اللہ علیہ کا لکھا ہوا

دستور یہ نکل کر سامنے آیا ہے فرماتے ہیں کہ 3رجنوری 1943ء بروز اتوار آج بعد مغرب ایک لمبی چوڑی بحث ومباحثے کے بعد ہمارے یہاں مشورہ میں یہ بات طئے کی گئی ہے کہ علماء حضرات اللہ کے راستہ میں 3 سال لگائیں گے۔ایک سال داخلی سال ہوگا' دوسرا سال عرب کا سال ہوگا' تیسرا سال غرب کا سال ہوگا' اِس طرح ہمارے یہاں کتنے سال لگیں گے!! تین سال لگیں گے بقلم محمد زکریا اور اوپر سارے مقیمینِ مرکز کے اُس دستور کے اندر نام لکھے ہوئے ہیں۔حضرت جی مولانا یوسف صاحبؒ، حضرت جی مولانا انعام الحسن صاحبؒ، حضرت جی مولانا احتشام الحسن صاحبؒ، حضرت مولانا عبیداللہ بلیاوی صاحبؒ، سارے مشائخین اُن کے نام لکھے ہوئے اور نیچے حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریا رحمۃ اللہ علیہ کا نام۔تو میرے محترم! یہ کوئی نئی چیز نہیں ہے تین سال علماء کے۔پھر اسی کے ساتھ ساتھ بڑے اہتمام کے ساتھ علماء حضرات کی سالانہ چار ماہ کی ترتیب بنے۔اور نمبر اخیر بات علماء کے اعتبار سے وہ نظام الدین آمد کی ترتیب ہو علماء حضرات کی، میرے محترم! یہ بڑا اہم ترین تقاضہ ہے جو پورے مُلک کے سامنے بڑے اہتمام سے رکھنے کی اور سمجھنے کی ضرورت ہے۔

حضراتِ علماء کرام کی مرکز میں آمد

علماء کرام کا جو شعبہ یہاں پر قائم ہے مستقل طور پر ہمارے مُلک کے ہر ہر صوبہ کے مستقل طور پر نمائندے اِس علماء کے شعبہ میں مستقل طور پر آتے ہیں۔ ہمارے 26 یا 30 جو صوبے ہیں' اگر ہر صوبہ کے دو دو علماء بھی ۱۲ر مہینوں کے اعتبار سے ترتیب بنالیں کہ ہمارا دو مہینہ والا ایک عملہ مستقل یہاں رہے گا' ایک کے جانے سے پہلے پہلے ہم دوسرا بنادیں گے'60 علماء ہمیں صوبہ سے بآسانی مل سکتے ہیں۔اور کوئی مشکل کام نہیں ہے۔ہر عالم کو چھ علماء ہر صوبہ سے لینا کوئی بڑی مشکل چیز نہیں ہے دو دو مہینوں کے واسطے۔یہ علماء کے شعبہ میں مستقل طور پر رہ کر (کام دیکھیں گے) کہ کام کی کیا ترقّی ہورہی ہے' کام کے کیا تقاضے ہیں۔

حضراتِ علماء کرام کا سالانہ خروج

سال لگائے ہوئے علماء کرام جو اپنا سالانہ چلّہ لگارہے ہیں اُن کا ایک سال چلّہ کا خروج اپنے علاقہ سے ہوگا اور ایک سال کا خروج نظام الدین سے' یہ ترتیب ہے، یہ بات نظام الدین کے مشورہ سے طئے شدہ ہے کہ جس سال نظام الدین سے چلّہ لگانا ہے اُس میں صوبہ والوں کو مشورہ کا اختیار نہیں ہے۔نہ کوئی مسجد اُن کا رُخ بنا سکتی ہے، نہ کوئی ضلع رُخ بنا سکتا ہے، نہ کوئی حلقہ رُخ بنا سکتا ہے، جب بھی جماعت کے اندر سالانہ چلّہ لگانے کے لیے کوئی عالم آئے تو اُن سے معلوم کرلیا جائے کہ یہ نظام الدین والا چلّہ ہے یا اپنے علاقہ کا۔اگر یہ نظام الدین کا چلّہ ہے تو اُن سے کہہ دیا جائے کہ آپ کا رخ نظام الدین سے طئے ہے۔آپ نظام الدین سے سالانہ چلہ لگائیں، اِتنا بڑا طبقہ ہے، علماء کا ایک بڑا طبقہ ہے' جو حرکت میں ہے، سالانہ چلّہ لگارہے ہیں پابندی سے' کم سے کم وقت لگائے ہوئے علماء تو نظام الدین آئیں۔

اپنی مقررہ باری میں صوبے والے اپنے یہاں سے کم سے کم 100 علماء دو ماہ نظام الدین کے لئے دیں:

الحمدللہ! اللہ کا بڑا فضل ہے' پورے ملک کے اعتبار سے دو دو مہینے طئے ہیں، اور دو دو مہینہ کے اعتبار سے باضابطہ ہمارے صوبوں نے نظام الدین کی خدمت لی ہوئی ہے، تو اِن صوبوں کے اعتبار سے بھی نظام الدین آئیں، کم سے کم 100 علماء ہمیں ہر حال میں دو مہینہ کے واسطے سال والے چاہئے۔ اس واسطے ہم نے درخواست کی تھی کہ سہ ماہی پورا ہونے سے پہلے پہلے اُس کی فہرست باقاعدہ ابھی صوبہ والے ہمارے حوالہ کر کے جائیں، جس طرح آپ نے بیرون کے تقاضوں کے اعتبار سے، اور دیگر تقاضوں کے اعتبار سے نام پیش کیئے تھے' اِسی طرح اپنے اپنے صوبہ سے کم سے کم 100 علماء دو مہینے نظام الدین میں رہیں' یہ نام ہمیں دے دیجئے!!۔

سالانہ چلہ والے کم سے کم 100 علماء جو ایک چلّہ اپنے یہاں سے لگا چکے ہیں' اگلا چلّہ نظام الدین لے کر آئیں

اور اسی طرح کم سے کم 100 علماء وہ سالانہ چلّہ والے' جو ایک چلّہ اپنے یہاں سے لگا چکے ہیں' اگلا چلّہ نظام الدین لے کر آرہے ہیں، اس طرح اِن دو مہینوں کے اندر 200 علماء ہر حال میں ہمیں ضرورت ہے۔ تو ایسی ترتیب ہمارے پورے مُلک کے اعتبار سے حضرات علماء کی بنی چاہیے، کہ حضرات علماء کی آمد نظام الدین ہو، اور کثیر تعداد میں ہو۔ حضرت مفتی زین العابدین صاحبؒ، حضرت مولانا سعید احمد خان صاحبؒ مکی، حضرت مولانا عبید اللہ صاحبؒ، یہ سارے کے سارے علماء حضرات ہوا کرتے تھے جو ہر وقت حضرت جی مولانا یوسف صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے اِرد گرد رہا کرتے تھے، حدیث میں ہے لیلینی منکم اولوا الاحلام والنھی (بالغ اور سمجھ دار لوگ میرے قریب میں آئیں) ایسے سمجھدار لوگوں کا' ایسے اہلِ علم لوگوں کا، ہر شعبہ میں مستقل ہونا یہ صوبہ والوں کے لیے بھی فائدہ مند ہے اور آنے والے تقاضوں میں بنیاد فراہم کرنے کی چیز ہے۔

عوام کا خروج

عوام کے خُروج کے اعتبار سے ہر سال کے ۴/ ماہ اہتمام کے ساتھ ہمیں مستقل طور پر مطلوب ہے، یہ کام کی ترتیب ہے، سالانہ چلّہ ہمارے کام کی ترتیب نہیں ہے۔

ہم ہر عامی سے عامی آدمی سے سالانہ چار ماہ کا مطالبہ کریں:

حضرت جی مولانا الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ، حضرت اقدس مولانا یوسف صاحب رحمۃ اللہ علیہ ان کی یہ تمنّا تھی کہ ہر اُمتی سالانہ ۴/ ماہ پر آئے، باقاعدہ حضرت اقدس ابوالحسن علی ندوی رحمۃ اللہ علیہ کے خطوط میں لکھی ہوئی بات ہے کہ جو آدمی ہر سال ۴/ ماہ لگانے کو اپنا جزوِ زندگی نہ بنائے وہ ایمان کی حلاوت نہیں چکھ سکتا۔ یہ حضرت مولانا الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا ملفوظ ہے، جو بڑے عالم ہیں اور اسے حضرت اقدس مولانا ابوالحسن علی ندوی رحمۃ اللہ علیہ نقل کر رہے ہیں، ہم اِسے غلو سمجھ رہے ہیں۔ اِس واسطے سالانہ چار ماہ کی عمومی فضاء بنے، ہم ہر عامی سے عامی آدمی سے سالانہ چار ماہ کا مطالبہ کریں۔ حضرت عمر ابن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے باقاعدگی کے ساتھ یہ چار ماہ متعین کیئے، حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے

مشورہ سے یہ ۴/ماہ متعین کیئے۔حضرت جی مولانا یوسف صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے باب قائم کیاالخروج لثلاثۃ اربعینات في سبیل اللّٰہ ، اللہ کے راستہ میں تین چلّوں کے واسطے نکلنا ہے۔تین مرتبہ ۴/ماہ لگانے کا باب قائم کیا ہے، اس طرح ہمارے کام کرنے والے فکرمند ساتھی اس کی بات اپنے منبر سے بالکل ایسا چلادیں کہ جو چلّہ لگا رہا وہ اپنے آپ کو کمزور محسوس کرے، وہ اس بات کی کمی محسوس کرے کہ جیسا وقت مجھے دینا چاہیے تھا مَیں ایسا وقت نہیں دے رہا ہوں۔حضرت ہمارے (حضرت جی مولانا سعد صاحب دامت برکاتہم) بڑی قیمتی بات فرماتے ہیں کہ لوگ جو کر رہے ہیں (مثلا چلہ لگا رہے ہیں) اگر اُن کو وہی بتایا جائے گا تو جو اُن کی سطح ہے وہ سطح بھی گر جائے گی۔جو ابھی تک نہیں ہو رہا ہے، وہ بتایا جائے گا تو اس سے ان کی سطح بلند ہو جائے گی۔

عوام ایک سال اپنے صوبے میں چار ماہ دوسرے سال طئے شدہ صوبوں کے علاقوں میں چار ماہ، تیسرے سال بیرون میں پانچ ماہ لگائیں:

ایک سال چار ماہ اپنے صوبہ کے اندر، دوسرے سال چار ماہ دیگر صوبوں کے جو علاقے ان کو دیئے ہوئے ہیں ان کے اندر، اور تیسرے سال پانچ ماہ بیرون کے اندر لگائیں۔

بڑے بڑے خرچوں کی جماعتیں ہمارے یہاں مستقل مطلوب ہیں:

میرے محترم دوستو! یہ حضرت (حضرت جی مولانا محمد سعد صاحب دامت برکاتہم) نے آج صبح بڑی قیمتی بات فرمائی تھی: ہمیں ہر جماعت ہی 5 لاکھ خرچہ کی چاہیے۔حضراتِ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے یہاں جتنا مال کا خرچ کرنا اللہ کے راستہ میں ملتا ہے' اُتنا مال کا خرچ کرنا کہیں نہیں ملتا۔ابوبکر صدیقؓ نے عرض کیا، یارسول اللہؐ! جو کچھ ہے وہ مَیں لے کر آ گیا ہوں۔حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ جب مکہ مکرمہ سے نکلے حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ مدینہ منورہ جانے کے لیے جو کچھ گھر میں تھا، سب کچھ خرچ کر دیا۔() اِس لیے اس بات کا اہتمام ہونا چاہیے، کہ بڑے خرچوں کی جماعتیں ممالک کے اندر جائیں، پورا افریقہ منتظر بیٹھا ہوا ہے، سارا امریکہ آپ حضرات کا منتظر ہے، مراکش کے اجتماع میں کوئی ملک ایسا نہیں تھا 65 ملکوں میں جس کا سب سے پہلا تقاضہ یہ نہ ہو کہ ہمیں نظام الدین کی جماعت چاہیے۔ایک لاکھ خرچہ کی جماعت' ڈیڑھ لاکھ خرچہ کی جماعت، یہ ملکوں میں جا کر کیا کام کر سکتی ہے؟،

ذرا! اِس کو سمجھئے، مَیں بڑی اہمیت کے ساتھ آپ حضرات کے سامنے یہ بات عرض کر رہا ہوں۔چاہے ہماری داخلی جماعتیں ہوں، چاہے ہماری خالص باہر جانے والی جماعتیں ہوں، چاہے ہماری مستورات کی جماعتیں ہوں، چاہے ہماری مستورات کی جماعتیں ہوں، چاہے ہماری مَردوں کی جماعتیں ہوں' ہماری ہر ہر جماعت کے مصارف کو کھولنے (خرچوں کو بڑھانے) کی ضرورت ہے۔

دو ہزار میں چلّہ، تین ہزار میں چلّہ، چار ہزار روپے میں چلّہ لگ رہا ہے، یہ مستورات کے چلّے ہیں، دو دو ہزار میں لگ

رہے ہیں۔ دو ہزار روپے کی چلّہ کی جماعت نظام الدین آگئی، ہمارے ساتھی سُنا رہے تھے کہ جب ساتھیوں سے اختلاط کیا تو پتہ چلا کہ اس چلّہ کی تیاری میں 25 ہزار روپے لگے ہیں' اور چلّہ لگانے کا جو خرچہ ہے وہ صرف دو ہزار روپے ہے۔

اِتنے کے کپڑے سِلے، اِتنے کی فلاں چیز آئی، اِتنے کی فلاں چیز؛ جو ضروریات ہیں اُن کے یہ مصارف ہیں' اور جو غیر ضروری چیزیں ہیں اُن کے مصارف یہ ہیں۔

اِس واسطے آپ حضرات! اِس کا پورا اہتمام کیا کریں کہ داخلی جماعتوں میں کھلا خرچ رکھا جائے۔ خرچہ کے اندر جتنی وُسعت ہوگی، اتنا بنجر بستیوں میں گھس کر جماعتیں کام کرسکیں گی۔ ہم اپنی چلّہ کی جماعتوں کو پورے ملک کے اندر بکھیرنا چاہتے ہیں، (خاص طور سے) مستورات کی جماعتوں کو؛ کتنے علاقے ارتداد اور بے دینی کے ہیں' یہ دو دو ہزار اور تین تین ہزار روپے کی جماعتیں کہاں تک جاسکتی ہیں؟

لاکھوں روپیہ جس گھر میں شادی پر خرچ ہو رہے ہوں، آپ اس گھر سے دو ہزار روپے کی جماعت بھیجیں (یہ کیسی معیوب بات ہے)۔ حضرت مولانا یوسف صاحب فرمایا کرتے تھے: خاندانوں کو جوڑنے پر مال خرچ ہو رہا ہے' اللہ کے بندوں کو اللہ سے جوڑنے پر مال خرچ نہیں ہو رہا ہے۔ اِس واسطے ہماری جو بھی جماعتیں اللہ کے راستہ میں جارہی ہیں یہ بڑے خرچہ کے ساتھ جائیں، چاہے مَردوں کی جماعتیں ہوں، یا مستورات کی،

سالانہ چھ مہینہ کی ترتیب قائم کریں:

دوسری بات یہ ہے کہ ماہانہ 10 / یوم بڑے اہتمام کے ساتھ لگانے کی ترتیب قائم ہو اور اپنی قُربانیوں کو آگے بڑھانے کی فِکر کی جائے۔ اِسی طرح پُرانا عملہ ہر سال نظام الدین دو دو مہینہ کے واسطے اہتمام سے آئے۔ پہلے چار ماہ کا خروج ہو' پھر دو چار ماہ اپنے مقام پر کام ہو، پھِر اُس کے بعد دو مہینے یہاں نظام الدین میں۔

نظام الدین میں صف اول کا عملہ مطلوب ہے:

نظام الدین میں صف اول کا عملہ مطلوب ہے، اس کی بے حد ضرورت ہے، مما لک کے تقاضوں کے اعتبار سے، کام کی ترقّی کے اعتبار سے، یہ پُرانا عملہ مستقل طور پر نظام الدین میں رہے، حضرت جی مولانا یوسف صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے: میرا دل تو یہ چاہتا ہے کہ ہر دو ماہ پر کام کرنے والے نظام الدین آئیں۔ ہم تو دو مہینے کے لیے آتے ہیں؛ ورنہ حضرتؒ فرماتے تھے: ہر دو ماہ پر کام کرنے والے نظام الدین آئیں۔ تا کہ جو نظام الدین کے تقاضے ہیں، اُن کو پورا کیا جاسکے۔

جو صوبے دو مہینے کے واسطے نظام الدین آتے ہیں وہ اس بات کو اچھی طرح سمجھ لیں کہ اِس میں ہمیں تین مرتبہ 4 ماہ لگائے ہوئے ساتھی چاہئے۔

پورے ملک میں دو ترتیبیں ہیں، ۔ (۱) ایک ترتیب یہ ہے کہ ہر صوبہ کے اندر شوریٰ بنی ہوئی ہے، اور اُن کے ساتھ امیر ہے، (۲) اور دوسری ترتیب یہ ہے کہ شوریٰ ہے صوبہ کے اعتبار سے۔ جو دو مہینے نظام الدین کے متعین کیئے گئے ہیں صوبوں کے

اعتبار سے، اُس میں پوری شوریٰ امیر کے ساتھ دومہینہ نظام الدین میں ہر حال میں رہے۔ اس بات کا پوری طریقہ سے اہتمام کیا کریں کہ یہ اضلاع کے تقاضے اور صوبوں کے تقاضے باقی اُن 10 مہینوں کے اندر ہوں جو نظام الدین کے علاوہ ہیں۔ ایک صوبہ والوں سے پوچھا گیا کہ آپ کے ذمہ دار کہاں ہیں؟ انہوں نے کہا کہ ہمارے یہاں تو اضلاع کے اندر صوبے کی جماعتیں چل رہی ہیں، اس میں پوری شوری ہے ہم نے دو ساتھی نظام الدین دو ماہ لگانے کے واسطے بھیجا ہے۔ (یہ افسوس کی بات ہے)

ہر صوبہ خود مستقل صوبہ ہے نظام الدین آنے میں:

اِس بات کو ہم اچھی طرح محفوظ کرلیں، جتنے بھی صوبے ہیں یہ کسی دوسرے کے مُعاون نہیں ہیں' ہر صوبہ خود مستقل صوبہ ہے نظام الدین آنے کا۔ یہ نہیں کہ صاحب! ہمیں ایم پی کے ساتھ معاونت پر لگایا گیا ہے، ہمیں فلاں صوبہ کے ساتھ معاونت پر لگایا گیا ہے، کسی کو کسی کی معاونت پر نہیں لگایا گیا' ہر صوبہ خود مستقل صوبہ ہے نظام الدین آنے میں۔ جو چھوٹا درخت بڑے درخت کے نیچے ہوتا ہے' وہ نہ پھول دیتا ہے نہ پھل دیتا ہے، اور نہ بڑھتا ہے۔ یہ جو آپ کے پیچھے والے ہیں کل کو انہیں کام سنبھالنا ہے۔ جب تک آپ ان کو اپنے اضلاع کی' اپنے حلقوں کی' اپنے صوبوں کی ذمہ داری نہیں ڈالیں گے' اُس وقت تک ذمہ داری لے کر چلنے کی صلاحیت پیدا نہیں ہوگی۔ اس طرح ہمارے یہاں اس بات کا پوری طریقہ سے اہتمام ہونا چاہیے کہ نظام الدین کے اندر صوبہ کے ذمہ دار ساتھی، شوریٰ کے صفِ اوّل کے ساتھی وہ مستقل طور پر اپنا وقت دیں دومہینہ کے اعتبار سے۔

مستورات کا خروج:

تیسرا خروج مستورات کا خروج ہے۔ جس طرح مَردوں کی ذمہ داری اللہ کے راستہ میں نکلنے کی ہے اِسی طرح مستورات کی ذمہ داری اللہ کے راستہ میں نکلنے کی ہے۔ یہی ہمیں سیرت سے ملا ہے۔

اس واسطے مستورات کے خروج کا بڑا اہتمام ہونا چاہیے۔ حضراتِ صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین کے یہاں' اور حضراتِ صحابیاتؓ کے یہاں بڑے اہتمام سے خروج ہوتا تھا، امّاں عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں باقاعدہ ہمارے گھر کے اندر اللہ کے راستہ میں نکلنے کا ایسا جذبہ ہوا کرتا تھا کہ اللہ کے رسولؐ قرعہ ڈال کر نام متعین کرتے تھے۔ ام عطیہ انصاریہ فرماتی ہیں کہ مَیں نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ساتھ ۷ رغزوات میں شرکت کی ہے، ترکیہ کے بارڈر پر (قبرس میں) اُمِّ حرام رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی قبر ملتی ہے۔ دیکھئے توصحیح!! اُمِّ حرامؓ تمنّا کررہی ہیں کہ مَیں اللہ کے راستہ میں نکل کر شہید ہوں، یہ جذبات مستورات کے نکلنے ہونے چاہئیں۔ ہمارے حضرت (حضرت جی مولانا محمد سعد صاحب دامت برکاتہم) یہاں تک فرماتے ہیں' کہ اگر مَردوں کی جماعتیں نہیں نکل رہی ہیں تو اُس سے زیادہ بڑی تعداد مستورات کی جماعتوں کے نکلنے کی ہونی چاہیے۔ جس طرح ہم مردوں کی ایک ایک جماعت سے ایک ایک مسجد کو مسجدِ نبویؐ کے طرز پر لے کر آنا چاہتے ہیں،

اِسی طرح مستورات کی جماعتوں کی نقل وحرکت کے ذریعہ ایک ایک گھر کو حضور اکرم ﷺ کے معمولات پر لانا چاہتے ہیں۔اِس طرح ہمارے یہاں مستورات کے کام کی بڑی اہمیت ہونی چاہیے۔

مستورات کے خروج کی ترتیب

مستورات کے خروج کی ترتیب یہ رہے گی کہ ہر تیسرے ماہ ان کا سہ روزہ لگے گا، سالانہ عشرہ لگے گا، اور ہر تیسرے سال اہتمام سے چلّہ لگے گا۔ اور جن کے دو چلّے لگے ہوئے ہیں وہ دو ماہ مع مستورات بیرون جائیں گے اس طرح ہمارے مستورات کے خروج کی ترتیب سے متعلق حضرت جی مولانا یوسف صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے حیاۃ الصحابہ میں باقاعدہ باب قائم کیا ہے۔تو معلوم یہ ہوتا ہے کہ اُصول اور ضابطے اور طریقوں کی رعایت کرتے ہوئے پوری طرح اللہ کے راستہ میں ہماری مستورات کا نکلنا ہو، جو ہمارے کام کے اُصول ہیں اُن کی رعایت کرتے ہوئے جتنا دعوت اور تبلیغ کے کام میں مستورات کے خروج میں مستورات کا تحفظ باعتبارِ پردے اور شریعت کے کیا جاتا ہے' دُنیا میں کسی جگہ اِتنا تحفظ آپ کو نہیں ملے گا۔ اِس کو اچھی طرح سمجھنا ہے اور اپنے یہاں کے حضرات علماء کرام کے پاس بار بار جا کر مستورات کے کام کی کارگزاری' کوائف اور شرائط سے اُنہیں باخبر کرنا بے حد ضروری ہے۔

سہ روزہ مع مستورات کے کوائف

(۱) شرعی محرم ساتھ ہو۔ (۲) پردے کا پوری طریقے سے اہتمام ہو۔ (۳) کنواری لڑکی صرف اپنی ماں کے ساتھ خروج کرے گی۔ (۴) بچّے والدین کے ساتھ اللہ کے راستہ میں نہ جائیں۔

عشرہ مع مستورات کے کوائف

مذکورہ بالا تمام کوائف کے ساتھ مَرد کا چلّہ لگا ہوا ہو۔ مَرد باشرع ہو، حاملہ عورت ایامِ محفوظہ میں عشرہ میں جا سکتی ہے۔ تین مرتبہ سہ روزہ لگائی ہوئی مستورات ہوں۔ عشرہ میں جانے والی کنواری لڑکی اپنی ماں کے ساتھ جائے گی۔ اگر شادی شدہ ہے تو اپنے شوہر کے ساتھ جائے گی۔ یعنی گویا کہ معلوم یہ ہے کہ کنواری لڑکی اپنی ماں کے ساتھ عشرہ جا سکتی ہے۔

چلّہ مع مستورات کے کوائف

(۱) مذکورہ بالا تمام کوائف کے ساتھ۔ (۲) خاتون کا عشرہ لگا ہوا ہو چلّہ کیلئے۔ (۳) اور جو جماعت چلّہ کی جارہی ہے اُس میں ایک چلّہ لگائی ہوئی مستورات پہلے سے موجود ہوں۔ (۴) چلّہ کی مستورات کی روانگی بھی نظام الدین سے ہوگی واپسی بھی نظام الدین سے' پورے ملک کے اعتبار سے۔ (۵) اور مَرد کے ۴ رمہینے لگے ہوئے ہونے چاہئیں۔

بیرون مع مستورات کے کوائف

(۱) مذکورہ تمام تر کوائف کے ساتھ۔(۲) تین بار ۴/ماہ لگے ہوئے ہوں یا بیرون کا سفر پہلے کیا ہوا ہو؛ دونوں میں سے جو بھی ہو۔(۳) عورت کے دو بار چلّے لگے ہوئے ہوں۔

طلبہ پر محنت کی ضرورت

مدارس کے طلبہ اور عصری طلبہ کے خروج کی بے حد ضرورت محسوس ہو رہی ہے، یہ ہمارا مستقبل ہیں۔ اور اُن کی سب سے زیادہ فِکر کی ضرورت ہے۔ کل مولود یولد علی الفطرۃ ہر بچّہ اپنی فطرت پر پیدا ہوتا ہے (یعنی اسلام پر)، پھِر اُس کے والدین اُس کو یہودی بناتے ہیں یا نصرانی بناتے ہیں یا مجوسی بناتے ہیں، ہمیں پتہ نہیں ہم اپنی اولاد کو کیا بنانا چاہتے ہیں!!۔ کن جگہوں پر اُن کو ڈالتے ہیں، سالوں گُزر جاتے ہیں' باپ کا بیٹے کو نہیں پتہ، بیٹے کا باپ کو نہیں پتہ، جانوروں کو پالا جاتا ہے اس طرح اولاد کو بھی پالا جا رہا ہے، جانور کے اوپر بھی وزن ڈالا جاتا ہے اولاد کے اوپر بھی وزن ڈالا جاتا ہے۔ جانوروں سے بھی کموایا جاتا ہے اسی طرح اولاد سے بھی کمواتے ہیں۔ جو کام پہلے جانوروں سے لیئے جایا کرتے تھے آج وہ اولاد سے لیئے جا رہے ہیں، تو اِس کی بڑے اہتمام کے ساتھ فِکر ہونی چاہیے، کہ ہماری اولاد وہ کس ماحول کے اندر ہے۔ کن جگہوں پر ہے۔ اِن کا بار بار اللہ کے راستہ میں نکل کر دین' مسجد اور اعمال کے ماحول میں وقت گُزارنا، ان کے عقائد کے واسطے، ان کے علم کے واسطے، زندگی گُزارنے کے واسطے بڑا محفوظ ترین راستہ ہے۔ اِس کے واسطے! اب ہمارے یہاں بھی سہ ماہی مشورہ کے اندر بڑے اہتمام کے ساتھ طلبہ کے خروج کے بارے میں غور وفِکر کیا جا رہا ہے۔

دینی مدارس کے طلبہ کا خروج

مدارس کے طلبہ سے خروج کے طلبہ کی ترتیب یہ ہے کہ ہر جمعرات میں ۲۴/گھنٹہ کے واسطے اللہ کے راستہ میں ہر طالبِ علم کا ہر ہفتہ کا خروج ہو۔ اب اس کے اندر دو چیزیں بڑی بُنیادی ہیں، اسے اچھی طریقہ سے اپنے یہاں محفوظ کر لیجئے! (۱) تعلیم کی پوری طریقہ سے رعایت کرتے ہوئے خروج ہو۔(۲) مدرسہ کے قانون کی بھی رعایت کی جائے۔ بقرعید کی چھٹیاں آئیں یا دس دس بارہ بارہ دن کی ششماہی امتحان کی چھٹیاں ہو رہی ہوں اُس میں پہلے سے اہتمام کے ساتھ خروج کی فِکر کی جائے۔

(۳) جو سالانہ چھٹیاں ہمارے یہاں مدارس میں آتی ہیں مثلاً شعبان اور رمضان کے مبارک مہینوں میں اس میں اہتمام سے چلّہ کی ترتیب بنے۔ اور جو طلباء حضرات تدریس سے فارغ ہوئے ہیں اُن کی سال کے اہتمام کے ساتھ خروج کی فِکر کرنی چاہیے۔

عصری طلبہ کا خروج

عصری طلباء خروج مہینہ میں تین دن ہے۔ اب جب ہم نے غور وفِکر کیا اور پورے ملک کے احوال لیے تو اس میں دو نوعیتیں ہمارے سامنے آئی ہیں (۱) بعض جگہوں پر مہینہ میں 3 دن کی چھٹیاں ہوتی ہیں تو جہاں پر مہینہ میں تین دن کی چھٹی مل رہی

ہیں وہاں عصری طلباء سہ روزہ ایک ساتھ لگائیں گے۔ (۲) جہاں پر مہینہ میں تین دن کی چھٹیاں نہیں مل رہی ہیں وہ ۲۴، ۲۴/ ۲۴/ گھنٹے کر کر تین اتوار میں اللہ کے راستہ میں خروج کریں گے۔ اس کے اندر دو چیزیں بہت اہتمام سے کرنی کی ہیں؛ (۱) اُن کے ساتھ کم سے کم دو ایسے پُرانے فکر مند ساتھی لگائے جائیں جو اپنا سہ روزہ لگا چکے ہوں۔ (۲) یہ طلباء پورے ہفتہ محنت کر کے نئے نئے طلباء کو ساتھ نکالنے کی کوشش کریں مستقل طور پر کیونکہ جو تعداد عصری طلباء کی اللہ کے راستہ میں نکلنے کی مطلوب ہے ابھی تک وہ تعداد نہیں آ رہی ہے۔

طالبات کی ہفتہ واری تعلیم

ہمارے یہاں مستقل طور پر پورے مُلک سے بہت اہتمام کے ساتھ بار بار سوالات آ رہے تھے طالبات کی فِکر کی جائے کیونکہ پورے مُلک بلکہ سارے عالم میں کثیر تعداد میں طالبات ہیں، اُن کے بارے میں ہمارے حضرت (حضرت جی مولانا محمد سعد صاحب کاندھلوی دامت برکاتہم العالیہ) نے یہ فرمایا ہے اور یہ بات مشورہ سے طئے ہوئی ہے کہ طالبات کی دو نوعیتیں ہیں؛ (۱) ایک نوعیت تو یہ ہے کہ بعض طالبات اپنے گھروں کے اندر رہ کر تعلیم حاصل کر رہی ہیں؛ یہ طالبات اہتمام سے ہفتہ واری تعلیم میں ضرور شریک ہوں۔ ہمارے حضرت (حضرت جی مولانا محمد سعد صاحب کاندھلوی دامت برکاتہم العالیہ) نے یہاں تک بات فرمائی ہے کہ اگر ہو سکے تو اتوار کے دن ہفتہ واری تعلیم رکھی جائے، تاکہ زیادہ سے زیادہ طالبات ہفتہ واری تعلیم میں شریک ہوں۔ (۲) دوسری نوعیت یہ ہے کہ بعض طالبات دارالاقامہ کے اندر ہیں مستقل طور پر ہوتی ہیں اُن طالبات کی ہاسٹل کے اندر کی ہفتہ واری تعلیم کی ترتیب قائم ہو۔ اُن کے قانون کی رعایت کرتے ہوئے اُس جگہ کے اُصول کی رعایت کرتے ہوئے۔ اور جب تک یہ تعلیم کی ترتیب قائم نہ ہو اُس وقت تک اپنے حلقہ کے مشورہ سے یا اپنی شب گزاری سے جیسا بھی آپ مناسب سمجھیں دو فکر مند پُرانے ساتھی جو مستورات کے کام کو سمجھے ہوئے ہوں، مستورات کے کام میں اُن کا وقت لگا ہوا ہو، مستورات کے کام کی نزاکت کو سمجھتے ہوں اُس جگہ کی رعایت اور کام کی نزاکت کو سمجھتے ہوئے اپنی خواتین کے ساتھ جا کر وہاں پر تعلیم کا حلقہ شروع کریں اور وہاں جا کر مہینہ میں کم سے کم ایک بار ترغیب کا نظام قائم کریں۔

خروج اور اعمالِ خروج سے متعلق کچھ بنیادی اُصول

(۱) ہمارے سہ ماہی مشورہ سے یہ طئے شدہ امر ہے۔ جو چلّہ کی جماعتیں اللہ کے راستہ میں نکل رہی ہیں وہ ایک ماہانہ مسجد وار جُوڑ کے حلقہ میں رہ کر پڑ کر اطمینان کے ساتھ کام کریں اور اگر تین چلّہ کی جماعت ہے تو وہ تین حلقوں کے اندر اطمینان کے ساتھ پڑ کر اپنے تین چلّے لگائیں۔ حضراتِ صحابہؓ کی سیرت میں یہ لکھا ہے کہ جہاں بھی جایا کرتے تھے مدینے والا ماحول بیان کرتے ہوئے آگے بڑھا کرتے تھے۔

گشت کی قسمیں اور ان کے مقاصد

(۲) ہماری جماعتیں اللہ کے راستہ میں نکل کر اہتمام کے ساتھ پانچوں گشتوں کی پابندی کریں، ہمارے حضرت (حضرت جی مولانا محمد سعد صاحب کاندھلوی دامت برکاتہم العالیہ) فرماتے ہیں: یہ ۵ گشت ۵ تقاضوں کے نام ہیں۔

(۱) آپ کی جماعت کسی علاقہ میں پہنچی ہے تو وہاں خواص سے ملاقات کا تقاضہ ہے، یہ خصوصی گشت ہے۔

(۲) اب خواص کے بعد عوام سے ملاقات کا تقاضہ ہے یہ عمومی گشت ہے۔

(۳) آپ کی جماعت نے کسی علاقہ کے اندر کام کیا ہے؛ اب اس کے بعد تشکیل کرنے کا تقاضہ ہوا ہے یہ تشکیلی گشت ہے۔

(۴) اب وصولیابی کا تقاضہ پیدا ہوا ہے تشکیل کے بعد تو یہ وصولیابی کا گشت ہے۔

(۵) اور اسی طرح تعلیم کے دوران اب تعلیم میں لوگوں کو لانے کی اور فکر کرنے کی ضرورت ہے وہ تعلیمی گشت ہے۔

یہ ۵ گشت ۵ تقاضوں کے نام ہیں۔ اِس طرح اہتمام سے جو جماعتیں جایا کریں چاہے وہ مُلک کے اندر جارہی ہوں یا وہ مُلک کے باہر جارہی ہوں وہ علاقوں کے اندر نصرت اور ہجرت کا ماحول قائم کریں۔

سب سے پہلی ملاقات وہ پُرانے ۴/ ماہ لگائے ہوئے ساتھیوں سے ہے، پورا پورا چلّہ گُزر جاتا ہے، پتہ نہیں چلتا کہ شہر میں ۴/ ماہ لگائے ہوئے ساتھی کتنے ہیں! مسجد کے اطراف میں چلّہ لگائے ہوئے ساتھی کتنے ہیں! جب تک نصرت مضبوط نہیں ہوگی ہجرت کمال پر نہیں پہنچے گی۔ حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ دو ہجرت والے ہیں، حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ دو ہجرت والے ہیں، لیکن جیسا انصار مدینہ نے نصرت کی ایسا حبشہ والوں نے نصرت نہیں کی۔ اللہ نے سارے عالم کا مرکز مدینے کو بنایا، حبشہ کو نہیں بنایا۔ اِس طرح ہمارے ساتھی اِس کا اہتمام کریں۔ دوسری ملاقات حضراتِ علماء کرام سے ہے اور تیسری ملاقات علاقہ کے با اثر لوگوں سے ہے۔

عمومی گشت بھی اسی طرح اہتمام سے ہو کیونکہ عمومی گشت ریڑھ کی ہڈّی کی حیثیت رکھتا ہے۔ تمام نبیوں کی سُنّت عمومی گشت ہے۔ کیونکہ ہر نبی نے عوام میں اُتر کر گشت کی ہے۔

تشکیلی گشت

تشکیلی گشت کے اندر حضرت جی مولانا یوسف صاحبؒ کی دو اہم باتوں کی ضرور رعایت کی جائے۔

(۱) حضرتؒ فرمایا کرتے تھے: تشکیل کی دو سطحیں ہیں، ایک ادنیٰ تشکیل ہے اور ایک اعلیٰ تشکیل ہے۔

ادنیٰ تشکیل یہ ہے کہ ہر گھر سے کم سے کم ایک آدمی ۴ مہینہ کے لیے نکلے۔

اعلیٰ تشکیل یہ ہے کہ ہر گھر میں ایک چھوڑ کر جتنے بالغ مَرد ہیں سب کو اللہ کے راستہ میں نکالنا ہے۔

ہم اپنی نکلنے والی (تمام) جماعتوں کو چاہے وہ سہ روزہ کی جماعتیں ہوں یا چلّہ کی جماعتیں ہوں یا ۴ ماہ کی جماعتیں ہوں یا ۵ ماہ بیرون کی جماعتیں ہوں یا ۲۴ / گھنٹہ طلبہ کی جماعتیں ہوں یہ ۴/ مہینہ سے کم کی تشکیل نہ کریں۔ ہر نکلنے والی جماعت ایک عمومی فضاء ۴ مہینے کی بنائے۔

پھر جو جتنا وقت لے کر آئے اُسے قبول کر لو۔ کوئی چلّہ لے کر آئے ہم چلّہ سے انکار نہیں کرتے، کوئی سہ روزہ لے کر آ رہا ہو ہم اُس سے انکار نہیں کرتے۔ کوئی صبح سے لے کر شام تک کا وقت دے رہا ہے، ہم اُس سے اِنکار نہیں کرتے، لیکن ہماری بات ۴ رمہینہ کی مضبوطی سے ہونی چاہیے۔

تعلیمی گشت

حضرت جی مولانا یوسف صاحبؒ کے بیان میں آپؒ سے ملتا ہے کہ 8 سے 10 منٹ تعلیمی گشت ہو۔ دو ساتھی تعلیمی گشت میں جائیں اور یہ گشت کر کے واپس آ جائیں پھر اگلے دو ساتھی تعلیمی گشت کریں۔

وصولیابی گشت

وصولیابی تعلیم کے ماحول کے اندر ہو۔ اِجتماعی ماحول یہ وصولیابی کے لیے بُنیادی شرط ہے۔ اگر وصولیابی کا گشت ہے۔ اور وصولیابی وہ اجتماعی ماحول چاہتی ہے۔ اِس طرح اہتمام سے اللہ کے راستہ میں نکل کر یہ ۵ باتوں کا اہتمام کریں۔

جماعتیں مقامی کام کو جماتے ہوئے چلیں

(۳) آپ حضرات! اپنی نکلنے والی جماعتوں کو اپنی ہدایات میں اِس بات کا پابند کیا کریں اور اِس بات کو اہتمام سے کہا کریں کہ نکلنے والی جماعتیں مقامی کام کو جماتے ہوئے چلیں۔ ہمارے حضرت (حضرت جی مولانا محمد سعد صاحب کاندھلوی دامت برکاتہم العالیہ) فرماتے ہیں کہ جو نکلنے والی جماعت کام میں نہیں لگتی وہ اپنے مقام پر آ کر اپنے مقامی کام نہیں کرتی۔ اِس واسطے روزانہ اہتمام سے مسجد کے مشورہ میں یہ نکلنے والی جماعتیں شریک ہوں۔ روزانہ اہتمام سے مسجد کی تعلیم میں نکلنے والی جماعتیں شریک ہوں۔ روزانہ اہتمام سے مسجد کے اندر ڈھائی گھنٹہ کی جو محنت ہو رہی ہے اُس میں نکلنے والی جماعتیں شریک ہوں۔ اور عملی طور پر سارے کام کرتے رہیں۔

مقامی کام

اِسی کے ساتھ ساتھ مقامی کام ہے۔ جو ہماری مسجد کے بُنیادی کام ہیں وہ مسجد کے ۵ راعمال ہیں۔ یہ پانچ اعمال یہ اصل داعی کی غذاء ہیں۔ یہ پانچ اعمال اصل استعمال ہونے کی جگہ ہے۔ یہ اصل پانچ اعمال یہ اصل بننے کی جگہ ہیں۔ بہت تیزی کے ساتھ اجتماعات اور جلسے کام کی اصل سمجھے جاتے ہیں، ہمارے حضرت جی مولانا یوسف صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا لکھا ہوا بیان؛ فرمایا کرتے تھے: جو آدمی مسجد کے اعمال میں شریک ہوئے بغیر اُسی مسجد کی شب گُزاری میں آئے گا وہ شب گُزاری اُس کے لیے فائدہ مند نہیں ہوگی؛ یہ سوچنے کی بات ہے۔ جب اُس مسجد کی شب گُزاری ہے، جب وہ اُس کے اعمال میں اِستعمال ہوئے بغیر اُس مسجد کی شب گُزاری اُسے نفع نہیں دے گی پھر یہ اِجتماعات، جلسے، مُلکوں کے تقاضے: اگر اپنی مسجد میں روزانہ استعمال نہیں ہے تو وہ اُسے کیا نفع دیں گے۔ اِس واسطے ہر ذمہ دار کی ذمہ داری ہے کہ وہ روزانہ اپنا وقت اپنی

مسجد کے اندر اہتمام سے لگائیں۔ 8 گھنٹے، 10 گھنٹے، 12 گھنٹے یہ ایسی ترتیب مسجد کی بنائیں۔ آدھے دن، آدھے رات کی، سب سے پہلی ترتیب' جو ہمیں صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین کی مبارک سیرت میں ملتی ہے۔ حضرت امام طحاوی علیہ الرحمہ نے با قاعدہ طحاوی میں جو اِن کے باب قائم کیا ہے اور اُس کے اندر با قاعدہ نقل کیا ہے کہ فجر سے پہلے جو مدینۂ منوّرہ میں جو اذانِ فجر ہوا کرتی تھی وہ اس واسطے ہوا کرتی تھی کہ جو لوگ مسجد کے اندر ہیں وہ گھروں پر آجائیں، آرام کرلیں، اور جو گھروں کے اندر آرام وہ مسجد میں آجائیں یہ اِس طرح با قاعدہ اہتمام ہوا کرتا تھا۔ حضرت امام طحاویؒ طحاوی شریف میں حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ کا قول۔ اِس طرح ہم آدھی رات' آدھا دن کا نظام با قاعدہ مسجدوں میں قائم کریں اور چوبیس چوبیس گھنٹے مسجدیں آباد کریں۔ بڑی آسان ہے مسجد کی آبادی کی محنت۔ ہمارے حضرت (حضرت جی مولانا محمد سعد صاحب کاندھلوی دامت برکاتہم) فرماتے ہیں' صرف دو لفظ مسجد کی آبادی کے، اعمالِ مسجد مسجد میں قائم کرتے ہوئے باہر کی ملاقاتوں کے ذریعہ لوگوں کو مسجد میں لے کر آنا یہ مسجد کی آبادی کا خلاصہ ہے۔ مَیں شروع سے ایک بات عرض کرتا آرہا ہوں کہ ہر کام بالکل سیرت کے مطابق ہو۔ ہماری مسجد کی آبادی کا ہر ہر عمل وہ سیرت کے مطابق ہو، سب سے پہلی چیز اُٹھا کر مسجد میں لے کر آنا ہے۔ یہ اصل جگہ مسجد کے اندر لے کر آنے کی ہے۔ حضرت عمر ابن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت معاذ ابن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت عبداللہ ابن رواحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ واضح طور پر اِن کے الفاظ ملتے ہیں: آؤ ہمارے ساتھ، اُٹھو ہمارے ساتھ، چلو ہمارے ساتھ، اپنے رب پر تھوڑی دیر ایمان لے کر آئیں۔ یہ ایمان کے حلقے اِس واسطے قائم کیئے جایا کرتے تھے تاکہ ایمان میں اضافہ ہو۔ حضرت امام بخاری علیہ الرحمہ نے اِسی کے اوپر باب قائم کیا ہے۔ یہ عبداللہ ابن رواحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا عمل ہے، ایک ایک کے ساتھ ایمان کا حلقہ لگا رہے ہیں۔ ایک زبردست قول علی ابن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مرقاۃ میں ملّا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے نقل کیا ہے لَوْ خُيِّرْتُ بَيْنَ الْجَنَّةِ وَالْمَسْجِدِ لَأَخْتَرْتُ الْمَسْجِدَ کہ اگر مجھے اختیار دیا جائے مسجد اور جنّت کے مقابلہ میں تو مَیں جنّت کے مقابلہ میں مسجد اختیار کروں گا۔ (یہ حضرت علی ابن ابی طالبؓ مسجد کے اہتمام میں اہتمام سے فرما رہے ہیں) تو یہ مسجد کے دو معمول ہمارے ہوں۔ (۱) سب سے پہلے آنے والے کو فریضہ ادا کروایا جا رہا ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مسجد کا معمول تھا آنے والے نے فریضہ ادا کیا، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ارجع فصل فانک لم تصل جاؤ! دوبارہ نماز پڑھو، تم نے نماز نہیں پڑھی، اِنہوں نے دوبارہ جا کر نماز پڑھی، پھر اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ارجع فصل فانک لم تصل ہمارے حضرت (حضرت جی مولانا محمد سعد صاحب کاندھلوی دامت برکاتہم) یہ فرماتے ہیں: ہم گھنٹوں بیٹھ کر بات کریں بات کا وہ اثر نہیں ہوسکتا جو اُس وقت کا فریضہ ادا کر کے بات کا اثر ہوتا ہے۔

مسجد کے حلقے

دو حلقے مسجد کے اندر لگیں: (۱) ایک علم کا حلقہ، (۲) ایمان کا حلقہ، یہ دونوں چیزیں حضرت (حضرت جی مولانا محمد سعد

صاحب کاندھلوی دامت برکاتہم) نے سیرت سے لی ہیں۔ مشکوٰۃ شریف کی روایت ہے، صحابیؓ فرماتے ہیں کہ حضوراکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم مسجد میں تشریف لائے، مسجد کے اندر دو حلقے لگے ہوئے تھے، ایک دُعاء ذکر والوں کا حلقہ لگا ہوا تھا، ایک علم کا حلقہ لگا ہوا تھا، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا: تمہاری مسجد کے اندر دو حلقے لگے ہوئے ہیں، ایک دُعاء ذکر والوں کا حلقہ ہے، اللہ کی مرضی یہ سُنیں یا نہ سُنیں، ایک حلقہ وہ ہے جو سیکھنا سکھانا کر رہے ہیں، بُعِثْتُ مُعَلِّمًا یہ فرما کر حضوراکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سیکھنے سکھانے کا والوں کے ساتھ بیٹھ گئے۔ اِس طرح میرے محترم دوستو! ہماری مسجدوں کے اندر یہ علم کے حلقے قائم ہوں۔

آنے والوں کواُن کے اہتمام کے ساتھ اُن کونماز پر قائم رکھیں۔ تعلیم میں ضرور بٹھایا کریں۔ چاہے دوہی حدیث سُنائیں؛ مسجد کی آبادی کے دوران جوتعلیم ہوتی ہے دراصل وہ ترغیب ہے، ہم تقریر کوترغیب سمجھتے ہیں، تعلیم کوترغیب نہیں سمجھتے !!۔

ایک آدمی آیاہے، اِسے نماز کی ضرورت ہے، نماز کے فضائل پڑھائے جارہے ہیں، ایک آدمی کواللہ کے راستہ میں نکلنے کی ضرورت ہے' اُس کے سامنے اللہ کے راستہ کے فضائل پڑھائے جارہے ہیں۔ ایک آدمی کومشورہ میں جوڑنے کی ضرورت ہے، ایک آدمی کومسجد سے جوڑنے کی ضرورت ہے، آنے والوں کے اعتبار سے تعلیم ہوفضائلِ اعمال اور منتخب احادیث سے۔ اور پھر آنے والوں کے ساتھ ایمان کے حلقے لگائے جائیں۔ یہ ہمیں سیرت سے ملتا ہے۔ پہلے ایمانی حلقے لگ رہے ہیں اور ایمانی حلقے لگا کراُسی میں دوسری چیز تشکیل ہورہی ہے۔ واثلہ ابن الاسقع رضی اللہ تعالیٰ عنہ مسجد میں تشریف لائے، حضوراکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے سب سے پہلے ان کے ساتھ ایمان کا حلقہ لگایا۔ فرمایا: اے واثلہؓ! کیسے آنا ہوا، عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ! اایمان قبول کرنے کے واسطے آیاہوں، ایمان کے حلقوں سے فارغ ہوتے ہی فوراً تشکیل کا حلقہ لگائیں۔ کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: اے واثلہ! بتاؤ، کونسی ہجرت کروگے؟ عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ! کونسی ہجرت افضل ہے، یہاں واثلہ ابن الاسقع رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ساتھ ایمان کا حلقہ بھی لگ رہا اور تشکیل کا بھی حلقہ لگ رہا۔ اِس طرح ہم آنے والوں کے ساتھ اہتمام سے تشکیل کریں۔

۴ قسم کی ہماری تشکیل ہو۔ چاہے ہماری شب گُزاریاں ہوں، چاہے ہمارے ماہانہ مسجد وار جُوڑ ہوں، چاہے انفرادی دعوت ہو، چاہے اِجتماعی دعوت ہو، ہمیں چار قسم کی تشکیلیں اہتمام سے کرنی ہیں:

(۱) سب سے پہلی تشکیل اللہ کے راستہ میں نکلنے کی تشکیل ہے، کہ عمومی فضاء چار چار مہینے کی ہر اُمتی سے جواُس کی سطح ہے بہ اعتبار خروج کے اگلی سطح اُسے دے۔

(۲) مسجد کو وقت دینے کی تشکیل۔ ہمارے حضرت (حضرت جی مولانا محمد سعد صاحب کاندھلوی دامت برکاتہم) فرماتے ہیں: صرف دو کام کرلو، مسجد مسجدِ نبویؐ کے طرز پر آباد ہوجائے گی۔ عمومی تشکیل مسجد کے واسطے۔ وصولیابی مسجد کے واسطے۔

(۳) تیسری تشکیل جو ہے ہماری وہ علم کے حلقوں کی تشکیل۔ یہ ہمارا بڑاا اہم ترین ہدف ہے اِس کو سمجھئے اچھی طریقہ سے۔ ہم

اِن مساجد میں علم کے حلقوں کے ذریعہ ہر مسجد کو مدرسہ بنانا چاہتے ہیں، ہر مسلمان کو طالبِ علم بنانا چاہتے ہیں، اور ہر عالم کو معلّم بنانا چاہتے ہیں۔ ہر عالم معلّم بن جائے، ہر مسجد مدرسہ بن جائے، اور ہر مسلمان اُس مدرسہ کا طالبِ علم بن جائے۔ ایسا ہماری گشتوں کے ذریعہ، ملاقاتوں کے ذریعہ ایسا نظام قائم ہو۔

(۴) اور پھر آخری تشکیل جو کرنی ہے وہ گھروں کے اندر 5 اعمال کے ساتھ تعلیم کا نظم کرنا ہے۔ اس طرح ہمیں مسجد کی آبادی کا بڑا اہتمام کرنا ہے۔ اسی کے ساتھ ساتھ روزانہ مسجد کے اندر اہتمام سے مشورہ، روزانہ مسجد کے اندر اہتمام سے تعلیم، آدھے گھنٹہ کی تعلیم، ایک دن منتخب احادیث سے، ایک دن فضائلِ اعمال، فضائلِ صدقات سے، حضرت جی مولانا یوسف صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا گیا کہ حضرت! تعلیم کتنی دیر ہو؟ حضرت نے فرمایا: ڈیڑھ گھنٹہ۔ سائل نے عرض کیا: حضرت! مَیں مقام کی تعلیم کے بارے میں پوچھ رہا ہوں خُروج کی تعلیم کے بارے میں نہیں، حضرت نے فرمایا: مَیں مقام کی تعلیم ہی بتا رہا ہوں۔ اِس لیے کم سے کم آدھا گھنٹہ اہتمام سے تعلیم ہونی چاہیے۔ ایک دن منتخب احادیث سے، ایک دن فضائلِ اعمال (اوّل) اور فضائلِ صدقات (دوّم) سے۔

ہفتہ کے دو گشت

ہفتہ کے دو گشت اہتمام کے ساتھ ہونا چاہیے، ایک اپنے یہاں کی گشت دوسرے (مشورہ سے دی گئی) کمزور مسجد کی گشت۔

ماہانہ خروج

اِسی کے ساتھ ساتھ اہتمام کے ساتھ ماہانہ 10 / دن کا خروج ہو۔ جب تک ہم 10 دن کے خروج کی تشکیل زور سے نہیں کریں گے اُس وقت تک 10 دن کا خروج قابو میں نہیں آئے گا اور تین کا خروج بھی قابو میں نہیں آئے گا۔

شب گُزاری

اِسی کے ساتھ ساتھ دوسری چیز شب گُزاری ہے۔ پچھلے سہ ماہی میں بھی حضرت نے بڑے اہتمام سے اپنے اُمور میں یہ بات رکھی تھی اور اِس سہ ماہی مشورہ میں بھی یہ بات کہی گئی ہے کہ ہمارے یہاں جن جن علاقوں کے اندر شب گُزاریوں کی اِستعداد ہے، شب گزاریوں کی ضرورت ہے اور آپ حضرات شب گُزاری کے تمام تر کوائف کو سامنے رکھتے ہوئے یہ سمجھتے ہیں کہ وہاں پر شب گُزاری کی ضرورت ہے اُن جگہوں پر، شب گُزاری نظام الدین کے مشورے سے اور نظام الدین کی اجازت سے قائم ہوں، حضرت (حضرت جی مولانا محمد سعد صاحب کاندھلوی دامت برکاتہم) نے بڑے اہتمام سے یہ بات کہی تھی۔

حضرت جی مولانا الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ملفوظات میں ہے کہ مَیں شب گُزاری سے یہ چاہتا ہوں کہ پورے ہفتہ کا ایک دن فارغ کر کے سارے لوگ آ کر مسجد کے اندر قیام کریں اور جتنے بھی دین کے تقاضے ہیں وہ یہاں قیام کر کے اُن

سارے دین کے تقاضوں کو پورا کرنے کی کوشش کریں۔مولانا الیاس صاحبؒ اوراُن کی دینی دعوت میں اِس بات کونقل کیا گیاہے۔

شب گزاری کے اعمال

شب گُزاری کے چنداعمال ہیں؛ (۱)مسجدوں کی حاضری لی جائے،شب گُزاریوں کے اندر۔(۲)ترغیبی بات کرکے جماعتیں بنانے کےعزائم،اورمقامی کام کےعزائم کرائے جائیں(۳)اورحیاۃ الصحابہؓ کی تعلیم بھی ہو۔

ہمارے ماہانہ مسجدوار جُوڑوں میں اور ہماری شب گُزاریوں میں بڑے اہتمام کےساتھ حیاۃ الصحابہؓ کی تعلیم ہونی چاہیے۔ ہمارے حضرت (حضرت جی مولانا محمد سعد صاحب کاندھلوی دامت برکاتہم)فرماتے ہیں کہ اگر 100 کیلومیٹر دوربھی کوئی عالم ہے تو اُس عالم کوحیاۃ الصحابہؓ اور ماہانہ مسجدوار جُوڑ کی تعلیم کے واسطے لانے کی فِکر کی جائے۔ سال لگایا ہوا عالم حیاۃ الصحابہ کی تعلیم کرے۔شب گُزاری کے اندراپنا کھانااوراپنابستر ہوناچاہیے۔

پُورے مُلک کے اعتبار سے جہاں بھی ہمارے جمع ہونے کی جگہیں ہیں،وہاں اجتماعی مال نہ ہو،اِجتماعی مال سب سے بڑے فساد اورنقصان کا سبب ہے۔اِس واسطے کام کرنے والے اجتماعی مال سے اپنے آپ کو بچائیں۔ چاہے اُن کے اجتماع ہورہے ہوں،چاہے جلسے ہورہے ہوں،چاہےشب گُزاریاں ہورہی ہوں؛وہاں کسی قسم کےکھانے کی،کسی قسم کے چائے کی،کسی قسم کےشَربت کی؛ہرگزبھی اجازت نہیں ہے،صرف سادہ پانی رکھنے کی اجازت ہے۔

مسجدوار جماعتوں کاماہانہ جوڑ:

اِسی کےساتھ ساتھ ماہانہ مسجدوار جُوڑوں کابھی بڑااہتمام ہو۔ماہانہ مسجدوار جُوڑ کاجواصل مقصد یہ ہے کہ ماہانہ مسجدوار جُوڑ ایک ایک فردِاُمّت تک دعوت کے تقاضوں کو پہنچانے کے واسطے ہے۔ جتنا دعوت کا دائرہ بہ اعتبارتقاضوں کے تنگ ہوتا چلاجائے گا،اِتنے ہی افراد اِطاعت کےاوپراستعمال ہوں گے۔

جوتقاضے پہلے صوبوں پر ڈالے جاتے تھے اب کوشش کی جارہی ہے کہ وہ تقاضے حلقوں پر ڈالے جائیں۔ جوتقاضے حلقوں پرڈالے جاتے تھے اب کوشش کی جارہی ہے کہ وہ مسجد پرڈالے جائیں۔ جوتقاضے مسجدوں پرڈالے جاتے تھے اب کوشش کی جارہی ہے کہ گھروں پرڈالے جائیں۔اب ہم ایک مسجد سے ایک جماعت نہیں چاہتے‘ ایک گھرسے ایک جماعت چاہتے ہیں۔ اِس واسطے بُنیادی چیز ہماری مسجدوار جماعتوں کے جُوڑ ہوں۔ پورے مُلک میں کوئی مسجد ایسی باقی نہیں رہنی چاہیے جواس جوڑ میں شریک نہ ہو، بلکہ آپ ہی حضرات سارے عالم کے اندر جاتے ہیں کام کے اعتبار سے پُورے عالم کے اعتبار سے ہم اس بات کو کہہ رہے ہیں کہ پوری دُنیامیں کوئی مسجد ایسی باقی نہیں رہنی چاہیے جو ماہانہ مسجدوار جُوڑ سے نہ جڑی ہو۔اور پوری دُنیامیں کوئی گھرایسا باقی نہیں رہنا چاہیے جہاں تعلیم کا اہتمام نہ ہوتا ہو۔ایسا ہمیں محنت کرکے ایک نظام قائم کرنا ہے۔ ماہانہ مسجدوار جوڑ،جس کے اندر 15 سے 30 مسجدوں مضبوط اور کمزور مسجدیں ہوں گی،تاکہ

مضبوط مسجدیں کمزور مسجدوں کو اُٹھا سکیں۔

ماہانہ مسجد وار جوڑ کے چار اعمال:

اِس جُوڑ کے چار اعمال ہوں گے۔

(۱) مسجدوں کی حاضری لی جائے، اور حاضری کا مطلب یہ نہیں کہ فلاں مسجد آ گئی، فلاں مسجد کا ایک ساتھی آ گیا، فلاں مسجد کا ایک نمائندہ آ گیا، تمام مسجدوں کے نمائندے آ گئے؛ نہیں، بلکہ کام کرنے والا 100 فیصد عملہ وہ ماہانہ مسجد وار جُوڑوں میں شریک ہو۔ چار ماہ اور چلّہ لگائے ہوئے ساتھی وہ ماہانہ مسجد وار جُوڑ میں شریک ہوں۔ علماء بھی ماہانہ مسجد وار جُوڑ میں شریک ہوں۔ گشت کرنے والے، مشوروں میں شریک ہونے ہر قسم کا طبقہ وہ اس ماہانہ مسجد وار جُوڑ میں شریک ہو، اِسے حاضری کہتے ہیں۔ اور جو مسجدیں نہیں آ سکیں، کہ جو افراد نہیں آ سکے دوسروں کے اوپر اُن کو لانے کا تقاضہ ڈالا جائے۔

(۲) کارگُزاری ہو۔ پوری دُنیا میں ماہانہ مسجد وار جُوڑ کی کارگُزاری کا وہی پَرچہ ہے جس پرچہ سے نظام الدین کو آپ حضرات سہ ماہی مشورہ میں کارگُزاری سناتے ہیں۔ اِس کے علاوہ کوئی پَرچہ نہیں ہے ماہانہ کارگُزاری کا۔ چاہے مسجد کی سطح سے، چاہے حلقہ کی سطح سے، چاہے صوبہ کی سطح سے، چاہے ضلع کی سطح سے، چاہے سارے عالم کا مرکز' مرکز نظام الدین یہاں پر کارگُزاری ہو، پوری مسجد سے لے کر سارے عالم کے مرکز' مرکز نظام الدین تک ایک ہی پَرچہ ہو۔

(۳) عزائم کی مجلس ہو، اور اِس کے اندر ماحول میں بٹھا کر تقاضے ڈالنے ہیں اور تقاضے باعتبار دعوت کے ساتھیوں کے نہیں' تقاضے باعتبار مسلمانوں کے ڈالے جائیں۔

(۴) اہتمام کے ساتھ حیاۃ الصحابہؓ کی تعلیم ہو۔ یہ جُوڑ چند گھنٹوں کا ہوگا، بغیر کھانے اور بغیر قیام کے ہوگا۔

صوبے کے اجتماعات:

● اِسی طرح صوبہ کے اِجتماعات ہیں اور صوبہ کے اسفار ہیں۔ ہمارے یہاں اِس بات کو سونچا گیا ہے کہ پورے عالم کے اعتبار سے اور ہمارے ملک کے اعتبار سے

● ایک سال پُرانوں کا جُوڑ ہوگا صوبوں کے اندر

● اور دوسرے سال اضلاع کے اندر عمومی اِجتماعات ہوں گے، اور نظام الدین کی جماعت کے ساتھ مقامی جماعت مل کر پورے صوبہ کا سفر کرے گی۔

اجتماعات اعلانات سے نہیں، بلکہ محنت سے ہوں:

لیکن یہاں اِجتماعات ہمارے جتنے بھی ہیں اور جتنے بھی ہمارے اضلاع کے جُوڑ ہیں یہ اعلانات سے نہ ہو؛ بلکہ یہ محنت سے ہوں، ان دونوں میں بہت فرق ہے۔ اگر اِجتماعات میں محنت نہیں ہے' حضرت (حضرت جی مولانا محمد یوسف صاحب رحمۃ

اللہ علیہ) فرمایا کرتے تھے: جو تمہاری محنت سے نہیں آئے گا وہ تمہاری بات نہیں لے گا۔ صرف وہی مجمع بات لے کر جائے گا جس مجمع کے اوپر محنت کی ہو۔ اِس طرح اِجتماعات محنت کے ساتھ ہوں۔

اجتماع کی کامیابی اس کی سادگی میں ہے:

بڑے اہتمام سے آپ حضرات سے درخواست کرتے ہیں کہ اپنے اجتماعات کو سادگی کی طرف لے جائیں۔ عمدہ پنڈال کا ہونا ہمارے اِجتماع کی ناکامی ہے، اچھے کھانوں کا ہونا ہمارے اِجتماع کی ناکامی ہے، زیادہ لائٹوں کا ہونا ہمارے اِجتماع کی ناکامی ہے، یہ ہمارے اِجتماع کے لیے نقصان کی چیز ہے۔ اِجتماع کے لیے مال کا سوال کرنا یہ اِجتماع کی ناکامی ہے۔ جتنی اِن ساری چیزوں سے ہمارا اِجتماع دور ہوگا اتنا ہی اجتماع کامیاب ہوگا۔ اِجتماع کی کامیابی اُس کی سادگی ہے، اِجتماع کی کامیابی اُس میں محنت ہے، اِجتماع کی کامیابی اللہ کے راستہ میں جماعتوں کا نکلنا ہے، انتظام کی کامیابی اِجتماع کی کامیابی نہیں ہوتی۔ اِس واسطے بہ تکلف سادگی کا اختیار کرنا یہ ہمارے کام کا اور سیرت کا مزاج ہے۔ اِس واسطے ہمارے ساتھی اِس بات کا اہتمام کیا کریں کہ اِجتماعات محنت کے اوپر ہوں، اِجتماعات سادگی کے ساتھ ہوں، اِجتماعات میں اِجتماعی مال سے زیادہ سے زیادہ اپنے آپ کو کام کرنے والے بچا کر رکھنا چاہیے۔

دینی اور عصری طلبہ کے سالانہ جوڑ:

اِسی طرح مدارس کے طلبہ اور عصری طلبہ کے بھی اِجتماعات ہوں۔ مدارس کے طلبہ کا اور عصری طلبہ کا شروع سال میں (کارگزاری والا) اِجتماع ہوگا اور آخری سال میں (تشکیلی) اِجتماع ہوگا۔ دینی و عصری دونوں طلبہ کے اِجتماع بالکل یکساں ہوں گے۔ یہ بات اِس مرتبہ سہ ماہی مشورہ میں طئے کی گئی ہے۔ جو شروع سال کے اِجتماعات ہوں گے اُس میں

(۱) مدارس کی حاضری لی جائے گی۔

(۲) عصری طلبہ کے اعتبار سے بھی اور مدارس کے اعتبار سے بھی ان کی کارگزاری لی جائے اہتمام سے۔ یہ شروع سال کے اجتماع میں۔

(۳) اور پھر جم کر اہتمام کے ساتھ مقامی کام کی بات بھی ہو۔ یہ جُوڑ ۲۴ رگھنٹہ کا ہوگا، اِس کے اندر کیسے آپ کو گشت کرنا ہے، کیسے ملاقاتیں کرنی ہیں، اور 24 گھنٹے کا خروج کیسے کرنا ہے اس کی ترغیب دینا، اس کی فِکر کرنا ساتھیوں کو، اِس کی طرف متوجّہ کرنا، عصری طلبہ کے اعتبار سے بھی، مدارس کے اعتبار سے بھی،

سال کے اخیر میں دوسرا جُوڑ ہو۔ یہ جُوڑ چند گھنٹوں کا ہوگا بہ اعتبار مدارس کے بھی بہ اعتبار عصری طلبہ کے بھی،

(۱) اس کے اندر اہتمام کے ساتھ تشکیل کی جم کر بات ہو، ساتھیوں کو فکرمند کیا جائے،

(۲) تشکیل کر کے اللہ کے راستہ میں نکلنے کی ترتیبیں بنائی جائیں، جماعتیں بنائی جائیں، وقت متعین کیئے جائیں، اورخروج

کرنے کی بھی پوری طریقہ سے فکر کی جائے۔ اور اِس بات کی دودو جوڑوں کے اندر بڑے اہتمام کے ساتھ کوشش کی جائے کہ 100 فیصد اللہ کے راستہ میں خروج ہوجائے۔

مستورات کا کام:

مقامی کام میں دوسرا بڑا حصّہ وہ مستورات کے کام کا ہے، وقرن فی بیوتکن ولاتبرجن تبرج الجاهلية الأولى واقم نا الصلوٰۃ واٰتین الزکاۃ واطعن اللہ ورسولہ انما یریداللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت ویطھرکم تطھیرا واذکرن مایتلی فی بیوتکن من اٰیۃ اللہ والحکمۃ ان اللہ کان لطیفا خبیرا آگے دیکھو ان المسلمین والمسلمات والمؤمنین والمؤمنت الآیۃ 10 صفات مَردوں کی، 10 صفات عورتوں کی 20 صفات بیان کی جارہی ہیں۔ اِن صفات کے پیدا کرنے کے لیے اِن صفات کو اپنی زندگیوں میں لانے کے لیے بُنیادی چیز یہ ہے کہ گھروں کے اندر تعلیم کا ماحول قائم کیا جائے، یہ گھر کا ماحول سب سے بڑی تربیت گاہ ہے، اِس سے بڑی کوئی تربیت گاہ نہیں ہے۔ یہ علماء نے لکھا ہے کہ جو تربیت گھر کے ماحول میں ہوتی ہے وہ تربیت کہیں نہیں ہوتی۔

یہ فیضانِ نظر تھا یا کہ مکتب کی کرامت تھی سکھائے جس نے اسمٰعیلؑ کو آدابِ فرزندی

حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی جیسی کسی بڑی سے بڑی درسگاہ میں نہیں ملے گی، کسی بڑی سے بڑی جگہ پر نہیں ملے گی۔ اپنے باپ کو ذبح ہونے کا طریقہ بتارہے ہیں اور بتارہے ہیں باپ! مجھے ذبح کردیجئے! آپ کا خواب بھی سچا ہے، اور بالکل فکر مت کیجئے مجھے ذبح کرنے کی۔ یہ ہے باپ کے گود کی تربیت۔

گھر کی تعلیم:

گھر کے اندر کتنی ہی پریشانیاں کیوں نہ ہوں، گھر کے اندر تعلیم کا ماحول قائم کرنے کی کوشش کریں، ہمارے حضرت (حضرت جی مولانا محمد سعد صاحب کاندھلوی دامت برکاتہم) فرماتے ہیں: جو مصیبتیں جو پَریشانیاں فرائض کے چھوڑنے سے آتی ہیں وہ وظائف کے پڑھنے سے کبھی دور نہیں ہوتیں۔ ہم دُنیا بھر کے وظائف اپنے گھروں کے اندر کررہے ہیں لیکن فرائض قائم کرنے کی فکر نہیں ہے۔ اِس کے واسطے گھر کے ۵/اعمال ہیں۔

گھر کی تعلیم کے پانچ اعمال:

(۱) روزانہ گھر کے اندر قرآن کا حلقہ لگے،

(۲) دوسری چیز کتابی تعلیم ہو، ایک دن منتخب احادیث سے، فضائلِ اعمال (اوّل) فضائلِ صدقات

(۳) چھ صفات کا مذاکرہ۔

(۴) اللہ کے راستہ میں نکلنے کی ترغیب و تشکیل ہو

(۵) اگلے دن کا مشورہ،

یہ پانچ اعمال گھر کی تعلیم کے ہیں۔ پانچوں کے پانچوں اعمال سیرت سے ثابت ہیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ساتھ قرآن کا حلقہ لگا رہے ہیں، حضرت عُمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بہن اُن کے اپنے بہنوئی کے ساتھ قرآن کا حلقہ لگا رہے ہیں۔ خود حضرت جی ہمارے حضرت مولانا انعام الحسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ایک صوبہ والوں کو باقاعدگی کے ساتھ لکھ کر دیا تھا کہ تم! اپنے یہاں روزانہ کی تعلیم میں قرآن کا حلقہ لگایا کرو۔ یہ چیز سیرت میں بھی ملتی ہے اور ہمارے مشائخ کی ہدایات میں بھی ملتی ہے۔

مستورات کی ہفتہ واری تعلیم اور اس کے تین اُمور:

اِسی کے ساتھ ساتھ ہفتہ واری تعلیم ہے۔ اہتمام کے ساتھ 20 سے 25 گھر 30 سے 35 گھروں کے درمیان اہتمام سے ہفتہ واری تعلیم ہمارے یہاں زندہ ہونی چاہیے۔ ہفتہ واری تعلیم کے لیے کم سے کم دو مستورات عشرہ لگائی ہوئی ہوں، اور تین مستورات ایک ایک مرتبہ سہ روزہ لگائی ہوئی ہونی چاہئیں۔

ہم بہت جھگڑتے ہیں اِس بات کے اوپر کہ کوائف موجود ہیں، کوائف کے موجود ہونے کے باوجود بھی ہفتہ واری تعلیم ہے۔ اِس واسطے ہر ہر مسجد اس کی پوری طریقہ سے فِکر کیا کرے کہ ہمارے اطراف میں ہفتہ واری تعلیم ہو۔ اور یہ ہفتہ واری تعلیم آپ کے شہر کا مشورہ یا شہر کا مشورہ جو بھی ہے اُس کے اعتبار سے ہفتہ واری تعلیم ہونی چاہیے۔

(۱) ہفتہ واری تعلیم کے اندر ایک ہفتہ منتخب احادیث سے تعلیم ہوگی، ایک ہفتہ فضائلِ اعمال (اوّل) اور فضائلِ صدقات (دوّم) سے تعلیم ہوگی۔

(۲) 6 صفات کا مذاکرہ ہوگا۔ اِس میں جو مذاکرہ کریں گی بہن وہ عشرہ لگائی ہوئی بہن ہی مذاکرہ کریں گی۔ اور کنواری لڑکی صرف تعلیم کرے گی، کنواری لڑکی چھ صفات کا مذاکرہ نہیں کرے گی۔ اگرچہ اُس کا عشرہ لگا ہوا ہے اپنی والدہ کے ساتھ، لیکن چھ صفات کا مذاکرہ کرنے کی کنواری لڑکی کو اجازت نہیں ہے۔

(۳) اِس چھ صفات کے مذاکرہ کے بعد 4 قسم کی تشکیلیں کی جائیں گی،

(۱) وہ مَرد کے اللہ کے راستہ میں نکلنے کی تشکیل ہوگی۔

(۲) مستورات کے مَردوں کے ساتھ اللہ کے راستہ میں نکلنے کی تشکیل ہوگی۔

(۳) گھروں کے اندر ۵/ اعمال کے ساتھ تعلیم زندہ کرنے کی تشکیل ہوگی۔

(۴) جتنی بہنیں ہفتہ واری تعلیم میں شریک ہورہی ہیں، ہم اِن کو اس بات پر آمادہ کریں کہ یہ جماعتوں کو اپنے گھر میں ٹھہرائیں اور نصرت کے واسطے نئے نئے گھروں کو کھولنے کی فکر کریں۔

ہر نکلنے والی جماعت اِس بات کی کوشش کیا کرے کہ نئے نئے گھروں کو کھولے، ہمارے حضرت (حضرت جی مولانا محمد سعد صاحب دامت برکاتہم العالیہ) فرماتے ہیں کہ وہ زیادہ سے زیادہ گھروں کو کھولے تعلیم کے اعتبار سے۔

قدیمات کے ششماہی جوڑ:

آخری چیز ہمارے اِس دستور میں وہ ششماہی جُوڑ ہیں، وہ بہنیں جن کا وقت لگا ہوا ہے، کم سے کم تین بار سہ روزہ، یا عشرہ یا چلّہ یا بیرون وقت لگا ہوا ہے وہ بہنیں اِس ششماہی جُوڑ کے اندر شریک ہوں۔

ششماہی جوڑوں کو کامیاب بنانے کی ترتیب:

ہمارے حضرت جی نے بڑے اہتمام سے یہ بات فرمائی اور یہ بات واقعی بہت زیادہ ضروری ہے آپ دیکھئے! جب اِجتماعات ہوتے ہیں تو چھ چھ مہینے پہلے' آٹھ آٹھ مہینے پہلے اِجتماعات کی محنت شروع ہوجاتی ہے، پڑاؤ کی جماعتیں نکلتی ہیں، مسجد مسجد محنت ہوتی ہے۔ پھر کہیں جا کر وہ اِجتماع قابو میں آتا ہے، پھر کہیں جا کر اُس اِجتماع کی تشکیل ہوتی ہے، پھر کہیں جا کر اس اِجتماع سے خروج ہوتا ہے جماعتوں کا۔ ہمارے ششماہی مستورات کے جُوڑ سے خروج نہ ہونے کی بڑی بُنیادی وجہ یہ ہے کہ ششماہی جُوڑ کے لیے کوئی محنت نہیں ہوئی، جو جُوڑ بھی بغیر محنت کے ہوگا اُس جُوڑ سے خُروج نہیں ہوگا۔ جُوڑ کیلنڈر کی تاریخوں سے نہیں ہوتا' جُوڑ تو محنت کے بعد ہوتا ہے۔ اِس واسطے یہ بات مشورہ سے طئے ہے کہ جہاں بھی ششماہی جُوڑ کیا جائے اُس ششماہی جُوڑ کے دو مہینے پہلے اُس ششماہی جُوڑ میں جُڑنے والوں پر محنت شروع ہوجاتی ہے۔ دو مہینے پہلے سے بار بار جا کر ملاقاتیں، دو مہینے پہلے سے بار بار جا کر تشکیلیں، دو مہینے پہلے سے پاسپورٹ وصول، دو مہینے پہلے سے تاریخیں نکلنے کی پھر جب جا کر یہ دو مہینے پہلے سے خُروج ہوگا' تب کہیں چلّہ والی بیرون جائیں گی، عشرہ والی چلّہ پر آئیں گی، عشرہ والی چلّہ پر آئیں گی، سہ روزہ والی عشرہ پر آئیں گی، پھر کہیں جا کر یہ کام آگے بڑھے گا۔ اِس طرح میرے محترم دوستو! ہمیں ایسے محنت کر کر اِس کے اندر جُڑنا ہے، اور یہ جُوڑ دراصل صرف تشکیل کا جُوڑ ہے۔ یہ جُوڑ کوئی بیان اور ترغیب کا جُوڑ نہیں ہے۔ کہ ترغیب دے کر گھر واپس چلی جائیں' نہیں۔ کوائف کا پرچہ بن جائے، نام لکھے جائیں، وقت متعین ہوجائے۔ خرچہ متعین ہوجائے، ساری ترتیبیں بن کر صرف ایک چیز باقی رہ جاتی ہے کہ اب ہمیں نظام الدین سے رُخ لینا ہے۔ یہاں تک کی کاروائی اِس جُوڑوں کے اندر ہونی چاہیے۔ اِس طرح میرے محترم! اِن کی تشکیلوں سے فارغ ہو کر پھر مقامی کام کی محنت کرنا ہے۔ اِس طرح ہمیں اہتمام کے ساتھ ششماہی جُوڑ کرنا ہے۔

دین کومحفوظ کرنے کے دوراستے:

میرے محترم دوستو! یہ ہمارے کام کا پورا دستور تھا۔ دستور بیشک! آپ حضرات نے اپنے پاس محفوظ کیا ہے، لیکن حضراتِ صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین کے یہاں دین کومحفوظ کرنے کے دوراستے ہوا کرتے تھے،

(۱) جو کچھ سُنا کرتے تھے' دوسروں تک پہنچایا کرتے تھے، بلغوا عنی ولو آیۃ دو موقعوں پر اللہ کے رسولؐ نے کہا ہے؛ ایک حج کے موقع پر کہا ہے، ایک اُس وقت کہا جب کمرہ کے اندر صحابہؓ موجود تھے، کچھ کمرہ میں موجود تھے' کچھ کمرہ سے باہر تھے، جو کمرہ میں موجود ہوں وہ باہر والوں تک بات پہنچانا چاہئیں۔ آپ حضرات کے پیچھے صرف ہمارا مُلک نہیں ہے، آپ حضرات کے پیچھے پورا عالم ہے۔ تو ہم سب نیت کریں اِس بات کی کہ جو کچھ ہم نے سُنا ہے ہم پورے عالم تک اِن باتوں کو اِن شاء اللہ پہنچائیں گے۔

(۲) جو کچھ سُنا ہے اُسے محفوظ کرنے کے واسطے سب سے بُنیادی چیز اُس پر عمل۔ امّاں عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس لوگ علم حاصل کرنے کے واسطے آئے، اگلے دن دوبارہ آئے، پوچھنے لگیں کہ تم یہ بتاؤ! کہ کل جو علم تم نے حاصل کیا تھا آج اُس پر کیا عمل ہوا، ایک دن کے اندر کیا عمل ہوا' پہلے اِس عمل کی کارگُزاری دو پھر اگلا علم، اس راستہ سے، اس واسطے ہمارے ساتھی اپنی مسجدوں کی سطح پر، اپنے صوبوں کی سطح پر، اپنے حلقوں کی سطح پر، جو جس سطح پر بھی ہو سکے اِس پورے دستور کو عمل میں لے کر آنے کی مستقل طور پر کوشش کریں۔

کریں گے بھائی اِن شاء اللہ! اللہ تبارک وتعالیٰ آپ حضرات کو بے حد قبول فرمائے، آپ حضرات کی آمد عزم کر لیجئے ان شاء اللہ ہر سال کے ۴/ ماہ، ماہانہ ۱۰/ دن، اور روزانہ کے آٹھ گھنٹے دعوت کے واسطے فارغ کریں، اِن شاء اللہ۔ اللہ بے حد مبارک فرمائے۔

بیان حضرت جی دامت برکاتہم

فجر بعد منگل

میرے انتہائی عزیز دوستو اور بزرگو!

لوگ حالات کے اعتبار سے کام کو بدلنا چاہتے ہیں:

یہ بات بالکل مسلم ہے، اور قرآن حدیث نے اس کو تکرار کے ساتھ بیان کیا ہے کہ نبی کی اتباع کا جو درجہ فرائض میں ہے اور عبادت میں ہے، نبی کی اتباع کا وہی درجہ اس دعوت الی اللہ کی محنت میں ہے، جس طرح قیامت تک نماز میں کوئی تبدیلی نہیں ہوگی زمانے کے بدلنے کے اعتبار سے، ایسے ہی دعوت الی اللہ کی اس محنت اور اس کے طریقے کار میں بھی کوئی تبدیلی نہیں ہوگی قیامت تک، یہ بات ہم اس لیے عرض کررہے ہیں کہ لوگ حالات کے اعتبار سے کام کو بدلنا چاہتے ہیں اور ہم عرض کرتے ہیں کہ اگر حالات کے اعتبار سے عبادت نہیں بدل سکتی تو حالات کے اعتبار سے دعوت الی اللہ کی محنت اور اس کے اصول اور اس کے طریقے تبدیل کیسے ہو سکتے ہیں؟ عقائد سے لے کر معاشرت تک اور عبادت سے لے کر نقل وحرکت تک، اس کے تمام طریقے صحابہؓ کی سیرت اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سُنّت کے اس طرح تابع ہیں جس طرح نماز آپ کے طریقے کے تابع ہے، اس میں میرے آپ کے تجربے کو میری آپ کی رائے اس میں کوئی دخل نہیں ہے، کوئی کہے یوں کر دوا سے سوال کرو کہ کیا سیرت بھی اس طرح کرنا ہے، مجھے اس بات پر حیرت ہے کہ اس زمانے کے پڑھے لکھے لوگ وہ یہ سمجھتے ہیں کہ دعوت اور تبلیغ کا کوئی ایک اصول، ایک طریقہ نہیں ہے، جس زمانے میں جس طرح چاہو کرو، جبکہ ہدایت مشروط ہے اتباع سنت کے ساتھ، اور اتباعِ سُنّت جتنا عبادت میں لازم ہے اتنا ہی دعوت الی اللہ کے طریقے میں بھی لازم ہے، اس لیے کہ یہ بات بالکل طے شدہ ہے کہ اس امت کے بعد والے کسی بھی صورت میں، اس امت کے بعد والے کسی بھی صفت میں صحابہ کرام کی صفات تک نہیں پہنچ سکتے، جب تک ان کا طریقۂ کار اختیار نہ کرے۔

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر یہ دو فریضے ایسے ہیں کہ ان کے بغیر ایمان کی تکمیل نہیں ہوتی:

اس لیے میں نے عرض کیا کہ سب سے پہلے فریضہ ایمان جس کی تعلیم کا ہر نبی کو حکم دیا گیا ہے، وما أرسلنا من قبلك من رسول الا نوحی الیہ انہ لا الہ الا انا فاعبدون ہر نبی کو کلمہ لا الہ الا اللہ وحی کیا گیا ہے، اس لیے مجھے پہلی بات یہ عرض کرنی ہے کہ سب سے بڑا فریضہ فریضہ ایمان ہے، اس کے کمال تک پہنچنے کا اور اس کو کمال تک پہنچانے کا مستقل قرآن اور حدیث اور عملِ صحابہؓ سے اس کو ثابت کیا گیا ہے اور میں آپ سے دعوے سے کہہ سکتا ہوں کہ وہ انہیں کے طریقۂ عمل کے بغیر ایمان کی تکمیل نہیں ہوگی، چاہے آپ ذکر کرلیں، چاہے آپ تلاوت کرلیں، چاہے آپ عبادت کرلیں، چاہے آپ تہجد پڑھ لیں، چاہے آپ زکوٰۃ وقت پر دے دیں، چاہے آپ حج کرلیں، چاہے آپ عمرے کرلیں، چاہے آپ کوئی بھی عملِ

خیر کرلیں، میں آپ سے کہنا چاہتا ہوں کہ آپ کے ایمان کی تکمیل اور اس کی زیادتی کے لیے یہ سارے اعمال کافی نہیں ہیں، اس کو میں قرآن، حدیث اور صحابہؓ کے اقوال کی روشنی میں عرض کررہا ہوں، جتنے بھی اعمالِ خیر ہیں اور جتنے بھی عبادت کی شکلیں ہیں، اس سے ایمان کی تکمیل نہیں ہوتی، یہ بالکل طئے شدہ بات ہے۔ حضرت مولانا بدر عالم میرٹھی رحمۃ اللہ علیہ ترجمان السنہ میں لکھتے ہیں کہ اگر کوئی شخص اتنی نفلیں پڑھے کہ اُس کی پیشانی سیاہ ہوجائے سجدوں کی کثرت سے، اور اتنے روزے رکھے کہ اُس کی ہونٹوں پر خشکی جم جائے نفلی روزوں کی کثرت سے، اور زکوٰۃ پوری پوری وقت پر ادا کردے مولانا فرماتے ہیں کہ اسلام میں ایمان کی علامت اِس کو قرار نہیں دیا گیا۔ حیرت ہے کہ لوگ اپنی ذات سے اعمال کرکے یہ سمجھتے ہیں کہ ہمارا ایمان کمال کو پہنچ گیا، حالانکہ یہ بات سب یاد رکھیں میری کہ انفرادی عبادت کا کمال کمالِ ایمان نہیں ہے، بلکہ کمالِ ایمان یہ ہے کہ کیا آپ دوسروں کو دعوت دیتے ہیں؟۔ آپ اگر حدیثوں پر غور کریں اور احادیث کے مفہوم پر ذرا توجّہ دیں، تو آپ کو معلوم ہوگا کہ ایک مومن میں ایمان کے وجود کی علامت دعوت دینا ہے، اگر وہ دعوت دیتا ہے زبان سے تو اس کے پاس درمیانہ ایمان ہے، اور اگر وہ منکر کو دیکھ کر دل سے غمگین ہوتا ہے تو اس کے پاس کمزور ترین ایمان ہے، اور اگر وہ منکر کو دیکھ کر غمگین نہیں ہوتا تو اس کے دل میں ایمان کا ذرہ بھی نہیں، پڑھیے حدیث، میں یوں سمجھتا ہوں کہ گشت کرنا کوئی ضروری ہے، ملاقات کرنا کوئی ضروری ہے؟ یہ سوال اس لئے پیدا ہوا اور ان اعمال کا استخفاف اس لیئے پیدا ہوا، کہ میں نے کبھی اس بات غور نہیں کیا کہ میرا کسی کو دعوت دینا یہ میرے اپنے ایمان کے وجود کی علامت ہے، اور یہ ایمان کے لئے شرط ہے، میرے نزدیک گشت کی کوئی اہمیت نہیں ہے، اس لیے کہ میں نے اب تک گشت تو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے فریضے کو ادا کرنے کے لیے نہیں سمجھے، میرا گشت کرنا یہ میرے اپنے فریضہ کو ادا کرنے کے لیے ہے اور اس فریضہ کو ادا کیے بغیر ایمان کی تکمیل بھی نہیں ہوتی اور اس فریضے کو ادا کیے بغیر ہمیں معلوم نہیں کہ آپ کے پاس ایمان کس درجے کا ہے یا نہیں؟ علماء نے لکھا ہے کہ اگر منکر کو دیکھ کر دل غمگین نہیں ہوتا، تو غور کیا جائے گا کیا اس مسلمان میں ایمان کی کوئی رمق ہے یا نہیں؟ ہم اور آپ یہ سمجھتے ہیں کہ یہ ایک تنظیم ہے تبلیغی جماعت، حالانکہ میں عرض کررہا تھا کہ یہ لکھا ہے علما نے کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر یہ دو فریضے ہیں کہ ان کو ادا کیے بغیر ایمان کی تکمیل نہیں ہوتی، تامرون بالمعروف و تنھون عن المنکر و تومنون باللہ۔ ایمان باللہ کے لیے یہ دو کام ضروری ہیں، اس لیے ان دونوں کاموں کو اُمّت کے اوپر فرضِ عین کیا گیا ہے، کیونکہ ایمان فرضِ عین ہے، اس لیے دعوت فرضِ عین ہے۔ (دیکھئے تفسیر کبیر)

دعوت کا فریضہ خود جاکر دعوت دیئے بغیر ادا نہیں ہوتا:

میری بات آپ یاد رکھئے گا کہ کسی اخبار سے، کسی رسالہ سے، یا کسی ذریعہ سے یہ فریضہ ادا نہیں ہوسکتا، اگر آپ چاہیں امر بالمعروف نہی عن المنکر کو قلم کے ذریعہ ادا کریں تو یہ قلم کا کام نہیں ہے، جس طرح نماز کا فریضہ بدن کے استعمال کے بغیر ادا نہیں ہوتا اس طرح دعوت کا فریضہ خود جاکر دعوت دیئے بغیر ادا نہیں ہوتا۔ علماء نے لکھا ہے کہ اپنے آدمی کے اپنے ذاتی

علمی اور عملی کمالات کہیں بھی پہنچ جائیں لیکن ایمان کامل نہیں ہوگا جب تک یہ دوسروں کو اپنی ذات سے اعمال پر آمادہ نہ کرے اور دوسروں کو اپنی ذات سے منکر سے روکنے ہونے کی کوشش نہ کریں، اس کے اپنے کمالاتِ علمیہ اور کمالاتِ عملیہ تک پہنچ جائے لیکن ایمان کی تکمیل مجموعہ کی اصلاح پر موقوف ہے۔ اپنی ذات کی اصلاح کی فکر سے ایمان کامل نہیں ہوتا، جب تک یہ دوسروں کو معروفات پر آمادہ نہ کرے اور دوسروں کو منکرات سے نہ روکے، اس وقت تک ایمان کی تکمیل بھی نہیں ہوتی، اور ایمان کے وجود کی علامت ہی یہ ہے۔

تین درجے ایمان کے بیان کیے ہیں حدیث میں، سب سے کمزور ترین ایمان، درمیانہ ایمان اور کمالِ ایمان، تینوں کو بیان کیا ہے،۔۔۔فرماتے ہیں جہاد کے بھی تین درجے ہیں جہاد بالید، جہاد بالسان، جہاد بالقلب، ہاتھ سے جہاد، زبان سے جہاد، دل سے جہاد، دل سے دُعاء کا جہاد ہوسکتا ہے، اگر وہ یہ بھی نہیں کر رہا ہے اگر جہاد بالقلب نہیں کر رہا ہے، تو اس کے دل میں ایمان کا کوئی ذرہ باقی نہیں ہے، حدیث سے یہ معلوم ہو رہا ہے، ہم یہ سمجھتے ہیں کارِ خیر ہے کوئی کرلے تو ٹھیک ہے، نہ کرلے تو کوئی بات نہیں۔

علم اور ایمان، ان دو فریضوں کے لیے نقل وحرکت ہے:

میرے دوستو عزیزو! ایمان پر سارے اعمال کا مدار ہے، جس کے بغیر نہ نیتیں دُرست ہوسکتی ہیں، نہ استقامت ہوسکتی ہے، نہ وعدے پورے ہوسکتے ہیں، نہ اجر مل سکتا ہے، یہ ساری بڑی بڑی چیزیں ایمان پر موقوف ہیں۔

یہ ہم نے پہلے بات عرض کی کہ آخر نقل وحرکت کا کیا مقصد ہے؟ دو مقصد نقل وحرکت کے ملتے ہیں دورِ صحابہ ؓ میں، ایک ایمان کی تکمیل کے لیے خروج اور دوسرے تعلیم کے لیے خروج، یہ دو فریضے علم اور ایمان ایسے فریضے ہیں کہ سارے دین کا مدار اِنہیں پر ہے۔ چاہے عبادات ہوں، چاہے اخلاق ہوں، چاہے معاشرت ہو، چاہے معاملات ہوں، پورے دین کا مدار اِن دو فریضوں پر ہے، علم اور ایمان، ان دو فریضوں کے لیے نقل وحرکت ہے۔ اگر یہ کہا جائے کہ گشت اپنی صرف اور صرف اپنے ایمان کی تکمیل کے لیے ہے، تو یہ نہ کوئی مبالغہ ہے نہ یہ کوئی حق سے ہٹی ہوئی بات ہے، اور اگر دعوے کے ساتھ قسم کھا کر سو بار قسم کھا کر یہ کہا جائے کہ گشت کے بغیر ایمان کی تکمیل نہیں ہوتی تو یہ کوئی اعتراض کرنے کی بات نہیں ہے، یہ کوئی تعجب کی بات نہیں ہے کوئی اعتراض کرنے کی بات نہیں، وجہ یہ ہے کہ آپ کو گشت کا موضوع معلوم نہیں ہے، آپ نے ملاقاتیں کرنے کو گشت کا موضوع سمجھا ہوا ہے، یا دین کی بات پہنچانے کو گشت کا موضوع سمجھا ہوا ہے، اس لیے آپ کہتے ہیں کہ نہیں صرف ایک ہی طریقہ نہیں اور بھی طریقہ ہے، ہم یہ عرض کرنا چاہتے ہیں کہ گشت کا موضوع صحابہ کی ملاقاتوں کا موضوع ہے، اپنے اپنے ایمان کی تکمیل تھی، صحابہ ؓ کے گشت کا موضوع اپنے ایمان کی تکمیل تھی۔

ایمان کی مجلسیں:

یہ سوال علماء کے درمیان مختلف فیہ ہے کہ ایمان بڑھتا ہے یا نہیں بڑھتا؟ اپنی حالت پر رہتا ہے یا اُس نے کمی زیادتی ہوتی

ہے،؟ بعض کا کہنا ہے کہ ایمان اپنی حالت پر رہتا ہے، بعض کہتے ہیں کہ بڑھتا گھٹتا ہے، امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے مستقل باب قائم کیا اس کا، اور ان کا مذہب بھی یہی ہے کہ ایمان بڑھتا ہے اور اس کے بڑھنے کو ثابت کرنے کے لیے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے معاذ ابن جبل، سید العلماء کا عمل نقل کیا ہے کہ وہ لوگوں سے ملاقاتیں کرتے تھے اور کہتے تھے اجلس بنا نومن ساعة آؤ ہمارے ساتھ آکر بیٹھو کچھ دیر تا کہ ہم اپنے رب پر ایمان لائیں، ایمان مومن کے ایمان لانے کا مطلب یہ ہے اپنے ایمان میں اور کمال پیدا کریں، ورنہ لوگ آج کل یہ سمجھتے ہیں کہ کافر کا اسلام لانا ایمان لانا ہے، ہاں یہی وجہ ہے اس زمانے کا مسلمان اپنے ایمان کا مقابلہ کافر سے کر رہا ہے، اس لیے اس کو اپنی ایمان کی تکمیل کی کا کوئی تقاضہ نہیں ہے، حالانکہ مومن کے ایمان کا مقابلہ کافر سے نہیں ہے، بلکہ مومن کے ایمان کا مقابلہ صحابہؓ سے ہے، صحیح بات ہے، قرآن کا حکم ہے ایمان والوں کو، ۔۔۔۔۔۔۔ ایمان لاؤ صحابہؓ کہ طرح، بہت غور کرنے کی بات ہے، اس کو امام بخاریؒ نے ثابت کیا ہے، کہ لوگوں سے ملاقاتیں کر کے انہیں ایمان کے حلقوں پر مسجد میں جمع کرنا یہ ایمان کی تکمیل کا سبب ہے، اس سے اپنا مذہب ثابت کر رہے ہیں کہ ایمان بڑھتا ہے، اور اس کے بڑھنے کا سبب بیان کر رہے ہیں حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالی عنہ لوگوں سے ملاقاتیں کر کر کہتے تھے: آو! بیٹھو ہمارے ساتھ، عمر رضی اللہ تعالی عنہ ایک ایک کے دو دو کے ہاتھ پکڑتے بازار میں اور کہتے لوگوں سے قم بنا نومن ساعة کہ اُٹھو ہمارے ساتھ اور یہ فرمایا کرتے تھے عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ کام میں اس لیے کرتا ہوں تا کہ اس سے میرے ایمان میں زیادتی ہو، اگر آپ غور کریں قرآن کی آیت پر تو ایمان کی زیادتی اور دلوں کا جلا یہ دوسروں کو اللہ کی یاد دلانے میں ہے۔ بیشک اللہ تعالی کو یاد کرنا، اُس کے فضائل اور اُس کی اہمیت وہ اپنی جگہ مسلّم ہیں، اُس سے انکار نہیں ہے، لیکن ایمان کا کمال دوسروں کو اللہ کی یاد دلانے میں ہے، اگر آپ غور کریں قرآن پر إذا ذكر الله وجلت قلوبهم وإذا تليت عليهم آياته زادتهم إيمانا اگر علماء اس پر غور کریں ذُکِرَ جو ہے وہ متعدی کا معنی دیتا ہے، کہ جب دوسروں کو اللہ تعالیٰ کی یاد دلائی جائے، تو ایمان کی زیادتی ہوگی، جب دوسروں کو اللہ کی یاد دلائی جائے گی دل۔۔۔۔۔ جائیں گے، کوئی کتنا بڑا ولی ہو، تو کتنا بڑا ذاکر ہو لیکن اس کے ایمان کے وجود کی علامت اور اس کے ایمان کی تکمیل کا سبب دو باتیں میری بہت اہم ہیں، اس کے اندر ایمان کے وجود کی علامت اور اس کے اس کے ایمان کے بڑھنے کا سبب، اس ولی کا دوسرے کو دعوت دینا ہے، یہ نہیں کہ وہ انفرادی عبادت سے ایمان میں کمال حاصل کر لے گا نہیں، امر بالمعروف و نہی عن المنکر وہ ایک ایسا فریضہ اس کے ذمّہ ہے کہ وہ فریضہ خود معروفات کے کرنے اور خود منکرات سے بچنے سے یہ فریضہ ادا نہیں ہوگا، کسی کا بھی نہیں ادا ہوگا، إذا ذكر الله وجلت قلوبهم وإذا تليت عليهم آياته زادتهم إيمانا اور ایمان کی زیادتی دوسروں کو قران پڑھ کر سنانے میں ہے، ایمان کی زیادتی دوسروں کو یاد دلانے میں ہے، آپ جانتے ہیں صحابہؓ نے جب بادشاہوں کے قلعوں میں جا کر ان کے محلات، ان کے ایوانوں میں جا کر جب کلمہ پڑھا تو ان کے قلعے میں زلزلہ آگیا، بادشاہ نے سوال کیا صحابیؓ سے یہ کلمہ اپنے گھر میں پڑھتے ہو، تمہارے گھر ہلے ہیں اس طرح، آج تک ہمارے

گھر نہیں ملے، وہاں کلمہ پڑھا جاتا تھا بطور ذکر کے، یہاں پڑھا جا رہا ہے بطور تذکیر کے، صحابہؓ نے کہا نہیں آج تک ہمارے گھر نہیں ملے، کیا وجہ ہے اللہ اکبر اگر کلمہ کی وجہ سے ان کے قلعہ میں زلزلہ آ سکتا ہے تو اس سے آپ اندازہ کر لیں کہ دوسروں کو اللہ کی یاد دلانے سے دل کتنے دہل جاتے ہوں گے، میں عرض کر رہا ہوں کہ یہ ہر پُرانا گشت کو اس رخ سے بیان کریں، تا کہ ہر مسلمان اس بات کا یقین رکھے کہ میرا گشت کرنا اور میرا ملاقاتیں کرنا میری اپنی ذاتی ضرورت ہے، میرے ایمان کی تکمیل ہے اپنی ذات کی تکمیل ہے، جس طرح ہر تاجر تجارت کرتا ہے اپنی ذاتی تجارت کو اپنا کام کو بڑھانے کے لیے اس طرح ہر مومن کے ذمہ ہے کہ وہ دعوت دے دوسرے کو، اپنی ایمان کی تکمیل کے لیے، یہ بنیادی بات ہے۔

گشت امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی عملی شکل ہے:

یہ پہلا فریضہ ہے ایمان، جس کی ایک مستقل ایک عملی محنت ہے، اور اس کا ایک عملی ماحول ہے، تعجب ہوتا ہے اُن لوگوں پر جو یہ کہتے ہیں کہ بھائی! تبلیغ والے کہتے ہیں کہ گشت کے بغیر ایمان کامل نہیں ہوگا، اعتراض کرتے ہیں، حالانکہ ذرا سا غور کرنے کی بات ہے کہ اگر آپ یہ معلوم کر لیں کہ گشت کیوں کیا جا رہا ہے، اور یہ آپ کو بتلا دیا جائے کہ اگر امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی عملی محنت کے لیے گشت کیا جاتا ہے، تو آپ کا اشکال دور ہو جائے گا، اور اگر آپ کو معلوم نہیں کہ گشت کا موضوع کیا ہے تو نہ گشت کرنے والے کو اہمیت ہوگی اور بلکہ اگر اہمیت کو بیان کرے گا لوگ اعتراض کریں گے، میں ایک مثال آپ کو پیش کرتا ہوں تا کہ آپ سمجھیں مگس کو باغ میں جانے نہ دیجیو کہ ناحق خون پروانے کا ہوگا، یہ بیچارے اناڑی لوگ ہوتے ہیں وہ کہیں گے کیا فضول بات ہے شہد کی مکھی کے باغ میں جانے سے پروانے کے خون کا کیا تعلق، وہ سمجھتے نہیں، اور سب یہ سمجھیں گے کہ یہ جو مکھی ہے شہد کی یہ پروانے کو قتل کرے گی؛ حالانکہ یہ مطلب ہی نہیں ہے اس کا، جیسے کوئی یہ کہہ دے کہ بھائی گشت کرو گے تو ایمان کامل ہوگا، تو کہیں گے گشت کا ایمان سے کیا تعلق ہے، مگس کو باغ میں جانے نہ دیجیو کہ ناحق خون پَروانے کا ہوگا، کہ اگر اس کا مطلب بتا دیا جائے تو لوگ کہیں گے ہاں بھائی بالکل صحیح ہے، بالکل ٹھیک ہے اور بات سمجھ میں آ گئی ہے، یہ شہد کی مکھی جائے گی باغ میں اور وہاں سے رس چوسے گی مختلف پھلوں کا اور پھلوں کا، پہلے اس رس کو لے کر آئے گی اپنے جتھے میں، اور یہاں آ کر یہاں ہجوم جمع ہوگا مکھیوں کا، اور اس کے اندر شہد تیار ہوگا اور اس کے اندر موم بنے گا پھر اس موم کی موم بتی بنے گی، اس کا شمع جلے گا، اس پر پَروانہ آئے گا، یہ پَروانہ جلے گا۔ ہم بھی یہ کہتے ہیں کہ تم جا کے ملاقاتیں کرو گے، لوگوں کو وہاں سے وصول کر کے یہاں مسجد کے ماحول میں لے کر آؤ گے اور یہاں آ کر وہ اس ماحول میں یعنی ایمان ویقین کے ماحول میں آ کر بات سنے گا تو یہ اللہ پر جان دینے کو تیار ہو جائے گا۔ میں سوچتا ہوں لوگ خواہ مخواہ کے اعتراض کرتے ہیں۔ میں نے مثال دی ہے' جس طرح بیچارے ناواقف لوگوں کو یہ شعر سمجھ میں نہیں آئے گا، ناواقف لوگوں کو یہ بات سمجھ میں نہیں آتی کہ گشت کے بغیر ایمان کی تکمیل نہیں، جبکہ میں عرض کر چکا ہوں کہ نقل وحرکت کے ذریعہ لوگوں کو دعوت دے کر ایمان سیکھنے کے عنوان پر مسجد میں لانا یہ اپنے ایمان کی تکمیل کے لیے صحابہؓ سے ثابت ہے۔ میں عرض کر چکا

ہوں امام بخاریؒ کا مقصد یہی ہے، لیکن امام صاحبؒ بہت جھانٹ کر، چن کر حدیث لیتے ہیں، جہاں امام صاحبؒ کو حدیث نہیں ملتی ہے وہاں باب قائم کرتے ہیں، حدیث نہیں لاتے، اتنا اہتمام ہے تو ایمان کی تکمیل کو ثابت کرنے کے لیے حضرت معاذؓ کا عمل نقل کیا، ہم نے پوری بات آپ کو یہ سمجھائی ہے کہ کام کرنے والوں کو اس پر یقین ہونا چاہیے کہ میں اپنے ایمان کی تکمیل کے لے گشت کرر ہا ہوں، اور میرا ایمان کس درجہ کا ہے میں کیسے ثابت کروں اگر میں ہاتھ سے ماحول کو بدلتا ہوں تو کمال ایمان ہے، اگر زبان سے ماحول کو بدلتا ہوں سمجھا کر تو یہ درمیانہ ایمان ہے اور اگر دل سے دیکھ کر غمگین ہوتا ہوں تو یہ ضعیف ترین ایمان ہے اور اگر منکر کو دیکھ کر دل نہیں دکھتا، علماء نے لکھا ہے جس شخص کو کوئی منکر دیکھ کر غصہ نہ آئے، اس کے ایمان کا ذائقہ ختم ہو چکا ہے، ترجمان السنہ میں لکھا ہے؛ اور حدیث میں فرمایا کہ جو آدمی بلا وجہ غصّہ ہوتا ہے کہ اس کے ایمان کا ذائقہ اس طرح ختم کر دیتا ہے غصّہ جس طرح ایلوا شہد کے مٹھاس کو ختم کر دے گا منکر دیکھ کر غصّہ آنا ایمان کے کمال کی علامت، اور بلا وجہ غصّہ ہونا یہ ایسی بد اخلاقی ہے جو ایمان کی حلاوت کو اس طرح ختم کر دیتا ہے جس طرح ایلوا شہد کے مٹھاس کو ختم کر دیتا ہے۔ حدیث ہے۔ بد اخلاقی ایمان کو اس طرح ختم کر دیتی ہے جس طرح ایلوا شہد کی مٹھاس کو ختم کر دیتا ہے اور اگر منکر کو دیکھ کر غصّہ نہ آئے تو ایمان کا ذائقہ بھی اس کے اندر سے ختم ہو، اگر منکر کو دیکھ کر آدمی ناراض ہو تو یہ اس کے کمال ایمان کی علامت ہے، علما نے لکھا ہے کہ اس کا ایمان دُوگنا ہو چکا ہے، یہ ایک بنیادی چیز ہے کہ ہم لوگوں کو دعوت دے کر ایمان سیکھنے کے عنوان پر مسجدوں میں لے کر آئیں، یہ ہماری پہلی صفت صفتِ ایمان، اس کی تعلیم کا، اس کی تکمیل کا ایک مستقل مسنون طریقہ ہے۔ اس لیے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عبداللہ بن رواحہؓ کے عمل کی تعریف کی تھی، فرمایا: ابنِ رواحہؓ جو کر رہا ہے وہ بہت اچھا کام کر رہا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تحسین فرمائی ہے۔ اس حدیث شریف سے یہ بات بالکل ثابت ہوگئی کہ ایمان کی تکمیل کا یہ ایک راستہ ہے۔ اگر کسی کو اعتراض اس پر ہوتا ہے کہ کیا تعلیم ہو رہی ہے، وعظ ونصیحت ہو رہی ہے، خطبات اور بیانات علماء کرتے ہیں تو کیا ایمان کامل نہیں ہوگا؟ کیوں نہیں ہوگا؟ اگر ان ساری تعلیم اور تدریس اور مدارس اور خانقاہوں اور وعظ اور خطبات کا اگر مقصد صرف امر بالمعروف ونہی عن المنکر ہے تو بیشک! یہ بھی ایمان کی تکمیل کے ذرائع ہیں، اور اگر خدانہ کرے تعلیم سے یہ مقصد نہیں ہے؛ بلکہ اگر اس لیے پڑھ رہا ہے کہ پڑھانے کی اِستعداد پیدا ہو جائے اور اصلی مقصد (ایمان کی تکمیل) ذہن میں نہ ہو تو پڑھنے کا موضوع نہیں ہے، اس سے کوئی فائدہ نہیں، ہم نے ایک بات عرض کی ہے کہ پہلی چیز یہ ہے کہ ایمان والے تو وہی لوگ ہیں جو مسجدوں کو اعمال سے آباد کرتے ہیں، اور بکثرت مسجد میں آتے (حدیث میں ہے یعتاد المسجد) ہیں، اس کثرت سے اگر آپ صرف فرائض اور نمازوں میں شرکت مُراد لے لیں تو میں آپ سے کہتا ہوں کہ وہ منافقین جماعت کی نماز نہیں چھوڑتے تھے، تہجد نہیں چھوڑتے تھے منافقیں، آپ کیا کہیں گے؟ اس لیے ایمان کے حلقے مسجدوں میں اور اس میں اللہ کی توحید کا بیان کرنا یہ ہمارے کام کا ایک بنیادی مقصد ہے، اُمّت کو شرک اور کُفر کے ماحول سے، اور اللہ کے غیر کے تاثر کے پیدا ہونے کے ماحول سے نکال کر، مُلک ومال سے کامیابی کے یقین کے

تاثر والے ماحول سے نکال کر، اللہ کی وحدانیت اور اس کی قدرت کو سمجھانے کے لیے اللہ کے گھر میں جمع کرنا یہ اللہ کا تاثر پیدا کرنے کے لیے لازم اور ضروری ہے۔

انفرادی ماحول میں کتابوں کا مطالعہ کر لینے سے وہ کیفیت پیدا نہیں ہوگی جو کیفیت اجتماعی حلقہ میں بیٹھنے سے پیدا ہوتی ہے:

میں آپ سے صاف طور پر عرض کر دیتا ہوں کہ یہ نشر و اشاعت اور یہ انفرادی ماحول میں کتابوں کا مطالعہ کر لینا یہ اِس سے وہ کیفیت پیدا نہیں ہوگی جو کیفیت اجتماعی حلقہ سے پیدا ہوگی، پکّی بات ہے۔ جو کیفیت مسجد میں ایمان کے حلقوں میں بیٹھ کر پیدا ہوگی وہ آپ کے اپنے گھروں میں انفرادی مطالعہ سے کبھی حاصل نہیں ہو سکتی، یہ پکّی بات ہے، اس لیے کہ میں حضرت مولانا یوسف صاحب کا ملفوظ نقل کرتا ہوں، فرماتے تھے کہ معلومات کا کوئی تاثر نہیں ہوتا، آپ کے انفرادی مطالعہ سے آپ کی معلومات میں اضافہ ہو سکتا ہے لیکن ایمان کی تکمیل وہ آپ کے مطالعہ سے نہیں ہوگی،

بلکہ ایمان کی تکمیل اور علم کا کمال وہ تو مسجد میں اجتماعی علم اور ایمان کے حلقوں سے ہوتا ہے اور یہ بات بالکل واضح ہے کہ مسجد میں ایمان کے حلقے اور علم کے حلقوں کو فرشتے اپنے پَروں سے آسمان تک گھیر لیتے ہیں۔ ان فرشتوں کی صحبت سے فرشتوں والی صفات پیدا ہوتی ہیں۔ اللہ کے گھروں میں سے کسی گھر میں جمع ہو کر جو لوگ اللہ کے تذکرے کرتے ہیں، اُس سے صرف تسبیحات مُراد نہیں ہیں، بیشک! حدیث میں ذکر کا لفظ ہے لیکن اس سے ذکر سے تسبیحات مُراد نہیں ہیں؛ بلکہ اس سے مسجد میں اللہ کی توحید، اس کے احکام اور حلال حرام کے تذکرے اجتماعی طور پر کرنا مُراد ہے۔ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ولذکر اللہ اکبر کا مطلب یہ نہیں ہے کہ اللہ کا ذکر سب سے بڑا ہے، اس لئے کہ یہ تو ہے ہی، اس کا انکار کون کر سکتا ہے، اللہ کا ذکر تمام چیزوں کے اذکار سے بڑا ہے، بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ مسجد میں جمع ہونے والوں کا ذکر کرے، یہ ذکرِ اکبر ہے، حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ذکرِ اکبر یہ نہیں کہ ہم اللہ کا ذکر کریں، یہ بڑا ذکر ہے، ذکر اللہ اکبر یہ ہے کہ اللہ ہمارا ذکر کرے، اللہ فرشتوں کے درمیان ہمارا ذکر کریں، یہ ذکرِ اکبر ہے، یہ تفسیر ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی۔ اس لیے میری سب سے درخواست ہے، علماء سے خاص طور پر کہ مسجدوں میں ایمان کے حلقوں کا ماحول عام ہونا چاہیے، میں سمجھتا ہوں یہ کہہ دینا اس مسجد میں گشت ہوتا ہے، نہیں، ہماری سوچ یہ ہونی چاہیے کہ اس آبادی کے اتنے فیصد مسلمان ہیں، ان ایمان کے حلقوں میں جمع ہونے لگے۔

نماز مومن کے مسجد میں جمع ہونے کا ایک عنوان ہے

نماز مومن کے مسجد میں جمع ہونے کا ایک عنوان ہے، اس نماز کے عنوان پر جمع ہونے کو ذریعہ بنانا ہے ایمان کے حلقوں میں ایمان والوں کو جمع رکھنے کا، کہ ہر نماز کے بعد عمل ہو، اس لیے کہ مسجدِ نبویؐ کا معمول یہی تھا کہ ہر نماز کے بعد عمل ہوتا تھا اور ہر عمل کے دوران نماز ہوتی تھی۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان فرما رہے تھے بیان کرتے کرتے فرمایا: آؤ! اب نماز

پڑھ لیتے ہیں، بیان کے دوران نماز کھڑی ہوتی تھی، قرآن کے حلقوں کے دوران نماز شروع ہوتی تھی، وعدوں کے تذکرے کرتے کرتے نماز شروع ہوتی تھی۔ اُن کی نماز میں صفتِ احتساب، اُن کی نماز میں صفتِ احسان، اُن کی نماز میں اللہ کا تاثر، اُن کی نماز میں اللہ کا دھیان، یہ ساری چیزیں نماز کی تکمیل، اس میں تھی کہ مسجد میں نماز کے علاوہ وہ اعمال ہوتے تھے، جن اعمال کی وجہ سے نماز میں کمال تھا، اب نماز میں کمال اس لیے نہیں ہے کہ مسجد اُن اعمال سے بالکل ویران ہے جن اعمال سے نماز کی تکمیل ہوتی ہے۔ وعدوں کا یقین نہیں، تلاوت کی دُرستگی نہیں، مسائل کا دھیان نہیں، فضائل کا اِستحضار نہیں، ایک آدمی بازاری ہوتے ہوئے نماز پڑھ رہا ہے۔ تو میں نے عرض کیا کہ علماء اس طرف توجّہ دیں کہ ان کی مسجدوں میں ان کے ایمان کے حلقوں میں اللہ کی توحید کو بیان کیا جائے، علماء نے لکھا ہے اللہ کی توحید کا بیان کرنا بالذات مقصود ہے، احکام کا علم بذات مقصود نہیں ہے عمل کے لیے مقصود ہے۔ جو چیز مقصود بالذات نہیں ہے اُس سے تو فراغت ہو جائے گی، لیکن جو چیز مقصود بالذات ہے اُس سے مومن کو موت تک فراغت نہیں، اس لیے علم بالذات مقصود نہیں، علم سے فراغت ہو جائے گی، آپ نے نماز کا طریقہ سیکھ لیا ہے اب آپ کو نماز کی کتاب کی ضرورت نہیں، آپ کو نماز کی ضرورت ہے، کیونکہ علم عمل کے لیے ہے، لیکن اگر آپ جان لیں کہ اللہ ایک ہے، یہ آپ کا جاننا یہ ایمان کی تکمیل کے لیے کافی نہیں ہے، جب تک آپ روزانہ اللہ کی وحدانیت کے بیان کرنے کو اور سننے کو اپنا معمول نہ بنالیں، جو چیز بالذات مقصود ہے، اُس میں تکرار مقصود ہے اور جو چیز بالذات مقصود نہیں ہے اُس میں تکرار کی ضرورت نہیں۔ آپ پانچوں نمازیں پڑھتے ہیں ہر نماز سے پہلے آپ کتاب کھول کر نہیں دیکھتے، آپ ہر سال روزہ رکھتے ہیں آپ کتاب کھول کر رمضان میں کتاب الصوم نہیں پڑھتے، کہ روزہ کا طریقہ دیکھیں کیا ہے؟ بہت سے حجاج بغیر کتاب کے حج کرتے ہیں، یہ حج کے افعال ہیں اور ان چیزوں سے بچنا ہے، یہ کام کرنا ہے، کر لیتے ہیں، بے شمار لوگ، ۔۔۔۔۔ لیکن اللہ کی توحید کا بیان کرنا عالم ہو یا غیر عالم اس کا بیان کرنا اور سننا بذات مقصود ہے۔ حضرت (حضرت مولانا محمد یوسف صاحبؒ) فرماتے تھے اگر روزانہ اس کا معمول نہ بنایا تو کفر دل میں جڑ پکڑ لے گا۔

ہر ایمان والے کو روزانہ تجدید ایمان حکم ہے:

اس لیے میں نے عرض کیا کہ یہ ساری اب تک کی بات یہ صفتِ ایمان سب سے پہلی صفت، اس کی ایک عملی محنت ہے، جس کی مجھے روزانہ ضرورت ہے، آپ اگر صبح نکل جائیں ان نجاروں اور بڑھائی کے محلوں کی طرف تو آپ کو صبح سارے بڑھائی اور کارپینٹر اپنے اوزاروں پر دھار لگاتے ہوئے دکھیں گے۔ کوئی بسولہ پر دھار لگا رہا ہوگا، کوئی آری پر لگا رہا ہوگا، کوئی ۔۔۔۔۔ پر لگا رہا ہوگا، کیونکہ ہمیں ان اَوزار سے دن بھر کام لینا ہے۔ قصائی صبح سویرے آپ کو ملیں گے، فجر سے پہلے فجر کے بعد یہ سب اپنی چُھریوں کو دھار لگاتے ہوئے ملیں گے؛ میں آپ کو یہ سمجھانا چاہتا ہوں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہر ایمان والے کو اس طرح روزانہ اپنے ایمان کی تجدید کا حکم دیا ہے، لیکن میں نے اور آپ نے اس کو ضروری نہیں سمجھا کہ میں

دن بھر اللہ کے احکام کو ان اعضاء سے پورا کرنے کے لیے سب سے پہلے اپنے ایمان کی تجدید کروں تا کہ دن بھر کے جو اللہ کے احکام ہیں ان احکام کو ان اعضاء سے پورا کیا جا سکے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حکم دیا جددوا ایمانکم صحابہؓ نے سوال بھی کیا۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! ایمان کی تجدید کیسے کریں؟ فرمایا: أکثروا من قول لَا إِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ. لا الہ الا اللہ کے مفہوم کی دعوت ایمان کی تجدید کا سبب ہے، میں پہلے عرض کر چکا ہوں کہ انفرادی ذکر سے یہ چیز حاصل نہیں ہو سکتی، آپ کو برا نہ لگے، بلکہ دوسروں کو اللہ کی یاد دلانا یہ ایمان کی تکمیل کا اور دلوں کی جلا کا سبب ہے،

امت کے کسی فرد کا یہ کام نہیں کہ وہ کونہ سنبھال کر بیٹھ جائے:

ابوبکر صدیقؓ کی انفرادی دعوت سے کُفّار کو اختلاف نہیں تھا، آپؓ اگر زور سے قرآن پڑھیں گے کہ آپ سنائیں دوسروں کو تو ہم آپ کو مکّہ سے نکال دیں گے، آپ دیکھ لیں ایک ابوبکرؓ سے باوجود یہ کہ وہ سب سے زیادہ بیواؤں کا خیال کرنے والے اور بڑے اخلاق والے اور پریشان حال لوگوں کے کام آنے والے تھے، لیکن اس شرط پر رکھا گیا کہ آپ قرآن زور سے نہیں پڑھیں گے، آپ قرآن زور سے پڑھتے ہیں ہماری عورتیں اور بچّے سنتے ہیں، ہمیں اندیشہ ہے وہ اسلام میں داخل ہو جائیں گے، انہوں نے بھی یہی کہا: چلو بھیا! کیا بات ہے مجھے تو عمل کرنے دو کم سے کم، اگر دوسروں کو نہیں سنوانا چاہتے تو کوئی ایسی بات نہیں ہے، یہ کوئی فرض تھوڑی ہے، یہ واجب تھوڑی ہے، کم سے کم اپنی تلاوت تو ہوتی رہے مکہ میں رہ کر، آپؓ نے فرمایا: نہیں، میں مکّہ چھوڑ دوں گا اگر تم مجھے بالجہر تلاوت کرنے سے روکو۔ آپ نے کبھی غور کیا اِس پر، ابن دغنہ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اِس شرط پر امان دی تھی کہ وہ قرآن زور سے نہیں بڑھیں گے، کیونکہ ان کی تلاوت اگر تالیانہ ہے تو ہمیں کوئی اعتراض نہیں ہے، اپنے گھر میں قرآن پڑھیں ہمیں کوئی اعتراض نہیں، اگر ان کی تلاوت داعیانہ ہے تو ہم ابوبکرؓ کو مکّہ سے نکال دیں گے، ابن دغینہ کا امان ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ کہہ کر واپس کیا ہے کہ میں مکّہ چھوڑ دوں گا، لیکن قرآن آہستہ پڑھوں ایسا نہیں ہو سکتا۔ اِس سے معلوم ہوتا ہے کہ مومنِ کامل کے عمل کا متعدی ہونا اصل ہے، مومن کون ہے؟ کسی جگہ بیٹھ کے اپنی انفرادی عبادت کر لے یہ اِس اُمّت کا کام نہیں ہے، یہ آپ کی لاعلمی ہے، ورنہ اس اُمّت کے کسی فرد کا کام نہیں ہے کہ وہ کونہ سنبھال کر بیٹھے، کُفّار نے کہا: ابوبکر! تم ایسے سخی آدمی ہو نہ تم نکل سکتے ہو، نہ تمہیں کوئی نکال سکتا ہے، ایسے آدمی ہو، مگر تم نے اگر قرآن زور سے پڑھا تو جیسے آدمی کو بھی مکّہ سے، فرمایا: مکّہ چھوڑ دوں گا لیکن تلاوت نہیں چھوڑوں گا، تلاوت بالجہر، ہم یہ سمجھتے ہیں تبلیغ میں اس لیے نکلو تا کہ قرآن سیکھ لو، بس! پھر تم اُس کی تلاوت کرو، یہ ایک غور کرنے کی چیز ہے، اس لیے اجتماعی اعمال پر جو سکینہ نازل ہوتا ہے، اجتماعی اعمال کے ماحول میں جو فرشتوں کا نزول ہوتا ہے، اس سے عمل کی استعداد پیدا ہوتی ہے۔

عبادات میں بھی جو کمال پیدا ہوگا وہ دوسروں کو عمل پر آمادہ کرنے سے ہوگا

دوسری بات یہ ہے کہ عبادات میں بھی جو کمال پیدا ہوگا وہ دوسروں کو عمل پر آمادہ کرنے سے ہوگا، یہ بھی حضرت (حضرت جی

مولانا محمد یوسف صاحب رحمۃ اللہ علیہ) فرماتے تھے کہ تم گشت کے کر کے جو عمل کرو گے، اُس گشت سے تمہاری نماز میں کمال پیدا ہو جائے گا، حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ ملفوظ ہے کہ جس چیز میں کمال حاصل کرنا چاہتا تھا معروفات میں سے اس پر دوسروں کو آمادہ کرتا تھا، اور جس منکر کو اپنے اندر سے نکالنا چاہتا تھا اُس سے دوسروں کو روکتا تھا۔ اس لیے فرمایا کہ اپنی نمازوں میں کمال پیدا کرو، اور نماز کی تکمیل کے جو ذرائع ہیں وہ یہ ہیں: علم کے حلقے، قرآن کے حلقے، تعلیم کے حلقے، یہ سارے حلقے مسجد کے یہ عبادت کی تکمیل کے لیے ہے،

ہر سال ۴ رمہینے دُنیا کے ماحول سے اور دنیا کے مشاغل سے نکلنا اس لیے ضروری ہے تاکہ تمہاری دنیا کی وجہ سے دین کا جو حصّہ مغلوب ہے یا دین کا جو معیار گھٹا ہے یہ اپنے معیار کو پہنچ جائے:

اور میں صاف طور پر عرض کرتا ہوں کہ اس ایمان عبادات کی تکمیل کے لیے نکلنا یہ میری اتنی ذاتی ضرورت ہے، سال کے ۴ ر مہینے اس لیے مخصوص کر لو خروج کے لیے' تاکہ مقام پر رہتے ہوئے دُنیاوی مشاغل کی وجہ سے جو عبادات میں کمی آئی ہے ۴ ر مہینے اِس کمی کو پورا کیا جائے۔ ابھی تک ہم سمجھتے ہیں کہ یہ کوئی زائد اور غیر ضروری چیز ہے، ہر سال ۴ رمہینے لگائے جائیں؛ حالانکہ عبادت کا کمال' ایمان کی تکمیل کی علامت ہے، جس کے ایمان میں کمال ہوگا اُس کی عبادت میں کمال ہوگا، جس درجہ کا خشوع ہوگا نماز میں اُس درجہ کا ایمان ہوگا، اس لیے ایمان کی تکمیل سے عبادات کی تکمیل ہے۔ تو میں عرض کرنا چاہتا ہوں کہ ہر سال ۴ رمہینے دُنیا کے ماحول سے اور دنیا کے مشاغل سے نکلنا اس لیے ضروری ہے تاکہ تمہاری دنیا کی وجہ سے دین کا جو حصّہ مغلوب ہے یا دین کا جو معیار گھٹا ہے یہ اپنے معیار کو پہنچ جائے۔

گندگی کھانے والی مرغی جس کو جلالہ کہتے ہیں اس کو بھی استعمال کرنے کے لیے کچھ وقت کے واسطے دروے کے اندر بند کرنا پڑتا ہے تاکہ قابلِ استعمال ہوتا، جس منکرات کے ماحول میں ہمارا اور آپ کا وقت گُزرتا ہے، اللہ کے اپنے آپ کو عمل کے قابل بنانے کے لئے اس ماحول میں محبوس ہونا ضروری ہے،

صحابہؓ نے صاف کہا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! جو کیفیت آپؐ کے پاس ہوتی ہے وہ کیفیت ہمارے گھروں پر نہیں ہوتی ہم کیا کریں؟ صحابہؓ اِس کو نفاق کہہ رہے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اگر تم اس کیفیت پر جس کیفیت پر میرے پاس ہوتے ہو، اُس کیفیت پر اگر تم اپنے گھروں میں ہو، تو تم سے تمہارے بستروں پر فرشتے ملاقات کریں، آج کل لوگ اس حدیث کو یہ سوچتے ہیں کہ یہ اس کا مطلب یہ ہے کہ ایک ناممکن سی چیز ہے، مجھے اس لوگوں کے اس مفہوم پر تعجب ہے، لوگ اس روایت کے مفہوم کو نہیں سمجھ سکے اور یہ خیال پیدا کر دیا کہ ایسا ایمان ناممکن ہے اور فرشتوں سے ملاقات ناممکن سی بات ہے، اس لیے جیسا چل رہا ہے چلنے دو، ہم ان صحابہؓ کے ایمان تک ہم کہاں پہنچ سکتے ہیں؛ حالانکہ حدیث کا مطلب یہ ہرگز نہیں، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو یہ چاہتے تھے کہ جو کیفیت یہاں ہے وہ کیفیت وہاں بھی رہے، اور صحابیؓ نے شکایت کی ہے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو فرمایا ہے وہ صرف صحابیؓ کی اس فکر کو، اس پریشانی کو دور کرنے کے لیے فرمایا کہ تم اپنے کو منافق مت سمجھنا،

بس اتنی سی بات ہے، ورنہ کہیں تمہارے اندر مایوسی نہ پیدا ہوجائے کہ تم منافق ۔جتنی بھی اس طرح کی روایتیں ہیں وہ مومن کو مایوسی سے بچانے کے لیے ہیں، یہ مطلب ہرگز نہیں ہے روایت کا کہ تم اس کیفیت پر کبھی نہیں پہنچ سکتے، کہ فرشتے تم سے اس طرح سے ملاقات کریں، حضرت حذیفہؓ کو 20 فرشتے ملے گھوڑے پر سوار ملاقات ہوئی 20 فرشتے اسید بن حضیرؓ اپنی کھلیان میں تہجد پڑھ رہے تھے، فرشتے نازل ہوئے، گھوڑی اُچھلنے لگی، آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے یہ نہیں فرمایا کہ یہ تو صرف تمہارا ایمان ہے کہ تم فرشتوں کو دیکھ رہے تھے' فرشتے نازل ہو رہے تھے، یہ نہیں فرمایا، بلکہ یہ فرمایا کہ اگر تم پڑھتے رہتے تو محلّہ کے عوام آکر دیکھتی اُن فرشتوں کو، روایت میں ہے، ہم نے یہاں آکر بات کاٹ دی کہ بھائی! یہ تو ممکن نہیں ہے، لہٰذا یہ ایسا ایمان جس کے پاس ہے اُس پر قناعت کرے، علماء نے لکھا ہے اگر کوئی مسلمان ایسا کہے کہ یہ ایمان تو صحابہؓ کا ہے، ہم قابل کہاں اور یہ ایمان تو صوفیاء کا ہے، اقطاب کا ہے، ابدال کا ہے، ہم قابل کہاں، علماء نے لکھا ہے کہ ایسا شخص ناقصِ ایمان سے راضی ہوگیا، اتنا ایمان ہے ہم ہمارے اعتبار سے ایمان بہت ہے۔

اللہ کے راستے میں نکلنے کا مقصد:

اس راستہ میں نکلنے کا مقصد یہ ہے کہ دُنیا کے مشاغل کی وجہ سے جو ایمان میں ضُعف آیا ہے' جو کمی آئی ہے، بالکل دُنیا کو ترک کر کے پوری، سارے اسباب اور سارے معاش کے ذرائع اور اپنے گھر کے ماحول اور غفلت کے ماحول سے نکل کر ۴/مہینے مسلسل عمل کے ماحول میں رہو، تاکہ جو معیار گھٹا ہے عبادات کا دُنیاوی مشاغل کی وجہ سے وہ عبادات کا معیار بلند ہو، حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ کہہ کر جماعت کو روانہ کرتے تھے ذمہ دار کے ساتھ کہ تم ان پر ایسی محنت کرنا کہ ان کی نمازیں کمال کو پہنچ جائیں، آپ تو نماز کی کتاب پڑھ کر کہتے ہیں مجھے نماز پڑھنی آگئی ہے، حضرت عمرؓ مدینے میں رہنے والوں کو جو وہاں علم اور عمل کے ماحول میں ہیں اُن کے بارے میں کہہ رہے ہیں کہ ان کو لے کر نکلو تاکہ ان کی نماز میں کمال پیدا ہوجائے، ہمارا خیال یہ ہے کہ وہ تو بے نمازی نکلے جماعت میں، تاکہ نماز سیکھ لیں، ہم عرض کرتے ہیں' نہیں، مجھے بھی ضرورت ہے کہ ابھی نماز کی تکمیل کے لیے میں اپنے گھر اور اپنے اسباب کے ماحول سے نکلوں، ورنہ رفتہ رفتہ عبادت کا معیار گھٹتے گھٹتے بہت گھٹیا، بہت ادنیٰ معیار پر عبادت کا معمول بن جاتا ہے۔

معمول کا پورا ہونا، یہ ترقّی نہیں ہے، بلکہ معمول سے بڑھ کر عمل کا ہونا ترقّی ہے:

معمول کا پورا ہونا ترقی کا سبب نہیں، یہ ترقّی نہیں ہے، بلکہ معمول سے بڑھ کر عمل کا ہونا ترقّی ہے، آپ کو اگر ۲۰/سال ۳۰/سال ۴۰/سال اگر آپ کی تنخواہ میں اضافہ نہ ہو تو آپ اس کو ترقی کہتے ہیں یا تنزّلی کہتے ہیں؟ اگر آدمی دُوکان کی آمدنی سالہاسال پانچ ہزار سے آگے نہ بڑھے، بتائیے! آپ اس کو ترقی کہتے ہیں یا تنزّلی؟ آپ کا معمول پورا ہو رہا ہے دُنیا کے اعتبار سے، آپ کی تنخواہ میں اضافہ نہیں ہوا، آپ کی آمدنی میں کوئی زیادتی نہیں ہوئی تو آپ کہتے ہیں کہ ترقّی نہیں ہوئی، اور جو آپ کا معمول ہے اعمال کا اُن اعمال کے معمول کو آپ پورا کرنے کو ترقّی سمجھتے ہیں، اس لیے ہم نے عرض کیا کہ نکلنے کی

ضرورت اس لیے ہے تا کہ آدمی دنیا سے منقطع ہوکر عمل کے ماحول میں رہے۔

نماز کی دعوت یہ نہیں ہے کہ لوگوں میں جا کر نماز کی حیثیت بیان کردے، بلکہ تیری نماز کی دعوت کا معیار یہ ہے کہ اگر اذان اور وزیر ایک وقت میں جمع ہوجائیں تو وزیر سے کہے کہ اذان ہوگئی ہے، مجھے اللہ نے بلایا ہے، میں مسجد میں جارہا ہوں، اگر تمہیں اللہ مطلوب ہے تو آجاؤ، اگر تمہیں اللہ مطلوب نہیں ہے تو انتظار کرو، نماز کے بعد ہماری ملاقات ہوگی۔

دوسری بات یہ ہے کہ حضرت (مولانا محمد یوسف صاحبؒ) فرماتے تھے کہ عبادات کو یہاں تک پہنچا دینا ہے کہ اس کے یقین میں کائنات کی تمام شکلیں، عبادت کے مقابلہ میں ایسی بے حیثیت ہوجائیں کہ پھر یہ امتحان میں کامیاب ہو کہ اگر اس کی نماز کے مقابلہ میں بادشاہ آجائے، اس کی نماز کے مقابلہ میں کوئی وزیر آجائے، تو یہ صاف کہے کہ نہیں، نماز کا وقت ہے، نماز کے بعد ملاقات کریں گے۔ حضرت (مولانا محمد یوسف صاحبؒ) فرماتے تھے: تیری نماز کی دعوت یہ نہیں ہے کہ لوگوں میں جا کر نماز کی حیثیت بیان کردے، بلکہ تیری نماز کی دعوت کا معیار یہ ہے کہ اگر اذان اور وزیر ایک وقت میں جمع ہوجائیں تو وزیر سے کہے کہ اذان ہوگئی ہے، مجھے اللہ نے بلایا ہے، میں مسجد میں جارہا ہوں، اگر تمہیں اللہ مطلوب ہے تو آجاؤ، اگر تمہیں اللہ مطلوب نہیں ہے تو انتظار کرو، نماز کے بعد ہماری ملاقات ہوگی۔

حضرت (مولانا محمد یوسف صاحبؒ) فرماتے تھے: اگر بادشاہِ وقت آجائے، تیرے ۴/مہینے لگ جائیں گے، اللہ تعالیٰ دیکھنا چاہیں گے کہ اس کا نماز پر کتنا یقین آگیا ہے، اس طرح انبیاءؑ کو اللہ تعالیٰ نے آزمایا ہے، سلیمان علیہ السلام کو خوبصورت گھوڑے دے کر، وہ اس کو دیکھنے میں مشغول تھے، عصر قضاء ہوگئی، اتنا غم تھا کہ نماز کے قضاء ہونے کا کہ انہوں نے ان گھوڑوں کو کاٹ کر اس کی نسل ختم کردی، اور فرمایا کہ مجھے آج کی عصر چاہیے، اللہ تعالیٰ نے دیکھ لیا کہ میرے بندے کو ان گھوڑوں کو دیکھنے میں عصر کی نماز کے قضاء ہونے کا واقعی احساس ہے، تو اللہ نے سورج کو واپس نکالا۔

اگر سلیمان علیہ السلام کے لیے صرف عصر کی نماز کے قضاء ہونے پر وہ بھی ایک زینت بھی گھوڑوں کی وجہ سے، نہ دُوکان، نہ زراعت، نہ تجارت، نہیں؛ بلکہ زینت کی گھوڑوں کی وجہ سے، اگر انہیں اس کا غم ہے تو محمد ﷺ کا ایک امتی ایسا ہے کہ 50 ہزار کا باغ جس پر پورے خاندان کا گزارا تھا انہوں نے اس کو نفل نماز کے لیے چھوڑا ہے، جس میں پرندے کا انگور کھانے کا منظر یا پرندے کے باغ سے نکلنے کا راستہ نہ ملنے پر جو خلل ہوا ہے ان کو نفل میں، اس نفل میں خلل کی وجہ سے اس باغ کو چھوڑا ہے، میں یہ باغ چھوڑتا ہوں کیونکہ اس نے میری نفل میں خل پیدا کیا ہے۔

اللہ تعالیٰ تیری نماز کا امتحان اس نماز کے مقابلہ میں کسی شکل کو لا کر لیں گے:

حضرت (مولانا محمد یوسف صاحبؒ) فرماتے تھے کہ اللہ تعالیٰ تیری نماز کا امتحان اس نماز کے مقابلہ میں کسی شکل کو لا کر لیں گے، کہ اب تک کی نماز سے، اب تک کے چار مہینے، چلّے پھرنے سے تیری نماز کا کتنا یقین آیا، فرماتے تھے: جس چیز کو تم

نماز کے لیے چھوڑو گے نماز کے لیے وہ چیز مسخر ہوگی، اور جس چیز کے لئے تم نماز کو چھوڑو گے وہ چیز تم پر مسلط کر دی جائے گی، عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سیدھے مسجد آ کر کہا تھا کہ تمیمؓ! آگ نکلی ہے پہاڑ سے، اُس کو پہاڑ میں داخل کر کے آنا، اور ان سے اس لیے کروایا تھا یہ کام تا کہ قیامت تک آنے والی اُمّت یہ دیکھ لے کہ سن ۹ ر ہجری کا مسلمان جس کو شاید سال یا سال سے کم موقع ملا ہے آپؐ کی صحبت کا، یہ بھی اتنی طاقت رکھتا ہے، اس کے لیے کوئی ضروری نہیں ہے کہ کوئی بڑے پُرانے صحابیؓ اس کو کرتے، نہیں، یہ تو ایک نئے صحابیؓ بھی اس کام کو کر سکتے ہیں۔ یہ تھا مطلب، نماز صرف کتاب کی نماز کا سیکھ لینا نماز سیکھ لینا نہیں ہے، کتاب کی نماز تو نماز کا ڈھانچہ ہے، اور میں اور آپ اس ڈھانچہ سے بالکل مطمئن ہیں، سوال اس بات کا ہے کہ اس میں صفتِ احسان کیوں نہیں آئی، حضرت (مولانا محمد یوسف صاحبؒ) فرماتے تھے: جو آدمی اپنی نماز کی قبولیت کو، اپنی نماز کے کمال کو دیکھنا چاہتا ہو تو یہ دیکھ لے کہ ظہر سے عصر تک کا وقت کیسے گُزرا، اگر ظہر سے عصر کے درمیان کا وقت اللہ کی اطاعت میں، اُس کی عبادت میں، اُس کے خوف کے ساتھ گُزرا ہے تو ظہر کی نماز قابلِ قبول ہے، اور اگر ظہر عصر کے درمیان گناہ ہوا ہے، تو نماز دُرست نہیں ہوئی، میں تو نماز سے اس لیے مطمئن ہوں کہ میں نماز کو کتاب سے جوڑ کر دیکھ رہا ہوں' نہیں، آپ قرآن پڑھئے' تو آپ کو قرآن یہ بتائے گا کہ اگر یہ نماز آپ کو منکر سے روک رہی ہے تو نماز قائم ہے، اور یہ نماز منکر سے نہیں روک رہی ہے تو یہ نماز آپ کو اللہ سے دور کر رہی ہے، یہ حضرت عبداللہ ابن مسعود اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم دونوں کا قول ہے۔ من الصلاۃ تنھی عن الفحشاء والمنکر اس آیت کے ذیل میں حضرت ابن عباس اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ دونوں فرماتے ہیں کہ قائم نماز وہ ہے جو منکر سے روک دے، اس لیے کہتا ہوں کہ کلمہ کا اخلاص یہ ہے کہ منکر سے روک دے، اور نماز کی اخلاص یہ ہے کہ یہ فواحش سے اور بیہودہ کاموں سے روک دے۔

تو ہم نے عرض کیا کہ یہ امتحان آئے گا نماز کا، کہ دو چیزیں اللہ تعالیٰ ایک وقت میں جمع کر دیں گے، ادھر اذان ادھر گاہک، دونوں کو ایک وقت میں جمع کریں گے، تم نے اتنا اس راستہ میں پھر کر نماز کو کس یقین پر پہنچایا ہے ہم اس کا امتحان لیں گے، اس طرح نہیں کہ نماز کے وقت کوئی تقاضہ نہ آئے دنیاوی، ہم دنیا کا تقاضہ نماز کے وقت لائیں گے تمہارے امتحان کے لیے، کہ تم کس کو ترجیح دیتے ہو، حضرت (مولانا محمد یوسف صاحبؒ) فرماتے تھے: جس چیز کو یقینی سمجھے گا اُس کو ترجیح دے گا' اور جسے غیر یقینی سمجھے گا اُس کو پیچھے کرے گا، خود ہی فیصلہ ہو جائے گا کہ نماز کا یقین آیا یا نہیں، اگر نماز کے مقدّم کر دے تو نماز پر یقین اور اگر سبب کو مقدم کر دے تو سبب پر یقین، انسان کی فطرت ہے کہ انسان یقینی چیز کو ترجیح دیتا ہے آگے رکھتا ہے اور غیر یقینی کو پیچھے رکھتا ہے۔ دُنیا کو آخرت پر مسلمان نے مقدّم ہی اس لیے کیا کہ دنیا ادنی سے ہے، یہ دُنیا دنو وت سے ہے کہ یہ دنیا قریب ہے اور آخرت دور ہے، تو قریب کو مقدّم کر دیا اور آخرت کو موخر کر دیا۔

جب کوئی حاجت پیش آئے تو نماز کو سبب پر مقدم کرو:

اگلی بات یہ ہے کہ مجھ سے اور آپ سے اس کا مطالبہ ہے کہ جب کوئی حاجت پیش آئے تو نماز کو سبب پر مقدم کرو،

تا کہ تمہارے عمل سے یہ بات ثابت ہوجائے کہ تمہارا یقین وعدوں پر ہے، شکلوں پر نہیں، اگر مقدّم کیا ہے عمل کو تو مقدّم کیا ہے اللہ کی ذات کو اور اگر مقدّم کیا ہے سبب کو تو اللہ کی ذات کو موخر کیا ہے، عمل کا مقدم کرنے والا اپنی حاجت میں اللہ کی طرف قدم اُٹھار ہا ہے اور سبب کو مقدم کرنے والا اپنی حاجت میں قدم اللہ کے غیر کی طرف اٹھار ہا ہے۔

اسی لیے حضور اکرم ﷺ نے اپنے صحابہؓ کو اس کا عادی بنایا اور خود اپنے عمل سے جن کے لیے آسمان سے کھانا تیار اُترتا ہو، چار چار مرتبہ مسجد میں جا کر نماز پڑھ کر اللہ سے کھانا مانگ کر اُمّت کو اس کی تعلیم دی ہے، حدیث میں آتا ہے کہ آسمان سے کھانا تیار اُترا، آپ نے کھایا، اور بچا ہوا کھانا آسمان پر واپس کیا، فرمایا کہ اگر واپس نہ کرتا تو یہ نہ کبھی ختم ہوتا اور نہ یہ کبھی سڑتا، ہمیشہ رہتا اور میں نے اللہ سے جو نبوّت چاہی ہے وہ ہر بھوک کے وقت اللہ سے مانگنے والی نبوت چاہی ہے وہ ہر بھوک کے وقت مانگنے والی نبوت چاہی ہے، ورنہ اس کھانے کو روک لیتے ہمیشہ کھاتے رہتے۔

آسمان سے کھانا گرم اُترا ہے، بعض لوگ کہتے ہیں کہ جی! وہ گرم کھانا خلافِ سُنّت ہے، ہاں!۔ ایک صاحب کھانا ٹھنڈا کر رہے تھے، مَیں نے پوچھا کیا کر رہے ہیں' کہا: ٹھنڈا کر رہا تھا، میں نے پوچھا بھئی! کیوں ٹھنڈا کر رہے تھے، کہ وہ گرم کھانا خلافِ سُنّت ہے۔ تمہیں کس نے بتایا؟۔ وہ تو اتنا گرم جس سے ہاتھ جلے، منہ جلے، اُس کے بارے میں ہے؛ ورنہ گرم کھانا سُنّت ہے۔ آسمان سے کھانا ہاٹس پاٹ میں اُترا ہے۔ حدیث میں ہاٹس پاٹ کا لفظ ہے۔ ۔

کا لفظ ہے حدیث میں، اور مسخن کہتے ہیں اُس برتن کو جس میں کھانا گرم رہتا ہے۔ آسمان سے اُترا ہے نا اِتنی بلندی سے' تو وہ گرم ہوتا ہے، آپؐ نے کھایا اُس میں سے اور جو بچا اُس کو آسمان پر واپس لوٹایا۔ آپؐ نے فرمایا، اگر میں اس کو روک لیتا تو نہ یہ کبھی ختم ہوتا نہ یہ کبھی سَڑتا، لیکن چونکہ آپؐ کو اُمّت کو بتلانا تھا کہ جب ضرورت پیش آئے جب مانگو، جب ضرورت پیش آئے جب مانگو، اِس لیے آپ نے مَیں سمجھتا ہوں کھانا واپس کیا، ایسا عادی بنایا تھا دُعاء کا اُمّت کو کہ جن کے لیے کھانا تیار آسمان سے اُترتا ہو اُنہوں نے اُمّت کو نماز سے کھانا مانگنے کی تعلیم دینے کے واسطے بار بار جا کر مسجد میں اللہ سے دُعاء مانگ کر کھانا مانگا ہے۔ چوتھی مرتبہ میں جا کر حضرت عثمانؓ کے یہاں سے کھانا آیا ہے۔ تا کہ اُمّت کو تعلیم دیں۔ تو میرے دوستو عزیزو! یہ ہے۔ نماز سے مسائل کو حل کرانے کی مستقل مشق ہے۔

نماز اپنے کمال کو اس وقت پہنچے گی جب کم سے کم اس کا ڈھانچہ تو دُرست ہو، جو علم کے بغیر ممکن نہیں ہے:

اگلی بات یہ ہے کہ ایمان اور نماز کو سیدھا کرلیا جائے، لیکن وہی بات ہے کہ نماز اپنے کمال کو جب پہنچے جب کم سے کم اس کا ڈھانچہ تو دُرست ہو جو علم کے بغیر ممکن نہیں ہے۔ رہا علم' کہ اب تو نماز کی کتابیں ہیں، بازار جاؤ، نماز کی کتاب خریدو، پڑھ لو۔ مَیں تو صاف طور پر آپ سے کہتا ہوں آپ کو اچھی لگے یا بُرا لگے یہ تعلیم کا کسی نبی کا طریقہ نہیں ہے۔ کہ نماز کی کتاب چھاپ کر تقسیم کرادی جاوے، یہ کسی نبی کا طریقۂ تعلیم نہیں ہے۔ صلوا کما۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ یہ دو حدیثیں ایسی ہیں کہ جن پر غور کرلیا جائے تو اِن دو حدیثوں کی بنیاد پر

مسجدوں میں ہر عمل کی، عملی مشق ہو۔اور ہر عمل کرنے والے کی نگرانی' کہ اس کا عمل کیسا بنا۔اِس لیے کہ کتاب نہ معلّم ہے، نہ مذکر ہے، نہ مربّی ہے، کتاب تو اپنے اندر معلومات لیئے ہوئے ہے، علماء اپنے اندر علم لیے ہوئے ہیں، کتابیں معلومات لیئے ہوئے ہیں، علم کا کمال یہ ہے کہ عمل سے علم پیش کیا جائے۔ یہ کام ہے۔کتاب کا کام نہیں۔کتاب معلومات پیش کرے گی نہ علم پیش کرے گی۔علم تو معلّم پیش کرے گا۔صلوا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

حضراتِ حسنین رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے دیکھا کہ ایک شخص نے' وہ بہت بوڑھا تھا، اُس نے نہرِفراط سے وضو کیا، بہت بُرا وضو کیا، بہت بوڑھا آدمی اور بہت بُرا وضو کیا، اور نماز پڑھی تو بہت بُری نماز پڑھی، دونوں کو فِکر کہ نماز کا کیا ہوگا۔اب اس سے یہ کہیں کہ آپ کی نماز غلط ہے تو بوڑھے آدمی ہیں اُن کو بُرا لگے گا کہ بچّے میری نماز کو غلط کہہ رہے ہیں۔دونوں نے مشورہ کیا کہ اب کیا کیا جائے!! اس کی نماز تو ٹھیک کرانی ہے، یہ تو ہے نہیں کہ مَیں یہاں کتاب لے کر سیکھ لوں!۔کتابی تعلیم دورِ صحابہؓ میں تھی نہیں، جو بہت بعد میں شروع ہوئی ہے، دورِ صحابہؓ میں نبیؐ سے لے کر تابعینؒ تک صحبت سے علم کے حاصل کرنے کا معمول تھا، صحبت سے عمل ملتا ہے، بغیر صحبت کے معلومات ملتے ہیں۔نہ علم ملتا ہے نہ عمل ملتا ہے معلومات مل جاتے ہیں۔دونوں کو فکر ہوا کہ اِس کی نماز کیسے ٹھیک ہو۔چنانچہ مشورہ کیا کہ اِن بڑے میاں سے یہ کہنا تو ٹھیک نہیں کہ آپ کی نماز غلط ہے' آپ کا وضو غلط ہے، اِن سے چلو کہ یہ کہتے ہیں کہ آپ ماشاء اللہ! بڑی عُمر کے ہیں، آپ نے بڑوں کو دیکھا ہے، بڑوں کی نماز آپ نے دیکھی ہے، ہم تو بچّے ہیں آپ کے، ہمارا دل یہ چاہتا ہے کہ ہم وضو کرتے ہیں، آپ ہمارے وضو کی غلطیاں بتائیں اور آپ بڑے ہیں پُرانے ہیں، ہم آپ کے سامنے نماز پڑھیں گے، کوئی غلطی ہماری نماز میں ہو تو آپ ٹھیک کردیں۔بڑے میاں نے کہا کہ ٹھیک ہے کرو غلطی، دونوں نے سُنّت کے مطابق وضو کیا۔بڑے میاں دیکھ رہے تھے کہ میرا وضو تو ایسا نہیں ہے جیسا یہ کر رہے تھے۔دونوں نے نماز پڑھی، بڑے میاں کہتے ہیں' اِن دونوں کی نماز کو دیکھ کر مجھے یہ خیال ہوا کہ میری نماز صحیح نہیں ہے اِن کی نماز صحیح ہے۔چونکہ اِس طرح ہم نے اپنی نمازوں کو پیش کر کے اُن کی نماز کی اصلاح کردی،

علماء کی ذمہ داری ہے کہ یہ مسجدوں کو وقت دیں اور یہ نبی کے مصلّے پر کھڑے ہو کر نبیؐ کے طریقۂ تعلیم کو عام کریں۔

مَیں نے عرض کیا کہ علماء کی ذمہ داری ہے کہ یہ مسجدوں کو وقت دیں اور یہ نبی کے مصلّے پر کھڑے ہو کر نبیؐ کے طریقۂ تعلیم کو عام کریں۔چاہے وہ ہمارے مساجد ہوں، چاہے وہ علماء ہوں۔یہ انبیاء کے وارث صرف اس وجہ سے نہیں کہ ان کے پاس علم ہے۔یہ صرف اپنے علم کی وجہ سے ورثاء انبیاء نہیں ہیں؛ بلکہ علماء ورثاء انبیاء اس لیے ہیں کہ اِن کے پاس نبی کے عمل کی وہ وراثت ہے جس کو یہ عمل کے بغیر پیش نہیں کرسکتے۔اگر کوئی باپ مَرتا ہے اور بیٹے کو مال ملتا ہے وراثت کا تو وہ مال مال کی شکل میں ہوتا ہے۔۔۔۔۔لائین کی شکل میں نہیں ہوتا، سیدھی سی بات ہے، جس طرح وراثت کا مال مال کی شکل میں ہوتا

ہے اس طرح علماء انبیاء کے عملی وارث ہیں۔ جس طرح آپ ﷺ نے اپنے عمل سے نماز پیش کی ہے اسی طرح علماء کی ذمہ داری ہے کہ مسجدوں میں اپنے عمل میں نماز پیش کریں، اپنے عمل سے وضو پیش کریں۔۔۔۔۔۔۔رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا گیا کہ آپ ﷺ کے طریقہ پر وضو سکھلائیے، تو اُونچی دیوار پر بیٹھے اور ایک لوٹے میں پانی منگوا کر سب کو وضو کر کے دکھلایا، سارے عراق والوں کو حضرت علیؓ اِس کے وضو کو دیکھ کر سُنّت کے مطابق وضو کرنا، مساجد میں یہ مطلوب ہیں۔ اگر آپ پیچھے جائیں گے نامتقدمین کی طرف، اگر آپ پیچھے جائیں گے صحابہؓ کے دَور کی طرف یا تابعینؒ کے دَور کی طرف تو آپ کو ملے گا وہاں' کہ وہاں اِس بات کی کوشش ہوتی تھی کہ معلّم کے عمل سے عمل سکھلایا جاتا ہے۔ جتنا اوپر چلتے چلے جاؤ گے اِتنی کتابیں کم ہوتی چلی جاویں گی۔ حضرت عُمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے احادیث کو جو لکھوایا تھا وہ احادیث کی حفاظت کے لیے لکھوایا تھا، تا کہ جھوٹی حدیثیں بیان نہ کریں۔ تو مَیں کہا کرتا ہوں کہ یہ نشر واشاعت اس لیے نہیں تھی بلکہ حفاظت کے لیے تھی۔ جس طرح قرآن کا جمع کرنا۔۔۔۔ قرآن کی حفاظت کے لیے تھا اسی طرح احادیث کا جمع کرنا احادیث کی حفاظت کے لیے تھا۔ ورنہ علم نشر واشاعت کے لیے نہیں تھا۔ آپ کو تو یہ بات سمجھ میں آئے گی نہیں ہماری۔ یہ بات آپ کو سمجھ میں نہیں آسکتی اس زمانہ میں' کہ اِس زمانہ میں علم کی نشر واشاعت باطل آلات سے ہو رہی ہے' جو یقیناً مُنکر ہے لیکن لوگ نشر واشاعت کے شوق میں اُنہوں نے ان فلموں کے آلات کو بھی علم سے خالی چھوڑا نہیں ہے۔ (مَیں کیا کہہ رہا ہوں، میری بات توجّہ چاہتی ہے)۔ فلم کے آلات کو علم کے لیے استعمال کرنے میں انہیں کوئی پریشانی نہیں ہے؛ بلکہ یہ کمال سمجھتے ہیں، جبکہ مَیں کہہ رہا ہوں کہ علم نشر واشاعت کے لیے نہیں ہے۔ علم نقل وحرکت کی چیز ہے، کہ علماء نقل وحرکت کو لے کر اور عوام علماء کی تلاش میں' اُن کی صحبت میں رہنے کے لیے نقل وحرکت میں۔ علم نقل وحرکت کی چیز ہے۔ ایک حدیث کی تحقیق کے لیے ایک مہینہ کا سفر۔ فرماتے تھے حضرت (حضرت مولانا محمد یوسف صاحب رحمۃ اللہ علیہ) کہ جتنا مجاہدہ علم کے حاصل کرنے کے لیے کیا جاتا تھا' سفر سے تکلیفوں کا اِس کی وجہ سے حدیث کا مفہوم کھلتا تھا اور اتنا ہی نہیں بلکہ اُس پر عمل کی اِستعداد، جتنا علم کے لیے مجاہدہ تھا اِتنی علم کی قدر تھی، جتنی علم میں سہولتیں لائی گئیں اتنی ناقدری ہوئی، اِس لیے کہ یہ صرف انسان کی ایک فطرت ہے کہ جو چیز اُس کو سہولت سے ملے گی اُس کو یقیناً ناقدری ہوگی۔ اور جو چیز مشکل سے ملے گی اُس کی قدر ہوگی۔ چونکہ اِس زمانہ میں علم مفت ملتا ہے اور پروفیسر بڑے بڑے اخراجات اور بڑے بڑے اخراجات کے بعد کوئی ڈاکٹر بنتا ہے، اِس لیے لوگوں کو فنون کے ضائع ہونے کا خوف ہے علم کے ضائع ہونے کا کوئی خوف نہیں ہے۔ مدرسہ میں فیل ہو جاؤ کوئی بات نہیں؛ اِسکول میں فیل ہو جاؤ' طلبہ خودکشی کر لیتے ہیں، کہ والدین کو کیا جواب دیں گے، ندامت میں خودکشی کر لیتے ہیں کہ فیل ہو گئے۔ اس جہل کا اتنا لوگوں میں اہتمام ہے کہ اگر فنون میں فیل ہو گئے تو خودکشی کر لیتے ہیں اور علم میں فیل ہو گئے تو کوئی بات نہیں۔ جانے دو۔ اِس لیے کہ صاف بات ہے، اِس زمانہ میں ساری مشقتیں، دُنیا کا جہل کہ ہمیں پڑھنے کے لیے ہیں اور ساری سہولتیں علمِ الٰہی حاصل کرنے کے لیے ہیں۔ ساری سہولتیں علمِ الٰہی کے لیے اور ساری مشقتیں

اور مجاہدے اس جہل کے پڑھنے کے لیے ہیں آپ دیکھ لیجئے !!۔

جو چیز سہولت سے لوگے اُس کی ناقدری پیدا ہوگی، جو چیز مشقت سے لوگے اُس کی قدر ہوگی

جو چیز سہولت سے لوگے اُس کی ناقدری پیدا ہوگی، جو چیز مشقت سے لوگے اُس کی قدر ہوگی' انسان کی فطرت ہے یہ، یہ انسان کی فطرت ہے۔ دوکان بنائی، قدر لے کر، جلنا پڑتا ہے اِس میں یہ، زمین لی ہے کرایہ پر اِس کا اجڑنا پڑتا ہے اس لیے، مکان بنایا ہے قرض ہے لے کر اس کو ڈولنا پڑتا ہے اس لیے، انسان کی جان و مال جس کام پر لگتی ہے اُس سے اُس کو فطری محبّت ہوجاتی ہے، اس لیے ہم یہ عرض کرنا چاہتے ہیں کہ مسئلہ صرف خط و کتابت کا نہیں ہے، اور نشر و اشاعت کا نہیں ہے، مقصد یہ ہے کہ عوام اور علماء مسجد کے ماحول میں جمع ہوں۔ یہ چیز مطلوب ہے۔ اِس سُنّت کا احیاء ہر اُمتی کے ذمہ فرضِ عین ہے۔ علم فرضِ عین ہے، اِس تعلیم کا نظام مساجد میں قائم کرنا ضروری ہے۔ علم کا سیکھنا فرضِ عین ہے۔ سکھلانے والوں کا فریضہ فرضِ کفایہ ہے بشرطیکہ اِتنے علماء ایک علاقہ میں ہوں جو وہاں کے جاہلوں کو پڑھانے کے لیے کافی ہوجائیں، اگر کافی نہیں ہیں تو فرضِ کفایہ ادا نہیں ہوگا۔ تو علم کے حلقے مسجدوں میں مسائل کے قائم کرنا چاہتے ہیں۔ علماء سے وقت مطلوب ہے اس کے لیے باوجود مدارس کے، مدارس سے انکار نہیں ہے، لیکن مدارس کے باوجود؛ مَیں آپ سے صاف طور پر عرض کرتا ہوں،

اگر مسجدوں میں علم کی درسگاہیں قائم نہیں کی گئیں (خاص طور سے عوام کے لئے) تو مدارس اُمّت کے جہل کے علاج کے لیے ہرگز کافی نہیں ہیں:

اگر مسجدوں میں علم کے درسگاہ قائم نہیں کیئے گئے تو مدارس اُمّت کے جہل کے علاج کے لیے ہرگز کافی نہیں ہیں۔ کیونکہ مدارس تو علماء کے بننے کی جگہ ہیں۔ مساجد ان کے استعمال کی جگہ ہیں۔ جیسے یونیورسٹیوں اور ڈاکٹروں کے بننے کی جگہ ہیں اور کلینک اِن کے استعمال کی جگہ ہیں۔ عوام کے علاج کے لیے کلینک کا ہونا ضروری ہے۔ مَیں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ عوام کے علاج کے لیے مسجدوں میں مسائل کی تعلیم کا ہونا ضروری ہے۔ مدارس کافی نہیں ہیں۔ اگر آپ سمجھتے ہیں کہ مدارس سے عام اُمّت کا جہل ختم ہوجائے گا' کتابوں میں لکھا ہے کہ جب تک مساجد کی سطح پر مسائل کی تعلیم اُمّت تک عام نہیں ہوگی اُمّت کا جہل ختم نہیں ہوگا۔ اِس طرح ہمیں مسجدوں کو مسائل کے حلقوں سے بھی آباد کرنا ہے، یہ بہت اہم بات ہے۔ مسائل کے لیے بھی گشت ہے، صرف فضائل کے لیے گشت نہیں ہے کہ مسجد میں تعلیم ہورہی ہے چلو؛ مسجد کی تعلیم کے لیے جو گشت ہے تعلیمی گشت' صرف فضائل کے لیے نہیں ہے بلکہ مسائل کے لیے ثابت ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا گشت اُن مسائل کے لیے تھا جن کی میراث مسجد میں تقسیم کی جارہی تھی۔ وہ دیکھ کر واپس آئے کہ وہاں مال تقسیم ہی نہیں ہورہا' فرمایا کہ وہاں! حرام حلال کے تذکرے نہیں ہورہے ہیں۔ مجھے حیرت ہے کہ لوگوں نے یہ طئے کرلیا تھا کہ تبلیغ میں صرف فضائل کی تعلیم ہوگی، مَیں کہتا ہوں کہ یہ ہرگز کافی نہیں ہے' بلکہ ناقص کام ہے۔ مَیں صاف طور پر کہتا ہوں۔ اب ان کا خیال یہ ہے کہ

تبلیغ میں توصرف فضائل کی تعلیم ہوتی ہے تو یہ ناقص کام ہے۔اس لیے کہ صرف فضائل سے اعمال کی تکمیل نہیں ہوگی؛ شوق پیدا ہوجائے گا۔ مَیں اسے ناقص کام سمجھتا ہوں کہ صرف فضائل میں اکتفاء کیا جائے تبلیغ میں، نہیں؛ بلکہ فضائل کے ساتھ ساتھ مسائل کی بھی وہی اہمیت ہے اور علماء کو چاہیے کہ اس کے لیے وقت فارغ کریں اور عوام کے عمل کی نگرانی مسجد کے ماحول میں کریں۔ مساجد دارالافتاء تھے، مستفتی مسجد میں آتے تھے۔تم تو افتاء کی بات کررہے ہو دارالقضاء تک مسجد میں تھی کہ قاضی مسجد میں ہوگا۔ جتنے اللہ کے احکام ہیں اُن سارے احکام کے فیصلے مسجد میں ہوا کرتے تھے، اوراب حالت یہ آ گئی ہے کہ مساجد سے مسائل بالکل ختم ہوگئے، کیوں؟ کہ آپ نے کتاب چھاپ دیا' کتاب پڑھئے مسائل پر۔۔۔۔۔ یہ تعلیم کا طریقہ نہیں ہے۔کتاب معلّم کے لیے تو ہوسکتی ہے، متعلّم کے لیے کتاب نہیں ہے' متعلّم کے لیے تو معلّم ہے۔کتاب معلّم کی یادداشت کے لیے ہوسکتی ہے لیکن متعلّم کے لیے تو معلّم ہے۔

مَیں آپ سے صاف طور پر عرض کرنا چاہتا ہوں کہ معلّم اور متعلّم کے درمیان کتاب واسطہ نہیں ہے۔کتاب ذریعہ نہیں ہے۔ اِس سے کسی عمل کا کوئی اعتبار نہیں۔آپ نے کیا پڑھا ہے' کیا سمجھا' کیا عمل کیا کچھ پتہ نہیں ہوتا۔تو مَیں کہہ چکا ہوں کہ کتاب تو اندھی چیز ہے' اُسے کیا معلوم آپ کیا کررہے ہیں۔تو اِس لیے ہم عرض کرتے ہیں کہ علماء کی ذمّہ داری ہے کہ مسجدوں کو وقت دیں، اور مسجد میں مسائل کی تعلیم کا عملی ماحول قائم کریں، یہ علماء کی ذمّہ داری ہے کہ مسجدوں کو وقت دیں۔

حضرت ابوالدرداءؓ کی مسجد میں ایک وقت میں 1600 طلبہ ہوتے تھے۔ یہ نہیں کہ داخلہ ہوگیا اور نام چڑھ گیا رجسٹرڈ میں' نہیں۔ کہ گشت کرتے رہو، جاہلوں کو نکال کرلاتے رہو ماحول سے، چلتا رہے یہ۔فرمایا ایک مرتبہ کہ اِس وقت گن کر بتاؤ کہ کتنے لوگ مسجد میں قرآن سیکھ رہے ہیں' کہ جی! اِس وقت سولہ سو ہیں۔حضرت ابوالدرداءؓ کی مسجد میں۔اِس درمیان میں اگر کسی ایک حلقہ میں سجدۂ تلاوت آجاتا تھا تو کہا جاتا تھا درجہ سے کہ سجدۂ تلاوت آ گیا ہے وہ سجدہ کی آیت پڑھتے' سجدہ کرتے اور سولہ سو طلبہ سجدہ کرتے تھے۔کیا منظر ہوتا ہوگا۔اگر سجدہ کی آیت آجاتی درمیان میں' کسی ایک حلقہ میں وہ حلقہ والا کہتا کہ جی! سجدہ کی آیت آگئی ہے، تو وہ سجدہ کی آیت کو زور سے پڑھتے اور 1600 طلبہ سب سجدہ کرتے۔قرآن کی تعلیم اس طرح ہوتی تھی کہ درمیان میں سجدہ کی آیت بھی آجاتی تھی۔ یہ نہیں' کسی کے یہاں آ گئی' چار سجدہ کرلیں' نہیں۔ اِس سجدۂ تلاوت کی اہمیت کی وجہ سے سارے طلبہ کو سجدہ کرایا جاتا تھا؛ حالانکہ اصل میں وہ آیت نہیں سُنی ہوتی تھی لیکن ابوالدرداءؓ اُس آیت کو زور سے پڑھتے تھے؛ تاکہ معلوم ہو کہ ایک عام سے عام مسلمان کو کہ یہ کہے کہ یہ آیت کے یہاں سجدہ ہے۔ ہمارے یہاں تو؛ اب مَیں کیا عرض کروں، چند سورتوں کے حد تک ہمارے قرآن کے حلقے محدود ہوکر رہ گئے ہیں، وہ کافی، اِس لیے ہم نے عرض کیا کہ اِس طرح مسائل اور اس طرح قرآن کے حلقے یہ مسجد کے اعمال ہیں۔اُمّت کے جہل کا علاج اور اُمّت کی بے دینی کا علاج اُس کی اصل جگہ ہی مسجد تھی۔

مسجدوں کو آباد کرنا ایمان والوں کا کام ہے اور یہی لوگ ہدایت یافتہ ہوں گے:

اِس لیے اس کو قرآن نے صاف کہا ہے کہ تربیت یافتہ ہدایت یافتہ تو یہی لوگ ہو گئے۔ اِنَّمَا کے ساتھ فرمایا کہ اِس کے سواء کوئی بات نہیں ہے۔ کہ مسجدوں کو آباد کرنا ایمان والوں کا کام ہے اور یہی لوگ ہدایت یافتہ ہوں گے۔ فعسی اولئک ان یکونوا من المھتدین۔

ہدایت یافتہ یہ لوگ ہیں، کیونکہ اصل میں فرشتوں کی صحبت ملے گی یہاں، مولانا الیاس صاحبؒ کا ملفوظ ہے کہ حوادثِ زمانہ نے علم کو مسجد سے نکال دیا ہے۔ یہ تو ضروریاتِ زمانہ ہے۔ ورنہ علم مسجد کی چیز تھی۔ کہ اللہ سے تعلق، اللہ کا علم اللہ کے گھر سے لیا جائے۔ اِس میں کوئی شک نہیں کہ بیشک! مدارس کا قیام' یہ ضرورت اپنی جگہ ہے، لیکن یہاں وقت نہیں دیا گیا تو عوام کے جہل کا کوئی علاج نہیں ہے، عوام کا یہ بہتا ہوا سیلاب کس مدرسہ میں سمائے گا، ممکن ہی نہیں ہے، یہ تو اگر پانچ منٹ' دس منٹ آپ کو مسجد میں دے دیں تو پانچ ۔۔۔۔۔۔ ہمارے حضرت مولانا شاہ محمد ابرار الحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ واقعی اُن کی چاہت یہی تھی' چاہے ایک منٹ کا مدرسہ ہو مسجد میں لیکن مدرسہ ہو۔ مسجد میں مدرسہ ہو چاہے وہ ایک منٹ کا ہو۔ اُس ایک منٹ کا وقت مسجد کو دے دو۔ ایک منٹ دے دو مگر مسجد میں دے دو۔

جو اثر مسجد کے ماحول میں ہوتا ہے وہ اثر مسجد کے باہر نہیں ہوسکتا:

یہ تو اللہ کی قسم! 100 بار کھا کر کہا جا سکتا ہے کہ مسجد سے باہر کی بات مؤثر نہیں ہوگی، جو اثر مسجد کے ماحول میں ہوتا ہے۔ قرآن اور حدیث بھرے ہوئے ہیں اس سے، اس میں شک کرنا قرآن وحدیث میں شک کرنا ہے۔ تبلیغ میں گشت کا موضوع ہی مسجد میں لانا ہے۔ کیونکہ تغیر کا حکم ہے اور تغیر یہ ہے کہ مُنکر کرنے والے کی جگہ کو تبدیل کیا جائے۔ 100 قتل کرنے والے سے عالم نے کہا کہ چھوڑ دو، اگر توبہ چاہتے ہو تو، آپ کے نزدیک نفر کی کوئی اہمیت نہیں ہے۔ اور وہ کیا کہہ رہے ہیں عالم؛ کسے!! 100 آدمیوں کا قاتل' جس میں ایک راہب بھی شامل ہے، کہا: توبہ چاہتے ہو۔۔۔۔۔ ۔

آپ ﷺ کی سفر میں فجر کی نماز قضاء ہوئی، سورج جب بلند ہو گیا تب آنکھ کھلی، کسی نے بھی نماز نہیں پڑھی، سب کی نماز قضاء ہوگئی۔ حضرت بلالؓ مؤذن تھے، کہتے ہیں کہ مَیں سیدھا ہو کر بیٹھ گیا اور سامنے دیکھتا رہا کہ کب صبحِ صادق ہوتی ہے، لیکن بیٹھا بیٹھا سو گیا، اور میری بھی آنکھ جب کھلی جب سورج نکل چکا تھا، فرمایا کہ یہاں سے چلو! نماز آگے جا کر پڑھیں گے، یہاں نہیں۔ حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کہ یہاں سے چلایا اس لیے کہ یہاں شیاطین کا اثر ہے۔ جہاں محلّوں میں اکثریت بے نمازیوں کی ہو اُن کو اُن کے ماحول سے نکالنا کتنا ضروری ہوگا' جب ایک نماز کے قضاء ہونے پر آپؐ نے فرمایا کہ یہاں سے ہٹ کر نماز پڑھیں گے۔ سوچیے!۔ امام شافعیؒ یہ فرماتے ہیں کہ علّت یہ ہے، کہ یہاں شیاطین کا اثر تھا اور فرمایا کہ نماز یہاں نہیں پڑھیں گے' یہاں سے ہٹ کر پڑھیں گے۔ آپؐ نے حُکم دیا صحابہؓ کو یہاں سے چلنے کا' صحابہؓ سوار ہو کر چلے، آگے جا کر نماز ادا کی۔ قضاء نماز وہاں نہیں پڑھی جہاں قضاء ہوئی ہو۔

ہمارے تبلیغ میں گشت کا موضوع ہی اُمّت کو مُنکر کے ماحول سے نکالنا ہے۔صرف ملاقات ہمارا موضوع نہیں ہے:

ہم صاف طور پر عرض کرتے ہیں کہ ہمارے تبلیغ میں گشت کا موضوع ہی اُمّت کو مُنکر کے ماحول سے نکالنا ہے۔صرف ملاقات ہمارا موضوع نہیں ہے۔تربیت کے مقام تک پہنچانا اصل ہے۔اگر ایک بھیڑیا جنگل میں پھرنے والے چرواہے سے یہ کہہ رہا ہے کہ مسجد میں جاؤ! وہاں دیکھ آؤ، کہ کیا سُنائے جارہے ہیں، تو بتایئے تو صحیح!! میرے اور آپ کے ذمّہ کتنا اہم ہوگا یہ کام۔ پڑھیئے روایت؛ بھیڑیئے نے حملہ کیا بکری پر، چَرواہے نے بکری کو چھڑایا۔بھیڑیئے نے کہا کہ اللہ نے مجھے رزق دیا تھا آپ نے چھین لیا، تو کہنے لگے: حیرت کی بات ہے!! بھیڑیا' اِنسان کی آواز میں بات کر رہا ہے۔بھیڑیئے نے کہا کہ حیرت اِس پر نہیں ہے کہ مَیں آپ سے انسان کی آواز میں بات کر رہا ہوں!! تعجّب مجھے اِس پر ہے کہ مسجدِ نبویؐ میں انبیاء کے واقعات سُنائے جارہے ہیں' تم یہاں پِھر رہے ہو۔آپ کہتے ہیں ناں! کہ جو جہاں ملے وہاں ملاقات کرکے بات پہنچادوں، بس!۔مَیں اب عرض نہیں کروں گا، بات وہاں ہو رہی ہے۔مَیں تو آپ کو متوجّہ کرنے کے لیے ملاقات کیا ہوں۔ہاں! پڑھیئے واقعہ۔اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اِتنا ہی نہیں کیا صرف؛ کہ اِن سے ملاقات کرلیتے، آپؐ نے الصلوٰۃ الجامعہ کہہ کر سارے مدینے کے مسجد والوں کو جمع کیا، اِس چرواہے کی کارگُزاری منبر سے سب کو سُنوائی، کہ سنو اس کی کارگُزاری۔آپؐ نے فرمایا کہ اِس کو بھیڑیئے نے بھیجا ہے میرے پاس۔کسی صحابیؓ سے فرمایا کہ سچ کہا یہ بھیڑیئے نے کہ مَیں اللہ کا رسول ہوں۔

تو میرے دوستو عزیزو! حقائق ہیں یہ کچھ۔ایسا نہیں ہے کہ کوئی خیالی کام ہے' جس کا جیسا خیال ہو ویسا کرلو، جس کا جیسا دل چاہے ویسا کرلو۔تو یہ ہے۔اِس ماحول میں آکر اللہ تعالیٰ کا جو تعلق اور تاثر پیدا ہوگا وہ ہے اصل عملی اِستعداد۔عملی اِستعداد اِس ماحول سے پیدا ہوتی ہے۔کہ جو تاثر پیدا ہوگا اللہ کا' وہ یہ اللہ کے گھر سے پیدا ہوگا۔بے شُمار واقعات ہیں مسجد کے ماحول میں آکر طبیعتیں بدلی ہیں کُفّار کی اور مشرکین کی' اُن واقعات کا تذکرہ ہونا چاہیے۔ہم صرف طریقۂ کار بیان کرنا نہیں چاہتے۔ہم اس طریقۂ کار کے وہ واقعات عرض کرنا چاہتے ہیں جس طریقۂ کار سے یہ واقعات پیش آرہے ہیں۔اگر آپ تبلیغ کا طریقۂ کار بیان کردیں تو کوئی نیا طریقۂ کار لے آئے گا کہ آپ ایسا کرلو، آپ ایسا کرلو، آپ ایسا کرلو۔آپ وہ واقعات بیان کیجیے!! جو واقعات اِس طریقۂ کار پر پیش آئے ہیں۔اور تربیت کے جو واقعات پیش آئے ہیں اُس کو بیان کیجیے، تاکہ معلوم ہو کہ ایک ضدی کافر اس ماحول میں آکر اگر نرم پڑسکتا ہے تو پھِر مسلمان اِس ماحول میں آکر کتنی ترقّی کرسکتا ہے۔حضرت عُمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ہدایت' جس دن اُن کا کُفر شباب پر تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے قتل کا فیصلہ کرلیا تھا، صرف گھر کے قرآن کے حلقہ نے عُمر کو بدلا ہے۔آپ یہ دیکھ لے کر بات کو ختم کردیتے ہیں کہ یہ نیا کام ہے۔کام نیا نہیں ہے آپ نئے ہیں۔

مسجد والے ماحول سے ہی دل پلٹے ہیں:

مَیں صاف طور پر کہتا ہوں کہ معترض نیا ہے، ناواقف ہے، آپ نئے ہیں' کام نیا نہیں ہے۔ ہم جس طریقۂ کار کی طرف داعی ہیں وہ سَراسر سیرت آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی سُنّت ہے۔ اور ہم اُس کے پابند ہیں اور اُسی کی دعوت کے پابند ہیں، کوئی اختلاف کرے تو اُس کی اپنی ذاتی رائے ہے۔ اُس کو غور کرنا چاہیے، ورنہ حقیقت یہ ہے کہ اگر دل پلٹے ہیں تو اِس ماحول سے پلٹے ہیں۔ آپؐ نے صاف فرمایا کہ اعمالِ مسجد سے بڑھ کر کوئی ماحول دل کو نرم کرنے والا نہیں ہے۔ یہ حدیث کا ترجمہ کر رہا ہوں۔ صاف فرمایا تھا ابو ثقیف کیلئے' جو فرائض سے انکار کرتے تھے، اسلام قبول کرنے کو تیار نہیں تھے؛ فرمایا: اِس ماحول سے بڑھ کر دلوں پر نرم پڑنے والا کوئی ذریعہ نہیں ہے۔ آج اگر کوئی یہ کہہ دے کہ مسجد کے بغیر لوگوں کو ہدایت نہیں ملے گی تو خواہ مخواہ لوگوں کو اعتراض ہوتا ہے' خواہ مخواہ اعتراض۔ نہ قرآن دیکھتے ہیں' نہ حدیث، نہ صحابہؓ کی سیرت دیکھتے ہیں' نہ اُن کے معمولات، رواجی طریقے جب غالب آجاتے ہیں...... حضرت (مولانا محمد یوسف صاحبؒ) فرماتے تھے: جو رواج پر چلیں گے سنتوں کے دُشمن ہوجائیں گے۔ حضرت عمرؓ کا قول ہے: اصحاب الرائ اعداء السنن کہ سنتوں کے دُشمن ہوجائیں گے یہ، جو اپنی رائے پر چلیں گے، کہ ہماری رائے یہ ہے، ہماری رائے یہ ہے۔ بہت ہے رائے آپ کی؛ آپ یہ دیکھئے! سُنّت کیا ہے۔ آپؐ نے کیسے نئے آنے والوں کو ماحول میں رکھا ہے، اور کیسے ہی مسجد میں قدم رکھتے ہی اندر کی آواز' دل کی آواز بدلتی تھی۔

حضرت طُفیل ابن عمر وطوسی نے کانوں سے روئی اُس وقت نکالی جب مسجد میں قدم رکھا، ورنہ وہ قسم کھا کر آئے تھے، نہ کوئی بات سُنوں گا اور نہ کوئی بات کروں گا ان سے، اور پڑھی جائے اگر کوئی بات تو کانوں کو روئی سے بند کروں گا۔ فرماتے تھے: جب قدم رکھا مسجد میں' میرے دل نے کہا کہ طُفیل! اِن کی بات سُننی چاہیے۔ اِس لیے ہم آپ سے عرض کرنا چاہتے ہیں کہ طریقۂ منصوص ہے اور طریقۂ کار مسنون ہے۔ جی ہاں!۔ اِسے مُلک مُلک قائم کرنا یہ جماعتوں کی پھرنے والوں کی ذمہ داری ہے۔ ورنہ کام کے ساتھ خیانت ہے۔ اور اِس کے تذکرے اِس لیے ضروری ہیں تاکہ خود کام کرنے والے بصیرت پر رہیں۔ ورنہ اِن کو جو چیز اچھی لگے گی اُسے اختیار کرلیں گے۔

جس کا رات کا قیام چھوٹے گا وہ مشورہ میں اُلجھے گا:

اِس طرح میرے دوستو عزیزو! یہ ہے بات۔ آگے مسائل اور فضائل اِن دونوں کو جمع کیا جائے۔ اور انہیں جمع کیا گیا تو پھر ذکر کے کمال تک آدمی پہنچ جاتا ہے، اِس لیے کہ علم و ذکر کا خلاصہ ہی یہی ہے کہ اللہ کی اطاعت اُس کے دھیان کے ساتھ ہو۔ ورنہ اللہ معاف کرے! ذکر کا معمول بہت بگڑا ہوا ہے۔ مجھے تو شکایت ہے یہ ساتھیوں سے، اِن کے مشورے، ان کی تجاویز، اِن کا اپنا اُمور میں گھنٹوں بیٹھ کر بحث کرنا، یہ اِس بات کی علامت ہے کہ اِن کے رات کے قیام میں کمی ہے۔ اِن کے مشوروں میں جھگڑے اِس بات کی علامت ہیں کہ تعلق مع اللہ میں کمی ہے اور یہ کام کر رہے ہیں۔ صاف صاف بات

ہے۔ اگر رات کا قیام نہیں ہے تو دن بھر کے دعوت کے اُمور میں سمجھ میں نہیں آئے گا کیا کر رہے ہیں ۔ یہ مَیں بہت اہم بات کہہ رہا ہوں۔ جس کا رات کا قیام چھوٹے گا وہ مشورہ میں اُلجھے گا۔ ایک صاحب کا حضرت (مولانا محمد یوسف صاحب رحمۃ اللہ علیہ) نے بیان طئے کر دیا، کہ بھئی! بیان آپ، اُنہوں نے کہا کہ جی! دیکھو! بیان میں نہیں کر سکوں گا، کچھ عُذر ہے۔ بیان سے اُنہوں نے۔۔۔۔۔۔ ۔ حضرتؒ نے سمجھا کہ شاید بیمار ہیں، کوئی بات نہیں۔ مشورہ ختم ہوگیا' جب اُن سے پوچھا: کہ کیسی طبیعت ہے، طبیعت تو ٹھیک ہے۔ کہ بیان کیوں نہیں کیا' معذرت کیوں کی؟ کہ حضرت! رات تہجد چھوٹ گئی تھی، اِس لیے بیان نہیں کیا۔

رات کے قیام کو دن بھر کے کاموں میں بڑا دخل ہے:

آپ کو اندازہ ہونا چاہیے کہ رات کے قیام کو دن بھر کے کاموں میں اِتنا بڑا دخل ہے' اِتنا بڑا دخل ہے' اِنَّ لَکَ فِي النَّهَارِ سَبْحًا طَوِيْلاً کا مطلب ہی یہی ہے کہ آپ کو دن بھر کے کام' دعوت کے کارنامے انجام دینے ہیں، اس کے لیے رات کا قیام ضروری ہے۔ اور سارے اُمور میں آپ کے لیے اُمور کھل جائیں اور آپ کو اُس میں بات سمجھ میں آجائے؛ اِس کے لیے رات کا قیام ضروری ہے۔ اَشَدُّ وَطْأً وَّاَقْوَمُ قِيْلًا ● اِنَّ لَکَ فِی النَّهَارِ سَبْحًا طَوِيْلاً یہ تین چیزیں ایک ساتھ ہیں۔ رات کی عبادت، اُس سے اُمور کا کھل جانا اور اُس پر اِن اُمور پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے مدد کا ہونا، حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نکلنے والی جماتوں کے امیروں کو تاکید کرتے تھے کہ دو کام زیادہ کرو گے تو کامیابی حاصل ہوگی؛ ایک رات کا قیام، دوسرے قرآن کی تلاوت۔ یہ ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نکلنے والی جماعتوں کے امیروں کو اس کی تاکید کرتے تھے۔ لیکن اللہ معاف فرمائے، اِس میں کمی ہے۔ اور اگر ذکر ہے بھی، اللہ مجھے معاف کرے! ذکر کے لیے تنہائی کا اہتمام نہیں کرتے۔ کسی کی تسبیح گشت میں پوری ہو جاوے، کسی کی تسبیح دوکان میں پوری ہو جاوے؛ دانے سَرکانا ذکر نہیں ہے، عدد کا پورا ہونا ذکر نہیں ہے، اللہ کے دھیان کا پیدا ہونا ذکر ہے۔ اگر اِس درمیان کوئی بات پیش آجائے تو ایسی سخت ناگواری ہو

'حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو طواف کے دوران ایک صاحب نے اُن کی بیٹی سے اپنے بیٹے کی شادی کا پیام بھیج دیا۔ اُنہیں سخت ناگواری ہوئی، اُن سے رُخ پھیر لیا، کوئی جواب نہیں دیا۔ اُن کی بات سے چہرے پر اِتنی ناگواری آئی کہ اِن صاحب نے قسم کھالی کہ مَیں آئندہ اِن سے کوئی بات نہیں کروں گا۔ مَیں اِتنی اہم چیز پیش کر رہا ہوں، بیٹی کا رشتہ لے رہا ہوں، یہ کہہ سکتے تھے بعد میں ملیں گے، بعد میں ملاقات کریں گے یا غور کریں گے!! کچھ تو کہتے!!!۔ کہ پھر مَیں نے بھی طئے کر لیا کہ مجھے اِن سے کوئی بات نہیں کرنی ہے۔ مقدر کی بات؛ مدینے میں دونوں کی ملاقات ہوگئی، حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمایا: ہاں! تم وہی ہوناں! جو وہاں ملے تھے طواف میں، بیٹے سے شادی کا پیام دے رہے تھے۔ کہ ہاں!! مجھے آپ سے نہیں کرنی ہے۔ اُس وقت آپؓ نے پوری توجّہ دی، فرمانے لگے: مَیں بیٹی کی شادی کے پیام کو کہاں سُن لیتا مَیں اللہ کو اپنی دونوں آنکھوں کے درمیان دیکھ رہا تھا۔ اُدھر میں اللہ کو دیکھ رہا ہوں اِدھر تم!!۔ مَیں اللہ کو چھوڑ کر تمہاری

طرف کہاں متوجّہ ہو جاؤں۔ اللہ کو مَیں اپنی دونوں آنکھوں کے درمیان دیکھ رہا تھا، اِس لیے مَیں نے کوئی توجّہ نہیں دی، مَیں آج بھی تیار ہوں اپنی بیٹی کی شادی آپ کے بیٹے سے کرنے کے لیے مَیں تیار ہوں۔

ذکر سے مقصود اللہ تعالیٰ کی عظمتِ شان کا تأثر پیدا کرنا ہے:

مولانا الیاس صاحبؒ کا خط پڑھ رہا تھا، ایک ساتھی کو لکھا: ''اللہ کے دھیان کے بغیر ذکر کرنا حرام ہے''۔ ہم تو اِس کو سمجھیں گے ہی نہیں۔ مانیں گے بھی نہیں۔ ایسی بے ادبی۔ اُس کی عظمتِ شان کا تأثر پیدا کرنا ذکر سے مقصود ہے۔ صرف دانوں کا پورا ہو جانا عدد کا پورا جانا نہیں ہے۔ بعض علماء نے یہاں تک لکھا ہے کہ اللہ کے دھیان کے بغیر ذکر کرنا بدعت ہے۔ اور یہاں تک لکھا ہے کہ اُس کے دھیان کے بغیر ذکر کرنے سے اجر نہیں ملے گا۔ ہمارا معمول ہی نہیں ہے۔ اِس لیے قرآن نے تکرار کے ساتھ کہا ہے: وَتَبَتَّلْ اِلَیْہِ تَبْتِیْلاً۔ کہ پوری طرح تمہیں اللہ کے غیر سے پوری طرح کٹنا ہوگا ذکر کرنے کیلئے۔ وَاذْکُرِ اسْمَ رَبِّکَ وَتَبَتَّلْ اِلَیْہِ تَبْتِیْلاً یہ تَبْتِیْلاً کا مطلب یہ تھا' کہ پوری طرح کٹ جاؤ۔ جہاں بھی قرآن میں یہ لفظ مکرر آیا ہے وہ تاکید کے لیے آیا ہے۔ یُسَلِّمُوْا تَسْلِیْمَا ۔۔۔ ☐ تَبَتَّلْ اِلَیْہِ تَبْتِیْلاً ۔۔۔۔۔ قرآن میں جگہ جگہ ہیں یہ۔ یہ تاکید کے لیے ہے یہ۔ پوری طرح کٹ جاؤ اللہ کے غیر سے جب ذکر کرو۔ اس لیے کہ کچھ دُنیاوی تقاضے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے ایک صاحب نے اجازت مانگی اندر آنے کی' فرمایا: اجازت نہیں ملی، میرا پڑھنے کا معمول باقی رہ گیا تھا' میرا دل نہیں چاہا کہ مَیں ۔۔۔۔۔۔۔۔۔ اجازت دوں۔ اجازت مانگی ہے ناں شہر میں داخل ہونے کی' اجازت ہی نہیں ملی۔ کہ آپ کا معمول باقی تھا۔ انصار کے پاس آپؐ کی رات مؤخر ہوتی عشاء کی نماز، آپؐ عشاء کی نماز کے بعد ملاقاتوں میں جاتے تھے۔ جب یہاں 24 گھنٹہ کی آبادی میں رات میں ملاقاتوں کے لیے کہا گیا تو' چھوڑو، یہ تو آرام کا وقت ہے۔ یہ نیا کام شروع مت کرو۔ ہاں!۔ بے چارے ایک صاحب نے مشورہ میں اعتراض کیا کہ نہیں' نہیں' نہیں!! رات کی ملاقات؛ یہ تو آرام کا وقت ہے۔ یوں کہیں: کہ یہ آرام کا وقت نہیں ہے، یہ اُن لوگوں پر محنت کا وقت ہے جو رات کی تنہائی کو؛ حدیث میں آتا ہے: جو رات کی تنہائی کو معصیت کے لیے غنیمت سمجھتے ہیں۔ تین قسم کے لوگ ہیں حدیث میں، ایک وہ رات کی تنہائی کو معصیت کے لیے، ایک رات کی تنہائی کو عبادت کے لیے، ایک رات کو پڑ کے سو جاتے ہیں۔ نہ وبال ہے نہ ثواب ہے، جو عبادت کرتے ہیں اُن کے لیے ثواب ہے، جو معصیت میں پڑ جاتے ہیں اُن کیلئے وبال ہے۔ آپؐ رات کو جاتے، روزانہ کا معمول، عشاء پڑھ کر انصار کے محلّہ میں، نئی آنے والی جماعتوں سے اختلاط کرتے رات کو۔ اور اِتنی دیر کھڑے رہتے آپؐ ان سے بات کرنے میں کہ آپؐ ایک قدم اُٹھاتے، ایک رکھتے تھکان کی وجہ سے۔ ایک دن تاخیر ہوگئی جانے میں۔ بہت تاخیر ہوگئی' رات کو ملاقاتوں میں، آپ اگر تہائی رات کا پونے بارہ بجے ساڑھے گیارہ بجے کا آپ حساب لگا لیں' اس کے بعد آپ ملاقاتوں میں گئے، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم! آج آپ نے آنے میں کیوں دیر کی؟ فرمایا

کہ میرا کچھ پڑھنا باقی رہ گیا تھا، میرا دل نہ چاہا کہ اُس کو چھوڑ کر آؤں۔ لوگ تو سمجھتے ہیں کہ بھئی! تنہائی کی عبادت کو چھپاؤ؛ ورنہ ریاء داخل ہو جائے گا، ہم کہتے ہیں کہ چھپ کر عمل کرنا یہ کوئی اخلاص نہیں ہے۔ اور کھل کر دکھانے کیلئے عمل کرنا کوئی ریاء نہیں۔ لوگ بے چارے اپنے اعمال، اپنے اذکار، اپنی عبادت کو لوگوں سے چھپانے لگ گئے، یہ سوچ کر کہ اگر ہم سامنے کریں گے تو ریاء ہو جائے گا؛ حالانکہ آسان بات ہے

اپنے آپ کو عمل والا دکھلانے کیلئے کہ مَیں ایسا عمل کرتا ہوں، یہ ریاء ہے، اور مخلوق کو راضی کرنے کے لیے عمل کرنا ریاء ہے:

مخلوق سے عمل کو چھپانا یہ اخلاص نہیں ہے، اور مخلوق کے سامنے عمل ظاہر کرنا یہ اخلاص ہے۔ سوچئے! وہ تو اپنے آپ کو عمل والا دکھلانے کیلئے کہ مَیں ایسا عمل کرتا ہوں، یہ ریاء ہے، اور مخلوق کو راضی کرنے کے لیے عمل کرنا ریاء ہے۔ ورنہ اپنے عمل کو مخلوق پر ظاہر کرنے پر تو ڈبل ثواب ملے گا۔ آپ کے اپنے عمل کا تو ثواب ملے گا ہی ملے گا یہ تو منقطع ہو جائے گا آپ کے عمل کے ساتھ، جو آپ کو دیکھ کر عمل کریں گے اُن کے عمل کا اجر آپ کو آپ کی موت کے بعد بھی ملتا رہے گا۔ جو آپ کو دیکھ کر عمل کریں گے اُن کے عمل کا اجر آپ کو موت کے بعد بھی ملتا رہے گا۔ اِس لیے میں کہا کرتا ہوں کہ دکھانے کے لیے عمل کرنا ریاء نہیں ہے۔ امام بخاریؒ نے باب قائم کیا ہے، بات ایسے ہی تھوڑی کرتے ہیں ہم، کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عمل ظاہر کر کے کیا، اور آپؐ نے منبر پر چڑھ کر نماز پڑھی۔ اور یہ نہیں اُن انصار کے پوچھنے پر کہ آپ تاخیر سے کیوں آئے آج، کہ نہیں، کچھ نہیں، مشغول تھا، کہ بھئی! کیوں اپنے عمل کو ظاہر کیا۔ آپ کے یہاں کوئی کھڑے ہو جائے رات کے 2 بجے دروازہ پر اور آپ دروازہ نہ کھولیں' آپ تہجد پڑھ رہے ہیں، وہ کل کو پوچھے گا جی! رات مَیں آیا تھا' دروازہ کھٹکھٹایا تھا کھولا نہیں، کیا کر رہے تھے، کہ نہیں مشغول تھا، کہ تہجد پڑھ رہا تھا، کیا بات ہے، جی ہاں!۔ اس کو مَیں کہنا چاہتا ہوں کہ لوگ چھپانے کو اخلاص سمجھ رہے ہیں۔ ہاں! یہ اخلاص نہیں ہے۔ یہ تو شیطان اِس کوشش میں ہے کہ آپ کے عمل کی کسی کو پتہ نہ چلے، ورنہ وہ بھی عمل کرنے لگے گا۔ یہاں لوگوں نے افتراق کا نام سخاوت رکھا ہوا ہے، جی ہاں۔ چھپ کر عمل کرنے کا نام اخلاص رکھا ہوا ہے۔ مَیں کچھ اور کہہ رہا ہوں۔ اگر آپ زکوٰۃ کھل کر دیں اعلان کر کے کہ مَیں زکوٰۃ دے رہا ہوں، قرآن کہتا ہے: کیا ہی اچھا طریقہ ہے، اِنْ تُبْدُ الصَّدَقَاتِ فَنِعِمَّا ہِیَ وَاِنْ تُخْفُوْہَا وَتُؤْتُوْنَ الْفُقَرَاءَ وَہُوَ خَیْرٌ لَّکُمْ کیا ہی اچھا طریقہ ہے کہ اگر آپ زکوٰۃ علانیہ دیں، اِنْ تُخْفُوْھَا اور کچھ چھپا کر دو، فقراء کو دو۔ وَہُوَ خَیْرٌ لَّکُمْ وہ تمہارا ذاتی عمل ہوگا اُس پر تمہیں شخصی اجر ملے گا۔ حضرت مولانا یوسف صاحبؒ صاف صاف فرماتے تھے: جو کام نقل وحرکت کے ساتھ کرو گے اُس پر نبیوں والا اجر ملے گا، اور جو کام تم چھپ کر کرو گے اُس پر تمہیں صالحین والا اجر ملے گا۔ آپ اندازہ کر لیجئے۔ صالحین کا اجر اور انبیاء کے اجر میں کتنا فرق ہے۔ پکّی بات ہے۔ اللہ کے راستہ کے خروج پر عمل کے جو فضائل ہیں وہ صرف اس لیے ہیں کہ اس سے عمل متعدی بنتا ہے،

اس لیے اس کو حرمین کی عبادت سے بدرجہا افضل کہا ہے، اور یہ بات نکال دیں ذہن سے کہ اس کا تعلق قتال سے ہے، یہ تو غلط خیال لوگوں نے پیدا کیا ہے۔ یہ غلط خیال کیا ہے لوگوں نے، اِس خیال نے اُمّت کو یہ غلط سبق پڑھایا ہے کہ خروج کے فضائل قتال کے لیے تھے، اس لیے حرمین کی عبادت سے اُس زمانہ میں خروج کے عمل افضل تھے، یہ خیال غلط خیال ہے۔ قیامت تک کے لیے یہ اُصول ہے کہ جو اللہ کے راستہ میں نکل کر عمل کرے گا اُس کے ایک رات کا یا ایک دن کا یا آدھے دن کا عمل حرمین کی زندگی بھر کی عبادت سے افضل ہوگا۔ پکّی پکّی بات ہے۔ کیوں؟۔ اِس لیے کہ عمل کو متعدی بنانا اجر کو بڑھائے گا۔ متعدی کا مطلب یہ ہے کہ آپ کے عمل کو لوگ دیکھیں' یہ ہے تعدیہ۔ اور اگر آپ یہ چھپ کر کر رہے ہیں تو یہ عمل مٹ کر ختم ہوجائے گا جب آپ ختم ہوجائیں گے آپ کا عمل بھی ختم ہوجائے گا۔ جو اعمال آپ چھپ کر کر رہے ہیں وہ آپ کی موت پر ختم ہوجائیں گے۔ مَیں تو کہتا ہوں کہ اُس گھر میں بھی دین باقی نہیں رہے گا، لوگ کہتے ہیں' ہمارے ابا یوں تھے، ہمارے دادا یوں تھے، جی ہاں! لوگ دہریت کی طرف جارہے ہیں اور اِس بات کا اطمینان ہے کہ وہ اُس سے آگے' وہ سلسلہ چل نہیں سکا، اس کی وجہ یہ ہے کہ اپنے عمل کو تعدی بنانے کے لیے اپنے عمل کو ظاہر نہیں کیا، اس لیے ہم یہ کہنا چاہتے ہیں کہ عمل کا چھپانا اخلاص نہیں ہے، عمل کا ضائع کرنا ریا نہیں ہے۔ یہ شیطان کا ایک دھوکہ لگا ہے، اور شیطان اس دھوکہ دینے میں کامیاب ہوگیا ہے۔ یوں کہیں کہ خواہ مخواہی یہ کھل کر عمل کریں گے اِس سے عمل عام ہوجائے گا، اِس سے کوئی چھپ کر عمل کرے، اس سے کہو کہ عمل چھپ کر کرے، تاکہ تیری ذات تک محدود رہے' بس!۔ تو مَیں کچھ کہہ رہا ہوں، اِس طرح ہمیں ذکر کا' تلاوت کا اہتمام کرنا چاہیے۔ ہاں!۔ اس کے لیے وقت فارغ کیا جائے۔ تو میرے دوستو! بات تو اصل یہ تھی، کہ یہ تو چھ نمبر نہیں ہیں صفات ہیں، اور اِن میں ہر صفت کا تعلق ایک عملی مسنون طریقہ سے ہے۔ ہمارے یہاں دعوت سیرت اور سُنّت کے بالکل تابع ہے۔ ہم کہیں بھی اِس کو برداشت نہیں کرسکتے کہ کوئی نئی چیز لائی جائے۔ ابن شعبیؒ تو یہاں تک کہہ گئے ہیں کہ جو چیز تمہیں صحابہؓ سے ملے اس کو لے لینا' جو بعد والوں سے ملے اُس کو نفرت کے ساتھ چھوڑ دینا۔ کیونکہ علم صحابہؓ پر ختم ہوگیا ہے۔ علم صرف صحابہؓ کا علم ہے، باقی بعد والوں کی تو رائے ہے اس میں۔ شعبیؒ کا قول ہے یہ، ورنہ علم تو صحابہؓ پر ختم ہوگیا۔ ہم میں سے ہر فرد صحابہؓ کے طریقہ کا داعی بنے۔ یہ ذمہ داری ہے۔ یہ کام کرنے والوں کی ذمہ داری ہے کہ آپ طریقۂ صحابہؓ کے داعی بنیں۔

اُمّت کے بعد والوں کی اصلاح ہو نہیں سکتی جب تک اُمّت بعینہٖ وہ نہ کرے جو اُمّت کے پہلوں نے کیا ہے:

میں تو شروع میں عرض کرچکا ہوں کہ اُمّت کے بعد والوں کی اصلاح ہو نہیں سکتی جب تک اُمّت بعینہٖ وہ نہ کرے جو اُمّت کے پہلوں نے کیا ہے۔ ہر جگہ یہ ماحول قائم کرنا چاہیے اور یہ میری بات یاد رکھئے کہ نفر کے بغیر یہ ماحول قائم ہو نہیں سکتا۔ اور نفر' کہ ہم تو اللہ کے امر کی وجہ سے نفر کرتے ہیں۔ اللہ کے امر کی وجہ سے نفر کرتے ہیں، پھرنا اللہ کے امر کی وجہ سے ہے۔

اس کا حکم ہے اس لیے پھرتے ہیں، اور ہمیں اِس بات کا دھیان ہر وقت رہنا چاہیے کہ نہ نکلنا عذاب کو واجب کر دیتا ہے۔ صرف معذورین کا استثنیٰ کیا ہے، اس عذاب سے صرف معذورین بچ جائیں گے مگر ایک شرط کے ساتھ، اس راستہ کی نقل وحرکت کو چھوڑنے پر معذورین بچ سکتے ہیں ایک شرط کے ساتھ کہ اُن کو اعذار کے باوجود اور سچّے اعذار کے باوجود اُن کو نہ نکلنے کا غم ہو۔ اگر اُنہیں خوشی ہے نہ نکلنے کی تو یہ منافقین کی قسم ہے۔ سیدھی سیدھی بات ہے۔ قرآن نے دونوں کو بیان کیا ہے۔ جنہیں اعذار ہیں وہ تو روتے ہوئے جا رہے ہیں، اور جنہوں نے جھوٹے اعذار پیش کیئے ہیں وہ ہنستے ہوئے جا رہے ہیں، کہ جاؤ! جان بچ گئی جاؤ۔ دونوں کے لیے قرآن میں ایک ہی لفظ استعمال ہوا ہے کہ جنہیں کوئی عذر نہیں ہے اُن کی پکڑ ہے' نہ نکلنے پر، جنہیں کوئی عُذر نہیں ہے، اُن کو اگر تاخیر ہوتی ہے نکلنے میں، اِس لیے صاف فرمایا۔۔۔۔۔۔کہ ہمارے لیے بڑی آسانی تھی، مگر ٹلتا گیا نکلنا۔ حضرتؒ (حضرت مولانا محمد یوسف صاحبؒ) فرماتے تھے: یہ 50 رات کا بائیکاٹ قیامت تک آنے والے مسلمانوں کو یہ سمجھانے کے لیے تھا کہ اللہ کے راستہ کی نقل وحرکت میں تاخیر' اللہ اور اللہ کے رسولؐ کی ناراضگی کا سبب ہے۔ اِس کو سمجھانے کے لیئے' یہ پچاس رات جو ہنگامہ ہوا ہے پورے مدینے میں یہ صرف اِس کو سمجھانے کے لیے ہے کہ خروج کی اہمیت کیا ہے۔ حضرت (مولانا محمد یوسف صاحبؒ) فرماتے تھے: نفر کی اہمیت کو معلوم کرو، جہاں صحابہؓ سے ناراضگی ہوئی ہے وہاں نفر کی اہمیت کو بتانا مقصود ہے۔ الا تنفروا یعذبکم عذابا الیما۔ پڑھئے قرآن!۔ آپ نے یہ کہہ کر بات ختم کردی کہ وہ تو قتال کے لیے تھا، اب قتال کا زمانہ گزر گیا، اب قتال نہیں ہے۔ کہ اب قتال نہیں ہے تو نفر بھی نہیں ہے۔ کیسی اچھی بے ڈھنگی بات ہے۔ کیسی بے ڈھنگی سوچ ہے لوگوں کی، کہ قتال کے لیے نفر تھا، اب قتال ہے نہیں، کیسی بے ڈھنگی سوچ ہے، اِرتداد کو روکنے کے لیے نفر ہے۔ مانعینِ زکوٰۃ کے لیے مدینے کو خالی کرنا چاہ رہے ہیں، یہ بتانے کے لیے کہ اگر دین میں کمی آئے گی تو مدینے کو خالی کر دیا جائے گا۔

جس کام کو اللہ کا امر سمجھ کر کیا جائے گا اُس کو آدمی ہر حال میں کرے گا:

مجھے تو حیرت ہے کہ ہم اگر نکلتے بھی ہیں تو اپنے خیال اور اپنے ماحول اور اپنے لوگوں کے کہنے کی وجہ سے نکل جاتے ہیں' اللہ کا امر سمجھ کر نہیں نکلتے۔ بہت اہم بات ہے۔ کیونکہ میرا یہ یقین ہے کہ جس کام کو اللہ کا امر سمجھ کر کیا جائے گا اُس کو آدمی ہر حال میں کرے گا، کہ یہ اللہ کا امر ہے، اور نہیں کروں گا تو اللہ ناراض ہو جائے گا۔ نماز پڑھنا اللہ کا امر ہے، دعوت دینا اللہ کا امر ہے۔ اگر میں نماز چھوڑوں گا تو اللہ ناراض ہوں گے، اِس درجہ پر دعوت کو لانا ہے، جس درجہ پر عبادت کا حکم ہے اُس درجہ پر دعوت کو لانا ہے۔ پکّی بات ہے۔ ہم یہ نہیں کہتے کہ بھئی! اعذار ہیں، بیشک ہیں لوگوں کے ساتھ، لیکن یہ سوال ہے۔ سوال یہ ہے کہ آیا آپ کو جو عُذر ہے' آپ اِس عُذرِ شرعی کے باوجود اگر غمگین ہیں تب تو آپ عذاب سے بچ سکتے ہیں اور یہ کہنا کہ اگر مَیں نے نہیں کیا تو کیا بات ہے' میرا بھائی کرے گا، مَیں اپنے چچا کو بھیج دوں گا، تایا کو بھیج دوں گا، کیا بات ہے۔ یحییٰ علیہ

السلام سے اللہ نے کہا کہ بنی اسرائیل کو بیت المقدس میں جمع کر کے پانچ باتیں اُنہیں پہنچا دو۔ اللہ کے ساتھ شریک نہ کریں کسی کو، نماز قائم کریں، زکوٰۃ ادا کریں، رمضان کے روزے رکھیں، اللہ کا ذکر کریں۔ یہ پانچ باتیں پہنچانا یحییٰ علیہ السلام کے ذمہ کیا۔ یحییٰ علیہ السلام کو تاخیر کا اندیشہ ہوا کہ شاید اس کام میں دیر ہوجائے، عیسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ یحییٰ! اللہ نے آپ کو حکم دیا تھا اگر آپ نہیں جارہے ہیں تو مَیں جاتا ہوں۔ اور فرمایا آپؑ نے اے عیسیٰ! ہرگز مَت جانا، اگر تم چلے گئے اور مَیں نہ گیا تو اللہ مجھے زمین دھنسا دیں گے۔ آج مجھے بتایئے کیا کسی مسلمان کو اس کا خیال ہے۔

تعلیم اور دین سیکھنا اِس کام کا اِبتدائی مرحلہ ہے، کیونکہ خروج محض اقامتِ دین کے لیے ہے، محض تعلیمِ دین کے لیے نہیں ہے:

آپ دین سیکھنے کے لیے وقتی طور پر نکلنے کو اہمیت دیتے ہیں۔ مَیں کچھ اور کہہ رہا ہوں، مَیں کہتا ہوں تعلیم اور دین سیکھنا اِس کام کا اِبتدائی مرحلہ ہے، کیونکہ خروج محض اقامتِ دین کے لیے ہے، محض تعلیمِ دین کے لیے نہیں ہے۔ اقامتِ دین کسے کہتے ہیں؟ اقامتِ دین اسے کہتے ہیں کہ اُمّت اِجتماعی طور پر اللہ کے فرائض پر جمع رہے' یہ اقامتِ دین ہے، یہ دین کو قائم کرنا ہے۔ عیسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ مَیں چلا جاتا ہوں، فرمایا کہ نہیں، اگر تم چلے گئے مَیں نہ گیا تو اللہ مجھے عذاب دیں گے۔ آپ اِس سے اندازہ کر لیجئے!! اِس لیے میرے دوستو عزیزو! کام کو اللہ کا امر سمجھ کر کریں۔ حضرت (حضرت مولانا محمد یوسف صاحبؒ) فرماتے تھے کہ اگر ہر کام کرنے والے کو کا تاخیرِ خروج پر اس طرح خوف اور ملامت نہ ہو جس طرح کعب ابن مالکؓ کو تھی تو اپنے آپ کو کام کرنے والا مت سمجھے۔ یہاں تک ہے حضرتؒ کے بیان میں۔ ایک مرتبہ یہ کہہ دیا کہ آج نہیں کل چلا جاؤں گا، تو تیرے ساتھ وہ معاملہ ہوگا جو کعب ابن مالکؓ کے ساتھ ہوا ہے، یہ حضرتؒ کے بیان کا مَیں جملہ نقل کر رہا ہوں۔

نبی کی بعثت کا مقصد قتال نہیں ہے، نبی کی بعثت کا مقصد دعوت ہے:

اِس لیے اگر آپ کا خیال یہ ہے کہ اگر نفر پر تاخیر پر وعیدیں قتال کی وجہ سے ہیں تو پھر جہاں قتال منقطع ہوجائے گا وہاں دعوت بھی منقطع ہوجائے گی۔ حالانکہ نبی کی بعثت کا مقصد قتال نہیں ہے، نبی کی بعثت کا مقصد دعوت ہے۔ اللہ غریق رحمت کرے مفتی سعید صاحب پالنپوری رحمۃ اللہ علیہ کو ایسی بات کہہ گئے' میرا تو خون بڑھ گیا اُن کی بات سُن کر، فرماتے ہیں یہ کہتا ہے قتال کے لیے نکلنا ہے۔ قتال تو ایک ایسا پتھر ہے جو چلتی گاڑی کے پہیہ کے سامنے آجاتا ہے۔ اُس پتھر کو ہٹاؤ پہیہ کے آگے سے' گاڑی آگے بڑھاؤ۔ کتنے اچھے طریقہ سے ۔ جی ہاں! تو اِن جماعتوں کی نقل و حرکت اصل ہے، قتال ایک ایسا عارض ہے جو کبھی پیش آیا' کبھی پیش نہ آیا، اور ایسا عارض ہے جیسا گاڑی چل رہی گاڑی کے سامنے کیا آجائے؟ پتھر آجاتا ہے ناں! کوئی گاڑی آگے بڑھ رہی ہو' تو ڈرائیور اُترتا ہے، وہ پتھر ہٹائے گا، راستہ سے گاڑی آگے بڑھائے

گا۔قتال، صرف دعوت کی گاڑی کے پہیہ سے رُکاوٹ کو ہٹانے کے لیے ہے۔ورنہ کافر کو مسلمان بنانے کے لیے قتال نہیں ہے۔ ہے ہی نہیں اس کا تعلق ۔تلوار اس کے لیے ہے ہی نہیں۔ لا اکراہ فی الدین کا مطلب ہی یہی ہے۔ اسلام تو بادشاہ مذہب ہے، کسی کو مسلمان بنانے کے تلوار سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہے۔ دین سے رکاوٹ ہٹانے کے لیے قتال ہے۔ دین کے راستہ سے رُکاوٹ ہٹانے کے لیے قتال ہے۔ اور اگر آپ کہتے ہیں کہ ہم رکاوٹ نہیں بنیں گے تو رہو جیسے چاہو مرضی رہو، کھاؤ، پیو، امن سے رہو، مسلمان کے ذمّہ ہے کہ وہ غیر مسلم کو امن دے، احسان کرے، اس کے کام آئے، اس کا اکرام کرے، بھائیوں کی طرح رہو، کیا بات ہے۔ اور اگر رُکاوٹ بنو گے تو پھر ہم رُکاوٹ کو ہٹائیں گے راستہ سے۔ اِس لیے جس مشرک نے یہ کہا ہے ناں آپ سے کہ مَیں آپ کے کام میں رُکاوٹ نہیں بنوں گا' فرمایا: جاؤ! رہو اپنے دین پر۔ ہم تم سے کہتے نہیں کہ تم اسلام لے آؤ۔ ہاں! ہاں!۔ پڑھئے ناں حدیث۔ جس آدمی نے آپؐ کے سوتے ہوئے، آپؐ سو رہے ہیں' تلوار ہاتھ میں سنبھال کر آپ کو دھمکی دی قتل کی، کون بچائے گا، فرمایا کہ اللہ بچائیں گے۔ تلوار اُس کے ہاتھ سے گر گئی اُسے آپؐ نے اُٹھالی، فرمایا: اب تمہیں کون بچائے گا۔ اُس نے کہا کہ جی مَیں اسلام تو نہیں لاؤں گا، فرمایا: کہ ٹھیک ہے، رہو اپنے دین پر، لیکن میں آپ کی مخالفت نہیں کروں گا اور آپ کی مخالفت کرنے والوں کا کبھی ساتھ نہیں دوں گا، فرمایا: ٹھیک ہے، جاؤ۔ تمہارے قتل کے گناہ کو ہم معاف کرتے ہیں اور ہم تمہیں اسلام لانے پر مجبور نہیں کرتے، لا اکراہ فی الدین۔ آج کل مسلمانوں نے اِس آیت کو بجائے کافروں کے لیے سمجھنے کا اپنے لیے سمجھا ہوا ہے یہ بہت بڑی غلطی ہے۔ جہاں کسی موقع پر نماز کے لیے کہا کسی مسلمان کو کہتا ہے: لا اکراہ فی الدین، دین میں کوئی زبردستی نہیں ہے۔ آپ نے تو مجھے نماز کیلئے کہہ دیا ہے آپ کی ذمّہ داری پوری ہوگئی۔ اِس سے متعلق ہی نہیں تھی' نہیں، اس آیت کو مجھ سے کیوں جوڑ رہے ہیں۔ یہ آیت مشرک کے لیے ہے، کافر کے لیے ہے لا اکراہ فی الدین، کہ کسی کو مسلمان بنانے کے لیے زبردستی مت کرنا، ہاں!۔ سمجھ میں آرہی ہے بات، کہ ہم کیا کہہ رہے ہیں، کس سے متعلق تھی یہ بات' کافر سے متعلق تھی، مسلمان نے اپنے لیے سمجھ لیا ہے اس کو۔ جہاں اس کو ایک سے دوسری مرتبہ عمل کے لیے کہا، وہ کہتا ہے جواب میں لا اکراہ فی الدین، اس آیت کو اپنے سے کیسے جوڑ لیا آپ نے مؤمن کو تو عمل پر آمادہ کیا جاتا رہے اور کافر کے لیے زبردستی نہیں ہے۔ رہو اپنے دین پر۔

نفر (اللہ تعالیٰ کے راستے میں نکلنا) اس کام کی روح ہے:

تو میرے دوستو عزیزو! یہ ہے اصل بات۔ ہم آپ سے صاف طور پر عرض کر رہے ہیں کہ نفر اس کام کی روح ہے۔ اگر نہیں تو کوئی کام نہیں۔ ورنہ شیطان نے یہ وسوسہ کام کرنے والوں کے دل میں پیدا کر دیا تھا، کہ خروج اصل نہیں ہے، اصل تو دین ہے۔ کہ کوئی یہ کہنے لگے کہ وضو اصل نہیں' اصل تو نماز ہے۔ نماز کی ۔۔۔۔۔۔ تو وضو سے ہے ناں!۔ جی ہاں! ایسے بھی لوگ تھے، کہ نکلنا کوئی ضروری نہیں ہے۔ مَیں آپ سے اللہ کی قسم کھا کر! پھر اللہ کی قسم کھا کر پھر اللہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اگر نفر چھوڑ دو گے تو تمہارے ذکر و تلاوت اور تمہاری دُعاؤں سے اور اولیاء کی توجہات سے اِرتداد رُکے گا نہیں۔ حضرت ابوبکر

رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے توجّہ نہیں ڈالی مدینے میں بیٹھ کر، نہ کوئی دُعاء کردی، کہ نہیں مدینے کو خالی کرو، ہم اِرتداد کو روکنا چاہتے ہیں۔صحابہؓ نے قسمیں کھا کر کہا کہ ابوبکرؓ! اُس دن یہ کام نہ کرتے تو اللہ کو کوئی سجدہ کرنے والا نہ ہوتا۔سوچئے آپ! اُس زمانہ کی بات ہے، خیر القرون کی، آج پندرہ سوسال کے بعد مسلمان یہ کہتا ہے کہ پھِرنے کی کیا ضرورت ہے۔ہم اپنے عملہ سے یہ چاہتے ہیں پوری دُنیا میں کہ یہ نفر کو اللہ کا امر سمجھائیں اُمّت کو کہ نفر اللہ کا امر ہے۔اور ہر آدمی، ہر مسلمان میں اِس بات کا احساس ہو کہ میرا نہ نکلنا گناہ ہے، ہم یہ احساس اُمّت میں عام کرنا چاہتے ہیں۔نہ نکلنا گناہ ہے۔اور اگر آدمی یہ کہتا ہے کہ نکلنا دین سیکھنے کیلئے تو دین سیکھنے کے تو بہت راستے ہیں تبلیغ میں لگنا کیا ضروری ہے۔حضرت خالدؓ نے جرجہؓ کو میدانِ قتال سے اپنے خیمہ میں پہنچانے تک نماز سکھلا دی تھی، اگر آپ سمجھتے ہیں کہ نماز سیکھنے کے لیے نکلنا ہے۔اپنے خیمہ تک لے کر گئے ناں! جرجہ کو دعوت دے کر، تو دو رکعت نماز پڑھنے اور اسلام میں داخل ہونے کی حضرت خالد نے یہاں سے وہاں تک سکھلا دی، حملہ ہوا وہ شہید ہو گئے۔ مَیں اور آپ اِس کام کا کمال صرف اِتنا سمجھتے ہیں کہ بس دین سیکھ لیں، تب فارغ ہو جائیں گے۔

اِس لیے دوستو عزیزو! یہ عزم کرو کہ اِن شاء اللہ ہمیں اِس کام کو کام بنا کر کرنا ہے۔

ہر سال چار مہینے، ماہانہ دس دن، روزانہ آٹھ گھنٹے اِس کی دعوت عام ہونی چاہیے۔ جہاں جاؤ! وہاں پوری جم کے بات رکھو۔ (اِن شاء اللہ) اِس کے لیے پہلے علماء قدم اُٹھائیں۔ہمتیں کریں۔

دعا سے پہلے بیان حضرت مفتی یعقوب سیلونی صاحب دامت برکاتہم

بروز منگل، ۲۲/ربیع الثانی ۱۴۴۵ھ۔ 7/نومبر 2023ء

اس کام کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نہج پر اور صحابہ ؓ کے نہج پر لانے کے لیے خواتین کو اس کام میں شریک کرنے کا اُتنا ہی اہتمام ہو جتنا کہ اللہ کے ہاں مطلوب ہے:

کام کرنے والے تمام ساتھیوں کی بنیادی ذمہ داری یہ ہے کہ اپنے اس کام کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نہج پر اور صحابہ ؓ کے نہج پر لانے کے لیے خواتین کو اس کام میں شریک کرنے کا اُتنا ہی اہتمام ہو جتنا کہ اللہ کے ہاں مطلوب ہے۔ اس لیے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو محنت کا نقشہ قائم فرمایا' مَردوں اور عورتوں دونوں کو اکٹھا کر کے محنت کا نقشہ قائم فرمایا، اگر صرف اس دور میں مَرد حضرات اس کام میں حصّہ لینے لگیں اور خواتین اِس کام کے اندر حصّہ نہ لیں اور اُن کو اس کام کے اندر شریک نہ کیا گیا تو یہ دورِ نبوّت والا کام وجود میں نہیں آیا، بلکہ یہ ناقص ترتیب ہے اور یہ محنت کا نقشہ یہ بھی ناقص ہے، اس لیے اللہ ربُّ العزّت نے قرآن مجید کے اندر بڑی صراحت کے ساتھ ارشاد فرما دیا کہ ایمان والیوں کی بھی بنیادی ذمہ داری ہے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر،

جس طریقہ سے کوئی مَرد اور کوئی مومن اپنے کمالِ ایمان میں امر بالمعروف نہی عن المنکر کا محتاج ہے، ایسے ہی ایک ایک ایمان والی اپنے کمالِ ایمان میں امر بالمعروف نہی عن المنکر کی محتاج ہے،

جس طریقہ سے کوئی مَرد اور کوئی مومن اپنے کمالِ ایمان میں امر بالمعروف نہی عن المنکر کا محتاج ہے، ایسے ہی ایک ایک ایمان والی اپنے کمالِ ایمان میں امر بالمعروف نہی عن المنکر کی محتاج ہے، کوئی خاتون صبح اور شام دن اور رات تمام معمولات اور تمام وظائف کو مکمل کرلے اور پردہ کا اہتمام کرلے' اُس کی یہ ساری عبادات اور یہ سارے معمولات ناقص ہیں، اگر اس دن امر بالمعروف نہی عن المنکر کا اُس نے اہتمام نہ کیا اور اسے انجام نہیں دیا، اس لیے کہ عبادات کے اندر کمال ایمان کے بقدر ہے، اور ایمان کے اندر کمال اور تکمیل وہ امر بالمعروف نہی منکر کے بقدر ہے، اسی لیے امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے بہت صراحت کے ساتھ یہ بات فرمائی ہے کہ جو اِس اُمّت کا فرد اور اِس اُمّت کا کوئی طبقہ چاہے مَردوں کا ہو چاہے عورتوں کا ہو اگر وہ امر بالمعروف نہی عن المنکر کو چھوڑ دیں گے تو وہ مومنین کاملین کی جماعت سے خارج مانے جائیں گے، تمام عبادات یہ مومنین میں داخل اور شامل ہونے کے لیے اور امر بالمعروف نہی عن المنکر کاملین میں داخل ہونے کے لیے بنیادی شرط ہے، تمام عبادات کے ذریعہ سے ایک مَرد اور ایک عورت مومنین میں داخل ہو سکتے ہیں، لیکن مومنینِ کاملین اور مومناتِ کاملات کی جماعت اور زُمرہ میں داخل اور شامل ہونے کے لیے امر بالمعروف نہی عن المنکر یہ بنیادی شرط ہے۔ اس لیے امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ نے بہت صراحت کے ساتھ ان دونوں آیتوں کو جمع کر کے اس کا خلاصہ بیان کیا، اس لیے کہ اللہ ربُّ العزّت

نے قرآن مجید میں دوفرقوں کا بیان دوفرقوں کو بیان فرمایا ایک منافق مَرد منافق عورتیں اور دوسرے مومن مَرد اور مومن عورت ہے اور منافق مَرد اور منافق عورتوں کی اہم اور بنیادی صفت یہ بیان فرمائی اللہ ربُّ العزّت نے کہ وہ بھلائی سے روکتے بُرائی کا حکم کر دے یعنی نفاق کا تقاضہ ہے بھلائی سے روکنا بُرائی کا حکم کرنا، منافق مرد اور منافق عورت یہ کبھی امر بالمعروف اور نہی عن المنکراوراس کے تمام اعمال اعمالِ دعوت کوانجام نہیں دے سکتے اور وہ اپنے ذات سے بھی اعمال کو انجام نہیں دے سکتے وہ تو ظاہرداری میں عبادات اور اعمال کوانجام دیتے ہیں تا کہ مومنین میں شمار ہوتے رہیں وہ نفاق کے پیشِ نظر وہ اعمال کرتے ہیں لیکن امر بالمعروف نہیں کر سکتے اور مومن مَرد اور مومن عورتوں کی بنیادی صفت اللہ نے بیان یہ فرمائی کہ وہ بھلائی کا حکم کرتے ہیں، بُرائی سے روکتے ہیں،

ایمان اورنفاق کے درمیان حد فاصل' امتیاز کرنے والا' فرق کرنے والا' بنیادی عمل ہی امر بالمعروف نہی عن المنکر ہے:

امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ان دونوں آیتوں کو جوڑنے اور جمع کرنے سے ایک قاعدۂ کلیہ یہ سمجھ میں آیا کہ ایمان اور نفاق کے درمیان حد فاصل' امتیاز کرنے والا' فرق کرنے والا' بنیادی عمل ہی امر بالمعروف نہی عن المنکر ہے، وہ یہ دیکھنا چاہتا ہے 24 گھنٹے کی زندگی میں کہ میرے اندر ایمان ہے کہ میں نے 24 گھنٹے جو گزارے ہیں اس کے اندر امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو انجام دیا یا نہیں دیا، چاہے زبان سے ہو چاہے دل سے ہو چاہے ہاتھ سے ہو جبکہ اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا منکرات کو بے حیائی کو بُرائیوں کو ہاتھ سے روکنا اس کے ذمّہ تھا زبان سے روکنا اُس کے ذمّہ تھا جو ایمان کا دوسرا درجہ ہے اور آخری درجہ تھا کہ دل سے بے چینی بے قراری کا اظہار کر کے اور قلبی طاقت لگا کر کے اس منکر کے ازالہ کی کوشش اور سعی کرتا، لیکن اگر اس نے اسے بھی نہیں کیا تو علماء نے لکھا ہے کہ یہ اب دیکھ لے کہ اس کے بعد ایمان کا کوئی ذرہ بھی ہے یا نہیں اب یہ دیکھ لیں کہ اس کے پاس ایمان کا کوئی ذرّہ ہے دیکھئے، آخری اور کمزور ترین درجہ ایمان کا وہ تغیر بالقلب یعنی دل سے اس بُرائی کے دور کرنے کی فکر کوشش کرنا یہ آخری درجہ قرار دیا گیا ایمان کا،

اگر کوئی خاتون ایسی عبادت گزار کہ سجدے کرتے کرتے اُس کے پیشانی پہ نشان پڑ جائیں اور ایسی روزے دار کہ اُس کے ہونٹ خشک ہو جائیں اور ایسی زکوٰۃ دینے والے کہ اُس کے مال میں زکوٰۃ واجب نہ ہو، اِن سب کے باوجود اس کا ایمان کامل نہیں ہوگا، اگر ان ساری عبادات کے ساتھ امر بالمعروف نہی عن المنکر میں وہ مَردوں کے برابر شریک نہ ہو:

اگر کوئی خاتون ایسی عبادت گزار کہ سجدے کرتے کرتے اُس کے پیشانی پہ نشان پڑ جائیں اور ایسی روزے دار کہ اُس کے ہونٹ خشک ہو جائیں اور ایسی زکوٰۃ دینے والے کہ اُس کے مال میں زکوٰۃ واجب نہ ہو، اِن سب کے باوجود اس کا ایمان کامل نہیں ہوگا، اگر ان ساری عبادات کے ساتھ امر بالمعروف نہی عن المنکر میں وہ مَردوں کے برابر شریک نہ ہو اللہ ربُّ

العزّت نے ذمہ داری۔۔۔۔اس لیے علامہ نوویؒ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جو خاتون گھر میں ہے، جو خاتون گھر میں رہتی ہے اور گھر کے اپنے ماتحت اور دست نگر لوگوں کو دیکھ رہی ہے کہ وہ معروفات کو چھوڑے نیکیوں کو عبادات کو چھوڑ کر زندگی گزار رہے یا منکرات میں مبتلاء ہیں اس عورت کے ذمہ فرضِ عین ہے کہ وہ امر بالمعروف کرے اپنے گھر کے اندر اور نہی عن المنکر کرے اپنے گھر کے اندر فرضِ عین، اس لیے کہ اس منکر کا علم اس خاتون کے علاوہ کسی کو نہیں اور اس منکر کے ازالہ پر قدرت اس عورت کے علاوہ کسی کو نہیں دو بنیادی بات اس منکر کا علم اس خاتون کے علاوہ کسی کو گھر کی چار دیواری کرنا اور اس کی ازالہ پر قدرت چاہے زبان سے ہو چاہے دل سے ہو یا ہاتھ سے ہو اِس پر بھی قدرت اس عورت کے علاوہ کسی کو نہیں تو اس عورت کے ذمہ فرضِ عین علماء نے لکھا، 24 گھنٹے اس کے ذمہ فرض عین ہے کہ جب بھی دیکھیں گھر کے چھوٹے بڑے' مَرد' عورت' قریب' دور کے' یہ معروفات کو چھوڑ کر زندگی گزار رہے منکرات میں مبتلا ہیں اس کے ذمہ 24 گھنٹے یہ فرض کا درجہ رہے گا کہ وہاں امر بالمعروف کرتی رہے نہی عن المنکر کرتی رہے، آخری درجہ یہ کہ اگر گھر میں اتنا ماحول ہے کہ وہ زبان سے بھی نہیں کہہ سکتی تو آخری درجہ یہ کہ وہ اپنے مصلوں پر اور اپنی بستروں پر تڑپتی رہے بے چینی بے قراری کا اظہار کرے دُعائیں کریں کہ اللہ ربُّ العزت میرے گھر اور میرے قُرب و جوار میں میرے پڑوسنوں میں جو بے حیائی بے دینی اور بے پردگی ہے اللہ تعالیٰ اسے دور کرے یہ آخری درجہ ہے ورنہ یہ عبادتوں پر بیٹھی ہوئی ہے دن اور رات لیکن اس کی عبادتیں ناقص مانی جائیں گی، اللہ تعالیٰ سمجھ نصیب فرمائے، اس کا ہر عمل ناقص ہے اگر اس کے ساتھ امر بالمعروف نے یعنی منکر شریک نہیں،

اگر کوئی خاتون ایسی ہے کہ وہ خود پردے میں ہے 100 فیصد پردہ بال برابر ظاہر نہیں ہو رہا، لیکن اس کے قُرب وجوار میں اس کے گھر میں اس کے گھر میں ایسی خواتین ہیں جو بے پردگی کا شکار ہیں جو بے پردگی کا شکار ہے اس کے ذمہ ہے اس کے روکنے کی کوشش وسعی کرنا

اگر کوئی خاتون ایسی ہے کہ وہ خود پردے میں ہے 100 فیصد پردہ بال برابر ظاہر نہیں ہو رہا، لیکن اس کے قُرب وجوار میں اس کے گھر میں ایسی خواتین ہیں جو بے پردگی کا شکار ہیں جو بے پردگی کا شکار ہے اس کے ذمہ ہے اس کے روکنے کی کوشش و سعی کرنا، اگر اس نے کوشش نہیں کی تو علماء نے بڑی صراحت سے یہ بات لکھی قرآن اور احادیث کی روشنی میں یہ بات لکھی ہے کہ جس طرح وہ خاتون بے پردہ ہونے کی وجہ سے گناہِ کبیرہ کا ارتکاب کر رہی گناہ کبیرہ میں مبتلا ہے اسی طرح یہ پردہ والی خاتون بھی گناہِ کبیرہ میں مبتلا، یہ بھی گناہ کبیرہ مبتلا ہے اس لیے کہ علامہ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے بہت دوٹوک طور پر فیصلہ سنا یا ترک الامر بالمعروف نہی عن المنکر من الکبائر کہ امر بالمعروف کو چھوڑ دینا نہی عن المنکر کو چھوڑ دینا کبائر میں سے؛ بلکہ امام رازی رحمۃ اللہ علیہ یہاں تک فرماتے ہیں کہ وہ کبیرہ گناہ ہلکا ہے اور اس خاتون کا جو پردہ نشین ہے اور بے پردہ عورت کو روکنے کی سعی اور کوشش نہیں کر رہی اس کا گناہ ہے کبیرہ اس کے مقابلہ میں زیادہ سخت اور زیادہ اشد ہے، 10

عورتیں بے پردگی کے ساتھ زندگی گزاری ایک عورت پردہ کے ساتھ ہے 10 عورتوں کو روکنا اس کے ذمہ ہے، اگر 10 کو روکا 10 گنا زیادہ ثواب اور دس کو نہیں روکا 10 گنا زیادہ بے پردگی کا اس خاتون کو ملے گا، اس نے فلانی عورت کو نہیں روکا، اس کا مستقل اسے گناہ ملے گا، فلانی عورت کو بے پردگی سے نہیں روکا اس کا مستقل گناہ ملے گا، لیکن ابھی تک اُمّت کو اس کا احساس خود کام کرنے والوں کے اندر اس کے احساس ابھی تک پیدا نہیں اس کا شعور پیدا ابھی تک تو مستورات کے کام کو نفلی کام سمجھا جاتا ہے، اختیاری کام ہے نفلی کام، اگر موقع ہو تو کر لیا جائے یہ بات نہیں آپ سیرت میں غور کریں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کس درجہ پر خواتین کو اعمالِ دعوت پر اُٹھائے، کس درجہ پر خواتین کو اعمالِ دعوت پر اٹھائے، دعوت ہو، نصرت ہو، ہجرت ہو، جہاد ہو، جانی و مالی اللہ کے راستہ میں قربانیاں ہوں تمام طرح کی تکالیفیں' ناگواریوں کو برداشت کرنا ہو، سیرت آپ اُٹھا کر دیکھیں ان تمام چیزوں کے اندر جو اعمالِ دعوت کے لازمی اجزاء ہیں ان سب کے اندر خواتین مَردوں کے برابر شریک نظر آئیں گی، اسی لیے مولانا یوسف صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے حیاۃ الصحابہ میں ان ساری باتوں کو چن چن کر بڑے اہتمام سے مَردوں کے ساتھ ساتھ خواتین کے ان واقعات کو جمع فرمائے، اور پوری اُمّت کو دعوت دی ہے کہ

ہم اس کام کے ذریعہ سے اس اُمّت کی خواتین میں دین کے مٹنے کا غم اور درد اور پھر اس دین کو زندہ کرنے کا فکر اور امر بالمعروف نہی عن المنکر اور جانی مالی قربانیاں اور دین کی نشر و اشاعت میں آنے والی ناگواریوں کو برداشت کرنے کے اعتبار سے ان تمام خواتین کو قیامت تک اسی سطح پر دوبارہ لانا چاہتے ہیں، جس سطح پر حضورا کرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس اُمّت کی خواتین کو اپنے دور میں چھوڑ کر گئے اس سے نیچے کا کوئی درجہ نہیں:

ہم اس کام کے ذریعہ سے اس اُمّت کی خواتین میں دین کے مٹنے کا غم اور درد اور پھر اس دین کو زندہ کرنے کا فکر اور امر بالمعروف نہی عن المنکر اور جانی مالی قربانیاں اور دین کی نشر و اشاعت میں آنے والی ناگواریوں کو برداشت کرنے کے اعتبار سے ان تمام خواتین کو قیامت تک اسی سطح پر دوبارہ لانا چاہتے ہیں، جس سطح پر حضورا کرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس اُمّت کی خواتین کو اپنے دور میں چھوڑ کر گئے اس سے نیچے کا کوئی درجہ نہیں۔ خواتین سارے واقعات بڑے اہتمام سے حضرت جی مولانا یوسف صاحبؒ نے حیاۃ الصحابہ میں جمع کر خروج کے واقعات اتنے اہتمام سے اتنی تفصیل سے کہ آپ حیران ہو جائیں کتنے اہتمام کے ساتھ جمع فرمایا کہ خواتین کس قدر اہتمام سے اللہ کے راستہ کی نقل و حرکت کیا کرتی تھی آپ کی ازواجِ مطہراتؓ کا کیا معمول تھا، بناتِ طیبات کا کیا حال تھا، اور تمام انصارؓ اور مہاجرینؓ کے خواتین کا کیا معمول ہے، کیا معیار تھا ہمارا اور آپ کا خروج یہ معیار نہیں ہے بلکہ دورِ نبوّت اور دورِ صحابہؓ اور خلفائے راشدینؓ کی خواتین کے خروج کا ہی اصل معیار قیامت تک، اُن کا خروج اصل معیار ہے، آپ اندازہ لگائیں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پہلی جماعت بھیجی اُس میں آپؐ نے یہ ہرگز نہیں فرمایا کہ مَردوں کا نکلنا ضروری ہے اسے ان کو پہلے نکلنا چاہیے، خواتین کے نکلنے کی ضرورت نہیں، انہیں بعد میں نکالا جائے، پہلی جماعت بنی ہے، اس کے اندر پانچ خواتین اور جس میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی لاڈلی بیٹی بھی جا رہی ہیں، دوسری

جماعت جس میں 70 مَرد، تو 17 خواتین اُس کے اندر جارہی ہیں، اس میں بھی حضور اکرم ﷺ کی لاڈلی بیٹی جارہی ہیں اور پھر کتنے لمبا زمانہ کہ روایتوں میں غور کرنے سے معلوم یہ ہوتا ہے کہ یہ حضرات جو حضرت جعفرِ طیارؓ کی سرپرستی میں گئے جس میں مَرد بھی تھے عورتیں بھی تھیں، یہ خیبر کے فتح کے موقع پر واپس ہے احتیاط کے ساتھ اگر مدت کی تعیین کی جائے تو کم سے کم 10 سال اس خروج کی مدت نکلتی ہے، کتنے سال خواتین وقت لگاتے ہیں 10 سال لگاتار، حضرت اسماء بنت عمیس ؓ کہتی ہیں کہ آپ ﷺ کی ہجرت کی خبر سنتے ہی ہم قبیلہ اشعر کے 52' 53 لوگ یمن سے روانہ ہوئے ہجرت کے ارادے سے قبیلہ اشعریین کے حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ بھی، لیکن ہماری کشتی مقدّر سے حبشہ جالگی، وہاں حضرت جعفرِ طیار رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ہماری جماعت کا استقبال کیا اور ہم بھی ان کے ساتھ خیبر کے فتح کے موقع پر واپس آئے اگر آپ اندازہ لگائیں کم سے کم چھ سے سات سال بعد حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی واپسی ہوئی ہے،

اس زمانہ کی خواتین حضرت عمرؓ جیسے کبار صحابہؓ کو بھی خروج میں اپنے پیچھے رکھنا چاہتی تھی:

اس زمانہ کی خواتین حضرت عمرؓ جیسے کبار صحابہؓ کو بھی خروج میں اپنے پیچھے رکھنا چاہتی تھی، ان کو بھی آگے بڑھتا ہوا دیکھنا ان کو ناگوار لگتا ہے، خروج میں ہم آپ سے پیچھے نہیں رہ سکتے، حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ اچھا یہ وہی حبشیہ عورت ہیں' جنہوں نے حبشہ کی ہجرت کی اور پھر کہنے لگے حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ کہ ہم لوگ اور ہماری ہجرت تمہاری ہجرتوں سے افضل ہے، اس لیے کہ ہمارے ساتھ حضور ﷺ تھے، اور ہم تمہارے مقابلہ میں حضور ﷺ کے زیادہ حقدار ہیں یہ سن کر حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا کہ عمر! یہ بات آپ کی سراسر غلط ہے، اس لیے کہ آپ کی ہجرت قریب کے علاقہ کی تھی اور ہماری ہجرت حبشہ کی تھی اور آپ کا علاقہ پُرانہ تھا اور ہمارا علاقہ پُرخطر اور خوف سے بھرا ہوا تھا، اور آپ کے ساتھ حضور ﷺ شریک تھے، ہمارے ساتھ اللہ کے نبیﷺ نہیں تھے، اس وجہ سے ہماری ہجرت افضل ہے۔ اس لیے کہ تمہارے بھوکوں ننگوں کو ضرورت پیش آ گئی تو اللہ کے نبیؐ نے دُعاء فرمائی ان کے بھوک کا اور ان کے کپڑوں کا انتظام ہوگیا اور تمہارے جاہلوں کو ضرورت پیش آئی تو اللہ کے نبیؐ کے پاس علم تھا دے دیا ورنہ اسے ایک جاہل کو سکھلانے کے لیے وحی کے ذریعہ آیتیں اُتر گئیں، لیکن ہم تو ایسے دور دراز علاقہ میں کہ وہاں پر ہمارے بھوکوں اور پیاسوں کو کوئی کھلانے پلانے والا نہیں اور ہمارے جاہلوں کو سات سال تک کوئی سکھلانے والا نہیں، وجہ فضیلت بیان کر رہی ہے کہ ہمارے جو ہے ہجرت کے افضل ہونے کی وجہ کے یہ ساری بات بتلانے کے بعد پھر انہوں نے کہا کہ اب میں حضور کے پاس جارہی ہوں اور جانے کے بعد آپ کی ساری بات من وعن نقل کرو، اپنی بات ساری من وعن نقل کروں گی اور جب تک اللہ کے نبیؐ فیصلہ نہ سنا دیں کہ ہماری ہجرت افضل ہے یا تمہاری اور ہم زیادہ حقدار ہیں اللہ کے نبی کے یا تم لوگ زیادہ حقدار ہو، اس وقت میں کھانا نہیں کھاؤں گی جو نہیں نکالوں گی، تین صفحہ کا یہ واقعہ بڑے اہتمام کے ساتھ حضرت جی مولانا یوسف صاحبؒ نے حیاۃ الصحابہ کی جلد اوّل کے اندر نقل کیا ہے، اہتمام کے ساتھ پڑھ پڑھ کے ہم نکل جاتے ہیں آپ ﷺ نے روایت میں ہے

بڑے اہتمام سے سارا قصّہ سنا، اچھا! عمر نے کیا کہا؟ یہ کہا: تم نے کیا جواب دیا؟ یہ جواب دیا، پھر عمرؓ نے کیا کہا؟ یہ کہا، تم نے کیا جواب دیا؟ ساری باتیں سن کر بڑے اہتمام سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فیصلہ سنایا: اے اسماء! تمہاری ہجرت عمر اور اُن کے ساتھیوں کی ہجرت سے افضل ہے اور تم لوگ عمران کے ساتھیوں کے مقابلہ میں میرے زیادہ حقدار ہو، آج ہماری پوری طاقت قوت یہ ہے کہ میرا ملکوں میں سفر ہو جائے، میں بار بار مَردوں میں نکلتا رہوں، میری گھر والی کا وقت لگے نہ لگے، یہ ہماری سطح ہے اس وقت، اور وہاں حال یہ تھا کہ اسماء بنت عمیسؓ جو بعد میں اسلام میں داخل ہونے والی اور وہ حضرت عمرؓ جیسے قدیم الاسلام کو خروج میں پیچھے رکھنا چاہتی ہے، اس لیے یہ بات بار بار کہی جاتی بلکہ روایتوں میں غور کرنے سے معلوم یہ ہوتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ازواجِ مطہراتؓ کا حال یہ تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب بھی سفر کا ارادہ فرماتے اپنی بیویوں کے درمیان قرعہ ڈال کر اور جن کا نام قریب ہی نکلتا ہے انہیں اپنے ساتھ لے جایا کرو،

ہماری بنیادی ذمہ داری ہے کہ یہ تیسرے مہینہ کا سہ روزہ سال کا عشرہ تین سال میں ایک مرتبہ چلّہ، اسے تو انتہائی ادنیٰ درجہ سمجھنا چاہیے:

اس لیے ہماری بنیادی ذمہ داری ہے کہ یہ تیسرے مہینہ کا سہ روزہ سال کا عشرہ تین سال میں ایک مرتبہ چلّہ، اسے تو انتہائی ادنیٰ درجہ سمجھنا چاہیے اور اب اِس رُخ پر لانے کی ضرورت ہے کہ جس طرح ہم دو مہینے مسلسل عزیمت کے ساتھ مَردوں میں خروج کو لازم ضروری سمجھتے ہیں، اجتماعی ذمہ داری سمجھتے ہیں ایک آدمی نہیں نکلتا سارے مل کے اس کی تشکیل کرتے ہیں، اس طرح تیسرے مہینہ کا سہ روزہ مستورات بھی عزیمت اور یہ بنیادی ذمہ داری ہے عزیمت والا خروج ہے، اگر کوئی ہمارا ساتھی مسجد وار تیسرے مہینہ مستورات میں نہیں نکلتا، مسجد وار جماعت' پورے حلقے والے مل کر اس کی تشکیل کریں آپ کا یہ تیسرے مہینہ کا خروج مع مستورات ہے، آپ کو مَردوں میں نکلنے کی اجازت نہیں، اِس رُخ پر آپ اپنے کام کو لائیے، اگر ہم مزاجِ نبوّت پر اپنے کام کو لانا چاہتے ہیں اور نہجِ نبوّت پر اپنے کام کو لانا چاہتے ہیں اور اپنے خواتین کو اس کام میں برابر حصّہ دار اور شریک بنانا چاہتے ہیں تو اس کا یہ ادنیٰ درجہ کا معیار ہے کہ دو مہینے مَردوں میں لگانے کے بعد بڑے ہوں' چھوٹے ہوں' نئے ہوں' پُرانے ہوں، ہر فرد اِس کی فکر کریں تیسرا مہینہ ہماری پوری پوری مسجد وار جماعت کا مع مستورات خروج کا متعین ہے، اس کے مقابلہ میں مَردوں میں بڑے سے بڑے خروج کی کوئی حیثیت ورنہ آپ محنتیں کرتے رہیں' کوششیں کرتے رہیں' جان مال کی قربانیاں دیں، اندرون' بیرون کے تمام تقاضے پورے کریں ہمارے گھر والے تک بے دینی کے سیلاب اور بے دینی کے اثرات سے محفوظ نہیں رہ سکتے، سال کا ہمارا خروج ہو گیا ہے بہت اچھی بات، ہمارے مسجد وار ساتھیوں نے 10 کے 10 ساتھیوں نے اپنا سالانہ خروج کر لیا ہے، چلّہ کی شکل میں' چار مہینہ کی شکل میں' بیرون پانچ مہینہ کی شکل میں' بہت اچھی بات ہے، قابلِ مبارک بات ہے، لیکن ابھی ہمارا اس سال کا نصاب مکمل نہیں ہوا جب تک کہ میرا اس سال کا مع مستورات عشرہ نہ لگے،

کام کی تکمیل اور ہمارے اس سال کے خروج کی تکمیل اسی وقت سمجھی جائے گی جب ہمارے مسجد ساتھیوں میں سے ہرایک کا اپنے سالانہ خروج مع مستورات لگ جائے:

کام کی تکمیل اور ہمارے اس سال کے خروج کی تکمیل اسی وقت سمجھی جائے گی جب ہمارے مسجد ساتھیوں میں سے ہر ایک کا اپنے سالانہ خروج مع مستورات لگ جائے، دوسال مَردوں میں ہمارا خروج ہو پابندی کے ساتھ، اہتمام کے ساتھ، چاہے وہ بیرون کا ہو، چاہے وہ اندرون کا ہو، چلّہ کی شکل میں ہوں' چاہے چار مہینے کی شکل میں ہو، لیکن آپ کی بنیادی ذمہ داری ہے کہ تیسرا سال آتے ہی سارے تقاضوں پر مقدم تقاضہ اپنی مستورات کے ساتھ اپنا تیسرا سال کا چلّہ، یہی حال بیرون کے خروج کا ہے، جس درجہ میں ہمارا بیرون کا خروج اور جتنی دور ہم خروج کریں گے اُتنا اُتنا دین کے اندر استحکام ملے گا، اُتنا ہی ہماری خواتین جتنے دور دراز ممالک کا خروج کریں گی اُتنا ہی ہماری خواتین کے اندر عقائد اور عبادات اور پردہ کے اعتبار سے استحکام اور پختگی پیدا ہوتی چلی جائے گی۔ اس غرض سے نکالنا، اس لیے سارا مجمع ارادہ کرے کہ ہم اپنی اپنی مسجد کے سطح کو اپنے اپنے مسجد وار کام کو اور اپنے مستورات کے خروج کو ان شاء اللہ اس سطح پر لائیں گے۔

دوسری بنیادی ذمہ داری ہے کہ 100 فیصد گھروں کے اندر مستورات کی جماعتوں کے قیام کا اہتمام کرنا، اس لیے کہ حضور اکرم ﷺ نے مدینۂ طیبہ کے اندر یہی ماحول بنایا تھا آپؐ کے زمانہ میں کوئی قبیلہ مدینہ آجائے تو آپ ﷺ انہیں مدینے والوں پر تقسیم کر دیا کرتے، اور یہ فرمادیتے کہ ان کا اکرام کریں ان کا اکرام کریں صحابہ اس اکرام کا مطلب سمجھتے تھے، اور پھر 24 گھنٹے کے بعد ان مہمانوں کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے پاس بلا کر کے کارگزاری لیتے، قبیلے قیس والوں نے بتایا کہ ان لوگوں نے ہمیں اچھا کھانا کھلایا اور اچھے بستر نرم بستر لگائے اور اس کے ساتھ ساتھ دن اور رات لگ کر انہوں نے ہمیں کلام سکھلایا اللہ کا اور اللہ کے نبی کی سنتیں سکھلائی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں ایک خاتون اپنے بچے کے ساتھ مدینہ طیبہ ہجرت کر کے اور دین میں داخل ہو کر کے آئی آپ نے اس خاتون کو انصار کی خواتین کے حوالے فرمایا اور ان کے بیٹے کو اصحاب صفہ کے حوالے فرمایا، چند دن بعد انس رضی اللہ فرماتے ہیں کہ ان کے بیٹے کا انتقال ہو گیا ہم نے غسل دیا کفن دیا آخری دیدار کے لیے جنازہ تیار رکھا ہوا ان کی والدہ کو بلایا والدہ پائنتی میں آ کر بیٹھ کر کے دعائیں مانگنے لگی اللہ اسے زندہ کر دیں، ابھی زندہ کرنے پر آپ کے دین کا فائدہ ہے بعد میں زندہ کریں آپ کے دین کا کوئی فائدہ نہیں ہے، میں اپنی بڑھاپے کی لاٹھی کہ غرض سے اس کو زندہ کروانا نہیں چاہتی آپ کے دین کے احیاء کے پیش نظر اپنے بیٹے کی میں جو ہے حیات کی آپ سے درخواست کرتی ہوں، دعا مانگتی رہی تھوڑی دیر میں اس ان کے بیٹے نے اپنے کفن کا کپڑا سر سے ہٹایا اٹھ کر کے بیٹھے دوپہر کا کھانا حضرت انس فرماتے ہیں ہمارے ساتھ کھایا اس کے بعد دونوں لمبے عرصہ تک حیات رہے، پہلے والدہ کا انتقال ہوا بعد میں بیٹے کا انتقال ہوا، اس قصے کا خلاصہ یہ تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم آنے والوں کو کس طرح گھروں کے اندر تقسیم کیا کرتے، یہ بنیادی بات اور دوسری بات یہ ہے کہ ان گھروں کے اندر کیسا ماحول ہوگا جس گھر میں قیام کرنے

سے چند دن کے اندر اس نئی خاتون کے اندر اتنی طاقت قوت دعا اور عبادت میں کہ اپنے مرے ہوئے بیٹے کو زندہ کر لیا،

لوگوں کے اندر بے دینی کا سیلاب ارتدا بے پردگی بے حیائی سیلاب کی طرح اس کا واحد راستہ علاج یہ خواتین کی جماعتوں کو ہر گھر کے اندر ٹھہرانا بغیر کسی شرط کے، سوائے پردے کے:

لوگوں کے اندر بے دینی کا سیلاب ارتدا بے پردگی بے حیائی سیلاب کی طرح اس کا واحد راستہ علاج یہ خواتین کی جماعتوں کو ہر گھر کے اندر ٹھہرانا بغیر کسی شرط کے، سوائے پردے کو ہم سب کا یہ خیال ہم سب کی یہ سوچ ہم سب کی فکر یہ ایک ہو جائے کہ پردے کے علاوہ کوئی چیز پوری ہندوستان کی سطح پر پورے عالم کے سطح پر نہیں چلنی چاہیے، ایک ہی چیز دیکھنے کی ہے کہ پردے کا اہتمام ہو جائے، بس دو دن قیام ہے اس دو دن کے اندر مردوں کی مداخلت نہ ہو، عمل دخل نہ ہو اس کے علاوہ کوئی شرط دیکھنے کی آپ کو اجازت نہیں گنجائش نہیں کہ اس کے اندر دروازے ہیں بٹ ہیں چٹخانیاں ہیں ٹوائلٹ باتھ روم اٹیچ ہے اور کمرے پکے بنے کچے بنے ہوئے تین کمرے ہیں کہ نہیں کسی چیز کے دیکھنے کی گنجائش نہیں ورنہ امت کو امت کی ماں بہنوں کو ارتداد میں دھکیل رہے ہیں، بے پردگی کے آگ میں آپ ان کو دھکیلتے جا رہے ہیں، اگر آپ یہ شرطیں دیکھ رہے ہیں صرف ایک حضرت نے پچھلی جوڑوں میں بھی فرمایا کہ مبلغین کی تشکیل نہیں ہے کہ آپ اپنے گھر میں جماعتیں ٹھہراؤ مصلیوں کی تشکیل بھی نہیں ہے کہ نماز پڑھنے والوں کے ہم خوشامدیں کریں آپ اپنے گھروں میں جماعت ٹھہراو، ایک ایک مسلمان کی تشکیل ہے، آپ اپنے گھر میں جمع ٹھہراو، نام عبد الرحمن ہے، اس کے علاوہ ہم کچھ نہیں جانتے، صرف نام کا اسلام اور اس کے پاس نام ہی نام ہے اسلام نام کی شکل میں اس کی خوشامد کریں گے اپنے گھر میں جماعت ٹھہراو، اس رخ پہ آپ اپنے مستورات کے قیام کی شکلیں کھولیں گے، 100 فیصد گھروں کے اندر قیام مطلوب ہے آپ حضرات سے، آج کے بعد یہ سلسلہ نہیں ہونا چاہئے، کہ جماعت آ رہی ہے، رجسٹر کھول کر آپ بیٹھ گئے، اور دو آدمی ہیں خصوصی ذمہ دار، اس رجسٹر کو دیکھ دیکھ کے فرما رہے ہیں کہہ رہے ہیں کہ بھائی یہ جماعت آئی ہے، آپ جماعت لے لو آپ جماعت لے لو، یہ خصوصی مشورہ ہو گیا اور جماعت کا رخ ہو گیا اور فارغ ہو گئے کہ یہ کوئی سلسلہ نہیں، یہ دو پرائیویٹ کمپنی کی طرح کام ہے، کومرشل کام ہے یہ کمرشل کام پرائیویٹ کمپنی، پوری امت کا اس تجارت میں 100 فیصد حصہ ہے آپ نے چار پانچ آدمیوں کو، آپ نے چار پانچ گھروں کو آپ نے مخصوص کیسے کر دیا، ایک ایک ایمان والی اس کی محتاج ہے اور ایک ایک مسلمان اس کا محتاج ہے کہ اپنے گھر میں جماعت ٹھہرائے، اس کا حق ہے دین کی نصرت کر اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم تو منی میں تشریف لے جا رہے ہیں اور کفار مکہ سے کفار سے درخواست کر رہے ہیں، تمام قبائل سے آنے والے کفار سے کہہ رہے ہیں من یؤوینی و من ینصر نی حتی أبلغ رسالة ربي کون مجھے ٹھکانہ دے، کون میری نصرت کرے تا کہ میں اپنے رب کا پیغام پہنچا سکوں، وہاں تو ایمان کی بھی شرط نہیں، نبی اپنی نصرت کے لیے اپنے ایوا کے لیے تمام قبائل کو تشکیل فرما رہے ہیں اور ہم یہاں پر اپنی تمام نصرتوں کو صرف وقت لگانے والوں کے اندر منحصر کر رہے ہیں کہ یہ تو صحابہ اور نبوت کے نصرت میں

اور ہماری نصرت میں زمین وآسمان کا فرق ہوگیا، ایک ایک ایمان والی کی تشکیل ہونی چاہیے ہر ایک کی فکر اگر کوئی چلے کی جماعت آپ کے ہاں آئے آپ کی پہلی فکر یہ ہو کہ اس چلے کی جماعت کو سامنے رکھ کر بیس مکان کھل کیسے جائیں، آپ کا ادنی درجے کی ذمہ داری ہے کہ ایک جماعت آگئی چلے گی 20 نئے مکان کھول دئے، نہ استقبال کی بنیاد پر ہمارے گھروں کے اندر قیام مطلوب ہے اور نہ ہی فرنیچر کی بنیاد پر ہے نہ کھانے پینے کی بنیاد پر ہے ظاہری سہولت انتظامات کی بنیاد پر ہمارا جماعتوں کا قیام یہ موقوف بالکل نہیں ہے، آپ بھی تلاش کریں گے آنے والی جماعت بھی مل کر دونوں مل کر مہاجر اور انصار دونوں مل کر کے تلاش کریں گے ہمارے اس محلے میں 200100 مکان ہیں

<u>ایسے مکان کتنے ہیں جو ارتداد کے دہانے پر پہنچ چکے ہیں اور ان کے گھروں میں ایمان کی ایک علامت وہ بھی ظاہری طور پر اور کفر کی ننانوے علامتیں پائی جاتی ہیں،، ان کا گھر گھر کے ہر فرد باطل کے پھیلنے اور باطل کے آلہ کار بن چکے ہیں، اب تب وہ مرتد ہونے کے قریب ہیں ایسے مکانوں کو کھول کھول کر کے، خوشامد کر کے ، درخواست کر کے دو دن ان کے گھر میں قیام کرنے کی آپ فکر کریں:</u>

ان میں سے ایسے مکان کتنے ہیں جو ارتداد کے دہانے پر پہنچ چکے ہیں اور ان کے گھروں میں ایمان کی ایک علامت وہ بھی ظاہری طور پر اور کفر کی ننانوے علامتیں پائی جاتی ہیں،، ان کا گھر گھر کے ہر فرد باطل کے پھیلنے اور باطل کے آلہ کار بن چکے ہیں، اب تب وہ مرتد ہونے کے قریب ہیں ایسے مکانوں کو کھول کھول کر کے، خوشامد کر کے، درخواست کر کے دو دن ان کے گھر میں قیام کرنے کی آپ فکر کریں، ہم تنگ سے تنگ مکان حضرت نے صراحت کے ساتھ یہ جملہ فرمایا تنگ سے تنگ مکان ہے ہواؤں کا انتظام نہیں، سہولتیں نہیں، لیکن اس گھر کے اندر رہنے والی خواتین حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کا ایک حصہ ہے اور وہ بھی دین کی محتاج ہیں ہدایت کے محتاج ہیں اس گھر کے اندر قیام ہو کسی طرح اور ہماری یہ مائیں بہنیں پانچ دو دن 48 گھنٹے اعمال دعوت کے ساتھ عبادت ہے ذکر ہے تلاوت ہے پردے کے ساتھ اور سنتوں کے مطابق ۲۴، گھنٹے میں اپنے تمام معمولات کو ان کے سامنے پیش کریں، ان کے اندر حق کی بنیادیں پڑھ جاویں اور باطل کی جڑیں وہاں سے اکھڑ جاوے اس کے علاوہ اس کا اور کوئی راستہ نہیں، مستقل کارگزاریں آرہی ہے کہ جماعت کارگزاری سنا رہی ہیں کہ ہم نے قیام کیا 20 گھروں میں اور 20 کے 20 گھر سے ہم نے مورتیوں کو نکالا 20 کے 20 گھر سے تصویروں کو نکالا 20 کے 20 گھروں کی خواتین کو کلمہ نہیں آتا، نماز نہیں آتی، اندھیریوں میں چھپ کر کے جو ہے غیروں کے معبد اور عبادت خانوں میں یہ جاری خواتین، غیروں کے عبادت خانوں میں خواتین چھپ چھپ کے اندھیریوں میں جا رہی ہیں اور کوئی پرسان حال نہیں، جہاں علمی ماحول ہے وہاں کی بھی یہ کارگزاری ہے، بعض خواتین ایسی بھی ملی جماعت کی بہنوں کو کہ ان کے گھرانے دینی گھرانے کہلاتے ہیں اس کے باوجود ان کو وضو غسل کے فرائض نہیں معلوم، وضو غسل کے فرائض نہیں معلوم، دینی گھرانے لیکن وضو غسل کے فرائض خواتین کو نہیں معلوم، جس طرح ایک ایک فرد امت کی ہدایت اور علم پر اس کا آنا اور اس کی زندگی

سے جہالت کا ختم ہونا یہ مساجد کو 24 گھنٹے اعمال دعوت اور علم کے قران کے حلقوں سے آباد کرنے پر موقوف قیامت تک اسی طریقے سے گھروں میں بیٹھی ہوئی اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کا یہ اتنا بڑا حصہ خواتین کی شکل میں ان کے بھی کلمہ پر آنے، نماز پر آنے، بے حیائی کے ختم ہونے کا یہ واحد راستہ ہے، کہ گھروں کے اندر آپ جماعتوں کو قیام کریں بغیر کسی شرط کے، ہاں اتنی بات ضرور ہے کہ اگر سہ روزہ عشرے کی جماعتوں میں کوئی نئی بہنیں ہیں انہیں آپ مضبوط گھروں میں ٹھرائیں، اتنی بات ضرور، باقی چلے کی جماعت جن کا عشرہ لگا ہوا ہے یہ ساری بہنیں مضبوط کہلاتی ہیں، جماعت آ کر آپ سے کہے بھی کہ ہماری بہنیں کمزور ہیں، کمزوری ہیں، نہیں کوئی کمزور نہیں آپ خواہ مخواہی اپنی کمزوری کا اظہار کر رہے ہیں آپ کی جماعت عشرہ لگائی ہوئی ہے الحمدللہ ہمارے بے شمار تقاضے، آپ تو بڑے بڑے مزید بیانات سننا چاہتے ہیں، اونچی باتیں سمجھنا چاہتے ہیں، ہمارے علاقوں کے اندر تو ایسے بے شمار گھر اور بے شمار خواتین انہیں کلمہ نہیں آتا، فرائض کا علم نہیں ہے، اس لیے آپ کا ہم آپ کی تشکیل ہم کریں،

ہماری بنیادی ذمہ داری ہفتہ واری تعلیم کو ہر محلہ کے اندر زندہ کرنے کی کوشش کرنا:

اسی طریقے سے ہماری بنیادی ذمہ داری ہفتہ واری تعلیم کو ہر محلہ کے اندر زندہ کرنے کی کوشش کرنا، اس لیے کہ علماء متقدمین نے قرآن احادیث کی روشنی میں قیامت تک کی سنتوں میں سے دعوت کی تربیت کی ایک اہم ترین سنت ہفتہ واری تعلیم کو قرار دیا، روایتوں میں صراحت موجود ہے، مسلم شریف کی روایت ہے حضرت جابر رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عیدین کے موقع پر نماز پڑھائی اس کے بعد خطبہ دیا، اور خطبے سے فارغ ہونے کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم مردوں کو اپنی صفوں میں بیٹھنے کا حکم دے رہے ہیں، فجلس الرجال مردوں سے کہا اپنی جگہ پہ بیٹھے رہو، اس کے بعد خواتین کے مجمع میں تشریف لے گئے اور وہاں جا کر وہ ساری باتیں آپ نے ان کے سامنے دہرائی جو خطبے میں مردوں کے سامنے دہرائی، یہ روایت بیان کر رہے ہیں حضرت عطا حضرت جابر سے تو حضرت عطا کے شاگرد ابن جریج، ابن جریج کہنے لگے أحق على الإمام أن يأتي النساء حين يفرغ ويذكرهن، قيل: إن هذا العمري! أحق عليه، فما لهم لا يفعلون ذلک کہ شاگرد نے پوچھا کہ آج بھی اس طرح کرنا ضروری ہے کہ خواتین کے مجمع میں جائیں اور جا کر کے ان سے نصیحت اور دین کی باتیں تو حضرت عطا نے حضرت ابن جریر اپنے شاگرد سے کہا کہ ہاں یہ ائمہ کے اوپر ذمہ داری ہے کہ وہ خواتین کے پاس جائیں اور جا کر کے ان سے دین کی باتیں کریں علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ حضور کے زمانے کے ساتھ خاص نہیں والذي قاله عطاء هو الصواب والسنة الآن وفي كل الازمان بشروط مذكورة وأي دافع يدفعنا عن هذه السنة؛ یہی اصل سنت ہے آج بھی اور ہر دور اور ہر زمانے میں ان تمام پردوں کے شرائط کے ساتھ، اور کوئی دلیل ایسی نہیں کوئی طاقت ایسی نہیں جو ہمیں اس سنت صحیحہ سے روک دے، بلکہ علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ نے خواتین کے عیدین کے موقع پر آپ کے خطبوں میں شریک ہونے سے استدلال کیا کہ اس طرح علم کے ذکر کے اور دین کے ماحول میں اکٹھا ہونا مردوں

کا اور عورتوں کا مستحب ہے قیامت تک کی سنت ہے یعنی خواتین کے اجتماع سے مردوں کے اجتماع پر استدلال کیا علامہ نوویؒ نے، اور یہی بات امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے کتاب العلم کے اندر نقل کیا باب ھل یجعل للنساء یوم علی حدۃ کہ خواتین کے لیے کوئی دن مقرر رہونا چاہیے تا کہ ان کو علم سکھلایا جائے دین کی باتیں اور احکامات کی تعلیم دی جائے امام بخاری نے عنوان قائم کر کے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت نقل کی قالت النساء للنبی ﷺ: یا رسول اللہ غلبنا علیک الرجال خواتین نے آ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ یہ مرد حضرات دین سیکھنے میں آپ کی مجالس میں پہنچ کر کے دین کی باتیں حاصل کرنے میں ہم پر غالب اگئے ہم تو گھر بیٹھی ہوئی اجعل لنا یوما من نفسک یا رسول اللہ آپ اپنی طرف سے ایک دن مقرر فرمادیں، فوعظھن یوما لقیھن فیه، فوعظھن و أمرھن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی درخواست پر ایک دن مقرر فرمایا اور وہاں جا کر خواتین کے مجمع میں نصیحتیں فرمائی ان کو بے شمار احکامات کی تعلیم دی، ان دونوں واقعات کو نقل کر کے حضرت مفتی محمود الحسن گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ فتاوی محمودیہ میں فرماتے ہیں کہ اس طرح خواتین کا اکٹھا ہو کر کے آپس میں دین کی باتیں اللہ رسول کی باتیں کرنا یا پھر پردے کے اہتمام کے ساتھ کسی مرد کے جا کر کے دین کی باتیں ان خواتین کے سامنے پیش کرنا عین سنت ہے، یہ کوئی نئی بات نہیں ہے، لوگ یہ سمجھ رہے ہیں کہ اس کی سند صرف سو سال کے اندر ہے، آج کل کی بات ہے یہ تو قرن اول سے چلا آ رہا ہے، اسے امت نے بھلا دیا،

جس طرح مردوں کو ماحول میں لانا اور ان کو اعمال دعوت سے گزارنا ان کے دین پر آنے کا اور علم پر آنے کا بنیادی سبب اسی طرح ایک ایک ایمان والی کی ہدایت اور ایک ایک ایمان والی کا پردے پر آنا یہ خواتین کے اجتماعی ماحول پر موقوف ہے:

جس طرح مردوں کو ماحول میں لانا اور ان کو اعمال دعوت سے گزارنا ان کے دین پر آنے کا اور علم پر آنے کا بنیادی سبب اسی طرح ایک ایک ایمان والی کی ہدایت اور ایک ایک ایمان والی کا پردے پر آنا یہ خواتین کے اجتماعی ماحول پر موقوف ہے آپ خواتین کو ماحول میں لے کر گئے اس لیے بنا کسی شرط کے ہر محلے کی ایمان والی کو ہفتہ واری تعلیم سے جوڑنا، ہر ایمان والی سے درخواست ہے کہ وہ ہفتہ واری تعلیم میں شریک ہو، اس لیے بار بار یہ بات کہی جا رہی کہ سو مکان ہیں تو کم سے کم پانچ ہفتے واری تعلیم ہر حال میں قائم ہونا چاہیے، اور اس کے اندر جتنی بھی خواتین محلے کی وہ شریک ہوں اور مومنوں کے اندر جتنی طالبات ہیں ہاسٹل میں پڑھنے والی یہاں محلہ میں رہتی ہے انہیں بھی اہتمام سے شریک کیا جائے، اور جو کالج اور ہاسٹل ہیں اس کے اندر خود ہفتہ واری تعلیم شرائط پورے کر کے آپ شروع فرمائیں، اگر اس کیمپس کے اندر خواتین ہیں اور اس کے اندر فیملی ہیں تو ان کا وقت لگوا کر کے شرط پوری کر کے ہفتہ واری تعلیم، ورنہ باہر سے دو خاتون مضبوط فکرمند پرانی جو ہفتہ واری تعلیم کو کرنے کی صلاحیت استعداد رکھتی ہیں، استقبال صحیح کرنے والی، چھ نمبر کا مذاکرہ اور کتابی تعلیم صحیح رخ پر پڑھنے والی، ایسی دو خاتون شہر کی مشورے سے جائیں، اور ہاشٹل میں جا کر کسی مناسب پردہ والے مکان میں بیٹھ کر کے تمام

طالبات کو جمع کر کے تعلیم بھی کریں چھ صفات کا مذاکرہ، تشکیل کریں کہ اب نمازوں کا اہتمام ہے پردے کا اہتمام ہے تسبیحات کی پابندی ہے، اور ایک دوسری بہنوں کو دعوت دیتی رہیں اور جب چھٹیاں پڑیں اپنے والدین کے ساتھ سہ روزہ عشرہ لگائیں، ایک ایک ایمان والی کو احاطے کے ساتھ ہفتہ واری تعلیم میں لانے کے ہمیں فکر کرنا۔

23 سال کی یہ آپ کی تاریخ کا خلاصہ ہے سیرت کا خلاصہ ہے کہ آپ جب بھی سفر میں نہیں حضر میں رہے اور آپ ازواج مطہرات کے پاس رہے باری باری تو ایسا نہیں ہوا کہ آپ کسی کے ہاں ٹھہرے دن اور رات میں تھوڑی دیر زیادہ، دیر کے لیے اور آپ نے تعلیم نہ کی ہو:

اسی طرح میرے بھائیو دوستو بزرگو! ہماری بنیادی ذمہ داری یہ ساری باتیں وجود میں لانے کے لیے گھروں کے اندر روزانہ کی تعلیم کا بھی اہتمام ہونا چاہیے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت سے یہ بات معلوم ہوتی ہے سیرت پہ غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کبھی بھی حضر میں رہے سفر میں نہیں اور ازواج مطہرات میں سے کسی کے ہاں آپ کی باری رہی رات وقت گزارنے کی، تو آپ کی وہ باری تعلیم کے ساتھ ہوتی تھی، تعلیم کے بغیر نہیں ہوتی ,23 سال کی یہ آپ کی تاریخ کا خلاصہ ہے سیرت کا خلاصہ ہے کہ آپ جب بھی سفر میں نہیں حضر میں رہے اور آپ ازواج مطہرات کے پاس رہے باری باری تو ایسا نہیں ہوا کہ آپ کسی کے ہاں ٹھہرے دن اور رات میں تھوڑی دیر زیادہ، دیر کے لیے اور آپ نے تعلیم نہ کی ہو، ایسا سیرت سے ہمیں نہیں ملتا، اصولی بات ہے بنیادی بات، بلکہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے رات کے وقت میں بھی تعلیم دینے پر استدلال کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حضرت ام سلمہ کے ساتھ گھر کے اندر رات کے وقت میں تعلیم کے حلقے لینے سے رات میں بھی امت کو علم دینا چاہیے، رات میں بھی امت کو علم دینا چاہیے مسجد کے اندر، اس پر استدلال کیا امام بخاری نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت ام سلمہ کو لے کر گھر کے اندر رات کے وقت تعلیم کے حلقہ سے، باب العلم و العظة بالليل امام بخاری نے عنوان قائم کیا رات کے وقت میں بھی علم کا لینا دینا اور رات کے وقت میں بھی امت کو نصیحتیں کرنا، وعظ و نصیحت عین سنت ہے، وقت کی کوئی قید نہیں علم کے لینے دینے کے لیئے، اور واقع نقل کیا حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالی عنہ کا کہتی ہے استيقظ النبي ﷺ ذات ليلة فقال: سبحان الله ما أنزل الليل من الفتن، و ماذا فتحت من الخزائن، أيقظوا صواحب الفجر، رب كاسية في الدنيا عارية في الآخرة رواه البخاريِ کہتی ہیں حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالی عنہ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم رات میں بیدار ہوئے یہ ترجمۃ الباب ثابت ہوا رات میں بیدار ہوئے، پھر آپ ﷺ نے فرمایا: آج کی رات بے شمار فتنے اتارے گئے اور بے شمار خزانے اللہ تعالی نے کھول دئے، دونوں میں گہرا تعلق گہرا تعلق علامہ نووی فرماتے ہیں علامہ عینی کہ جتنے خزانے اللہ تعالی امت پر کھولتے ہیں اسی سے فتنے کے راستے اور وہ فتنوں میں سے خواتین بڑا فتنہ اور خواتین فتنے کا شکار ہوگی باریک باریک کپڑے پہننے سے، باریک کپڑے پہنیں گے وہاں سے سارے فتنے شروع ہوں گئے پھر آپ ﷺ نے فرمایا بے شمار عورتیں دنیا کے اندر کپڑوں کے ساتھ ہوں گی لیکن آخرت میں کپڑوں سے محروم

کر کے اٹھائی جائیں گی، یہ کیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا گھر آ کر اہتمام سے رات کے وقت میں حضرت ام سلمہ کو لے کر کے حدیث کا حلقہ لینا علم کا حلقہ لینا وعظ ونصیحت کا حلقہ لینا اور قیامت تک آنے والی تمام خواتین کو اس امت کی ان کپڑوں سے روکنے کی کوشش کرنا اور تنبیہ کرنا جس کی وجہ سے قیامت تک قیامت کے تمام آخرت کی تمام نعمتوں سے خواتین محروم ہو سکتے ہیں بلکہ روایتوں میں دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم تمام خواتین کو جمع بھی کیا کرتے تھے اور وقت مقرر کر کے انتظار کر کے جو گھر میں غیر حاضر ہیں انہیں بھی طلب فرما کر اور ان کے آنے کے بعد تعلیم کے حلقہ لیا کرتے تھے، مسلم شریف کی روایت حضرت عائشہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالی عنہ فرماتی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام ازواج مطہرات کو اکٹھا کر کے یہ حدیث سنائی أسرعکن إلحاقاأطو لکن یدا تم میرے انتقال کے بعد میری تمام بیویوں میں سے سب سے پہلے مجھ سے ملنے والی، جلد ملاقات کرنے والی وہ خاتون ہوگی وہ بیوی ہوگی جس کا ہاتھ لمبا ہوگا، یہ سن کر تمام ازواج مطہرت اپنے اپنے ہاتھوں کی پیمائش کرنے، بعد میں معلوم ہوا کہ اس سے مراد زیادہ صدقات خیرات کرنے والی اور وہ حضرت زینب رضی اللہ تعالی عنہ ہیں، حضرت عائشہ رضی اللہ تعالی عنہ کے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ ایسی حدیث کا حلقہ لیا، تمام گھر والوں کو جمع فرمایا لیکن حضرت فاطمہ غیر حاضر تھیں، حضرت فاطمہ غیر حاضر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ کو بلایا حضرت فاطمہ آگئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیث کا حلقہ لینا شروع فرمایا، لیتے لیتے حضرت فاطمہ کے کان میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک بات ارشاد فرمایا جس سے وہ رو پڑی پھر آپ نے قریب کر کے دوسری روایت حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالی عنہ کے کان میں ارشاد فرمائے وہ ہنسنے لگی روایت مکمل ہوئی حدیث کا حلقہ مکمل ہوا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے گئے تو حضرت عائشہ بڑے اہتمام سے حضرت فاطمہ کے قریب ہو کر کہنے لگی کہ آپ ﷺ نے جو تمہارے کان میں حدیثیں سنائی ہیں وہ حدیث مجھے سنا دیں، حضرت فاطمہ کہنے لگے یہ تو اللہ کے نبی کا راز ہے میں بیان نہیں کروں گی، کہ اللہ کے نبی کا راز میں بیان نہیں کروں، جب آپ ﷺ کا انتقال ہو گیا تو یاد رکھ کر حضرت عائشہ دوبارہ حضرت فاطمہ کے پاس گئے کہنے لگے کہ میرا ماں ہونے کے اعتبار سے تم پر جو حق بنتا ہے اس حق کا واسطہ دے کر کہتی ہوں کہ وہ حدیث سنا دو جو اللہ کے نبی نے تمہارے کان میں سنایا، حضرت فاطمہ نے فرمایا: ہاں اللہ کے نبی نے پہلی مرتبہ مجھے قریب کر کے ارشاد فرمایا کہ جبرائیل امین ہر سال میرے پاس آ کے قران کا ایک مرتبہ دور کیا کرتے تھے اس سال دو مرتبہ دور گیا جو اس بات کی علامت ہے کہ تمہارے والد کا دنیا سے جانے کا وقت قریب آ گیا، اس لئے بیٹی تقوی اختیار کرو، صبر کے ساتھ رہنا اس پر میں روئی جو آپ نے مجھے روتا ہوا دیکھا پہلی مرتبہ، پھر آپ ﷺ نے مجھے قریب کر کے پھر ارشاد فرمایا کیا بیٹی تم اس بات پر راضی نہیں کل قیامت میں جنت کی عورتوں کی سردار بنا دی جاؤ اس بات پر میں مسکرائی جو آپ نے دوسری مرتبہ دیکھا، آپ ﷺ کا تو اتنا اہتمام اپنے خواتین کو لیے کر کے، ازواج مطہرات کو لے کر حدیث کا قران کا حلقہ لینے کا، کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عائشہ رضی اللہ تعالی عنہ آپ سے اجازت لے کے اپنے

میکے چلی گئی، بیمار ہے، تہمت لگی ہوئی ہے حضرت عائشہ پر زنا کی تہمت لگی ہوئی ہے منافقین نے اس کا ماحول بنا دیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جا کر کے حضرت عائشہ سے حضرت عائشہ بیمار ہیں اور قریب میں حضرت ام رومان بیٹھی ہوئی ہے اور صدیق اکبر بیٹھے ہوئے ہیں ساس بھی ہیں سسر بھی، سب بیٹھے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کہ عائشہ توبہ کر لو اللہ تعالی بڑے غفور رحیم حضرت عائشہ کہتی ہیں کہ اللہ کے نبی کے علاوہ میرے لیے کوئی سہارا نہیں اور آپ بھی یہ ارشاد فرما رہے اور دل میں کہنے لگی اللہ جانتے ہیں کہ میں اس سے بری ہوں، اگر میں توبہ کروں تب بھی میرا اللہ جانتا ہے میں اس تہمت سے بری ہوں، اور اگر اللہ کے نبی کی بات نہ مانوں، اور توبہ واستغفار نہ کروں تب بھی اللہ تعالی جانتے ہیں کہ مجھ سے گناہ نہیں ہوا میں اس سے بری ہوں پھر کہنے لگی مجھے اس بات کا پورا یقین ہے کامل تھا انشرا تھا کہ اللہ رب العزت مجھے اس زنا کی تہمت سے بری فرمانے کے لیے بری فرمائیں گے لیکن اس بات کا یقین نہیں تھا کہ اللہ تعالی میری اس برات کے لیے ساتوں آسمان سے آیتیں اتار دے جس کی تلاوت قیامت تک ہوتی اس درجے میں اپنے آپ اپنے کو شمار نہیں کرتی تھی، میری اتنی بڑی حیثیت نہیں، اتنی ضرور بات تھی اللہ مجھے ضرور بری فرمائیں گے کہتی ہے کہ بس میں ادھر بیٹھی ہوئی سوچ رہی ہوں ادھر میری والدہ اور میرے والد ادھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہیں اور دل میں میری یہ باتیں گزر رہی ہیں اتنے میں وحی آگئی جبرائیل امین گھر آگئے، اسی گھر میں جبرائیل امین آپ اندازہ وہاں آپ پر وحی کے اترنے کے اثار ظاہر ہوئے اور آپ بڑی خوشی بشاشت کے ساتھ فرمانے لگے عائشہ تمہیں خوشخبری ہو اللہ تعالی نے تمہیں اس تہمت سے بری کرنے کے لیے پورا ایک رکوع اتار دیا، إن الذين جاؤ ؤ بالمفک عصبة منكم لا تحسبو ہ شر لكم بل هو خير لكملكل امر ءمنهم من اكتسب من الاثم-----، آپ اندازہ لگائیے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کیا کیا معمولات اپنے ازواج مطہرات کے ساتھ اپنے گھروں کے اندر اور اپنے میکے میں جا کر کے، تمام گھر والوں کو جمع کر کے حدیث کا حلقہ اور قران کا حلقہ، ہماری تو ساری محنت کا خلاصہ یہ کہ یہی سلسلے امت کے ہر گھر کے اندر امت کے ہر فرد ہر طبقے اور ہر گھر کے اندر دوبارہ زندہ کرنا اس کا خلاصہ ہے اور یہ کسی قسم کے شرعی عذر پر موقوف نہیں ہے۔

ہر طرح کے شرعی اعذار کے ساتھ یہ قران اور حدیث کے حلقے لگائے جائیں گے اس لیے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالی عنہ کی روایت ہے كان النبي ﷺ يتكأ على حجرى و أنا حايض فيقر أ القر آن کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجھ پر ٹیک لگائے ہوئے اور قران کی تلاوت فرما رہے ہیں اور میں سن رہی جب کہ میں حیض کی حالت میں ہوں،

ہر طرح کے شرعی اعذار کے ساتھ یہ قران اور حدیث کے حلقے لگائے جائیں گے اس لیے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالی عنہ کی روایت ہے كان النبي ﷺ يتكأ على حجرى و أنا حايض فيقر أ القر آن کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجھ پر ٹیک لگائے ہوئے اور قران کی تلاوت فرما رہے ہیں اور میں سن رہی جب کہ میں حیض کی حالت میں ہوں، مجھ پر نماز بھی نہیں دو سنتیں

واضح ہوگئی کہ ایسا شرعی عذر کسی گھر میں پیش آئے اس کے باوجود قران کا حلقہ لگایا جائے گا، اور ایسی شرعی عذر والے خاتون کو ہٹائے نہیں جائے گا اٹھایا نہیں جائے گا، اس کے ساتھ ہی قران کے حلقے لگائے جائیں گے وہ سنتی رہے گی ہم پڑھتے رہیں عین سنت ہے کسی گھر میں کوئی نہیں ہے صرف میاں بیوی ہے اور گھر والے کو ایسا شرعی عذر پیش آ گیا تو شوہر کی ذمہ داری ہے اللہ کے نبی کے عین سنت یقین کر کے کہ اپنے گھر میں جا کر کے اہتمام کے ساتھ قران کے حلقے لے،

چھ مہینے میں ایک مرتبہ خواتین کا جوڑ کر کے اس کے اندر اندرون سے لے کے بیرون تک سارے تقاضوں کو پورا کرنے کی فکر کی جائے:

اور اس میں امت کے تمام طبقات اس کے محتاج ہیں اور یہ بنیادی بات یہ ہے بنیادی بات ہے کہ چھ مہینے میں ایک مرتبہ خواتین کا جوڑ کر کے اس کے اندر اندرون سے لے کے بیرون تک سارے تقاضوں کو پورا کرنے کی فکر کی جائے، یہ بات بار بار آرہی ہے کہ چھ مہینے کا یہ جوڑ صرف بیان تقریر کے لیے نہیں کہ ایک مجلس شروع کی ہوگئی، تشکیلی اور دوسری مجلس مقامی کام کی اور فارغ کر دی، ایسی بات نہیں ہے، بلکہ جوڑ سے دو مہینے پہلے اس بات کا تقاضہ مسجد مسجد پر ہم ڈالیں کہ بھائی آپ اپنے سہ روزہ مستورات کی جماعت اور آپ اپنے مسجد کے سطح پر، حلقے کی سطح پر، عشرے کی جماعت اور اس کے کوائف کے پرچے بنا کر لے کر آپ جوڑ میں آئے، یہ تو جوڑ ہمارا جماعت بندی کا ہے، یہ جوڑ ہمارا قدیمات کا جماعت بندی کا ہے، اس کے اندر پوری محنت کے ساتھ دو تین مہینے پہلے محنت کر کے جماعت بندی کر کے اور کوائف کے پرچے مرتب کر کے اور پھر اس کے بعد ہمیں اس جوڑ میں تمام پرانی خواتین کو لے کر آنا ہے، اور یہ بات بھی طے ہے کہ اگر 30، 40 خواتین ہوں تب بھی جوڑ ہوگا اور اگر کسی قصبے میں یا کسی گاؤں میں صرف 15، 20 خواتین ہیں زیادہ تعداد میں خواتین نہیں ہیں پرانی، تو ان 10، 15 خواتین کو بھی ہر چھ مہینے میں جوڑا جائے، اگر کسی علاقے میں صرف تین دن لگائی ہوئی تین مرتبہ تین دن لگائی ہوئی خواتین عشرے والی نہیں ہے، چلے والی نہیں ہے بیرون والی نہیں ہے تو ایسی تین مرتبہ سے روزہ لگائی ہوئی خواتین کا جوڑ بار بار مستقل ہوگا تا کہ ان کا عشرہ میں نکلنا آسان ہو جائے، اور عشرہ لگائی ہوئی جتنی بھی خواتین ہیں ان کا بھی جاڑ ہوگا تا کہ ان کا چلے بھی نکلنا آسان ہو جائے، ہماری ذمہ داری 100 فیصد احاطہ ہونا چاہیے، ہماری ذمہ داری اس جوڑ کے اندر پرانی خواتین کا سو فیصد احاطہ ہونا چاہئے، یہ سارے اعمال کو زندہ کرنے اور ان تمام اعمال کو پختہ کرنے کے لیے ہماری بنیادی ذمہ داری اپنی مساجد کو اعمال دعوت کے اعتبار سے آباد کرنا اور اسے پختہ کرنا، اور مسجدوں کے اندر اہتمام کے ساتھ تعلیم کے حلقے اور اہتمام کے ساتھ دعوت کے حلقے قائم کرنا اور ہر فرد امت کو اہتمام کے ساتھ دعوت دے کر غفلت کے منکر کے ماحول سے نکال کر ان مساجد کے اندر لا کر کے جمع کرنا، اس لئے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفائے راشدین اور صحابہ رضی اللہ عنہ اجمعین کی ساری ملاقاتیں اور ساری زیارتیں اور ساری محنتوں کا خلاصہ یہی نکلتا ہے، ایک ایک فرد پر محنت کیا کرتے تھے اور غفلت کے اور منکر کے ماحول سے بازار کے ماحول سے نکال کر مسجد کے ماحول میں لایا کرتے۔ مولانا یوسف رحمۃ

اللہ علیہ کا ملفوظ ہے کہ عوام تو عوام جو اس امت کے خواص سمجھے جاتے ہیں ان کی بھی تربیت اگر مقصود اور مطلوب ہے، وہ نجات اور کامیابی چاہتے ہیں، تو ان کی بھی ذمہ داری ہے اپنے کو مسجد کا عادی بنائیں اور اپنے آپ کو مسجد کے حوالے فرمائے بلکہ مولانا یوسف رحمۃ اللہ علیہ کا ملفوظ ملتا ہے فرماتے ہیں کہ اگر وقت کا شیخ الحدیث ہے اور کروڑوں اس کے شاگرد ہیں وہ کامیابی چاہتا ہے اپنے اپ کو اپنے طلبہ کو مسجد پر ڈال دے، وقت کا شیخ، ولی قطب ہے اور کروڑوں مرید ہیں تربیت چاہتا ہے کامیابی چاہتا ہے مسجد میں پڑھ جائے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر کوئی شیخ الحدیث اور شیخ نہیں اور صحابہ سے بڑھ کر کوئی طلبہ نہیں اور کوئی مرید نہیں آپ نے تمام امت کے طبقات کی اس تربیت اپنی صحبت میں مسجد ماحول میں رکھ کر کے فرمایا۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اسی بات کو ثابت کرنے کے لیے کہ مسجد کے اندر تعلیم کا ماحول کیسے تھا اور کس طریقے سے امت کا ہر فرد ہر طبقہ کسی بھی وقت اپنے دین کی ضرورت کے پیش آنے پر مسجد کی طرف متوجہ ہوتا اور 24 گھنٹے مسجد نبوی میں لگے ہوئے علم کے حلقوں سے اپنی ضرورت کا علم حاصل کرلیا کرتا، انھی تمام باتوں کو ثابت کرنے کے لیے کتاب علم قائم کی کتاب العلم اسی لیے قائم کی تا کہ قیامت تک معلوم ہو جائے کہ قرن اول دور نبوت دور صحابہ میں امت کے جہل کا علاج کیا تھا، اور مسنون طریقہ کیا تھا، اتنے کم سے کم مدت کے اندر امت کا ہر طبقہ اور ہر فرد کس طرح علم سے قریب ہوا اور اس کی زندگی میں علم آیا، اور جہالت ختم ہوگئی اسی کے لیے کتاب العلم قائم ہوئی، ایک ایک باب سے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اسی بات کو ثابت کرنا چاہیے کس طرح علماء نے صحبت میں رکھ کر کے علماء کو صحبت میں رکھ کر امت کو علم دینا، باب من رفع صوتہ للعلم علم دینے کی ضرورت پیش آئے، تعلیم دینے کی ضرورت پیش آئے، اس میں آواز بلند کرنے کی ضرورت پیش آئے، بلند کرنا چاہیے سنت ہے، واقعہ نقل کر دیا کہ حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں کہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔کہ ہم سفر میں تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سفر میں ہم سے پیچھے رہ گئے، بعد میں آپ تشریف لائے، نماز کا وقت ہو چکا تھا، اور ہم لوگ وضو کر رہے تھے، اور ہم میں سے بعض لوگ وضو کے دوران پاؤں دھونے کے بجائے مسح کر رہے تھے، آپ نے اسی وقت بلبد آواز سے ان کو تعلیم دی اور آپ نے تنبیہ فرمائی کہ جو ایڑیاں سوکھی ہوئی ہیں اور پانی نہیں لگ رہا ہے، وضو کے درمیان ان کے لیے ہلاکت ہے، ان کے لیے ہلاکت امام بخاری نے یہ عنوان ایک چھوٹے سے جزیے کو ثابت کرنے کے لیے قائم کیا ورنہ آپ غور کریں اس کے اندر دعوت کی ساری سنتیں اور تعلیم کی ساری سنتوں کو سمو دیا کس طرح علماء کو صحبت میں رکھ کر علم دینا، صبر اور حضر میں علم دینا، عین عمل کے دوران امت کو علم کی ضرورت اسی وقت علم دینا، عمل کے دوران امت کو علم کی ضرورت اسی وقت اور امت طالب بن کر آئے، انہیں بھی دے اور اگر طلب نہیں پوچھنے کے لئے نہیں آرہے ہیں علما کی ذمہ داری ہے کہ از خود امت کو علم دینے کے کوشش کرنا، نہ کتاب ہے نہ نصاب ہے، جس وقت امت جس عمل کے علم کی محتاج اسی وقت اس عمل سے متعلق علم کو امت کو دے دینا صحبت میں رکھ کر بغیر کتاب کے بغیر نصاب کے سفر میں ہو حضر میں ہو، یہ ساری اس تعلیم کی سنتیں ہیں جس کے نتیجے میں قرن اول

میں تمام طبقات امت تک کے علم پہنچا، اس لیے ہماری بنیادی ذمہ داری اور یہ گشتوں کا سلسلہ، ملاقاتوں کا سلسلہ، مولانا الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے: کہ نماز کے باہر پوری قرآن مجید پڑھنے کا وہ اجر وثواب نہیں جو نماز کے اندر سورہ فاتحہ کے پڑھنے کا ہے، پھر آگے فرماتے تھے کہ پورے قران مجید کا نماز کے اندر پڑھنے کا وہ اجر وثواب نہیں جو نماز کے لیے ایک گشت کرنے کا جو ثواب ہے، مولانا یوسف ؒ نے فرمایا کرتے تھے کہ یہ ملاقاتیں اور یہ گشت جو آپ گلی گلی کوچے کوچے کر رہے ہیں اس کو آپ معمولی نہ سمجھیں اس کے ذریعے سے اللہ تعالی امت کے عوام کو اور امت کے خواص صدور ہیں حکام ہیں وزراء ہیں ان تک اللہ تبارک العزت ان گشتوں اور ملاقاتوں کے ذریعے سے ہدایت کے فیصلے فرمائے، وہ وقت زیادہ دور نہیں ہے کہ ایک وقت آئے گا یہ صدر اور حکام اور وزراء گھٹنے ٹیک کر کلمہ، نماز سیکھ رہے ہو، آپ گشت کرتے رہے ملاقاتیں کرتے، ایک ایک فرد امت کو خوشامد کر کے مسجد میں لے کر کے آنا، حضرت عبداللہ بن رواحہ اور حضرت معاذ ابن جبل اور حضرت عمر رضی اللہ اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ کے سارے معمولات کو مولانا یوسف صاحب نے بڑے اہتمام کے ساتھ جمع کیا، اور لمبے زمانے تک یہ سلسلہ، بلکہ محدثین میں سے بخاری کے دو بڑے راوی کے دونوں باپ بیٹے ان کا معمول لکھا فن رجال کے اندر کہ وہ رات بھر اپنے محلے کی تمام مساجد میں جا کر کے آبادی کا عمل کیا کرتے، رات بھر ان کا معمول تھا ہر مسجد میں جا کے دو رکعت نماز پڑھتے رات بھر کا معمول تھا، محلے کی تمام مساجد میں جانا دونوں محدث دونوں باپ بیٹے، بخاری کے رواۃ میں ان کا شمار ہوتا ہے، علامہ عینی نے بڑے اہتمام سے ان کا ترجمہ نقل کیا، وکیع ابن الجراح ؒ وقت کے محدث تھے، ان کا معمول تھا کہ وہ بازار میں جاتے تھے اور جتنے سقہ لوگ ہوتے تھے جو پانی بھر بھر کے چاروں طرف پہنچانے والے ان کا ہاتھ پکڑتے اور ان کو کلمہ سکھاتے اور مقدار ما یجوز بہ الصلاۃ سکھاتے۔ یہ ہماری بنیادی زمہ داری ہے۔

دعا سے پہلے بیان حضرت جی مولانا محمد سعد صاحب دامت برکاتہم

بروز منگل، ۲۲ / ربیع الثانی ۱۴۴۵ھ - 7 / نومبر 2023ء

ان کی ترقی وہ باہمی تقابل سے تاجر کا دال صرف مقابلہ عالم کا محفوظ سے مقابلہ عمل کا ملک سے مقابلہ جتنی تقابل کی شکلیں ہیں وہ سب دنیا کے لیے ہیں اس لیے کہ دنیا کی ترقی اس کی ہلاکت کی طرف ہے دنیا کی حالات اگے بڑھنے میں ہے اور دین کی ہدایت پیچھے کی طرف جانے میں ہے پیچھے جانے کا مطلب یہ ہے کہ جتنا امت جس دعوت کے کان میں صحابہ کرام کے طریقے کی مزاج کی طرف پلٹے گی کتنی دین کے اندر ترقی ہوگی اس لیے میں عرض کرنا ہے کہ اگر خدا نہ کرے تقابلی شکل اس کو دعوت میں اور تاج تعلیم اور تعلم میں اور دین کے شعبوں میں اگر تقابل پیدا ہوا تو اس کا فساد دنیا کے تقابل سے بھی کہیں زیادہ ہو اس لیے بہت اہم بات ہے کہ دین کے تمام شعبوں کا تعاون کرتے ہوئے اس لیے کہ دعوت تمام شعبوں کی احیا کے لیے ہے اس لیے دین کے کسی کام سے دعوت کا کوئی تقابل نہیں ہے بلکہ دین کے تمام شوروں کی ترقی وبانی تعاون سے ہے اس تعاون کو ہر ادمی اپنے ذمے فرض سمجھے اس تعلق ہر شہ نظیم میں فرض سمجھے کہ یہ تعاون کرنا میرا فریضہ ہے اور ظاہر تقابل پیدا ہوتا ہے اور تابو میں جور کاوٹ ہے سب سے بڑی وہ اپس کا حسد ہے جب ادمی اللہ تعالی کی تقسیم سے راضی نہیں ہوتا تو اس کو حسد کی بیماری لگتی ہے کیونکہ حسد کا مفہوم ہے اللہ کی تقسیم سے اختلاف کرنا یہ حسد کا تعارف ہے اس لیے اس کام میں بنیادی چیز یہ ہے صحابہ کی ایک اجتماعی صفت ہے کہ جب وہ اس کام میں کسی کو اگے بڑھتے دیکھتے تو صحابہ ایسے لوگوں کی صحبت اور ان کی مصاحبت کو اختیار کرتے تھے یہ جان کر کہ اللہ نے ایک چیز دی ہے ہمیں چاہیے کہ ان کے تعاون سے ہم ان کے کام میں حصہ لیں ان کے تعاون سے ان کے تعلق حصہ ہے ان کے تعاون سے نکالنا حصہ ہے اس لیے میں عرض کرنا ہے کہ یہ بہت اہم ذمہ داری ہے کہانستان ایک دوسرے کا تعاون کریں اور جو ادمی حق بات کہے اس میں اس کا تعاون کیا جائے گا یہ اپ بعد میں تعاون نہیں کرے گا وہ اجتماعیت سے پیچھے رہ جائے گا یہ پرانا اصول چلا رہا ہے کرنے سے حسن روکتا ہے تو ایسے مشرکین ہیں جہاں صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کو حق جان کر صرف حسد کی وجہ سے اسلام کو قبول نہیں کر سکتا اس میں ہمیں چاہیے کہ باہمی تعاون کے ساتھ اور اجتماعیت کے ساتھ اور جو مذاکر یہاں کیا گئے ہیں ان کو امانت سمجھ کر امانت سمجھ کر اس کو اپنی مسجد مسجد عمل قبر لے کر جائیں اس لیے کہ صرف مذاکر ہو جانا اس سے کوئی عملی شکل کھجور میں نہیں اتی اور کسی کام کی افادیت اس وقت نظر نہیں اتی جب تم اس کی امن شکل نہ ہو اس لیے جو کچھ اپنے عرض کیے گئے ہیں جو دستور سنایا گیا ہے یہ ہر ساتھی کی اپنی اواز اس کے دل کی طرف یہ ہونی چاہیے اس لیے کیا کر اپس میں ایک بات ہے تو پھر ہر زمانے کے باطل سے اب تکڑا سکتا ہے اور اگر حق کی بات میں اختلاف ہے تو یہ مقابلے میں کامیاب نہیں ہو سکتے اس لیے یہ بات عربی نہیں ہے ان کو عملی طور پر ان کی تجویز کرنا یہ عمل کی ذمہ داری ہے اپ کے پیچھے بڑا مجمعہ ہے جن تک اپ کی اس بات کو عملی طور پر پہنچانا ہے اور

دوسری بات یہ ہے کہ حالات ماحول اس سے متاثر نہیں ہونا چاہیے اپنی بات کو پوری قوت کے ساتھ ب حکمت کے ساتھ پیش کرنا چاہیے مواقع اس کے خلاف نظر ائیں گے مواقع اس کے خلاف نظر ائیں گے جگہ جگہ لیکن ہمیں صحابہ کرام کی سیرت سے یہ ملتا ہے کہ صحابہ کو دو موقع ایسے ملتے ہیں سیرت میں کہ جہاں موقع کو چھوڑ دیا گیا ہدایت کی وجہ سے اور ایک موقع ایسا ملتا ہے جہاں ہدایات کو چھوڑ دیا گیا موقع کی وجہ سے تو مثالیں مجھے عرض کر دی اور دونوں بتلا دیا کہ غیر مسجد یں کہاں ہیں اور شکست کہاں ہے پتہ کہاں ہے شکستہ ہے یہ دو موقع مجاز کرنے ہیں اور دونوں جگہ فائدے کی چیز دونوں کو نظر ائی حذیفہ رضی اللہ تعالی عنہ کے بھی تھا کہ جاؤ میدان کا حال دیکھ کر اؤ کوئی نیا کام مت کرنا کیسا بھی موقع ملے کوئی نیا کام مت ان کو وہاں ساری مشرکین کی فوج کے سپہ سالار ابوسفیان رضی اللہ تعالی عنہ اس وقت اسلامی لائے تھے وہ اگ پر ہاتھ تڑپتے ہوئے تنہا مل گئے بہت دل چاہے ان کا کہ اسے قتل کر پوچھ لیں گے بعد میں بتا دیں گے بعد میں یہ موقع لگے گا نہیں ہدایات پر موقع گواہ دینا اطاعت ہے اور ہدایات کے خلاف موقع سے فائدہ اٹھا دینا نافرمانی ہے رضی اللہ عنہ نے تیر نکالا ارادہ کیا قتل کرنے کا وہ سفیان کو لیکن یہ خیال ہے کہ نہیں دوسرے کا دلیل کہا گیا تھا چھوڑ کے واپس چلتے تھے وہاں سے کہ 20 فرشتے بولو مرسوا کہ جاؤ خوشخبری سنا دو اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ہمارا اسلام کہہ دینا اور کہنا کہ پتہ ایک موقع مل جائے یا ہدایت کا خیال کیا گیا موقع چھوڑ دیا دوسرا موقع یہ ہے احد کا کہ جہاں ہدایات کو چھوڑ دیا گیا مال غنیمت کے کی حفظ میں اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ ہمارا غنیمت کی فضیلت ہے مگر حال کا امر تمام فضائل سے پوچھا ہے خالقامت تمام فضائل سے سب کے مقابلے میں اور فضیلت کی اس مفضول ہے خالقی میں کے مقابلے میں جیلانی یہاں دھوکہ دیتا ہے کہ اس کی بھی فضیلت ہے اس کی بھی فضیلت ہے اس کی فضیلت نہیں ہے فضیلت شامل کیا جس نے دیا گیا اپ نے فرمایا تھا جو علمات کے موقع پر صحابہ سے کہ یہاں سے نہیں چمک کرنا چاہے شکست ہو جائے چاہے فتح ہو یہاں سے نہیں اور اتنی تاکید سے فرمایا تھا کہ اگر انہوں نے دیکھا کہ وہ تو شکست ہو ہی نہیں فتح ہو گئی ہے بکھرا ہوا ہے میدان میں صحابہ سمیٹ رہے ہیں انہوں نے اسرائیل کے اپنے امیر پر فہم اجازت دیجیے اب تو حالات بدل چکے ہیں وہ حکم تو اس وقت کا تھا انہوں نے سختی سے بنائی عبداللہ بن جبیر نے یہ نہیں مانے اور 40 صحابہ نے اپنے امیر علاقہ یعنی کہ نافرمانی کی ہے نافرمانی سے بھی مسلمانوں کا اجتماعی نقصان ہوگا اس روایت سے ہمیں نہیں معلوم کا حملہ کیا سارا میدان واپس گیا کفار کے ہاتھ میں ظلم اس لیے کہ یہاں موقع اس کا نہیں تھا مال غنی میں چھوڑ دیتے اس امت کی خصوصیت ہے اس کی فضیلت ہے سب کچھ ٹھیک ہے لیکن اپ سے کرنے کے لیے نہیں کہا گیا ہے کہ بہت چیزیں نظر ائیں گی اپ کو میدان میں یوں کرتے ہیں ائم کر لیتے ہیں یوں کر لیتے ہیں یوں کر لیتے ہیں یا نہیں سب سے پہلی بات یہ ہے کہ ہدایت کیا ہے اس لیے ہمیں اس کا خیال رکھنا چاہیے اور عرض کرنا چاہتے ہیں کہ اپنے مشوروں کو اپنے مشوروں کا اس طرح ادب کرو جس طرح نماز کا ادب کرتے اوازوں کا بلند ہونا یہ ہلاکت کا ذریعہ ہے چاہے اپ کتنے ہی حق پر ہو مشکل میں اواز ہوگا بلند بنا ہلاکت کا ذریعہ فرمایا اس درخت تک عذاب اچکا تھا اس درخت تک ہمارا رضی اللہ

تعالی عنہ رائے پیش کرتے تھے اپ کو کہنا عمر اواز زور سے بولو تمہاری اواز سنائی نہیں دینی زور سے فرمایا کہ احترام نہیں کرو گے تو یہ ہلاکت کا مسئلہ ہے اپنے مشوروں کا ادب کرو ادب کرو اور اپنی بات کو سلیقے سے اور ہلکی اواز سے پیش ایا کہ بلند کرنا یہ منافقین کا طریقہ دیکھا گیا ہے اس لیے ہمارے مشوروں میں نہ اواز کی بلندی ہوگی اور نہ اصرار ہوگا جناب پیش کرنا جو فیصلہ ہو جائے پیش کردوں کہ فیصلہ دیتا ہوں اس لیے افتراب اور اعتزال کی اسلام نے گنجائش نہیں رکھی ہے جب تک تمہارا امیر تمہیں کفر کا یا نماز چھوڑنے کا حکم نہ پڑے اس وقت تک اعتزاز گنجائش اس معاملے رکھے عمل کی اجتماعیت کے پیش نظر یہ اصول بنایا کہ جب تک تمہیں کھلے کفر کا حکم نہ دیا جائے نماز پڑھ کے صلوۃ کا حکم نہ دیا جائے اس وقت تک اختلاف کی گنجائش نہیں بیان کریں کہ مشوروں میں اواز بلند ہونا یا مشورے میں بات اصرار کرنا یا نہیں ہونا چاہیے رائے پیش کردو جو کہا جاتا ہے اس کی گئی ہیں اللہ تعالی کے فضل سے اور اس کی مدد سے 19181716 رجب المرجب 1445 ہجری 2827 3029 جنوری 2024 انشاءاللہ کریں گے